

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224267

UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. APP 5

Accession No. 41517

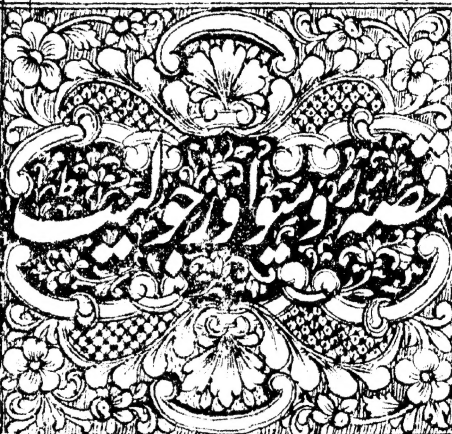
Author J. S.

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

کتابخانه کاظمیہ خاں

یہ انگریزی کتابیں فارسی و اردو کے مجموعہ آفانہ پانڈیکٹ میں مقصود ہیں کا پستل
دیکھ پستل جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے سو سو مہ



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب باکوئی وکیل مصنف ہسٹری
ضلع کوٹلی پور نے بایا بطبع او دھتھار تھوارت سلیس انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

مطبع میٹھی نوکل شرف علی مین حسن بی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ویرونا میں کمپو لیٹ اور مالون ٹیج وڈ بڑے خاندان تھے جنہیں بہت دانوں سے
مناصحت چلی آتی تھی اور اب وہ اس درجہ گورنر گئی تھی اور ایسی جانی دشمنی کی حد تک پہنچ
گئی تھی کہ ان کی اولاد و رشتہ داران قریبی کے خادموں میں بھی صاحب سلامت باقی نہ رہی
تھی۔ اتفاقاً ایک خاندان واسے دوسرے خاندان واسے سے کہیں مل جاتے تو ہوا سخت
کلامی اور کبھی کبھی خونریزی بھی ہوا اس اتفاق سے پرسترب ہوتی۔ غرض کہ اس آپس کے
جھگڑے سے ویرونا کے امن و امان میں بہت خلل ڈال رکھا تھا۔

ایک رات سردار کمپو لیٹ نے بڑی دھوم دھام سے ضیافت کا سامان کیا۔ حسین
بہت سی حسین عورتیں وہ عزیمان دیو تھے اور تمام حسینان شہر وہاں جمع تھے۔ جو آتا تھا
بیشک ملکہ خاندان مالون ٹیج سے آئے کہ تعلق نہ تھا بڑی ہی عزت و توقیر سے بھلا یا ہاتا۔ اس
جگہ میں روسی لائن میں شریک تھی جس پر سردار مالون ٹیج کا لڑکا روسیو نامی تھا
جو اب اس جگہ میں مالون ٹیج کے لیے شرکت اچھی نہ تھی۔ مگر اس جوان کے ایک دوست
بنوا لیو نے اسے صلاح دی کہ اپنی وضع بدل کر حسین خاندان مالون ٹیج سے ٹھہرنے کوئی
نہ تھے اس محل میں شریک ہو اور اپنی مشق کو ویرونا کے دیگر حسینان سے لڑا کہ اس وقت
سب کے سب جمع ہیں مقابلہ کرنا ٹھہرنے معلوم ہو کہ کھاری مشق بقابلہ اور ان کے
ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے راج ہنسوں کے گروہ میں کو آ بیٹھا ہو۔ بنوا لیو کی باتوں پر روسیو
کو چندان و فوق نہ تھا۔ مگر روسی لائن کے شوق دیدانے اسے جانے پر مجبور کیا۔ روسیو
ایک سچا و دلور عاشق تھا جس نے اپنی مشق روسی لائن کے پیچھے مندرجہ کر دی تھی مگر شہر
سے رغبت پیدا کر لی تھی اور روسی لائن کی کیفیت تھی کہ وہ ہمیشہ اس کے درپے تھرب رہتی تھی

CHECKED IN

George
Gaspard
Boudary

Radwan
Dor
Boudary

اور ایک مرتبہ بھی اخلاص و محبت کے ساتھ پیش آکر اپنے عاشق کو خوش دل نہ کیا تھا۔ نبوالیو نے اپنے دوست کے عشق کھونٹے کی یہ ایک تدبیر نکالی تھی کہ طرح طرح کی عورتوں میں اس کے لیے جاکر دکھلائے کہ دنیا میں ایک سے ایک بڑھکر خوبصورت ہیں۔ رومیو اپنی وضع بدل کر نبوالیو اور مرگٹیو نامے ایک دوسرے دوست کو بھی ساتھ لے لیکر پلٹ والون کے جلسے میں شرکت فرمایا۔ دوسرا ریکیو لٹ نے انکی بڑی آؤ بھگت کی اور کہا۔ دیکھیے وہ عورتیں رقص و سرود میں مشغول ہیں آپ بھی وہیں جا کر شریک شادی و طرب ہوں۔ دوسرا اُس وقت اُنہما اور چار کو خوش و غم تھا حتیٰ کہ غایت مسرت میں اپنی جوانی کا ایک واقعہ بھی وہ بیان کر گیا جس میں ایک حسین عورت سے بیباکانہ ہنسنے بولنے کے لیے بہ تبدیل وضع انکی ایک مجلس میں شرکت ہونے کا حال تھا۔ سب ناچنے گانے میں مشغول ہوئے اور رومیو ایک حسین عورت کے حسن و جمال پر نرفانیہ ہو گیا جو انکی نظروں میں ایسی معلوم ہوئی گویا شعلوں نے جلتا اُسی سے سیکھا ہو اور اندھیری رات میں جسکے حسن کی چمک اس طرح ظاہر تھی جیسے کسی رنگی کے گلے میں ڈربے ہما کا لالچڑا ہو یہ جلوہ کیا اب و حسن نادر دیکھ کر عالم بے اختیار میمن بے تحاشا اُسکے منہ سے نکلا اُسکے گرد عورتیں کیا مین قمری کو کو کون نے گھیر لیا ہے۔ سرا ریکیو لٹ کے برادر زوے اُنی بلٹ نے یہ آواز سن پانی اور سننے کے ساتھ ہی وہ پہچان گیا کہ یہ آواز رومیو کی ہے اور سبب اپنی تند مزاجی و بد خوئی کے یہ گوارا نہ کر سکا کہ ایک ماؤنٹج اس طرح ہمارے مجمع میں آکر ہمارے مذہبی رسوم کی توہین کا باعث ہو۔ اور چاہا کہ وہیں اسے قتل کرے اسکا چچا مانع ہوا اور کہا اول تو یہ بات مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ رومیو بذات خود شریف و نیک چلن نوجوان ہے۔ کیونکہ سارے ویر و نادارے اُسکے نیک بخت و تربیت یافتہ ہونے میں شریک تھے۔ گو اُس وقت قہائی بلٹ بخلاف اپنی اقتضا طبیعت کے صبر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اور ارادہ قتل سے باز رکھا گیا۔ مگر اُسے قسم کھانی لگ گئی اور موقع پر اس ذلیل ماؤنٹج سے اس مداخلت سے بجا کا عوض ضرور لوٹا۔

Mend

مصلحت

نایاب ہو چکے پر رومیو اس عورت کی طرف چلا اور اسی مصنوعی لباس میں جو ان سب
 بیباکیوں کی سبب تھی اس سے ہاتھ ملانے کو بڑھایا اور کہا اور زیارت گاہ میں ایک گنگنا کر زائر
 ہوں کفارہ گناہ کے لیے تیرے پاس آیا ہوں۔ اس عورت نے جواب دیا خاصے زائر ہیں
 آپ کا طریق زیارت تو بہت معقول و مناسب ہے۔ زائر ضرور کے ہاتھ الٹہ پڑتے ہیں جو سستے تو
 کمین ہنیں دیکھا۔ رومیو نے کہا کیا زائر و زور کے منہ نہیں ہوتے۔ جو کلیتہً بولی ہوئے کیون
 نہیں مگر نماز و دعا کے لیے نہ چوسنے چاہئے کو۔ رومیو نے کہا اچھا میں دعا کرتا ہوں مگر ایسا
 نہ ہو کہ تم ہاں منظور کرو۔ یہ تشنگ آمیز باتیں و محبت خیز رفر و گناہے ہو رہے تھے کہ اسکی مان نے
 پکارا اور وہ مان کے پاس چلی گئی۔ رومیو کو اسکی مان کا نام دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ
 جسکے حسن لاثانی نے اسے اپنی طرف مائل کر رکھا ہے وہ اسکی جانی دشمن سردار کپولیت
 کی دختر و ارشہ جو لیت نامی ہے اور بہ نادانستگی اسکے چھندے میں دل دے بیٹھا۔ ہر چند
 کہ یہ شکوہ کیسے در طول خاطر ہو اگر اب کیا ہو سکتا تھا جب دل ہی قابو سے نکل گیا۔ ادھر کپولیت
 کو بھی جب معلوم ہوا کہ جس جو ان سے مین باتیں کرتی تھی وہ خاندان مالونین کا رومیو ہے تو
 بہت عجیب ہوئی۔ کیونکہ رومیو کی طرح وہ بھی بادل نگاہ فریفتہ و از خود رفتہ ہو گئی تھی اور اب
 اس محبت کا بناہ اسکے نزدیک بہت دشوار نظر آیا جب اسے دیکھا کہ مین نے اپنے دشمن کی
 رشتہ محبت جوڑا اور ایسی بڑی ہلکہ دل چنپسایا کہ سارے کہنے والے اسے سکر نفرت کر نیگے۔
 جب آدھی رات گز رہی رومیو اپنے دوستوں کو لیکر وہاں سے روانہ ہوا اور تھوڑی ہی دیر
 جا کر پھر لوٹ آیا۔ کیونکہ نہ تو مین اب اسکا دل ہی اسکے قابو میں نہ تھا۔ جو لیت کے پشت کان
 پر ایک خانہ باغ تھا جسکی دیوار پھلانگ کر رومیو اندر چلا گیا اور انجام عشق کے سوچ میں
 کھڑا تھا کہ سانسے کے جھروکے پر جو کلیتہً دکھائی دی۔ دکھائی کیا دی طالع آفتاب کا دھڑکا
 دیا درختوں کی جھڑٹ سے ماہتاب کی چھلکی روشنی دیکھ رومیو کو ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس آفتاب
 نو تاب کی چھلکی روشنی کے حصار نے ماہتاب کو گامہیدہ و زرد و بنار کھا ہوا اور پھر یہ دیکھ کہ

رشاد رون کو وہ دونوں ہاتھوں پر ٹیکے ہوئے بیٹھی ہے آتش رشک اسکی مشغل ہوئی اور
 دل میں کہنے لگا اسے کاش میں اسکے ہاتھ کا دستاں ہوتا تو اسوقت کیا اچھا فریاد قربت ہاتھ آتا۔
 جو لیٹ نے وہاں اپنے کو عالم تنہائی میں پا کر ایک آہ سر و سینہ سے کھینچی اور کہا حیف صدفین
 رومیو یہ آواز سنکر بخود ہو گیا اور باہنگی جسے وہ سن نہ سکی بولا۔ او پاک فرشتہ ایک بار
 پھر اپنی آواز سنائی تیری آواز اسطرح اوپر سے آئی جیسے آسمان سے فرشتوں کی آواز جھنپ
 لونی نہیں دیکھ سکتا آتی ہے جو لیٹ کو کیا معلوم تھا کہ میری آواز کسی نے سنی اور پھر
 انہوں نے قیلاں میں مستغرق ہو کر جو اس شب کے واقعات نے اسکے دلیں جوار کھے تھے اپنے
 عاشق کی طرف (فرضی مخاطب ٹھہرا کر) متوجہ ہوئی اور بولی رومیو تو کہاں ہے میری سچی محبت
 اپنے دلیں پیدا کر اور اپنے باپ کے نام سے متغیر ہو اور جو تجھے یہ ہنس کے تو قسم کھا کہ تو میرا
 چٹکا عاشق ہو اور غمغہب خاندانی کو تیرے دلیں کچھ بھی دخل نہیں اور میں بھی آج سے اپنے
 خاندانی خیالات دل سے نکال دالتی ہوں۔ رومیو یہ سن کر بہتا تھا کہ کچھ بولے مگر اس خیال سے
 کہ شاید میری آواز سنکر وہ خاموش نہ جائے چپ رہا اور دیر تک کان لگائے سنا کیا۔
 جو لیٹ دیر تک آپ ہی آپ عشق کے دسوز تذکرے کرتی رہی اور کبھی جھجھلا کے یہ بھی کہتی
 کہ میرے عاشق کا نام رومیو اور اسکے خاندان کا نام مالون میج کیون ہوا کیا اچھا ہوتا کہ وہ
 اپنا نام بدل ڈالتا اور میرے سوا اور کسی سے واسطہ نہ رکھتا۔ اب رومیو سے نہ رہا گیا
 اور اسطرح مخاطب ہو کر لگایا وہ اسی سے باتیں کر رہی تھی یہ جواب دیا کہ اگر رومیو کا نام
 تجھے ناپسند معلوم ہوتا تو آج سے فرض کر لے کہ میں رومیو نہیں ہوں۔ تجھے اختیار ہے
 جسطرح چاہے پکار عاشق یا اور کوئی حسبِ دلخواہ اپنے نام تجویز کرے جو لیٹ ایک اجنبی
 آدمی کی آواز سنکر ڈر سی اور حیران ہوئی کہ میرے افشا زار کے لیے کسے اس اندھیری را
 نے ٹھکر کر بیان تک پہنچایا ہے۔ چونکہ اسکے پہلے تھوڑی ہی دیر تک باتیں ہونی تھیں اس لیے
 پہلی آواز پر وہ نہ پہچان سکی کہ یہ کسکی آواز ہے۔ لیکن دوبارہ سننے پر تاثیر عشق نے

اُسے پہنچا دیا کہ یہ پیاری بولی رومیو اسکے عاشق نوجوان کی ہے اور وہ کہنے لگی بھلا تمہارا کوئی اپنے آپ کو ایسے خطرناک کام میں بھنسا تا ہو۔ تم دیوار بھلا کر آئے گمراہ نہ سمجھو کہ اگر کسی نے دیکھ پایا تو خاندان مایون سچ کا بھگوار ڈالے گا۔ رومیو نے کہا کچھ پروا نہیں انکی تلواروں سے زیادہ تو تیری آنکھوں میں ڈر ہے۔ تیرا ایک مرتبہ مہربان ہو کر میری طرف تاک دینا میرے چنگار سے کے لیے کافی تھا۔ لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس جہی زندگی سے کہ تیری الفت دل میں نمودار ہونا بہتر ہے۔ جو کثیت نے پوچھا کہ تو یہاں تک کیونکر پہنچا اور کس سے میرے گھر کا پتہ لگا۔ رومیو نے جواب دیا کہ پھر حضرت عشق سے کے اور دوسرا رہنا کہاں سے لاتا۔ اور یہ کیا اگر تو مجھے اتنی دیر ہوئی جتنا یہاں سے سمندر کا کنارہ اور تیرے پاس پہنچنے کے راستے بھی دیکھے ہی دشوار گزار ہوتے جیسے سمندر کے قریب پانی کے بہنے سے نہ ہوا ہر جہاز سے بہن تو بھی سمجھ اسے ہر دلی تجارت کے لیے باوجود کہ میں معلوم جہاز نہیں ہوں بھیج بھی اپنے کو خطرہ میں ڈالنے میں باک نہ کرتا۔ یہ اتنا نشان معشوقی رومیو کی یہ باتیں سنکر جو کثیت کچھ حیرت ہو گئی اور رنگ بھر کا منتہی ہو گیا۔ لیکن تار کی شب لے پرزدہ داری کی اور رومیو آگے چہرے کی ہر خوبی جو خجالت نے پیدا کر رکھی تھی نہ دیکھ سکا۔ جو کثیت کو معلوم ہو گیا کہ رومیو بھی میری عاشق کی کام بھیج رہا ہے مگر اس نے اپنے اس علم کو ظاہر نہ کیا اور پچا ہا کہ جو کچھ پہلے کہ گئی تھی وہی پھر کے۔ مگر اب رعب عشق اس لمبی چوڑی تقریر کے اعادہ کی کب اجازت دیتا۔ ممکن تھا کہ ایسے موقع پر کچھ کہہ نہ سکتا کہ جو کثیت راہ دیتی۔ بے اعتنائی و استغنائی سے کام لیتی جیسا کہ چارلک عورتوں کا دستور ہو کہ اول اول عاشقوں کے ساتھ غلطہ و سرکش سے پیش آتی ہیں۔ چاہے وہ ان کے ساتھ سخت کلامی ضروریات سے خیال کرتی ہیں۔ جیسا کہ جواب یجا لا پر وانی یہ سب باتیں عین نشان معشوقی تصور کرتی ہیں تا عاشقوں کے دلوں میں انکی وقعت بڑھے پہلی الوصول ہونے کے سبب سے ناقدرونا چہ نہ معلوم ہوں کہ یہ کہہ جتنی ہی دقت سے کوئی شے دستیاب ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ قدر و منزلت ان میں مل جاتی ہے۔

پکوتی ہے۔ لیکن اُسے ایسے ناز و خیر پہنچا کہ وہ کہہ کر رکھا اور کوئی طر فہ اس محبت کی عظمت پہنچا نہ بتا۔ رومیو تو پہلے بھی اقرار محبت جو لیت کے منہ سے جبکہ اُسے نزدیک اُسکا سان و گمان تک نہ تھا سن چکا تھا۔ اب جو لیت نے بخل و دل جو سکی نا تجربہ کاری اور بھولاپن کی دلیل مل گئی اس معاملہ کی پوری کیفیت سے اُسے آگاہ کرنا چاہا اور کہا اوخو بصورت مایون بیچ محبت سے بکارت کے فحشک ہی ترسے ہیں کہ پورا نام بھی اچھا معلوم ہونے لگے اسے سہل الوصول ہونے کو سکی و بد باطنی پر نہ محمول کرنا۔ بلکہ اسکی برائی کو اگر تمھارے نزدیک اچھین کوئی برائی ہو، اس ناگہانی رات کے سر رکھنا جسے اچانک میرے خیالات کو اٹھایا ہے۔ اور پھر کہا۔ گو میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ تمھارے ساتھ میرا یہ بہت اوجھلا پیار ہے عورت ہونے کے ذرا بے احتیاطی یعنی نہیں ہے۔ مگر یہ ضرور کہو کہ گوا کہ میرا بہت اوجھلا نہیں اچھا ہے جبکہ جواب و احتیاط کہ نہ جیلہ سے بھرا رہتا ہے۔

رومیو یہ سن کر اچھا ہوتا تھا کہ تم ایسی اعصرت عورت کی شان میں خدا شاہد ہے کہ مجھے کوئی خیال فاسد نہیں۔ کہ جو لیت نے اُسے قسم کھانے سے روکا۔ اور کہا۔ یہ رات بڑی ہے تنہا و تیز و بد بخت ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ اچھین کوئی قول و اقرار کیا جائے۔ لیکن جب رومیو اصرار کیا اور کہا کہ آج ہی رات کو کچھ وعدہ و قول و قرار محبت ہو جاتا تو جو لیت نے جواب دیا کہ میں تمھاری درخواست کرنے کے پہلے ہی سنبھلی ہوں۔ جو میرے اشارہ ان باتوں کی طرف تھا جسے رومیو نے آتے ہی چھپ کر سنا تھا۔ مگر پھر بھی لطف کر کے لیے دوبارہ اُسے عشق و محبت کی باتیں کہیں کیونکہ وہ انکی طرح اُسکا لطف نہ پیدا کرنا اور محبت عشق تھی یہ باتیں سوریہ تھیں کہ جو لیت کو اُسکی دایہ نے پکارا۔ کیونکہ وہ اپنی دایہ کے پاس سوئی تھی جسکے نزدیک اسوقت کا سونا ضروری تھا کہ رات بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ جو لیت اپنی دایہ کے پاس سے ذرا دیر کے بعد پھر ٹوٹ آئی۔ اور رومیو سے کہنے لگی کہ تین چار باتیں اور کرنی ہیں۔ وہ یہ کہ اگر تمھاری محبت پاک ہو اور میرے ساتھ تم کچھ کیا چاہتے ہو۔ تو کئی ایک

قاصدِ تھارے پاس وقتِ نکاح کے تعین کے لیے بھیجا جائیگا۔ کیونکہ اپنا نصیب تمھارے پیروں کے پاس رکھنا اور دنیا میں تمھارا تابعدار بنکر رہنا مجھے مرکزِ خاطر ہے۔ اتنے میں جو لیٹ کو پھر اسکی دایہ نے آواز دی۔ غرض کہ وہ کئی مرتبہ آئی اور گئی۔ رومیو کے جانے میں وہ اس طرح بدگمان تھی جیسے چھوٹی لڑکیاں اپنے چڑیوں کی طرف سے کہ ریشمی دھاگے میں انھیں باندھ رکھتی ہیں۔ فرار وہ ہاتھ پر سے زمین کہ دھاگا کھینچ پھر زمین لٹھایا اور رومیو کو بھی اسکی مفارقت گوارا نہ تھی کیونکہ عاشقوں کو اچھے سے اچھے نغمہ کا لطف معشوقوں کی بات میں حاصل ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار وہ جدا ہوئے کہ بقیہ رات کو خوابِ نوشین میں گزاریں۔

کرن نکلے نکلے وہ دونوں علیحدہ ہوئے۔ رومیو کہ اپنی معشوقہ کے خیال میں محو ہو رہا تھا۔ بجائے اسکے کہ گھر جا کر سو رہتا یہاں ایک خانقاہ میں درویش لارنس کے پاس چلا گیا وہ ابھی اپنی عبادت سے فارغ ہوا تھا کہ یہ پہونچا۔ اسکو دیکھتے ہی وہ ہٹا گیا کہ آج رات بھر یہ سویا نہیں ہے۔ عالمِ شباب جو محض نشاطِ کمین گرم رہی ہوگی بسببِ بیداری تو خوب سمجھا کر یہ چھی طرح دریافت کر سکا کہ کس جگہ شب بیدار رہا اور اسکی معشوقہ اتنی ہم روستی لائین کے ساتھ شب گزارنے کا گمان ہوا۔ مگر جب رومیو نے اُسے جو لیٹ کے لئے عشق سے مطلع کیا اور کہا کہ میں آج اُس سے نکاح کیا چاہتا ہوں اور استعانت کے لیے تیرے پاس آیا ہوں۔ تو درویش حیرت سے دیکھ کر بولا مجھے ہمیشہ تو روسی لائین کے عشق و محبت کا تذکرہ اور اسکی بے اعتنائی کا گنا کرتا تھا۔ آج کیا ہے کہ دفعتاً اُس سے تیری طبیعت چھڑ گئی اور پھر اب جو لیٹ کے عشق کا دم بھر تادیب ہے جو انون کے الفتِ دل میں نہیں ہوتی بلکہ آنکھوں میں ہوتی ہے۔

رومیو نے جواب دیا۔ تھیں یا وہ نہیں کہ تم ہمیشہ مجھے روسی لائین کے عشق سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب وہ ملو جا ہی نہیں تو تم اسے کمر بے فائدہ کیوں ہوتے ہو

اب کہ میں نے جو لیت سے رشتہ اُلفت جوڑا جسے میرے ساتھ دل سے محبت ہو اور چاہتا ہوں کہ اُس سے نکاح ہو جائے تو کیا بجائے ہوں۔ رومیو کی یہ جیت قابل پذیرانی سُنکر درویش خاموش ہو رہا۔ اور خیال کیا کیو لیت اور آئیون جیج کے باہمی جنگ و جدل کے کھونے کی اس سے بہتر کوئی دوسری حکمت نہیں کہ رومیو اور جو لیت کا باہم عقد کر دیا جائے کیونکہ وہ ان دونوں خاندانوں کے فتنہ و فساد پر بڑا اثر رکھتا تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح اُنکے آپس کے جھگڑوں کو فرو کرنا چاہیے۔ چنانچہ درویش نے نظر باہن سیاست و نیز رومیو کی خواہش پر خیال کر جسے وہ رد نہ کر سکتا تھا۔ اُنکے نکاح پر تھکا دینے کا وعدہ کیا۔

رومیو یہ سُنکر بہت خوش ہوا اور جو لیت اپنے آدمی کی زبان پر جسے اُس نے اُس کام کے واسطے حسب وعدہ تعینات کر رکھا تھا، یہ خبر سننے ہی درویش لارنس کے گھر چل آئی جہاں دونوں کے ہاتھ پر رسم نکاح ملا دیے گئے۔ اور بعدِ عقد نکاح اُس درویش نے اس کا رخیر پر ایک لمبا چوڑا خطبہ پڑھا اور اُس میں اُس عقد کی مبارکبادی اور خاندان کیو لیت اور آئیون جیج کے وارثوں کے بھی ملاپ کی خوشی جس سے اُنکے خاندان کے قدیم جھگڑے و فساد کی بیخ کنی کی پوری امید کی جا سکتی تھی بڑے شہ و مد سے بیان کی۔

خطبہ ختم ہونے پر جو لیت نے گھر کا راستہ لیا۔ اور گھر پر پہنچا رات ہونے کی دُھن میں بیٹھی کیونکہ رومیو وعدہ کر گیا تھا کہ آج رات کو جس بلغم میں تجھے ملتا ہوں کل رات کو بھی یہی ملوگا۔ انتظار شب و صبح میں وہ روزِ فراق جو لیت پر ایسا بھاری تھا۔ جیسے ناصر بنی لڑکوں کو شنبہ عید کہنے سے سنا ہے کپڑوں کو صبح ہو سے بغیر وہ بہن نہیں کہتے اُسی طرح وہ پھر رومیو کے دونوں دوست توالیو اور راکسٹو شہر میں کسی عہدہ پر شل رہے تھے کڑائی لٹ مع اپنے دیگر رشتہ داران خاندانی کے سامنے سے گزرا وہی کڑائی لٹ جسے سردار کیو لیت کی ضیافت کے دن رومیو کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اور بڑی ادبی سے

مارکیٹو کا نام لیکر پکارا اور کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو رومیو کا میسر ہے۔ مارکیٹو نے کہا ٹائی بلٹ سے کم اس میں جوش جوانی نہ تھا یہ سنکر بہ تندہی و غضبناکی اس کا مقابلہ کرنا چاہا۔ بنوا لیو کو بھی یہ بات ناگوار گذرئی مگر یہ مصلحت وقت اسے آتش کی گوراہ دیا اور دونوں کی تکرار کے رفع کرنے کی فکر میں ہوا۔ یہ چھڑ چھاڑ ادھر ہو رہی تھی کہ سامنے سے رومیو بھی آن پڑا۔ اب تائی بلٹ مارکیٹو کو چھوڑ کر رومیو کی طرف پھرا اور جرات افزا دہر رومیو کو کھڑکپکارا یہ سنکر رومیو نے چاہا کہ اس کی بات سے درگزر کرے کیونکہ اس کی مشوقہ جو لیت کا وہ رشتہ دار تھا اور وہ اس کو بہت پیار کرتی تھی اور نیز یہ کہ اس کی طبیعت بڑی ہی سنجیدہ و شائستہ تھی اور شائدانی جھگڑے سے اسے کچھ تعلق نہ تھا۔ اس پرستہ سوچا کہ تائی بلٹ میری مشوقہ کے خاندان سے ہے اس کے رفع غضب کے لیے جو کام کر گیا اور غصہ کی تمام بیرانگی ختم کرنے والی باتوں کو بھلا کر رومیو باشتی اس سے پیش آیا اور نیک کیسپولیت لکھ پکارا اور بڑی عاجزی سے سلام کیا اور ایسا ظاہر کیا گویا اس کے نزدیک وہ سخت الفاظ بنسی و تسخر پر مبنی تھے۔ مگر درحالیہ تائی بلٹ تمام خاندان مایون ٹیج کو ناری سمجھتا تھا بھلا یہ خوش نہ اند باتیں اس کی نظروں میں کیا وقعت پیدا کرتی تھیں۔ اس نے ایک نہ سنی اور تلوار سے سوت آتھما بل ہوا۔ مارکیٹو نے یہ نہ سمجھا کہ اس صلح جوئی میں رومیو نے کیا مصلحت سوچی ہے۔ اور اس کے ممبر کو داخل عاجزی تصور کر کے اہانت جہ سے فخر و ن میں اپنے ساتھ لڑنے کی تائی بلٹ کو ترغیب دی اور کہا میرے ساتھ مقابل ہو تو مزہ چکھو اور میں نے تو تجھے دو ایک فقرے سخت بھی سنائے ہیں۔ رومیو غریب نے تیرا کیسا بگاڑا ہے۔ یہ سنکر وہ مارکیٹو کی طرف متوجہ ہوا اور طرفین سے تلواریں کھینچ لیں بنوا لیو اور رومیو بیچ بچاؤ کی فکر ہی میں تھے کہ مارکیٹو کی لاشیں زمین پر نظر آئی۔ اس کا گڑا تھا کہ رومیو جوش غضب سے جامہ کے باہر ہو گیا اور ایک ایسا زخم کاری تائی بلٹ پر لگایا کہ فوراً وہ بھی زمین پر گر پڑا۔ نات شہر اور نصف النہار کا واقعہ قریب قریب تمام ہو گیا

یہ خبر سن کر تھوڑی دیر میں جمع ہو گئے۔ سردار یونین، اور سردار کیپلٹن ایسی بیسیوں کے
 آپہنچے۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطان، قسٹ جس سے مارکیٹ کو کچھ واسطہ بھی تھا اور جو
 چھٹی طرح جانتا تھا کہ ابن دونانڈ نوٹس کے باہمی لڑائی لڑ چکے تھے نے شہر میں بڑی بد نظمی پھیلنا
 رکھی ہے۔ آج آپہنچا اور مجرم کی تفتیش کرنے لگا تاکہ جیسے مجرم ثابت ہو سکے ساتھ قانون
 مجریہ کو رشتہ کا پورا رشتہ کیا جائے۔ بنو ایوب بارود رعایت شروع سے انیس تک سارا
 حال کہ گیا جس سے ثابت ہوا کہ رومیو کو کوئی قصور نہیں۔ وہ اور اسکا دوست قسٹول
 دونوں ہی بجانب تھے۔ یہ سن کر سردار کیپلٹن کی روجہ جسکے دل میں انتقام قتل کی لانا تھا
 آرزو نامی بلٹ (اسکے رشتہ دار) کے ہجوم غم نے پیدا کر رکھی تھی بولی بادشاہ سلامت
 اس معاملہ کو خوب جانچئے۔ وہ شان۔ دل گسٹری تانی بلٹ کے قاتل کو پوری پوری سزا
 دیکھے۔ فقہ بنو ایوب کے اظہار پر جو رومیو کا دوست و ایک جدی ہے اکتفا نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ
 خیال کیا جاسکتا ہے کہ اسے طرفہ اسی کو راہ نہ دی ہوگی۔ غرض کہ نئے داماد کے پھنسانے میں
 اس عورت نے بہت کچھ محبت و دلیل پیش کی۔ مگر یہ سمجھی کہ یہ اسکا داماد و جلیٹ کا شوہر ہے۔
 اور سردار یونین، اپنے اس کے کی جان بچانے کی فکر میں تھی اور یہ محبت پیش کرتی تھی۔ کہ
 اگر رومیو نے تانی بلٹ کو مار ڈالا اور اپنے دوست کا قصاص لیا تو تانونا یہ کوئی مجرم
 نہیں۔ اس محبت و حکایت سے اہمیت معاملہ بخوبی سمجھ میں آگئی۔ اور نواب نے وہیں
 رومیو کے جلا وطن کیے جانے کا حکم سن دیا۔

جو کمپٹ کی حالت قابل غور ہے جسے عروس بننے کے دوسری چار گھنٹہ بعد یہ خبر سننے میں آئی
 کہ بادشاہ کے حکم نے اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان جوشیہ کے لیے افراتفری کو دیا۔ پہلے تو
 اپنے پیارے بھائی کی موت کی خبر سن کر رومیو پر دل میں کڑھی اور دیر تک اسے بحالت غضب
 غلام خواہ صورت۔ غیہ ظان ملا تاکہ صفت۔ فاختہ خون خوار۔ پیش گرگ سیرت خار لبھورت
 کل اور نیز ایسے مستزاد اسرار صفائی سے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیک و بد

کئے مین وہ اپنی اسے قاتل نہ کر سکتی تھی (تعبیر کرتی رہی۔ لیکن آخر کار عشق غالب آیا اور انس و جن کے وہ قطرے جو مائی بلبلت کے شہ میں نکلے تھے اب اس خوشی سے کہ رومیو مائی بلبلت کے ہاتھ سے (جبے آئے ہلاک کرنا چاہتا تھا) صحیح و سلامت بچا خوشی کے قطرے نکلے۔ لیکن سب کے آخرین یہ سوچ کر کہ رومیو اب شہر بدر کیا جاتا ہے پھرتے سر سے اسے رونا پڑا اور ایسا صدمہ اس کے دل پر پہنچا کہ اگر ایسے ایسے ہزار مائی بلبلت مر جاسکتے تو ایسا صدمہ نہ ہوتا۔

رومیو اس ہنگامہ کے بعد درویش لارنس کے گھر چلے آیا اور وہیں اسے اپنے شہر بدر کے جانے کی خبر دی کہ خبر پہنچی۔ یہ خبر نہ کہ اسے موت سے زیادہ صدمہ پہنچا۔ اور ایسا صدمہ ہوا گویا دیرواہ کی شہر نہاد کے باہر رہنے کے لیے کوئی مقام ہی نہیں جو لیٹ کی فطرت سے دور بقا و زیست ممکن ہی نہیں۔ بہشت ہے تو وہیں ہے جہاں جو لیٹ کا مکان ہے اور اس کا اسکے اور تمام جہاں احوال ہے یا جہنم۔ بہشت یا جہنم درویش نے پند و نصیحت سے تسکین دینی اور رنج و الم ہے اسے تسلی دینی چاہی۔ مگر اس نے جو ان کے ایک دہائی اور کچھ تھک چھاڑ بال کھسوت زمین پر لوٹے لگا۔ اور اٹھانے پر بہکتا کہ جس زمین میں مجھے ایکجا جانا ہے اسے کیوں کر چھوڑ دوں۔ رومیو اسی حالت میں تھا کہ جو لیٹ کا ایک قاصد پہنچا جس کی نسبت اس کی یہ قدر تشفی ہوئی اور زمین سے اٹھ بیٹھا۔ اب یہ وقت درویش لارنس نے اپنے سمجھانے بوجھانے کے لیے بہت مقدم سمجھا۔ اور اس کی نامرتی و زمانہ پر چڑھ چکی حالت بتانی نے ظاہر کر رکھی تھی بہت ملازمت کی۔ اور کہا تو نے مائی بلبلت ایک غیر شخص کو ہلاک کیا ہے۔ پھر اپنے آپ کو یا اپنی اس وفادار بی بی کو جس کی جان تیری جان کے ساتھ وابستہ رہتی ہے ہلاک نہیں کیا تجھے معلوم نہیں کہ مرد و مومن کی ایک ذات ہے۔ جس طرح مومن دوسری ہی گرمی میں ملائم و ذریعی ہی سردی میں سخت آبی طرح تھوڑی سی نامردی کو بزدلی سے آدمی کی وقعت جاتی رہتی ہے اور تھوڑی سی

جو انہروی و حرات میں آدمی کا رعب و دبدبہ قائم رہتا ہو۔ لشکر ندین کرتا کہ تیرے ساتھ چورا
پورا قانونی برتاؤ سنیں کیا گیا۔ ورنہ شہر بدر کیا جانا ہرگز پورا عوض اس ہلاکت کا جو تیرے
ہاتھوں سرزد ہوئی نہیں ہو سکتا۔ مائی لبٹ نے تجھے تلوار کھینچی تھی اور مار ہی چکا تھا۔ شکر کہ
کہ تو بچ گیا۔ اور اگلے اسی کی جان تو نے لی۔ یہ بات تیرے واسطے کیا کم خوشی کی ہے
کہ تیری زوجہ و مشوقہ جو گیت قائم ہے۔ درویش کی باتیں سن کر رومیو ایسا شرمندہ و
شبنہ ہوا جیسا اکثر زنا کرنے والے اربکباب فہل شینو کے بعد۔ اور جب درویش نے
اس میں صبر و استقلال پایا۔ تو صلاح بتائی کہ تم آج جا کر اپنی بی بی کے پاس رات بھر ہو
اور صبح ہوتے ماٹھا کار استہ پکڑو اور وہیں جا کر قیام کرو۔ میں یہاں اس نکاح کی
شہرت دینے کی فکر میں ہوں۔ میرے نزدیک یہ شہرت تم دونوں کے خاندان کے
ملاپ کی سبب ہوگی۔ اور سب شفق ہو کر تیرے لیے عذو جاکم کی درخواست کرینگے۔ کیا
عجب کہ پادشاہ تیری خطا سے درگزر کر شہر میں داخل ہونے کی اجازت دیدیں۔
اس وقت جبنا رنج و غم تجھے یہاں سے جانے میں ہے اس سے کئی ہفتہ زائد خوشی
کے ساتھ تو پھر یہاں واپس آئیگا۔ رومیو کو درویش کی باتیں پسند آگئیں۔ اور
اس سے رخصت ہو بی بی کے مکان کی طرف رخ کیا کہ رات بھر وہیں رہے اور
صبح ہوتے ہی تنہا شہر آنا کار استہ بے جہان درویش کے خطوط سے حالات وطن
معلوم ہوتے رہینگے۔

جب رات ہوئی رومیو اپنی بی بی سے ملنے اسی باغ میں گیا۔ جہاں شب گزشتہ کو
عشق کی لذت آمیز باتوں نے انکا دل خوش کیا تھا اور کمرے کے پاس پہنچ کر دستکڑی
یہ شب انھیں بڑی مسرت و انبساط کی شب تھی۔ گرا فوس کو دن کے جانکاہ واقعہ نے
اور اس خیال نے کہ کل ہم میں دوامی تفرقہ ہونے والا ہے۔ اس شب کی لانا تھا خوشی اور
بے حد مسرت کو جو ان عاشقوں کو باہم مل بیٹھنے سے حاصل ہوتی۔ بے لطف و بے کیف

کر رکھا تھا۔ اور وہ شب وصال جوڑی مٹنا سے اُنھیں نصیب ہوئی تھی شب دیگر و شب
فراق کا نوا دکھا رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر تک وہ مل بیٹھنے پائے تھے کہ صورت صبح نمودار
ہوئی۔ مرغان سحر بولنے لگے۔ اول اول تو جو لیت نے اپنا دل سنبھالا اور سمجھی کہ صدا سے
مرغان سحر مین ہو نو اؤ غنا دل ہے جو اکثر کچھ رات رہے سے بولنا شروع کر دیتے ہیں لیکن
جب بنور سے پر معلوم ہوا کہ فی الواقع مرغان سحر ہی کی آواز ہے تو سخت مضطرب و پریشان
ہوئی۔ جسکے تھوڑی دیر بعد پیدہ سحر نے اسے پورا یقین کرا دیا کہ وقت مفارقت آن پہنچا
اور رومیو نے کیلہ تمام حرف رحمت زبان پر لایا اور وعدہ کیا کہ اپنے لمحہ لمحہ کی کیفیتوں سے
بذریعہ خطا تمہیں مطلع کرنا رہو گا۔ اور کمرے سے نکل نیچے زمین پر کھڑا ہوا۔ اسوقت
رنج و بیقراری سے جو لیت کا عجب عالم تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی غریزے کے تابوت کو
قبر میں رکھ مٹی ڈالنے کی منتظر کھڑی ہے۔ رومیو پر بھی جدائی کا کچھ کم صدمہ نہ تھا۔
مگر وہ کیا کرتا جب نواب کا یہ حکم کہ رومیو طلوع آفتاب کے بعد شہر نیاہ کے اندر پایا جا
تو قتل کر دیا جائے اسے بہ عملت روانہ ہونے پر مجبور کرتا تھا۔

ان مصیبت زدوں کے رنج و محن کی یہ ابتدائی حالت ہی ابھی آگے چل کر اُنھیں کیا کچھ
نہ دیکھنا ہو گا۔ رومیو کے جانے کے بعد سردار کیپولٹ کو جو لیت کے عقد کی فکر کہ اس
خفیہ نکاح کی اسے ذرا بھی اطلاع نہ تھی دامن گیر ہوئی۔ اور امیر پیرس کو اس کے نکاح
کے لیے پسند کیا۔ پیرس ایک بھڑکیلا جوان و چال چلن کا شائستہ مزاج کا تسلیم تھا۔ کاش
جو لیت پہلے سے رومیو کو نہ دیکھے ہوتی تو اس کے پسند کرنے میں اسے کچھ تامل نہوتا۔

پیماری جو لیت اپنے باپ کے ارادے سے بہت پریشان ہوئی۔ اور التوا ان نکاح کے
لیے مائی بلٹ کی موت کا حیلہ پیش کیا۔ اور کما مائی بلٹ کو مرے کئی دن گذرے ہیں۔ جسکے
غم و الم میں مجھے شادی بیاہ کی کمان جو جھتی ہے اور دوسرے یہ کہ مائی بلٹ کے گھر والے
جھین ہنوز رسم تعزیت سے فرصت معین ملی۔ میرے گھر مٹی و خرتی دیکھ کتا برا سمجھنے لگے۔

غرض کہ اپنے عقد ہو چکنے کا اظہار جو سب حجتوں میں قوی حجت تھی اور جسے سبب شرم کے وہ کہ نہ سکتی تھی اور جتنی جہتیں اُس کے نزدیک بیاہ نہونے کے لیے پیش ہو سکتی تھیں اُن کے پیش کرنے میں دیر نہ کیا۔ مگر سردار کیپوٹ نے ایک بھی نہ سُنی اور قطعی حکم سنایا کہ سہ شنبہ کو تیار عقد ہو گا تیار ہو رہا۔ چونکہ پیرس ایک حسین دو لقمہ شریف جوان تھا جس کے ساتھ ویرونا کی شہکار حسین عورتیں بیاہ کی خواہش رکھتی تھیں، ایسے سردار کیپوٹ نے اُس کے نکاح کو ظاہر داری پر محول کیا اور یہ سمجھا کہ دلیں اپنی خوش قسمتی پر نازاں ہو گی مگر شرم سے کہ نہیں سکتی۔

جو لیت بنظر مشورہ درویش لارنس کے پاس (جو اُس کے آٹھ وقت میں ساتھ دیتا تھا) گئی اور مفصل کیفیت بیان کی۔ لارنس نے پوچھا۔ کیا یہ شادی فی الواقع تجھے منظور نہیں ہے جو لیت نے جواب دیا۔ شوہر کے جیسے جی دوسرے سے نکاح کرنا زندہ درگوبہا ہے۔ درویش نے کہا میری مخلصی کے لیے میں نے ایک نہایت اچھی تدبیر سوچی ہے۔ وہ یہ کہ تجھے عرق خواب آور کی ایک شیشی دیتا ہوں اُسے لیکر گھر جا۔ اور باپ کی تجویز پر اپنا اتفاق طے کر کے شب آخر جبکی صبح ہوئے عقد ہونے والا ہو اس عرق کو پے جانا۔ جس کے اثر سے بیاہیں گھنٹے کے لیے تو ہیوش ہو جائیگی اور لوگ تیرے بدن کو بے حس و حرکت دیکھ کر مردہ تصور کر نیکیں۔ اور تیرا تابوت مطابق رسم شہر کے (کہ وہاں تابوت مٹی سے دباتے نہ تھے) قبر میں لیجا کر رکھ آئیں گے۔ اس کام میں اُس فطرتی غن کو جو عورتوں میں مردوں سے زیادہ رکھا گیا ہے دخل نہ دینا اور دشوار گزار سمجھ کر محنت کو نہ توڑنا کیونکہ بیاہیوں گھنٹہ تجھے ہوش آئیگا اور تو بھیگی کہ میں ابھی سوئی تھی اور رومیو جسے میں پہلے سے مُطالب کر رکھوں گا اس رات کو وہاں آجائیگا اور تجھے ساتھ لے کر لے جائیگا۔ رومیو کے ملنے کی آرزو اور پیرس کے ساتھ نکاح نہونے کی خوشی نے اُسے ایسے بڑے کام پر مستعد کر دیا جسکی ہرگز اُس سے امید نہ کی جاتی تھی چنانچہ جو لیت نے یہ کہا کہ موافق ہوتا ہے۔

آپ کے کاروبار ہو گئی وہ عرق کو نشی اٹھائی۔

خانقاہ سے لوٹتے جو لیت نے پیرس سے ملاقات کی اور نہایت نرم سے سر جھکا کر کہا مجھے تیرے ساتھ رہنا منظور ہے۔ جو لیت کے مان باپ یہ خبر سنکر بہت خوش ہوئے اور صبر کر کے بڑے باپ کا فطرانہ میں یہ عالم تھا تو اس کی جوانی خود کو آئی ہے۔ جو لیت نے کہ اسباب تا فرامی کے مان باپ کی نظروں میں اپنے آپ کو حقیر بنا رکھا تھا۔ اس کے حکم مان لینے سے پھر اپنی اصلی وقعت پیدا کر لی۔ سردار کیپیوٹ نے ساری ضروری چیزیں پہلے سے تمباکو رکھتی تھیں اور ایسی دھوم دھام سے اس بیاہ کی تیاری کی گئی کہ غالباً اس کے پہلے کبھی ایسا بیاہ دیر و نامین نہوا ہو۔

شب چہار شنبہ کو وہ دو جو لیت نے کھائی۔ پہلے تو اسے طرح طرح کے توہمات گذرے اسے یہ خیال آیا کہ کین ایسا نوکر درویش نے اس الزام سے بچنے کے لیے جو روٹیو کے ساتھ میرا عقد کر دینے سے اس پر عائد ہوتا اور جسکی وجہ سے لوگ بجاے پاک و شہر کے سمجھنے کے اسے ناپاک و قابل نفرت تصور کرتے تھے یہ ستم قابل کی نشی دی ہوا ایسا نوکر وہاں روٹیو کے آنے سے پہلے میری آنکھ کھل جائے اور اس متوجش مقام کے خون و وحشت کے رنج کرنے کے لیے میرے خاندان کی ہڈیوں سے بھرے ہوئے گڑھے اور مائی بلبت مقتول کی خون آلودہ نقش کفایت نکرے اور پھر ان تمام خون دلانے والی حکایتوں کو (جیسا کہ لوگ تذکرہ کرتے تھے) کہ مردوں کی اردو حین رات کو نکل کر اپنی اپنی قبر کے سامنے ٹپکتی ہیں۔ خیال کر بہت ڈری۔ انھیں سب خیال میں تھی کہ دفنہ روٹیو کی محبت پیرس کی مخالفت نے دل میں جو شش مارا اور دل کو کہ اگر ایک ہی گھونٹ میں وہ عرق پانی لگی جسکے پیتے ہی بے دم تھی۔

پیرس صبح کو گاتا بجاتا اپنی بی بی کے جگانے کو آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ بجاے زندہ بل جو لیت کی ایک خطرناک صورت مردے کی اس مکان میں موجود ہے۔ یہ دیکھا اسکی آرزو کا چراغ

اکل ہو گیا اور تمام گھر میں تھک کر پڑ گیا۔ چار سہ چیرس کو اپنی بی بی کے مرنے کا سخت سدھ تھا کہ سنو نکاح کی نوبت بھی نہ آئی تھی اور موت کی سخت دعاوی اور ہوش کے لیے اس سے چپڑا دیا۔ لیکن سردار کی پیدلٹ اور اس کی بی بی کے غم و ماتم پر اور بھی ترس آتا ہے کہ صرف یہی ایک لڑکی اس کے انبساط و مسرت کی بساط تھی جو بکری مر موت نے یوں اسے چھین لیا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ وہ عنقریب اسے عروسی صورت میں (جس کا وہ خیال کرتے تھے) دیکھنے والے تھے۔ اب تبھی چہرین کہ شادی کے لیے اکٹھا کی گئی تھیں اس کے فاتحین صرف ہوئیں۔ شادی کے کھانے غنی کے کھانے قرار پا کر تقسیم کیے گئے۔ شنائی گتین اتنی گتین نگین۔ اور شادی کے زخمی ماتمی گتھ میان۔ پھول جو عروس کے کام آتے اس کے جنازے پر کھجور کے گئے۔ کمان تو نکاح پر پڑھانے کو لکھا کی ضرورت تھی۔ کمان اب دفن کرنے کو اس کی تلاش ہونے لگی۔ گرجا میں اسے لائے تو سی مگر خوشی بڑھانے کے لیے نہیں بلکہ مردوں کی تہ اور بڑھانے کو۔

بد خبری کا دستور ہے کہ خوش خبری سے کہیں جلد پہنچتی ہے چنانچہ یہ خبر رومیو کے پاس قبل اسکے پہنچ گئی۔ کہ در دیش لارنس کا قاصد جا منتقل کیفیت سے اسے آگاہ کرتا کہ جو کسٹ کی موت ایک مصنوعی موت۔ اور اس کا جنازہ فی الواقع جنازہ نہیں ہے بلکہ معلومیت وہ تھوڑی دیر کے لیے بائیں سیت مصنوعی قبرستان میں آئی ہے کہ رومیو کے ساتھ لائے چلے جانے کا باسانی موقع ہاتھ آئے۔ رومیو ذرا دیر پہلے خلاف دستور شان دان و فرحان تھا۔ کیونکہ اسے رات کو خواب دیکھا تھا کہ میں مر گیا ہوں (وہ کیا موت کہ قوت مر کہ زائل ہوئی تھی) اور جو کسٹ میرے پاس آئی اور میرا ہاتھ چوم جس سے میں زندہ ہو گیا اور کہیں کا شہنشاہ ہو گیا۔ کہ ایک شخص نے ویرانا سے آبر عکس اس کے خواب کے جو کسٹ کی بد خبری سنائی جسے سکر رومیو بہت غمگین ہوا اور تعجب کیا کہ ہاں اپنے میں مسیحا ہی کو مردہ پاتا ہوں جس کے لیے میرا پونا مسیحا نہیں کر سکتا اور گھوڑا کھینچا

کدورات کو دیر و نامین جا کر اسکی زیارت کرے۔ انامین کوئی غریب عطار تھا۔ جسکی پیشانی چالی
سے صاف اسکا انفلاس ظاہر تھا۔ اسکی دکان کی ٹوٹی ہوئی الماریوں پر رکھلے ہوئے صندوق
و غیر چند آثار بے سرو سامانی کھلی نکبت برسا رہے تھے۔ رومیونے اسکی دکان سے
گذرتے ہوئے ایک مرتبہ سنا تھا کہ یہاں ایک بد بخت سم قاتل جسکے فروخت کرنے کا حکم نہ تھا
فروخت کرتا ہے۔ اگوا یا شبہ اسکے ولین گذرا کہ اسکی خاص زندگی ایک روز ایسے
بانیقہ کے پہونچنے کے قابل ہوگی جس کسی کو ضرورت ہو یہاں سے لیجاے قاعدے
کی یہ بات ہے کہ جنون و پریشان کی اسے ہمیشہ خطا کی طرف میلان کتی ہے۔ اس حالت
سرخ و غم میں رومیو کہ اس دو افروزش کے سم قاتل بیچنے کا خیال آیا۔ اور خیال آتے ہی
اسکی دکان پر جا اس سم قاتل کی درخواست کی۔ اول تو اسنے انکار کیا مگر رومیو کو اثر فری
دیتے دیکھ اسکی مغلسی عقل سلیم کو محرمی کے چنچہ سے نہ بچا سکی۔ اور ایک ایسے زبردست
طافل کی شنیدی رومیو کے حوالہ کی جسکے خلق ایک پوپٹے پہونچنے کیسا ہی زبردست
آدمی کیوں نہ ہو گا کام تمام ہو جاوے گا۔

رومیو وہ شیشی سے ڈیرہ وٹا کی طرف باہر اڑا دے اور اُنہ جوا کہ اپنی بی بی کے مزار پر جا
اُسے ایک نظر دیکھے اور پھر وہ سَم ڈال کر بی بی کی لپٹ میں آپ بھی سو رہے۔ قریب
آدھی رات کے وہ ڈیرہ وٹا میں پروں چا اور جس احاطے میں جو بیٹ کا مزار تھا منجھٹ مستقیم
وہیں چلا گیا۔ اور ساتھ اپنے شعل چا کوڑا اور ایک نامور لیتا گیا۔ شعل جلا تہہ کا چسہ
پھاڑو سے سے بھنایا کہ استہن میں یہ آہ زہنہائی دے گی۔ اور ذیل مائون چٹ یہ کیا خلاف آئین
حرکت ہے۔ یہ آواز اسیر میں کی تھی۔ یہ سبب ہو گیا کہ عشق و محبت کے جو باجم نسبت
ہو جانے سے اُس کے دل میں جھگڑی تھی۔ آدھی رات کو خضیہ آیا تھا کہ اُس کے مزار پر پھول چڑھا
دوا آنسو رو پٹے۔ رومیو کے آنے کی غرض اصلی تو وہ دریافت کر سکا۔ اور یہ سمجھ کر جو ان
خاندان مایون چٹ کا جس سے نانا ان کی بیوی لٹ سے دلی جداوت ہے۔ ہے۔ کیا عجب کہ

مردوں کی لاش کو بے عزت و خراب کرنے آیا ہو۔ رومیو کو لاکارا۔ اور چونکہ ایسے مجرم کو شہر میں پاکہ مار ڈالنا دیر و ناکہ دستور کے مطابق ظان قانون نہ تھا۔ اس لیے اسکے ساتھ لڑنے اور اسکے ہلاک کرنے پر وہ بیباکانہ مُستعد ہوا۔ رومیو نے اُس سے کہا کہ تو اس راہ سے باز آ۔ اور میرے قتل سے ہاتھ اٹھا۔ دیکھتا نہیں مای بلٹ تیرے سامنے پڑا ہے۔ اسکا بارگناہ میرے سر پر کیا کم ہے کہ اپنے قتل پر مجھے مجبور کر تا ہے۔ امیر پیرس نے اسکی باتوں کا کچھ خیال نہ کر اُسپر ہاتھ چھوڑا۔ ہاتھ کا چھوڑا تھا کہ رومیو نے پلٹ کر ایک ایسا زخم کاری لگایا کہ وہ فوراً جان بحق تسلیم ہو گیا۔ جب اپنے مقتول کے پہچاننے کے لیے رومیو نے مشعل سے اسکا منہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہی امیر پیرس ہے جسکو مانا سے آئے ہوئے راہ میں سنا تھا کہ جو لیٹ کا عقد اسکے ساتھ ہونے والا تھا۔ رومیو نے اسکی نیش اٹھا اور دل میں سوچ کر قسمت راہ عدم کا ساتھی ملا (کیونکہ تھوڑی دیر کے بعد وہ خود بھی زہم کھا کر مرنے والا تھا) اُس سے مخاطب ہو کر بولا ناظر حج رکھ جو لیٹ ہی کی قبر میں تجھے دفن کروں گا۔ جسکو اُس نے کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ جو لیٹ ایسی تروتازہ ہے گویا موت اسکے جسم کے ٹھرالے اور اسکی ہڈیت اصلی کے بدل ڈالنے پر قادر ہی نہیں۔ یا یوں کیسے کہ موت اُسپر عاشق تھی اور اپنی دلبستگی کے لیے بہ نثرن شیطانی اسے اس دھنگ سے تہ خاک لائی ہے۔ اور فی الحقیقت اسکی جان نہیں بکلی۔ ورنہ کچھ تو اسکے جسم یا صورت پر اختلاف نظر آتا۔ اسکے ایک طرف ٹائی بلٹ مقتول اپنے خون کو کپڑے سے لپٹا ہوا پڑا تھا۔ جسے دیکھ رومیو نے اپنے جُرم سے ٹھانی چاہی۔ اور بسبب خویشی جو لیٹ کے کہا بھائی غفریب تیرے ساتھ میں احسان کیا چاہتا ہوں کہ تیرے دشمن کو جس نے تجھے قتل کیا ہلاک کر تیرے پاس لاسلا تا ہوں۔ اور پھر اسکے بعد اپنی مشرقہ کے ہونٹ چاٹ سفر آخرت کے لیے رخصت طلب کی اور وہ سہم قاتل جو ساتھ لایا تھا پی کر بارز نیست سے سُبک دوش ہوا۔ کیونکہ وہ سہم قاتل تھا۔ کچھ وہ غرق نہ تھا۔

جسے جو سیت پی تھوڑی دیر کے لیے بیہوش ہو گئی تھی۔ اور پھر ہوش میں آ۔ رومیو کے وقت پر نہ پہنچنے سے اور آنے میں جلدی کر جانے سے دیر تک افسوس کرتی رہی۔ چونکہ درویش کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اس کا خطر رومیو کو نہیں ملا۔ اس لیے جب وقت جو لڑائی کے جاگنے کا قریب آیا تو اس کے اٹھانے کے لیے وہ خود ایک مشعل اور ایک پھندا ڈرا لیکر قبرستان کی طرف گیا۔ جہاں ایک جلتی ہوئی مشعل اور اس کے پاس خون آلودہ تلواریں و سنگ قبر سے لگی ہوئی رومیو اور امیر پیرسس کی نقش پڑی ایکھ اسے سخت حیرت ہوئی۔

قبل اسکے کہ لارنس کو اننگامانی موتوں کی اصلیت غور کرنے کا موقع ملتا۔ کہ یہ کیونکر واقع ہوئیں۔ جو لیٹ بیدار ہوئی۔ اول اول تو اسے اچھبھا ہوا کہ میں بیان کمان۔ مگر جب لارنس کو دیکھا تو اس جگہ کی حقیقت اور اپنے وہاں آنے کی کیفیت اسے یاد آگئی۔ اور پہلا سوال یہی کیا کہ رومیو کمان ہے۔ اس آواز سے لارنس کو جو لیٹ کے بیدار ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور جواب دیا۔ تقدیر سے کیا چارہ۔ ہم کیا سمجھتے تھے۔ اور پردہ تقدیر سے کیا دیکھنے میں آیا۔ خیر اس وقت تو نکل میرے۔ تاہم بچے سے ساری کیفیت بیان کیا گئی۔ یہ باتیں ختم ہونی تھیں۔ کہ آدمیوں کی آواز سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں جنگی آواز سنتے ہی لارنس وہاں سے چل دیا۔ جو لیٹ جواٹھی۔ اور رومیو کو مرد۔ اور اس کے پاس ایک زہر آلودہ جام دیکھا تو سمجھی کہ بیشک اسی زہر نے اس کا کام تمام کیا ہے۔ اور خود بھی جان دینے پر آمادہ ہوئی اول تو اس نے درہم جام جو رومیو کے پیٹے سے بچ رہی تھی اٹش کی۔ اور رومیو کے ہونٹوں کو جو ابھی تک کسی قدر گرم تھے یہ سمجھ کر کہ زمین زہر کا کچھ اثر ضرور ہو گا خوب چوسا لیکن جب دیکھا کہ وہ لوگ جنگی آوازیں دوسے آتی تھیں بہت ہی قریب آگئے تو جلدی سے نوک خنجر نکلیجے میں چھو اپنے عاشق کی نعل میں جا سو رہی۔

تھوڑی دیر بعد قبرستان کے پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ کیونکہ امیر سرس کے غلام نے جو امیر کے ساتھ آیا تھا اور جو اپنے آقا اور رومیو کو آنا دے جنگ و کجھ شہر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ ویر و ناس کے تمام گلی کوچے میں رومیو اور پیرس کی جنگ جو جو لیٹ کی وجہ سے ہوئی تھی شہر کی حتیٰ کہ اس ہنگامہ کی خبر نے سردار مائون ٹیچ اور سردار کیپوٹ کو خواب استراحت سے بیدار کر مع نواب کے واسطے تحقیقات موقع کے قبرستان تک آنے پر مجبور کیا۔ درویش لارنس قبرستان سے کا پنا آدہ سر دھرتا بجشم اشکبار بحالت خوف باہر آتا تھا کہ ایک چوکیدار نے اسے پکڑ پایا۔ اور نواب کے سامنے بھرے مجمع میں اسے لاپیش کیا۔ نواب نے اس سے پوچھا کہ اس حیرت انگیز واقعہ سے تھین جھانک واقفیت ہو صاف صاف بیان کرو۔

درویش لارنس نے سردار مائون ٹیچ اور سردار کیپوٹ کے روبرو ان کے لمکون کے چہرہ تشق کی کیفیت از بتداریا انتہا کر کے سنائی کہ کیونکر ان کے دلون میں بنیاد لغت قائم ہوئی۔ اور کیونکر نظر برق فتنہ و فساد خانہ ان کے اس سے بہتر کوئی دوسرا موقع ہاتھ نہ لگتا۔ ان دونوں کا کھاج باہم کر دیا گیا۔ جس سے رومیو جو لیٹ کا شوہر اور جو لیٹ رومیو کی زوجہ ہوئی اور پھر جو لیٹ نے نکاح ثانی کے گناہ سے بچنے کے لیے ایک ایسا عرف پایا کہ اسے غشی آگئی۔ اور سب نے اسے مردہ تصور کر اسے دفن کر دیا۔ میں نے رومیو کو خط لکھا کہ وہ اگر جو لیٹ کو خواہگاہ (یعنی قبر) سے اٹھایا جائے گا تو اس کی غفلت و دستہ سے وہ خط اس کے پاس نہ پہنچ سکے گا۔ درویش لارنس یہاں تک کہ سر نہاموش ہو گیا۔ اور کہا آگے مجھے معلوم نہیں کہ کیا کیا ہوگا۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ میں یہاں جو لیٹ کو لینے آیا تو رومیو اور پیرس کو مردہ پایا۔ باقی حالات پیرس کے غلام کے زبانی جو اس کے ساتھ آیا تھا۔ اور جس نے اسے رومیو کے ساتھ لڑنے دیکھا تھا۔ اور رومیو کے نوکر کی زبانی جو انٹا سے اس کے ساتھ آیا تھا۔ اور ایک خط اس کے باپ کا نام

لایا تھا مفصل معلوم ہوئے۔ اُس خط کے مضمون سے درویش لارنس کے بیان کی تصدیق ہوتی تھی جس میں آسنے جو لیت کے ساتھ اپنے نکاح کر لینے کی کیفیت تحریر کی تھی۔ اور اُس خود مختار فعل پر باپ سے مدافعی چاہی تھی۔ اور غریب عطار سے زہر کا خریدنا اور جو لیت کی قبر پر اس ارادے سے آنا کہ وہاں زہر رکھا اسکے پاس سو رہے سب کچھ اُنہیں مرقوم تھا یہ نکر نواب سردار مانوں ٹیج اور کیپوٹ کی طرف متخاطب ہوا۔ اور انکی جہالت و بے عقلی کی خصوصیت پر ملامت کی۔ اور کہا دیکھو خدا نے تمہاری عقوبت کے لیے کیسی تمہارے لڑکوں کے دلون میں محبت پیدا کی۔ جس کے تمہارے جھگڑے قضیہ کا یہ انجام بد دیکھنے میں آیا۔ اُس پر فریقین نے کہ تاب خصوصیت اُنہیں باقی نہ رہی تھی فتنہ و فساد کو گویا لڑکوں کی قبر میں دفن کر دیا۔ اور سردار کیپوٹ نے سردار مانوں ٹیج سے ہاتھ ملانے کو بڑھایا۔ اور بلحاظ اس قربت کے جوڑوسیو اور جو لیت کے بیاہ سے اُنہیں قائم ہوئی تھی بھائی لکڑ پکارا۔ اور کہا کہ سردار مانوں ٹیج کا ہاتھ ہے (بہ یاد گاری مصالحو) اپنی لڑکی کے مہر میں سمجھو لگا۔ سردار مانوں ٹیج نے کہا۔ ابھی کچھ اور اس سے بڑھکر دو لگا۔ وہ یہ کہ جو لیت کی مورت ایسی طرز انخاص کی بناؤں۔ کہ دیرونا کی کوئی مورت اسکی صنعت و لاگت کو ٹکر نہ کھائے۔ اسکی جواب میں سردار کیپوٹ نے کہا۔ میں بھی ایسی ہی رومیو کی مورت بنواؤں گا۔ غرض کہ اخیر میں اُن پیار سے سردار ورون میں سے ہر ایک اس طرح خلق میں دوسرے پر سبقت لے گیا۔ اور کہان اُنہیں وہ خصوصیت و اتفاق تھی کہ ہر ایک لڑکوں کی پائمالی کے زنجین آٹھ جھگڑے و فساد کی قربانیاں سمجھیں چاہئیں اور کوئی صورت اُن شریفیت ناندان کے حسد و کینہ دیرینہ کی بیخ کنی کی تھی خاتمہ الطبع۔ احمد فائدہ محبوبہ افسانہ دلپذیر کے میں قصوں میں کا پہلا قسط جو مجموعہ مذکور القدر کے شامل اس پہلے مطبع اودھ اخبار ملوکہ عالیجناب منشی نو کشتہ صاحب سی۔ آئی ای واقعہ لکھنؤ چھاپا اب شاخ مطبع موصوف واقعہ کانپور میں ہاشم جناب منشی بکچواندیاں صاحب مصرم ماہ جوری سن ۱۳۴۴ میں پہلی مرتبہ چھپ کر مدینہ منورہ میں ہوا

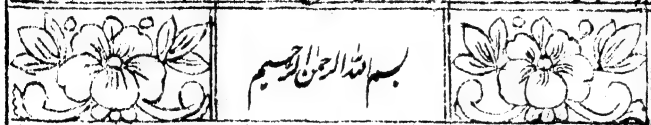
مخا کو مکافضہ خلائے وز ماسی
 پھولوں کی نونوں کی مین

ایک نرنگی تیلین نام سیکھنے کی مجموعہ افسانہ دلیلی کے پیش قصوں میں کا زمانہ
 وچھپ فسانہ حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے موسوم بہ



بسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے مولیٰ دین منصفی کے
 ضمیمہ کو کہہ پورنے پایا مطبع او دھرم پورہ جاورات علیہ السلام اردو میں

مطبع می مشرقی نو شوق کا پربہ و زبیا
 پٹنہ می مشرقی نو شوق کا پربہ و زبیا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

لی شاہ برٹن کی تین لڑکیاں تھیں گوئرل جو نواب الہی کو بی بی تھی گرگن جو نواب
کونوآ کو بی بی تھی اور کورویلیہ ایک نوجوان لڑکی جسکی طرف شاہ فرانس و نواب برگنڈ
دونوں خصوصاً کی طبیعت مائل تھی۔ اور اسی غرض سے وہ دونوں شاہ برٹن کے کورٹ
میں آن کر رہے تھے۔

بڑے بادشاہ کی یہ عمر وہی بادسلطنت۔ ایک دن اسکے دل میں آیا کہ اتنی برس تو
گزر رہی گئے۔ اب اس مقبوضی ہی زندگی کو مگرانی میں کیا ضائع کروں۔ بہتر ہے کہ انتظام
سلطنت نوجوانوں پر چھوڑ دوں۔ تاہم سفر آخرت کے لیے وقت ہاتھ لگے اور موت کو
کہا آج آئی کل آئی اور سوچ کر تینوں کو بلوایا اور یہ دریافت کرنا چاہا کہ امنین سے
کون اسکے ساتھ زیادہ انس رکھتی ہے۔ کیونکہ اسے سلطنت کو اس انداز سے تقسیم
کرنا منظور تھا کہ تقسیم مابرج محبت کے مناسب پڑے۔

گوئرل بڑی لڑکی تھی عظام کر کیا کہ مجھے اپنے باپ سے اس درجہ کو بڑھی ہوئی اُلفت ہے
کہ اسکے اوکرنے کے لیے کوئی نقطہ میں نہیں پاتی۔ سنی کہ آنکھوں کی روشنی۔ جان۔ آزادی
یہ سب چیزیں جسکے سامنے بیچ ہیں۔ اور نیز ایسے ہی چند اور جوش انگیز فقرہ میں اپنی
فریاد محبت کا اظہار کرتے کیا۔ جب کوہم وہاں بھی بول سکے ہیں جہاں کچھ بھی محبت کا اثر نہ ہو۔

King of
Burmah
General
Alber-
Regan
Colonel
Dorian
Barry

بادشاہ کو اسکی باتوں پر یقین آ گیا۔ اور یہ باتیں محبت کی سنکر بہت خوش ہوا۔ اور یہ سمجھ کر کہ اسے دل سے میرے ساتھ الفت ہے۔ اپنی وسیع سلطنت میں ہر ایک ٹلٹ اسکو اور اسکو شہر کو دی ڈالا اب دوسری لڑکی کو اسنے بلوایا کہ دیکھیے وہ کیا کہتی ہے۔ رگن نے دیکھ کر بڑی بہن کی طرح خالی دھات (وہ بھی تھی) اظہار محبت میں بڑی بہن سے بھی سبقت لیکر لی۔ اور اسکی تقریر سے ایسا معلوم ہوا کہ مقابلہ اسکے بڑی بہن کی محبت کو کچھ بھی وقعت نہ تھی۔ اور جو مرست کہ اسے باپ کی محبت میں حاصل ہوتی ہو ساری دنیا کی مرستیں اسکے سامنے نیست و نابود ہیں۔ کہ یہ کہ اس امر پر کمال نازش تھی کہ اسکی لڑکیوں کو اسکے ساتھ بدرجائے نایت اٹس ہے (جیسا کہ اسکا چندارتھا) اور رگن کی باتوں پر یقین کرنے کے بعد بجز اسکے وہ اور کیا کرتا کہ بڑی لڑکی کی طرح سلطنت کا ایک ٹلٹ اسے بھی عطا کیا۔

پھر اپنی چھوٹی لڑکی کو رڈیلیہ کی طرف (جسے وہ مایہ شادمانی سمجھتا تھا) مخاطب ہو کر بولا تم بتاؤ میرے چند کورڈیلیہ سمجھتی تھی کہ بہنوں کی طرح چاہاؤ سیدوں سے میں بھی باپ کو خوش کر سکتی ہوں بلکہ اسنے زیادہ کہہ دیا کہ جب میں سب میں پیاری ہوں تو میری بات بھی بہ نسبت اہمکی بات کے مؤثر و قابل الوثوق ہوگی مگر اسنے ایسی باتیں کرنے سے کہ دل و زبان میں کچھ مناسبت نہ ہو اسکا اہ کیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ اسنے بڑے بادشاہ کی سلطنت لینے کے لیے ایسی خوش آمد و چاہو سیان کی بہن۔ جواب دیا۔ کہ حضور یقینی الفت لڑکیوں کو باپ سے ہولی چاہیے مجھے بھی ہے۔

بادشاہ اپنی پیاری لڑکی کی اس ناشکر گزاری پر کڑھا۔ اور چاہا کہ کورڈیلیہ مال کا سوچ کر اپنے کلام کی اصلاح کرے۔ مبادا۔ یہ ناسپاسی اسکے حصول دولت میں قفل ہو۔ کورڈیلیہ نے یہ ہنسر کہا۔ باباجان۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ نے کمال الفت و محبت سے میری پرورش کی جسکے عوض میں آپ کی اطاعت و محبت تو عظیم و بزرگیم و جہاں تک خیال کرتی ہوں۔ مگر ساتھ اسکے اور بہنوں کی طرح لمبی چوڑی تقریر سے سخن سنا رہی کرنا

محبوب جانتی ہوں۔ کیونکہ اگر اُس کو دُعا سے بے باک اُنکے ہجر آپ کے کسی اور سے اُلفت نہوتی تو اپنے شوہر و ن سے تعلق جدید کیوں پیدا کرتیں۔ اگر میرا بھی نکاح ہو گیا ہوتا تو بلا شک آپ کی محبت و اطاعت و فکر میں جو میرا ہاتھ پکڑتا اُسے نصف کا شریک بناتی۔ مگر میں اور بہنوں کی طرح بیاہ دیا جانا گوارا نہیں کرتی تاہم دل و جان آپ ہی کی محبت سے سروکار رکھوں۔

کورڈیلیہ فی الواقع اپنے باپ سے اتنی ہی محبت رکھتی تھی جسکے قریب قریب ان بہنوں نے مہربانی سے بیان کیا تھا۔ جسے ممکن تھا کہ دوسرے کسی وقت لڑکوں کی طرح محبت آمیز فخر و مدین بغیر اُس حسن جواب کے جو کسی قدر نازیب و ناملائم بھی تھا، ظاہر کرتی۔ مگر بہنوں کی چال و سیریاں و بناوٹ کی باتیں سن کر اور اُسکے صلے میں اپنے باپ کا یہ جو دو کرم دیکھ کر اپنی بچی محبت کا اظہار اُسے نامناسب سمجھا اور سکوت و رزنی اختیار کی۔

کورڈیلیہ کی ان سچی باتوں کو لیتے تے کبیر پر محول کیا۔ ہمیشہ کا مغلوب و مغضوب تو تھا ہی کمزوری نے جو ضعیفی میں لادہ ہے اور بھی اسکی عقل پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ کہ صدق و کذب دل کی بات و بناوٹ میں فرق نہ کر سکا۔ اور اُسی جو شش غضب میں بقیہ ایک ثلث بھی جواب تک کورڈیلیہ کی واسطے رکھا تھا۔ اُنھیں دونوں بیٹیوں اور اُنکے شوہر نواب الہی و کورڈولی میں بالمشافہ تقسیم کر دیا۔ اور اراکین سلطنت کو جمع کر کے تاج شاہی اُنکے سر پر رکھا اور تمام اختیارات تحصیل مالگزاری و انتظام سلطنت اُنکو عطا کیے۔ اور آپ صرف نام کا بادشاہ رہ گیا۔ اور تمام جلوس شاہانہ چھوڑ کر صرف اسپر قناعت کی کہ اسکا اور اُسکے ساتھ کے سو سواروں کا ماہواری خرچ باری باری اُن دو لڑکیوں کے گھر سے ملا کرے۔

اسی طرح انتقال سلطنت سے حسین بادشاہ نے عقل کو بہت ہی کم اور خود رانی کو بہت زیادہ دخل دیا تھا تمام اراکین سلطنت متیر و افسردہ خاطر تھے۔ مگر کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اس مغلوب و غیظ بادشاہ کے کام میں دخل دینا بجز ایک ایرکلیٹ کے جس نے کورڈیلیہ کی بابت کچھ کہنا چاہا لیکن بادشاہ نے بھیلہ مرض الموت اس ذکر کے

چھوڑنے سے اسے باز رکھا۔ امیر کنیت کب کا ہانسنے والا۔ یہ امیر بادشاہ کا قدیم خیر خواہ تھا۔ باپ کی طرح اسکی محبت بادشاہ کی طرح عزت آقا کی طرح اطاعت کرتا تھا۔ کبھی اسنے بھلائی اعدا اسطنت اپنی جان کو ایک اونٹنی پیا دے کی جان سے زیادہ قابل توقیع نہ تصور کیا۔ بادشاہ کو انڈیشیا تک حالت میں دیکھ کر جان پر کھیل جانے میں کبھی دریغ نہ کیا۔ بھلا ایسی حالت میں کہ بادشاہ خود اپنا دشمن بن رہا تھا۔ پڑانے آئین خیر خواہی کو کیوں کروہ دل سے بھلا دیتا۔ اور کار خیر میں اس سے بد دلیری مخالفت نہ کرنا۔ امیر کنیت اسوقت بادشاہ سے کسی قدر گستاخ بھی ہو چلا تھا۔ کیونکہ اسکی نظروں میں بادشاہ دیوانہ مسالوم ہوتا تھا۔ نہ نظر خیر خواہی کہ پہلے بہت دنوں تک وہ مشیر کا رہی رہ چکا تھا اسنے جا کر عرض کیا کہ جو غلطی آپ نے انتقال سلطنت میں کی ہے بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائیگی۔ اور اگر غور کیجئے تو اسی وقت معلوم ہو جا سکتی ہے کہ اس موقع پر غضب سلطانی کس درجہ کو ناحق پسندی پر مبنی ہے۔ مجھے پوچھیے۔ تو بطور رعایت ارحم یہ ہے کہ کور ڈیلیہ کو آپ کے ساتھ ہرگز اور دن سے کم انس و محبت نہیں ہے۔ اور ان عیاروں کو (جنکی مکاری و چال بازی انکی دلی آواز نے کھلنے نہیں دی) ہرگز آپ سے اتنی محبت نہیں ہر قینی انھوں نے ظاہر کی۔ بادشاہ کو خوشامد کی طرف راغب پا کر مقتضائے عصمت یہی ہو کہ معاف گوئی کی طرف مائل ہو غرض کہ یہ سمجھ کر کہ جسکی جان بادشاہی کی خدمت کے لیے بنی ہو اسکا بادشاہ کیا کر سکتا ہے اسنے کوئی دقیقہ سمجھانے کا لگا نہ رکھا۔

امیر کی اس سچی آزادی نے بادشاہ کی آتش غضب کو اور بھی متعل کیا۔ اور افسوس میں مراض مجنون کی طرح کہ طبیب کو مار ڈالنا اور مرض جانکاہ کو پسند کرنا اسکا کام ہے اسنے امیر کے ملک بدر کیے جانے کا حکم دیا۔ اور تہیہ اسباب سفر کے لیے پانچ دن کی مسافر دیکر کسا کہ پانچ دن بعد ملک برٹن میں اگر کوئی اسے دیکھے تو فوراً قتل کر دے۔ امیر چلتے وقت بادشاہ پاس بھی رخصت ہونے گیا۔ اور کسا کہ اپنی اس

بیب کا نہ گفتگو کے پہلے میں سچ بچکا تھا کہ میں دوسرے ملک میں ہوں۔ پھر اُس سے رخصت ہو کر اُس نیک بخت لڑکی کے پاس آیا۔ جسکے خیالات و کلیات بالکل بے ریا تھے اور جس نے اپنی محبت کو اس دھنگ سے صرف اسیلے ظاہر کیا تھا کہ تا اور وں کی لمبی چوڑی گفتگو کا جواب کافی ہو۔ اور اُسکو اتنے کی حفاظت میں دیکر ایک نئے ملک میں سکونت اختیار کرنے کو روانہ ہوا۔

شاہِ فرانس و نوابِ برگندی۔ دونوں کو بادشاہ نے طلب کیا۔ اور کوڑٹیلیہ کی بابت جو بتوئی ہوئی تھی اُس سے انھیں مطلع کر کے پوچھا کہ اب اس حالت میں کہ کوڑٹیلیہ عرصہ ستاب سلطانی ہے۔ اور سواے جسم و جان کے اور کوئی مال و متاع اُسکے پاس نہیں جو تم میں سے کون اپنے عشق پر ثابت قدم ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر نوابِ برگندی نے اُسکے ساتھ تینے اور عقدِ مناکحت میں داخل کرنے سے انکار کیا۔ مگر شاہِ فرانس نے کہ اُسکی خطا کی مہیت سے جسے بادشاہ کو نامہربان بنا رکھا تھا خوب واقف تھا۔ اور اچھی طرح جانتا تھا کہ صرف سادے فقروں میں جواب دینا اور دوسری ہنوں کی طرح چالوسی و خوش آمد کی باتوں سے زبان کا آراستہ نہ کرنا موجبِ زجرِ سلطانی ہے۔ اُس نوجوان خاتون کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اُسکی نیک نیتی ایک بادشاہت کے جہیز کے برابر ہے۔ اور پھر کوڑٹیلیہ سے کہا کہ تم جا کر ہنوں سے اور باپ سے گو وہ ایک نامہربان باپ ہے رخصت ہو لو۔ میں تمہیں فرانس میں لیبل ملکہِ فرانس بناتا ہوں جس کا اپنی ہنوں سے زیادہ عمدہ طور پر حکمرانی کا موقع ہاتھ آئیگا اور نظریہ توہینِ نوابِ برگندی کو امیرِ البرم لکڑ پکارا اُس اعتبار سے کہ اُسکے دل سے کوڑٹیلیہ کی الفت و محبت پانی کی طرح بہ گئی۔

کوڑٹیلیہ چشمِ مشکبار ہنوں سے رخصت ہونے لگی۔ اور وقتِ رخصت یہ کلمہ زبانِ پیرانی۔ ویکھنا بابا جان کو ہر طرح سے آرام دینا۔ جسکے جواب میں اُنھوں نے

ہر تکتہ زخماط کہا۔ ہمیں سکھلائے کی چند ان ضرورت نہیں ہم آپ جانتے ہیں بلکہ تم کو بھی ہدایت کرتے ہیں کہ اپنے شوہر کی اطاعت و فرمان برداری میں جو قسمتہ ہاتھ لگے گی ہے بخوبی مستعد رہنا۔ کورڈیلیہ ان باتوں کو دور تک سمجھی و بناظر خیز و بان سے چلی آئی اور خدا سے دعا کی کہ با با جان کی صحت و سلامتی میں روزمرہ ترقی ہوتی رہے۔

کورڈیلیہ کے جاتے ہی ان دونوں کی شیطانی خصلتوں نے اپنے رنگ دکھانے شروع کیے۔ اور سنہوز مہینہ بھی پورا نہوا تھا کہ پادشاہ کو اپنی بڑی لڑکی کے قول فعل میں کہ پہلے اسی کی باری تھی بہت کچھ اختلاف نظر آیا۔ اس کمنجٹ نے اپنے باپ سے کیا کچھ نہ پایا تھا۔ اُسے تو اپنا تاج شاہی تک دے ڈالا۔ اور یہ ایک چھوٹی سی شان حکومت بھی اُسکی نہ دیکھ سکی۔ جسے اُسے اپنی انبساط خاطر کا ایک ذریعہ سمجھ کر نگار رکھتا تھا۔ یعنی بادشاہ کے ساتھ ان سواروں کا رہنا اُسے بہت ناگوار گذرتا جسکے سبب سے باپ کے سامنے ہمیشہ منہ بنائے رہتی۔ اور جب کبھی باپ کچھ باتیں کرتا چلتا تو نا سازی طبیعت یا اور کسی جیلے سے آٹھ جاتی۔ اور یہ کیونکر نہوتا۔ جب اُسکی پیری بارہ اور اُسکی خدمت گزار ہی ایک کاربے سو و اُسے معلوم ہوتی تھی۔ تنہا گونزل ہی اطاعت میں قصور نہیں کرتی تھی۔ بلکہ دیکھا دیکھی (اُسکے ایما و اشارہ بغیر) تمام ملازمین اُسکی طرف سے پہلو تہی کرنے لگے۔ کبھی تو اُسکی تعمیل حکم سے صاف انکار کر جاتے۔ کبھی شکر مال جاتے۔ گونزل کی ان بے التفاتیوں سے بادشاہ واقف ہو کر حتی الامکان چشم پوشی سے کام لینا رہا۔ لیکن تاکے۔ شدہ شدہ یہ خبر طشت از بام ہوئی۔ اور اس غم و کج خلقی کا جو نتیجہ ہوا اُس سے سب علانیہ آگاہ ہو گئے۔

بجائے سچی محبت و خیر خواہی کے بدی کا ظاہر ہونا چند ان قابل استعجاب نہیں جو جتنا کہ خوشامد چالوسی کو امر واقعی تصور کر لینا حیرت افزا ہے۔ خلاف قیاس امیر کیٹھی سی

جبکہ بادشاہ نے ٹھک سے بدرجہے جانے کا حکم دیا تھا۔ اور اسے تہاروے دیا تھا کہ اگر وہ پایا جائے تو قتل کیا جائے۔ یہ طور میں آیا۔ کہ اُسے اخیل سے کہ شاید میں یہاں رہ کر بادشاہ کے کام میں آجاؤں وہاں سے جانا پسند نہ کیا۔ اور وہیں چھپا رہا۔ کسی کی خبر خواہی میں وضع لباس کا بدل دینا کیسی دلیل بات ہے۔ مگر اُسے بقابلہ تک حلالی و شکر گزاری کے اس ذلت و سبکی کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ چنانچہ خدمت گزاروں کا سالباہا سس بہن۔ اپنی عظمت و شان پر ناک ڈال۔ بادشاہ کے پاس نوکر می کی جستجو میں پہونچا۔ بادشاہ نے اُسے نہ پہچانا۔ اور کچھ پوچھا جبکہ جواب اُسے ایسے صاف صاف طور پر دیا۔ جس سے کسی قدر بے امتیازی شکلی تھی اور جو اس خوشگوار چالوسی و خوش آئندہ خوشامد سے جس سے بادشاہ ابھی دھوکا کھا چکا تھا بالکل مختلف اور ترکیبوں کے طرز کا کام سے بالکل علیحدہ تھا۔ بادشاہ کو اس کی باتیں پسند آئیں اور خدمتگاری میں اُسے نام ساس جیسا کہ اُسے اپنا نام ظاہر کیا داخل کر لیا۔ اور مطلق خیال نہ کیا کہ یہ میرا پرانا رفیق جلیل القدر امیر کینٹ ہے۔

ساس کو اپنے آقا و نامدار کے مقابلے میں خواہی و محبت کے اظہار کا موقع اس طرح بہت ہی جلد ہاتھ آیا۔ کہ ایک دن گونزل کے ایک خادم نے بادشاہ سے گستاخی کی۔ اور میں مجھیں ہو کر کلمات سخت منہ سے نکالے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گونزل کا ایما ضرور ہے ساس اپنے آقا کی کھلی توہین نہ دیکھ سکا۔ اور چپکے سے اٹھ کر اُس آدمی کو ایسی ضرورت کی ایک ٹھوکری بھیجے سے دی کہ وہ منہ کے بھل گر پڑا اور پھر بے دردی سے ٹھیسٹ کر لتوں کے پاس ڈال آیا۔ بادشاہ کو اس دل سوزی و خیر خواہی کے دیکھنے سے بدرجہہ نایاب مسرت حاصل ہوئی۔

تنہا امیر کینٹ ہی بادشاہ کا رفیق نہ تھا۔ بلکہ ایسا ہی خیر خواہ و اُڑے و قوتوں میں ساتھ دینے والا جہانناک کہ ایک چھوٹی حیثیت کے آدمی سے ساتھ دینا ممکن خیال

کیا جاسکتا ہے۔ ایک اور غیب و بیوقوف مسخر تھا جو بادشاہ کے عہد سلطنت میں بہت دنوں تک ساتھ رہ چکا تھا۔ جیسا کہ اس زمانے کے سلاطین و اُمراء کا دستور تھا کہ اُنکے ساتھ ایک نہ ایک بیوقوف ضرور لگا رہتا تھا جو بیوقوف ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا، کہ کاروبار سے فراغت حاصل ہونے پر دو گھنٹی بیٹھا اس سے دل بلایا کرتے تھے یہ چہرہ بیوقوف بادشاہ کے تخت چھوڑ دینے پر بھی اُسکے ساتھ رہا۔ اور اپنے مسخروں سے ہمیشہ اُسے محفوظ رکھتا۔ گو کبھی کبھی بادشاہ کی اس بے امتیازی پر کواپنہ کو پہ دست و پا کر سار ہی سلطنت لڑکیوں کو دوسے بیٹھا سنت ملاست بھی کر جاتا اور ان لڑکیوں پر ایک گیت بنا کر گاتا جسکا مضمون یہ ہوتا کہ لڑکیاں تو خوشی سے روئیں اور وہ غم سے گانے لگا۔ ایسے بادشاہ کو چاہیے کہ بیوقوفوں کے ساتھ جا کر کھیلے۔ یہ ظریف و با وفا بیوقوف گہ نزل کے رو پر وخت کلام بیان کرتا۔ اُسکی قومیں کے اشعار پڑھتا۔ اور ایسے تلخ و ناگوار فقرات میں اپنی ظرافت و مسخر کا اظہار کرتا کہ گونل کو اُس سے سخت صدمہ پہونتا۔ کبھی کہتا کہ بھاری کی چڑیوں کی سی کیفیت بادشاہ کی ہے جو کوئل کے بچوں کی پرورش کرتی ہیں اور بڑے ہوتے پر اُنکے رنج و غم میں ہر وضعی ہیں۔ گدھا بھی جانتا ہے کہ گاڑی کھینچا گھوڑے ہی کا کام ہے۔ یعنی بادشاہ کے ہوتے ہوئے اُسکی لڑکیوں کو سلطنت نہ چاہیے (بادشاہ کیا ہمیشہ جینا ہی رہے گا چند روز کا اور مہمان ہے۔ ان میاکیوں پر وہ ایک یا دو مرتبہ کوڑوں سے دھمکایا بھی گیا مگر وہ کب سننے والا تھا۔

اب تک یہ سبہ اتفاقی و بے غرضی اس کم فہم و عاشق باپ کے مقابلے میں اُسکی مالا لٹ لڑکی کی طرف سے دوبہ و ظاہر ہونی لگی۔ مگر ایک دن بڑی لڑکی نے صاف صاف باپ کے منہ پر کھدیا۔ کہ آپ کا یون قیام کرنا کہ آپ کے ساتھ سوسواروں کی بھیڑ رہے ہیں پسند نہیں کرتی میرے نزدیک یہ بالکل بے فائدہ و فضول خرچی ہے۔ میرے مکان پر آپ ہی دھوم دھام دکھانا پسند ہے یہ کیا ضرور ہے

کہ آپ کے ساتھ الگ سامان رہے۔ میں التجا کرتی ہوں کہ انکی تعداد گھٹا دیجیے بجز آپ اور آپ کے ہم عمر دو ایک آدمیوں کے اور کوئی نہ رہے۔

تیر پہلے تھیر ہوا کہ میں آنکھوں سے کیا دیکھتا کانوں سے کیا سنتا ہوں۔

ایں۔ یہ وہی لڑکی ہے جسکے لیے تاج شاہی تک دیدینے میں بھی میں نے تامل نہ کیا۔

اور یہ میرے ہمراہیوں کو اور میری چھوٹی سی شان حکومت کو بھی نصیب نہ دیکھ سکتی اور اس عاظم بے پیری کی عزت و اقتدار پر رشک کرتی ہے۔ جب مگر رسد کر آئے ایسا ہی کہا تو بادشاہ نے افرورختہ ہو کر جواب دیا۔ زخمیں کردہ۔ اب معلوم ہوا کہ سلطنت لینے سے پہلے جتنی باتیں تھیں سب طرح و دعا بازی کی تھیں۔ بلوں کی کیفیت اب معلوم ہوتی ہے۔

میرے ساتھ جو سوداچی ہیں وہ سب کے سب مہذب و شائستہ ہیں۔ اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ شہر و غل و غصوم و صام ہرگز انکا شیوہ نہیں ایسی صورت

میں تیرا یہ کہنا کہ میرے مکان پر آپ ہی دھوم و دھام و کھانا پینا بہت ہے بالکل ناروا و سراسر بے معنی ہے۔ اس کے بعد گھوڑوں کے تیار کرنے کا حکم دیا کہ مع سواروں

کے دوسری لڑکی رگن کے گھر آٹھ چلے۔ اور کہا کہ یہ خدیجہ ایسی سنگدل و بی وفا ہے اور ایسی غفیرت انداز سان ہے کہ دریائی تختی اس سے لاکھ درجہ بہتر ہوگی۔

اور چلے وقت اسے اس طرح کو سا کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور اللہ سے دعا کی کہ خدایا اس کے کوئی اولاد نہ ہو اور بھی تو وہ بھی اسے اس طرح ذلیل اور خوار

کرے جس طرح آسنے چلے کر رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہو جائے کہ ناشکری اولاد کا ہونا زمین انبی سے کہ قدر زیادہ تیز و انداز سان ہوتا ہے۔ گوتزل کے شوہر

نواب العینی نے بادشاہ سے عرض کی کہ خدام والا کے نزدیک اس خصوص میں اگر کوئی میرا تصور ہو تو ممان فرمائیں لیر نے اس پر کچھ خیال نہ کیا اور حالت غصہ میں

گھوڑوں کے کھینچنے کی جلدی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ سوار ہو کر مع اپنے ساتھیوں کے رگن

اپنی دوسری لڑکی کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ دیکھو گونزل کی ایک چھوٹی سی خطا پر مجھے کیسا ملال آگیا۔ کچھ ہی ہو گھر اسکی اور بہنوں نے کبھی ایسے کلمات نہ کہے تھے۔ اور سوچ کر رونے لگا۔ پھر اپنے رونے پر بادشاہ کو شرم آئی کہ گونزل کو مجھ پر یہ اقتدار کہ اسکے ہاتھوں مجھے رونا پڑا۔

رگن مع اپنے شوہر کے محل میں بیٹھیں شان و شوکت سے کھری کر رہی تھی کہ لیر کا ایک خط انہیں مضمون کا کہ بادشاہ مع اپنے ساتھیوں کے رگن کے گھر آتا ہے رگن کو مستعد و منتظر رہنا چاہیے۔ لیکن ہوسہ ساس وہاں پہونچا۔ ساس سے پہلے گونزل کی چھٹی اسکے پاس روانہ ہو چکی تھی۔ جبیں بادشاہ کی سرکشی و کم فہمی کا تذکرہ تھا اور لکھا تھا کہ ان سو سو ارون کو جنہیں بادشاہ ساتھ لیے جاتا ہے ہرگز اپنے مکان میں جگہ نہ دینا۔

یہ نامہ بر ساس کے ساتھ ہی وہاں پہونچا۔ مٹنے پر ساس نے پہچانا کہ یہ گونزل کا ہی نوکر ہے جسے بادشاہ ساتھ گستاخی کرنے پر اسنے ایک مرتبہ خوب ٹھونکا تھا۔

اور سمجھ کر کہ اسکا اسنے میں کچھ نہ کچھ بھید ضرور ہے دل میں گڑھا اور سبے اختیار اس سے لڑنے کو اڑکھا جی چاہا۔ وہ بیچارہ ہاں نہیں کرتا ہی تھا کہ ازراہ نفسانیت ساس نے اسے مارنا شروع کیا۔ شور و غل کی آوارج بلند ہوئی تو رگن اور اسکے شوہر کو بھی اسکی اطلاع پہونچی۔ جنہوں نے سنکر حکم دیا کہ ساس کو باپ کا آدمی ہے۔ اعزاز و اکرام کا منہ دوار ہے۔ مگر ایسی حالت میں بادشاہ اسکے فعل کی یہی ہے کہ مویشی خانہ میں بند کر دیا جائے۔ چنانچہ رگن کے گھر آکر جو چیز بادشاہ نے پہلے دیکھی وہ یہ تھی کہ اسکا وفادار نوکر ساس ایک نہایت ذلیل جگہ ٹھکرایا ہوا ہے۔

آننے کے ساتھ یہ شاگون بد تو دکھائی دیا ہی تھا۔ اُسپر سے طرہ یہ ہوا۔ کہ جب بادشاہ نے رگن اور رگن کے شوہر کے پاس مٹنے کے واسطے کھلا بھیجا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہم سب رات بھر کے سفر کے تھکے ہوئے ہیں اسوقت ملاقات نہیں کر سکتے۔

اسپر بادشاہ نے جھلا کر کہا مجی باکہ میں اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔ جسے سکر وہ مجھو ری بادشاہ کے سلام کو آئے اور ساتھ اپنے گونزل کو بھی لیتے آئے جو پہلے سے اپنے باپ کی شکایت کرنے اور انھیں اس کے مقابلے میں برا بیگنہ کرنے کو وہاں موجود تھی۔

گونزل کو دیکھ کر بادشاہ بہت پریشان ہوا اور پھر اسکا رگن کا ہاتھ پکڑ کر ٹھسنا تو ٹھک پر جرحت کا لطف دکھا گیا۔ وہ افسردہ خاطر ہو لیا۔ گونزل مجھ ایسے ضعیف باپ کے سفید بالوں کا تجھے کچھ تو کاٹنا چاہیے۔ رگن نے باپ سے کہا کہ گونزل کے خلاف مرضی کوئی کام کرنا آپ کے لیے نتیجہ نیک پیدا نہیں کر سکتا۔ آپ کے ساتھیوں کو وہ فتول سمجھتی ہے تو اُنکے نہ رکھنے میں آپ کا کیا حرج ہے۔ میرے نزدیک قرین صواب یہ ہے کہ انہیں سے آدھے آپ برخواست کروین۔ اور گونزل سے اپنی خطائیں معاف کرائیں۔ و بھرت و صلح تمام اسکے مکان پر جس طرح اتنے دنوں تک رہ آئے اب بھی رہیں۔ کیونکہ بسبب ضعف و پیری کے آپ کی عقل و فہم میں فتور آ گیا ہے۔ (جیسا کہ عام دستور ہے) اور ایسی حالت میں اُن لوگوں کی ہدایت پر کام کرنا جنگی عقیدین درست ہیں آپ کے لیے ضروریات سے ہے۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ جسے ساری عمر سلطنت کی ہو آسے آخر وقت میں بے دست و پا ہو کر اپنی رٹکی سے کھانے پینے کی اتھا کر بی کہہ رہا ہو گزر گئی۔ میں کسی کا دست نگر ہو کر رہنا ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور اب اس کے گھر لوٹ کر جانا مجھے ہرگز گوارا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے سواروں سمیت تھار سے ہی گھر میں رہوں۔ کیونکہ تھاری سوار قندی سے مجھے امید ہے کہ میرا نصف سلطنت کا غنا کرنا بڑی بہن کی طرح تمھیں بھول نہ گیا ہوگا۔ تھاری آنکھوں میں در و دروت پاتا ہوں۔ گونزل کی طرح بے رحم و بے وفا نہیں ہیں۔ اور پھر کہا آدھے نوکروں کو برطون کر کے گونزل کے گھر جانا اس سے بہتر یہ ہے کہ میں شاہ خزانہ کے پاس چلا جاؤں جسے بلا طمع ملکیت میری

میری لڑکی سے بیاہ کیا ہے، اور اپنی اوقات میری کو کچھ وظیفہ مقرر کرالوں۔
 بادشاہ کی غلطی تھی کہ وہ نسبت بڑی لڑکی کو نزل کے جنگلی خٹ باطنی کا اب اسے یقین
 ہو گیا تھا۔ رگن کو سوا دہندہ و رسم دل تصور کرتا تھا۔ کیونکہ اسکی باتوں سے ایسا معلوم
 ہوا کہ کچھ غلطی میں وہ بڑی بہن سے بھی سبقت لیا یا جاتی ہے۔ مچانچہ اُسے کہا کہ میرے نزدیک
 اب بادشاہ کو کوئی جاے شکایت نہیں۔ پچاس نوکر جو اُنکے واسطے تجویز کیے جاتے ہیں
 انکی خدمت کو بہت ہیں حتیٰ کہ اگر اُنکے بھی آدمے کر دیے جائیں اور صرف پچیس بھائی
 تو بھی کفایت کر سکیں۔ گونزل کی طرف مخاطب ہو کر بادشاہ نے ازراہ طرزیوں کہا کہ رگن
 کی افراط محبت نے پچاس کی جگہ پچیس مناسب سمجھے۔ تھوکر اُسے دو چاند آفت ہے چاہیے
 کہ اسکا نصف ہی انب سمجھو۔ گونزل نے کہا یہ تو میں نہیں جانتی کہ پچیس مناسب ہیں یا دس
 پانچ۔ ہاں اسقدر البتہ جانتی ہوں کہ میرے اور میری بہن کے ذاتی نوکر چاہا کر آپ کی
 خدمت کے لیے کافی ہیں۔ الگ نوکر رکھنے کی آپ کو کچھ احتیاج نہیں۔ غرضکہ اسی طرح
 اُن بدذات لڑکیوں نے کہ گویا وہ عشان کر آئی تھیں کہ مہربان باپ کے ساتھ ہر جمی
 و بیوفائی میں ایک دوسرے پر سبقت لیا جائے یہ چاہا کہ رفتہ رفتہ اُسکے سواروں کو
 اور اُسکے اعزاز کو جو ایک نمونہ سلطنت تھا اور جسکو اُسے صرف اس غرض سے
 نگار رکھا تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کبھی کا بادشاہ تھا۔ بالکل ٹھادین۔ بادشاہ نے اُن
 سواروں کو خوش طبعی کے لیے نہ رکھا تھا۔ ادنیٰ اسے اعلیٰ تک اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔
 کہ جسے ساری عمر لاکھوں پر حکومت کی ہو۔ اگر اخیر ہی وقت میں چند آدمی بھی اُسکے
 زیر حکم و اطاعت نہ رہیں گے تو اسپر کیا گذرگی۔ لیکن جب ان لڑکیوں نے
 ناشکری و بیروتی کو راہ دیا اور اُسکے نوکروں کا بار اٹھانے سے انکار کیا۔ تو
 بادشاہ کو جتنا اُن نوکروں کے ہنوں سے صدمہ ہوتا اس سے کہیں زیادہ
 اس انکار سے ہوا جسے اُسے خاص اپنی لڑکیوں کے منہ سے اپنے کا لون سنا۔ اور دل پہ

کچھ ایسی چوٹ سی معلوم ہوئی کہ مسوس کر گیا۔ اپنا بے دست و پا ہو جانا لڑکیوں سے تھکی ناشکری کا ظاہر ہونا اپنا بیوقوف و نادان نیکر سلطنت کھونا۔ یہ سب باتیں ایک عالم یا اس کے سامنے اس طرح آ موجود ہوئیں کہ وہ تھیر آؤر اسکی عقل پریشان ہو گئی۔ افسوس کہ پادشاہ کو اپنی لڑکیوں کے حالات آئندہ نہ معلوم ہو سکے کہ آگے چل کر لڑکیوں نے اپنی بھلی پاداش کیوں کر پائی۔ کیا کبلاؤتین اور خدایان انھوں نے اٹھائیں۔ کیونکہ وہ عالم میں ضرب اللش اور انکی حالتیں لوگوں کی تبنیہ کی سبب ہوئیں ورنہ کچھ تو اسکی تسلی ہوتی۔

پادشاہ اسی فکر و غم میں جب کالاج اسکی بکسی و ناچاری سے ممکن نہ تھا بیٹھا سوچ رہا تھا کہ رات ہو گئی اور زور شور سے مینہ برسنا شروع ہوا۔ رعد و برق بھی اپنی اپنی تیزی و کھلانے لگے۔ جب اُسے دیکھا کہ لڑکیاں اب تک اُن سواروں کے رکھنے کی روادار نہیں ہوتیں تو اُسے گھوڑے منگوائے۔ اور اُن نامہربان لڑکیوں کے پاس بٹھرنے سے برق و باران میں سفر کرنا بہتر سمجھا۔ اُن لڑکیوں نے یہ کہہ کر کہ خود راسے اپنی خود رانی و حماقت سے جو تکلیف اٹھائے وہ اُسکے عمل کی پوری پاداش ہے۔ اُسے باہر جانے دیا۔ اور پھر دونوں کیواڑ بھیلے۔

ہر چند کہ ہوا تند اور برق و باران کا زور تھا۔ مگر بڑے میاں چل کھڑے ہوئے۔ کیونکہ اس حالت میں چلنا لڑکیوں کے پاس بیٹھ کر انکی نامہربانوں کے دیکھنے سے کہیں اچھا تھا۔ چنانچہ کئی میل بعد ایک جھاڑی نظر آئی جہاں اُس شب تیر و تار میں ایک درخت تلے بیٹھ کر اُس طوفان سے کی قدر بادشاہ کو نجات ملی۔ مگر عدلی کوڑک ہو اکی سن سناہٹ نے پھر بھی بچھا بچھوڑا۔ پادشاہ ہر اکی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ یا تو زمین کو اڑا کر سمندر میں ڈال دینا یا موجوں کو اٹھا کر ساری زمین پر آب کر دینا۔ حسین انسان سی بیوفا خلقت کا کچھ بھی نشان باقی نہ رہ جائے۔

اُس وقت بجز ہمارے بیوقوف کے اور کوئی پادشاہ کے ساتھ نہ تھا جس نے اس حالت میں بھی پادشاہ کا ساتھ چھوڑا اور اپنے سحر اپن سے ایسا معلوم ہوتا گویا بد قسمتی کو بھی ہنسی بین اڑایا جاتا ہے۔ اور کتنا کہ بڑی ہی اندھیری رات ہے اس میں بھلا کوئی کیسے سفر کر سکتا ہے بہتر ہے کہ پادشاہ موٹ چلے اور لڑکیوں سے امن کا خواہاں ہو۔ ورنہ یہ رات تو ایسی ہے کہ غور توں کی نوبت بھی اس سے ٹوٹ جائے اور یہ نہ سمجھا کہ باد و باران کا ستیا اگر ذری ہی بھی عقل رکھتا ہو تو اسے ضرور ہے کہ اپنی تقدیر پر شاکر رہے گویا اس کی تقدیر ہر روز منیج کیوں نہ رہے۔

موجودہ تھا کھوتیا اسکا وفادار قدیم امیر کنیٹ بھی آن ملا جو برابر بادشاہ کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ مگر چونکہ اس نے اپنے کو تاس مشہور کر رکھا تھا۔ ایسے بادشاہ کو کبھی خیال نہ آیا کہ یہ امیر کنیٹ ہے۔ اور تاشف کر کے کہا کہ ایسی اندھیری رات۔ اور آپ یہاں رات کے پسند کرنے والے جانو بھی اس اندھیرے بکل نہیں سکتے۔ تمام ذریعے اس طوفان سے چھپے ہوئے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ انسان کی ہی ضعیف البیان خلقت کیونکر اس خوف و خطر کی برداشت کر سکتی ہے۔ بادشاہ نے یہ تکلف اسکا جواب دیا کہ مبتلا مرض مہلک چھوٹی چھوٹی بیماریوں کو کب خیال میں لاتا ہے۔ ناز و نزاکت اُس وقت تک کچھ بھلی معلوم ہوتی ہے کہ دلوں میں ہو۔ آرزو دلوں کو سوا سے اس تکلیف و صدمے کے جو اندر ہی اندر اُنکا دل دکھاتا ہے اور کسی چیز کی جڑانی بھلائی کا امتیاز نہیں رہتا۔ اور پھر اپنی لڑکیوں کا شکوہ کرنے لگا۔ کہ یہ وہ بات ہے کہ کسی کے منہ میں کوئی لقمہ ڈالے اور وہ دانت سے کاٹ لے۔ مان باپ آب و دانہ مہتیا کرنے میں ہاتھ کی طرح ہوتے ہیں۔ اُنکا ستانا اور کھلانے والے کے ہاتھ میں دانت سے کاٹ لینا دونوں کی شان ہیں۔

دیہ تک وہ وفادار تاس بہ نسبت و سماجت پادشاہ سے کم تھا کہ بائیں باد و باران آپ میدان میں نہ ٹھہریے۔ آبادی کی طرف عنان غریت منعطف کیجیے مگر بادشاہ نے

رہنا۔ جب دیکھا کہ پادشاہ ہندین اتنا تو کہا اچھا اُس جھوٹے مین چلیے پاس ہی ہے۔
 اور وہ مین پناہ دیجیے۔ اس بات کے دیکھنے کے لیے کہ آیا قابل ٹھہرنے کے ہے یا نہیں اول
 بیوقوف اُنہیں داخل ہوا اور پھر اُسے پاؤں ہانپنا کا پشیمان حال اضطرار یہ کہتا ہوا باہر
 نکلا۔ کہ کوئی تھمتنا بیٹھا ہے۔ جو بعد دریافت معلوم ہوا کہ کوئی غریب الوطن گداگر بخوف
 طوفان اگر نپاد گزین ہوا ہے۔ جسکی بیعت کدائی و بربرابہٹ سے اس بیوقوف کو بچنے
 کا گمان ہوا۔ سنو رہنا تو وہ بک رہا تھا کہ گداگر جو دیوانے ہیں یا اپنے سے دیوانہ بنے
 ہیں۔ اُنکے لیے رحم دونوں سے خیرات و زکوٰۃ حاصل کرنے کو بہترین طریقہ یہ ہے۔ کہ
 بحالت الفلاس و بچارگی ہر جگہ دستگیری کی درخواست کرتے پھریں۔ جہاں دیکھیں کہ
 کوئی دست گیری مین تامل کرتا ہے تو اُسکے در کے سامنے بیٹھ کر سوئی باہر چھی کی نوک
 یا در کوئی نوک دار شے اپنے ماتہ مین چھو لیں جس سے تمام غن آلود ہو جائے۔ اور اُسی
 حالت مین کچھ دعائیں اور جذب کی سی کیفیت پیدا کر کے کچھ گالیان کہنی شروع کریں تو اس
 حکمت عملی سے کچھ نہ کچھ لے ہی مر نیگے۔ اس فقر کی وضع و ڈھنگ سے ایسا معلوم ہوتا
 تھا کہ وہ بھی اسی طور سے لکھا تھا ہے۔ پادشاہ نے اُسے اس حالت مین دیکھ کر کہ بجز ایک
 چھٹی ملی کے جو اسکی بیٹھ پر پڑی تھی اور کوئی شے اُسکے تن عریانی کی ڈھانکنے والی نہیں۔
 کہا عجیب نہیں یہ کوئی غریب باپ جو کہ سارا مال و اسباب اپنی لڑکیوں کو دے آپ یوں
 خانہ بدوش بن بیٹھا ہے کیونکہ اسکی لڑکیوں کی ناشکری و سنگ دلی نے اُسے لڑکیوں
 کی طرف سے ایسا بدظن بنا رکھا تھا کہ بجز لڑکیوں کی بے رحمی کے اور کوئی شے اُسکے نزدیک
 ایسی ذلیل حالت کو نہیں پہنچا سکتی تھی۔

پادشاہ کی اس گفتگو سے اور نیز ایسی ہی اور بھی چند بولی باتوں سے سانس کو ثابت
 ہوا کہ پادشاہ کا مزاج درست نہیں ہے۔ لڑکیوں نے بیوفانی و سنگ دلی کے
 صدمے دے دے آخر دیوانہ ہی بنا کے چھوڑا۔ اسوقت و نا شمار ارمی گنیت کی نمک حلائی

ایسی خیر خواہی و وفاداری پر اُسے آمادہ کیا۔ اور ایسے بڑے کام کی طرف اُسے رغبت دلائی جو کبھی اُس نے نہ کیا تھا۔ یعنی دن نکلنے نکلتے پادشاہ کو وہ مع چند خیر خواہان کے محل ڈاؤن کی طرف جہان اور بھی بہت سے خیر خواہان دولت رہتے تھے لیچلا۔ اور وہاں پہونچ کر اُس نے بادشاہ کو چھوڑ دیا جو سوار پر سوار ہو فرانس کا راستہ پکڑا اور بجلت تمام کورڈیلیہ کے پاس جا باپ کی حالت بچا رگی ایسی دل سوزی کے ساتھ بیان کی اور بہنوں کے جو رویہ ظلم کا ایسے بڑے طور سے اظہار کیا۔ کہ سننے کے ساتھ ہی وہ نیک و رحم دل لڑکی چشم اشکبار اپنے شوہر کے پاس گئی اور انگلیٹنڈ جانے کی رخصت اور بقدر ضرورت فوج ساتھ لیجانے کی اجازت چاہی کہ جب کہ اپنے باپ کو وہاں کے تخت پر بٹھا آئے۔ چنانچہ اُس کے شوہر نے اس کی عرض قبول کی اور ایک فوج کثیر ساتھ لے وہ ڈاؤن مین آن موجود ہوئی۔

اس جب فرانس کی طرف چلنے لگا تھا چند محافظ مقرر کر دیے تھے کہ پادشاہ کے جوش و خروش میں اس کی خبر لیتے رہیں۔ ایک دن پادشاہ نے موقع پا کر میدان کا راستہ لیا اور ایک تاج گھاس کا بنا کر سر پر رکھا۔ بجات یاس و بچا رگی گھاس کا تاج سر پر رکھے جوش و خروش میں روز بروز گاتا ہوا میدان میں قلابین بھڑکاتھا کہ کورڈیلیہ مع اپنے ساتھیوں کے وہاں پہونچی۔ اور ولولہ شوق میں دوڑ کر چاہتی تھی کہ باپ سے ملے جائے کہ ایک طبیب نے روکا اور کہا کہ جب تک میں ایک بوٹی کھلا کر نبھوں جو اس درست نکر دون آپ پاس بن جائے۔ چنانچہ اس طبیب مائل کی دوا سے جسے کورڈیلیہ نے بہت کچھ زہر و جواہر دینے کا وعدہ کیا۔ تھوڑی ہی دیر میں پادشاہ حالت اصلی پر آگیا۔ اُس کے بعد کورڈیلیہ نے جا کر اُس سے ملاقات کی جس کے دیکھنے سے وہ سب عجب ایک حالت طاری ہو گئی۔ باپ بیٹی کی ملاقات عجب کیفیت دکھا رہی تھی۔ اُس بچا رے باپ کو اپنی لڑکی کے دیکھنے سے کچھ تو خوشی حاصل ہوئی اور کچھ شرمندگی کہ وہ لڑکی ہے جسے میں نے ایک

مختورے سے قصور پر اور وہ بھی کچھ تصور نہیں بلکہ اپنے ہی سمجھ کے پھیر پگھر سے نکال دیا تھا اور یہ میرے ساتھ کس طرح مہربانی سے پیش آتی ہے۔ اُن دنوں متضاد باتوں سے پھر شک و حیران میں فرق آگیا کہ دماغ کی جو درست افہامی اور اچھی طرح رفع نہ ہو تھی۔ اور یہ دیر اُسے بچھا کر کون ہوں۔ اور یہ جب میرے پیر کو پڑے اور لڑکھن و احسان کی باتیں مٹی کر رہی ہو کون ہے۔ اور پھر اپنے پاس والوں سے کہنا کہ اگر میں نے اپنی پیاری لڑکی کو روڈیلا کو بے در پیچانا تو کوئی ہنسی کا مقام نہیں۔ اور سر جھکا کر بات باتوں کے لیے اپنی پیاری لڑکی سے معافی چاہی۔ کو روڈیلا اپنے باپ کی معافی چاہنے پر شرمائی اور جواب دیا۔ کہ آپ کو میرے مقابلے میں معافی چاہنی یا شرم کرنی نازیبا ہے۔ اسوقت جو کچھ میں نے کیا۔ فرض عین ادا کیا۔ میں وہی کو روڈیلا ہوں جسے برسوں آپ کے نکلے ہوئے طغیت میں پرورش پائی۔ کوئی غیبت نہیں۔ اور پھر قیامتوں سے گام نہ لگا۔ بہنوں کے دیے ہوئے غم کو آپ دل سے نکال ڈالیے۔ چہرہ بشارت کیجیے۔ بیشک بہنوں نے بڑی اعلیٰ لگی۔ آپ کے سید باپ کا ذرا بھی لحاظ نہ کیا۔ اور ایسی آفتابین گھر سے نکال دیا۔ کہ دشمن کا کتا بھی اسوقت آنکے پاس ہوتا۔ اور کات کھاتا جب بھی بغیر ہوا تھتھے۔ بدن سینگے وہ باہر نکلتا۔ اور پھر اپنے فرانس سے آنے کی کیفیت۔ پشت پناہی کو فوق لانے کی حالت ابتدا سے کہ سنائی۔ بادشاہ نے اپنی خطا سے اسوقت کی بابت معافی چاہی اور یہ کہ ایک میں اب بڑھا اور مجنون ہو گیا مجھے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میں نے کیا کیا۔ بات اتنا البتہ جانتا ہوں کہ میرے ساتھ محبت نہ رکھنے کے وجہ بہ نسبت اور لڑکیوں کے ساتھ میرے پاس زیادہ ہیں۔ کو روڈیلا نے یہ سنا کہ کہا آپ کے ساتھ محبت نہ کرنے کے وجہ نہ میرے پاس میں نہ میری اور بہنوں پاس اب اس صغیف بادشاہ کو اسکی عقل و ہوش کو اچھی طرح درست کیا۔ اور دوسرے اُن سنگ دل لڑکیوں کے حال میں تحریر کرتے ہیں۔

جب ان خبیثوں نے باہر پھریا کہ ساتھ ایسی ایسی کھالیں اور ڈانیاں لیکن تو بھلا
شومر کے ساتھ کب و فدا رہی کر سنے والی تھیں۔ تھوڑے دن ہی نہ گزرنے پاسے تھے کہ
دونوں نے اپنے شومرون سے رشتہ اُلفت توڑ کھٹے خزانہ ایک دوسرے آدمی سے
سلسلہ موانست قائم کیا۔ اور لطف یہ کہ ایک ہی شخص اور منہ پر دونوں کی طبیعت آئی۔
یہ آدمی منہ کلوسٹر کے امیر سابق کا بیٹا تھا۔ اور یہ دغا بازی اپنے بھائی اڈو کر حق دار ریاست
کو محرم الارث کر کے بغض کیا آپ امیر بن بچیا۔ گونزل اور رگن کو یہ جو ٹا خوب ہاتھ لگا سنے
جیسی وہ خود تھیں ویسا ہی دغا باز و بد ذات یا بھی ملا۔ اتفاقاً انھیں دونوں رگن کا شومر
نواب گونزل فوت کر گیا۔ اور رگن آدمی سے نکاح کرنے کو آمادہ ہوئی گونزل کی آتش
رشتہ مشتعل ہوئی کیونکہ آدمی نے جس طرح رگن سے نکاح کا وعدہ کیا اسی طرح
گونزل کی محبت کا بھی دم بھرتا تھا۔ گونزل کو اس وقت سوائے اسکے کچھ نہ سوجھی کہ
اسنے زہر دیکر رگن کا کام تمام کیا۔ جب نواب اتنی کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو
اسنے گونزل کو محبس میں قید کیا۔ گونزل نے اپنے قید ہر جانے سے زہر نہیں
خیال سے کہ جرم و قید کی خبر آدمی کو ضرور پہنچے گی۔ بحالت غصہ و مایوسی اپنا
کام بھی تمام کیا۔ غور نہ کہ عدل و اداری نے ان بد ذات لوگوں سے اس طرح انتقام لیا۔
لوگوں نے جب یہ معاملہ سنا۔ تو جتنا تعجب انھیں ان کم خجرت کے عمل پر کی جزا دیکھنے
پر ہوا۔ اٹنا ہی تعجب عالم بالا کی اس چھی ہوئی کارروائی پر ہوا۔ جسے اس نے ذی فہم
رشتہ کی برادری کہ اسے لوگ اول اول بیوقوفی پر محول کرتے تھے، اچھا نتیجہ دکھایا۔
اور حسن انجام کو پہنچایا۔ ایک کورڈیلا کا انجام بدین خیر ہوا۔ ورنہ حق تو یہ ہے۔
کہ دنیا میں دیانت و منافی کو موصل اسے المقصود ہوئے بہت ہی کم دیکھا۔ آدمی منہ
کے پیچھے گونزل اور رگن کا جو سال بوا وہ تو معلوم ہی ہوا۔ اب آدمی منہ کا حال
سننے کہ یہ سبب اپنی بد ذاتی و بلند صلی کے کہ تمنا سارے انگلیٹڈ میں مستقل

سلطنت قائم کر کے رہنا چاہتا تھا کوڑیلا کے ہاتھ سے گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اسکے بعد کوڑیلا بھی کچھ بہت دنوں تک نہ رہی اور عالم شباب ہی میں ملک جاودانی کا راستہ پکڑا مگر اپنے جیتے جی حقوق پوری کے پورے پورے طور سے ادا کرنے میں اپنا نام کمری گئی۔ وہ بڑھا باپ بھی اپنی مہربان و پیاری لڑکی کے مرنے پر کچھ بہت دنوں نہ جیا۔

اُس میکینٹ آئیر کینٹ نے جو آن لڑکیوں کی ابتداء رنج غلٹی سے پادشاہ کی وفات تک بادشاہ کے ساتھ ہی رہا۔ بادشاہ کی وفات سے چند روز قبل چاہا کہ بادشاہ کو پہنچا دے کہ آپ کا وفادار نوکر ساس جو ہمیشہ آپ کی خیر خواہی و جان نثاری میں کمر بستہ رہتا ہے۔ آئیر کینٹ ہے مگر ساس کی بات اسکے دلنشین نہیں ہوئی اور کہا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ساس اور آئیر کینٹ دو دنوں ایک ہی ہو جائیں اور آئیر کینٹ نے بھی خیال کیا کہ اب اس وقت کون اسکی توفیق و تشریح کی وقت اٹھائے اور اس کے مرنے کے تھوڑے ہی دنوں پیچھے اُس وفادار ساس نے بھی جو اُس کے رنج و غم میں ساتھ دیا کرتا تھا ملک عدم کی راہ لی۔

یہاں یہ بیان کرنا کہ عدل کر دگاری نے غاصب ریاست اڈمنڈ کو اس کے عمل کے بدلے کیسا جلد اسکے بھائی حق دار ریاست کی نجل میں جاسلایا۔ اور کیوں کر گونرل کے شوہر نواب العینی کی طرف جسکو کوڑیلا کے مرنے میں کچھ تعلق نہ تھا اور جس نے اپنی بی بی کو کبھی باپ کے مقابلے میں گستاخی و ناشکری کرنے کی ترغیب نہ دی تھی سلطنت انگلینڈ کی تیر کے مرنے پر متقل ہوئی۔ غیر ضروری سمجھ کر قلم انداز کیا جاتا ہے۔ لیور اور اسکی تینوں لڑکیاں تو مر گئیں مگر اُن کے معاملات و تذکرے اب تک زبانِ زخراعت میں فقط

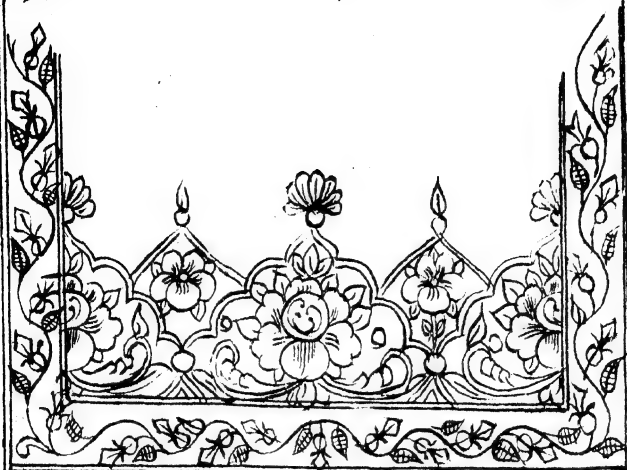
خاتون کو مکافض خلا زوز ماسی
یعون لک ن لک ن لک ن لک ن

ایک روز میری مجلس میں ایک پیر کا بیٹا آیا وہ میرے پیش قدمی میں کانٹا
دیکھ کر فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے دوسوم یہ



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب جے یو کوئی دیل مصطفیٰ بھٹان
ضلع گورکھ پور نے بابا رطب اودھ چار نگاروں میں لکھ کر میری سے اردو میں لکھ

یہ طبع می مشی نوک شوق لک ن لک ن لک ن لک ن
یہ طبع می مشی نوک شوق لک ن لک ن لک ن لک ن



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وینس کے ایک امیر برہمن ٹیو کی ایک خوبصورت لڑکی دس ڈیونانا تھی۔ جسکی نیک خصلتی و بلند و صلگی پر وینس کے بہت سے امرا اور لیلیہ و ازخو درنتہ تھے لیکن اس کے حقوق و مہرنگ امرا میں سے ایک بھی اسکی نظروں میں نہ بنچا۔ کیونکہ ہر سے کی صفائی سے و ددل کی صفائی کو مقدم جانتی تھی۔ اور یہ جاننا نظر بہ تقلید نہ تھا بلکہ اسکی دلی مناشی کہ ہمیشہ نیک دل و پاک طینت والے اس کے پاس رہا کریں۔ چنانچہ محض دل کی صفائی پر خیال کر کے ایک سیہ نام رنگی کو (جسے اسکا باپ بہت امانتا تھا اور اکثر اپنے گھر ساتھ لایا کرتا تھا) اسے اپنے نکاح کے لیے پسند کیا۔

دس ڈیونانا اس رنگی کے ناقابل پسند ہونے میں قابل الزام تھی کیونکہ آدھی لوگوں کو ایک سیاہ و بد صورت شخص تھا مگر باعتبار اپنے اوصاف حمیدہ کے بڑی بڑی گھر والی عورتوں کی صحبت کے لائق تھا۔ آدھی لوگوں کو ایک شجاع سپاہی تھا جسے ایک مرتبہ ترکوں اور وینس والوں کی لڑائی میں بمقابلہ ترکوں کے ایسے ایسے کارہائے نمایاں کو کھتے

Cathleen
Venice
Bramini
Dedem

کہ گورنٹ ونیس نے اسی دفعہ ایک ادنیٰ سپاہی سے جنرل فوج کا بنا دیا تھا غرض کہ یہ شخص
تھا جسکے دم سے دہان کے شاہ کو بڑی تقویت رہتی تھی اور وہاں کی گورنٹ کو اسکی
ذات پر بہت کچھ بھروسہ تھا۔

آدھی لوٹے بڑے بڑے سفر کیے تھے۔ ڈس ڈیوینا (جسکیا کہ عورتوں کا دستور ہے)
اسکی سرگزشت سفری سننے کی بڑی مشتاق تھی کہ ابتداً اسے کیا کیا واقعے اسپر گذرے
کتنی لڑائیوں میں اسے شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ کن کن وسیلوں سے دشمنوں کے
حملے اور محاصرے سے اسے نجات پائی۔ بری و بحری سفروں میں کن کن بلاؤں میں
مبتلا ہوا و گھائیوں کی نت و توپوں کی لڑائی میں کیا کیا حکمتیں کرتا تھا۔ کیونکہ ایک بار ایسے
دشمنوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ جنھوں نے غلام بنا کر اسے فروخت کیا۔ اور پھر چھوٹا تو
کیونکہ چھوٹا۔ سوائے اسکے اور بہت سے عجائب و غرائب جو غیر ملکوں میں جا کر اسے
دیکھے تھے وہ سننا چاہتی تھی وسیع میدانوں کے حالات۔ حیرت انگیز غاروں کی کیفیت
مسدئیات و چٹانوں کی حیرت افزا باتیں۔ کوہستان فلک شکوہ کی دلچسپ حکایتیں سننے
کو اسکا جی بہت چاہتا تھا۔ جانوران جنگلی۔ مردمان صحرائی۔ درندگان بیابانی کے
تذکرے سننے کی بڑی تینارکھی تھی۔ باشندگان افریقہ میں سے کسی خاص قطعہ کے رہنے والے
ایسے ہیں جنکے سرد و نوں موندھوں میں ہوا کرتے ہیں۔ اور گردن نام کو بھی نہیں ہوتی
ایسے عجیب الخلق نوع انسانی کے حیرت افزا حالات کے سننے کی بہت ہی شائق تھی
اوتھی لوجب کبھی اپنے حالات بیان کرنے لگتا تو وہ ہٹھکڑے غور سے سنتی اور اگر کسی
گھر کے کام کو بلائی جاتی تو فوراً اسے انجام دیکر وہیں آن بیٹھتی۔ ایک وقت
موقع پاکر ڈس ڈیوینا نے اوتھی کو سے التجا کی کہ ایک دن اپنی پوری کیفیت سفر و حضر اور
ابتدا تا انتہا (جس میں سے گو میں بہت کچھ سن چکی ہوں مگر غالباً پوری کیفیت سے اسے
کوئی نسبت نہ ہو) مجھے کہناؤ۔ اوتھی لوٹے تعمیل ارشاد میں کچھ تامل نہ کیا اور اپنے

مصائب سفری کی رام کہانی سنا کر ڈس ڈیونا کو خوب گرلایا۔

سرگزشت کے ختم ہونے پر اسکے مصائب و تکالیف پر ڈس ڈیونا نے بڑا افسوس کیا اور قسم کھا کر کہا کہ بیشک تمہاری سرگزشت واقعات حیرت افزا و حالات درد انگیز و قابلِ رحم سے بھری ہوئی ہے۔ پہلے تو فقط مجھ کو اسکے سننے کی خواہش تھی اور اب سناؤالی کی خواہش پیدا ہوئی۔ اگر تم ساہبا در انسان کہین میرے ہاتھ لگ جاتا تو کیا خوب تھا۔ کسی اپنے دوست کو جسے مجھے بھی محبت ہو تم یہ کہانی سکھا کر اور اپنا لمبہ گفتگو بنا کر میرے ساتھ کھل چلنے کی آستے ترغیب دو تو میں تمہاری کمال مشکور ہو گئی ان کنایوں سے کہ بہ بہب شرم و لحاظ کے وہ کھل کر نہ کہہ سکی کہ اسکا کیا مطلب ہے مگر خوش اسلوبی تمام مشہد امینر باتوں میں اپنی دلی محبت و تئنا کا اظہار کر گئی) ادنیٰ لو کو کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ڈس ڈیونا میرے ساتھ محبت رکھتی تھی کیونکہ اب اس سے زیادہ کھل کر کیا کہہ سکتی تھی۔ اور انداز سے اسے معلوم ہو کہ ڈس ڈیونا اسوقت کو بہت ہی متنبہ تھی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ اسوقت نکاح ہو جائے۔

ادنیٰ لونہ تو ایسا حسین تھا اور نہ کچھ بہت مال و متاع اسکے پاس تھا جس سے یہ خیال کیا جاتا کہ جی من بٹو اسکو اپنی دامادی میں قبول کر لے گا۔ گو اس نے اپنی لڑکی کو اس بارے میں خود مختار کر رکھا تھا اور سمجھتا تھا کہ شہر کی لڑکیوں کی طرح اپنے برابر والوں میں سے یہ بھی کسی کو پسند کر لے گی۔ لیکن خلاف اسکی توقع کے ظہور پند پر ہوا کہ اسکی لڑکی نے ایک زنگی کو اپنے لیے پسند کیا۔ گو وہ یہ نام تھا مگر اسکی بہادری و جرات پر ڈس ڈیونا اپنا دل و جان شمار کرتی تھی۔ اور اس کے وہم و خیال پر اسکی محبت ایسی مستول ہو گئی تھی کہ بخلاف اعتدال و فطرت اُن نوجوان حسینوں کی گڑھی چٹی زنگت سے جو اسکے ساتھ نکاح کرنے کی تئنا رکھتے تھے اسکی سیاہ زنگت اسے بھلی معلوم ہوتی تھی۔

اسکے نکاح کی خبر گوارا نہ ہونے لگا اسکا اخفا بہت چاہا مگر غلطیوں و نون بین طشت از بام

ہو گئی اور شدہ شدہ برسی من ٹیو کے کان تک پہنچی جسے سنکر ایک مجلس مذہبی ترتیب دی اور اس رنگی پر یہ الزام قائم کرنا چاہا کہ آئے قلعہ خوانی و فسون گری سے (جیسا کہ اسکا خیال تھا) اس ڈیمونا پر قابو حاصل کر کے اس سے خفیہ نکاح کر لیا۔ اور مجھے اطلاع تک نہ دی اور میرے احسانوں کا بدلہ اور مسافر نوازیوں کا اجر یہی خیال کیا کہ اتنا بڑا کام بلا میری اطلاع کے کر گذرا۔

اتفاقاً انہیں دنوں میں گورنمنٹ وٹس کو ادھتی لو کو لوڑائی پڑھنے کی ضرورت ہوئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گورنمنٹ کے حضور میں مجبورون نے ہر چہ گذرانا کہ ترکی جہازوں کا ایک بیڑا جزیرہ ساپرس پر (جو اس وقت گورنمنٹ وٹس کے زیر حکومت تھا) چڑھائی کرنے کو آرہا ہے یہ سنکر گورنمنٹ کو سبکی محافظت کا خیال ہوا اور ادھتی لو کو وہاں تعینات کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ترکوں کے مقابلے کو اور جزیرہ ساپرس کی حفاظت کو یہ کافی ہے۔ اب وہ وقت آن پہنچا کہ ادھتی لو اس مجلس میں جہکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں طلب کیا گیا۔ اور جواب وہی کے لیے یوں کھڑا کیا گیا۔ جیسے کسی حاکم ذی اقتدار کے سامنے کوئی امیدوار پرورش یا کسی ایسے جرم کا مجرم کھڑا ہوتا ہے جس کے لیے آرزو قانون مجرم گورنمنٹ سراسر موت مقرر ہو۔

تیسری من ٹیو کی حالت ضعیفی و نیرذاب مجلس شوری کا یہ اتفاق تھا کہ کمال محل و سنجیدگی اس جلسہ میں سوال و جواب ہوتے۔ مگر اس غضب ناک باپ کے غصہ و تند مزاجی نے اسے نہایت افراتوکل کے ساتھ تقریر کرنے پر مجبور کیا۔ اور ایسے ایسے ثبات و قرآن آئے اپنے ثبوت دعویٰ میں پیش کیے کہ ادھتی لو نے سوا سے اقبال جرم کے اور کوئی مفرد نہ دیکھا۔ اور اپنے عشق کی کیفیت ابتدا سے انتہا تک ساری کہ سنائی۔ اسکی صدق بیانی پر (جس سے از سر تا پا صداقت ٹکلی بڑتی تھی) میر مجلس نواب وٹس نے فیصلہ کیا کہ اسکی خوش سیانی و خوش تقریری اس ڈیمونا کو پسند آگئی ہوگی اس لیے اسے نکاح کر لیا گیا۔

الفت میں جو سچے طریقے معشوقہ کے متوجہ و رحم دل کر نیکی ہوتے ہیں اُسے بھی اُنکا برتاؤ کیا ہو گا تم اس برتاؤ کو جا دو سے تعبیر کرو چاہو بحر سے سحر تو نہیں مان یہ کہو کہ اُسکی سحر بانی نے اُسے دلچسپ قصوں سننے کی طرف ایسا متوجہ کیا کہ قصہ خوانسے بھی اُو ایک خاص تعلق پیدا ہو گیا۔ اودھتی لو کہے بیان کی تائید دس دیونا کی تقریر سے بھی ہوئی جسے پکھری میں اکر پہلے اپنے باپ کی تعلیم و تربیت کا اظہار اور اُسکے احسانات کا شکریہ ادا کیا۔ اور اُسکے بعد اپنے باپ سے درخواست کی کہ میں چاہتی ہوں کہ اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے باپ کے حکم پر مقدم سمجھوں جیسا کہ میں نے اپنی ان کو دیکھا جو کہ اپنے شوہر (دسری من بیو) کی اطاعت کو اپنے باپ کی اطاعت پر ترجیح خیال کرتی ہے۔

جب مرد ضعیف سنے دیکھا کہ میری کوئی حجت پیش رفت نہیں جاتی تو اودھتی او کو توبہ بلایا اور اپنا رنج و الم بہت کچھ ظاہر کر کے کہا کہ حالت مجبور ہی ہو کہ اپنی لڑکی کو میں تین دن دیتا ہوں سوار اگر میرا بس چلتا تو میں کبھی ایسا نہ دیتا۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک ہی لڑکی اُسے مجھے عنایت کی تھی جسکے ہاتھوں یونان لان و گریان ہونا پڑا۔ سب داکین ایک اور ہوتی تو دس دیونا کا حال دیکھ کر خیال کرتا ہوں کہ اُسکے سبب سے بھی مجھے یون ہی بربخ و غم اٹھانا پڑتا۔ اور پھر کہا کہ تم دونوں کو اختیار ہے جو مان چاہو جاؤ مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

جب یہ مرحلے طے ہوئے تو اودھتی او جو کھانے پیتے کی طرح مصائب سفری اٹھانے کا بھی عادی ہو رہا تھا جنگ سا پرس کے ہتھیہ سامان میں مشغول ہوا۔ اور دس دیونا نے بھی اپنے شوہر کی عزت و حرمت (گو وہ حالت خطرہ ہی میں کیون نہ ہو) اُس عیش و نشاط پر چین سے بیٹھے لوگ مشغول ہو کر عموماً تیغ اوقات کرتے ہیں مقدم سمجھا اور خوشی سفر کر نیکی راوی دی اودھتی او اور اُسکی بی بی دس دیونا کے پہونچتے ہی سا پرس سے یہ خبر آئی کہ ہوا سے تندنے ترکون کے جہاز کو بالکل با تیر و پریشان کر دیا ہے۔ اس غیبی امداد کی خبر سننے سے ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا اور اُنکے اچانک حملہ آور ہونے کا جو خون تھا وہ جاتا رہا۔

ملاحظہ

وہ لڑائی جسکے لیے آدھی لوگیا تھا ابھی شروع ہونے ہی کو تھی کہ اسکی پاک دامن عورت کے مقابلے میں چند دشمنوں نے ایسی ایسی افترا پیرا دیاں کیں کہ دس ڈیونا کو اسوقت وہ اجنبی و بدوین دشمن جسکے مقابلے میں لڑائی ہونے والی تھی کہیں اچھے معلوم ہوتے تھے۔

تھام رتنا رنجوی میں کیشیو سے بڑھکر کوئی دوسرا آدھی لوکا ہوا خواہ وہ عمدہ تھا۔ یہ کیشیو خندہ پیشانی و نوجوان سپاہی تھا خوش طبعی و شیریں کلامی میں شل نہیں لگتا تھا جو بصورتی و خوش تقریری میں شہرہ آفاق و عیاشی و عشق بازی میں طاق تھا حتیٰ کہ جب کوئی سن رسیدہ و قریب قریب جیسا کہ آدھی لوچی تھا کوئی کم سن عورت بیاہ لاتا تو ضرور وہ اسکی طرف سے اندیشہ میں رہتا مگر چونکہ آدھی لو نہایت ہی شریف و خوش نیت آدمی تھا اسلئے اسنے اپنے دوست کیشیو کی طرف سے کبھی اپنے دل میں بدگمانی کو جگہ نہ کھلنے دی۔ دستور ہے کہ بڑے کاموں سے بچنے والے دوسروں کی طرف جلد گمان بد نہیں کرتے۔ علاوہ برین کیشیو اسکا محرم راز بھی تھا اور دس ڈیونا کے معاملے میں وہی ابتداء و مہیا فی تھا اور اسی کی کوشش و پیروی کا یہ نتیجہ تھا کہ دس ڈیونا کی طبیعت آدھی لو کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ اس ملک کا دستور تھا کہ قبل از نکاح زوج و زوجہ آپس میں تخلیہ کرتے تھے اور ہر طرح دیکھ بھال ایک دوسرے کو پسند کرتا تھا۔ ایسی حالت میں نہایت ہی خوش تقریر و چرب زبان آدمی کا کام ہے کہ عورتوں پر اپنے عیوب کھلنے نہ دے۔ اور اپنی تسانی سے عورتوں کو پھانس لیا کہ جو آدھی لو ایسا انسان و فضول گو نہ تھا جس سے یہ امید کبھی کیجا سکتی کہ دس ڈیونا کو اپنی طرف مائل کر لیا اسلئے اپنے دوست کیشیو کو کہ اس فن میں اسے ایک خاص ملکہ حاصل ہو گیا تھا ان مدارج کے طے کرنے کے لیے جھگڑے ہو جانا قبل از نکاح ضرورت سے تھا اپنی طرف سے مختار عام کر کے بھیجا کرتا۔ بوجہ بات متذکرہ صدر آدھی لو اس خصوص میں لائق الزام نہ تھا بلکہ یہ نیک طبیعتی اسکی مان بالنی کا ثبوت تھی جس سے اور بھی اسکی وقعت و عزت کو زیادہ ہونا چاہیے اور یہ بھی کوئی حیرت کی بات نہ تھی۔ (گو عصمت و پاک دامن کے خلاف ہوا)

کہ ڈس ڈیو نہ ماما دہ اوتھی لو کے کیشیو کو بھی قابل اعتماد اور اپنا راز دار سمجھتی تھی۔ اور قبل
از نکاح جو ان تینوں کا طریقہ برتاؤ تھا آئین فرق نہ آنے دیتی۔ چنانچہ کیشیو میا کا نہ اس کے
گھر میں جا کر غپ شب کیا کرتا اور اسے دیکھ کر اوتھی لو ذرا بھی برا نہ مانتا۔ کیونکہ وہ
نہایت ہی رحم دل و سادہ مزاج تھا اور ایسی طبیعت داسے اکثر دیکھے گئے ہیں کہ مخالفت
چیزوں سے خوش و مغرور ہوتے ہیں۔ حق تو یہ کہ یہ عیب کی بات ہے۔ غیر حرام سیکڑوں
جھلایان بھین و بان دو چار عیوب کیونکر نہ ہوں۔ غرض کہ ڈس ڈیو نہ اور کیشیو بعد نکاح کے
جی دیسے ہی ہنسی اور مذاق کیا کرتے جیسا قبل از نکاح جب کیشیو درمیانی ہو کر اوتھی لو
کے ساتھ اسے بیاہ کرنے پر راضی کرنے جایا کرتا تھا۔

اوتھی لو نے کیشیو کی ترقی کی اپنی فوج کا لفٹنٹ جو نہایت معزز عہدہ تھا اور سو
جنرل کے جیسے اوپر کوئی دوسرا افسر نہ تھا مقرر کیا۔ کیشیو کی یہ ترقی دیکھ کر آئی لو کو کڑا
ناز نہ تھا اور اپنے کو اس عہدے کا مستحق جانتا تھا اپنے ولیمین بہت کرے گا۔ اور بظہارت
یہ کہنا شروع کیا کہ سوائے عورتوں کی مصاحبت کے کیشیو کو اور کس بات کی قابلیت ہو
کہ وہ اس عہدہ لفٹنٹ کو انجام دے گا۔ اس کے نگلی معلومات کی تو یہ کیفیت کہ اگر کسی نادان سے نادان
لڑکے کے ساتھ بٹھا کر اسکا امتحان دیا جائے اور پوچھا جائے کہ فوج کو وقت جنگ کس طرح
ترتیب دینی چاہیے کہ اور بہات جنگ لفٹنٹ کو کیا کرنا چاہیے تو غالباً اس لڑکے کو بھی زیادہ
مہاصل نہ کر سکے۔ جب کیشیو نے یہ سنا تو بظہر سخن و تضرع (و نیز کہ آئی لو کی باتوں کا یہی جواب بھی تھا)
اوتھی لو کے ساتھ آئی لو کی بی بی امی میلا کو متہم کر کے یہ کہنے لگا کہ دونوں میں آشنائی ہے
اور ایک دوسرے پر از خود رفته ہو رہے ہیں۔ شکر آئی لو کے کہنے کو اور بھی ترقی ہوئی
اور اب وہ اس نگر میں ہوا کہ اوتھی لو اور ڈس ڈیو نہ اور کیشیو تینوں کو کسی طرح چھٹانا اور
آنسے اپنی دل آزاری و رنج رسانی کا عوض لینا چاہیے۔

آئی کو بڑا چالاک و محامل انسانی سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ آدمی کے

تمام دل دکھانے والی اوتیوں سے (جو جہانی تکلیف سے بڑھکر بہن) رشک و حسد کا وزن زیادہ ناقابلِ معاوضہ و بیشِ عقرب سے بھی زیادہ ناقابلِ برداشت ہے۔ اور ادھتی کو کے دل میں کیشیو کی طرف سے رشک و حسد کے پیدا کر دینے میں کسی طرح میں کامیاب ہو جاؤں تو عوض لینے کو اس سے اچھی کوئی دوسری حکمت نہیں کہ جب کا اختتام آدھتی کو اور کیشیو میں سے کسی ایک یا دونوں کی جان گئے بغیر نہیں ہونے کا۔

ساتھ برس میں جنرل اوتھی کو اور اسکی بی بی دس ڈیونا کے پہونچتے ہی جو یہ خبر سننے میں آئی کہ دشمنوں کے جہاز اتر دیریشان ہو گئے تو ساری فوج دس تین میں ایک عید کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔ ہر ایک نے مجلسِ عیش و نشاط ترتیب دی۔ ساری فوج والے جشن و شادی میں مشغول ہوئے۔ آدھتی کو اور اسکی بی بی دس ڈیونا کے درمیان بھی کشتی سے چکر میں آئی دور ساغر چلنے لگا۔

اسی شبِ برات میں آدھتی کو نے کیشیو کو فوج کا نگہبان مقرر کیا اور حکم دیا کہ دیکھو ایسا نہ کہ اہل فوج بکثرت شراب و خوامی کریں اور یہاں کے باشندوں کو انکی گونج واری و مددہشی سے کسی قسم کا نقصان پہونچے۔ اب اسوقت آئی گو کو اپنی خبیث باطنی کے اظہار کا پورا موقع ہاتھ لگا اور کیشیو کے پاس پہونچکر اُسے بکمال دل سوزی و ہواؤا ہی بادہ نوشی کی ترغیب دی (حالانکہ بادہ نوشی محافظوں کے لیے روانہ تھی) پہلے تو اُس نے کچھ تامل کیا لیکن آئی گو نے جب نشہ صہبا کے لطف یاد دلانے تو آخر اُسے پیتے ہی بنی اور پیہم کئی گلاس چڑھا گیا۔ (جہاں آئی گو خود بھی شریک بادہ نوشی ہوا اور پھر گانے بجانے کی طرف اُسے متوجہ کیا) جب نشہ جاتو بحالت ذوق و شوق اُسے دس ڈیونا کی مدد خوامی شروع کی اور اسی کے نام پر جامِ شراب پینے لگا۔ اور بار بار اسی کی خوبی بیان کرتا۔ یہ سب باتیں اسکی اُسکے لیے زہر ہوئیں جس سے اُسکے دلی راز کا لوگوں پر افش ہو گیا۔ اُسکی باتیں سنکر کسی عمدہ دار (جسے آئی گو نے بھی اشارہ کر دیا تھا)

چاہا کہ ابن فضولیات سے اسے باز رکھے۔ دیوانہ راہولے بس ست۔ کیشیو اسکی بات کب خاطر میں لاتا۔ سنتے ہی غصہ میں آگیا اور نوبت بانیخار سید کہ فوراً تلوار میں سخت گھین اور اسی کشاکش میں بیچ بچاؤ کرتا ہوا ایک مغز عہدہ دار زخمی ہوا۔ اس حریفی کی شہرت عام ہوئی۔ اور آئی گوئے (کہ خود ہی اس فتنہ و فساد کا بانی تھا) اسکی شہرت دینے میں سبقت کی۔ اور فوراً محل شاہی کے گھنٹہ کو جلا دیا۔ جسکا ہلانا ایسی باتوں کے لیے روانہ تھا۔ بلکہ معاملات جنگ کی نازک حالتوں میں ہلانے کے لیے وہ بنایا گیا تھا۔ اس گھنٹہ کی پر غلط آواز سنتے ہی آدھی لو متھپیا نیچ محل سے نکل پڑا اور موقع واردات پر آن کر کیشیو سے استفسار حال کرنے لگا۔ کیشو کا نشہ تو کم ہو ہی چلا تھا۔ آدھی لو کو دیکھ کر اور بھی راہسہا ہاتا رہا اور شرم سے سر جھکا کر گیا۔ اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ آئی گو اسوقت کیشیو کی طرف مخاطب ہو کر کچھ کلمات زجر و ملامت منہ سے نکال رہا تھا کہ آدھی لو نے اسے دیکھ پایا اور اس واردات کی کیفیت کہناتے پر اسے مجبور کیا۔ جسے واقعات مستغرق کی شروع سے اخیر تک پوری کیفیت کہ سنائی لیکن اپنی ترغیب دینے کا ذکر کہیں بھی بیان نہ کیا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ کیشیو کے جرم کو خفیف کر کے بیان کرتا جیسا کہ لوگوں کو امید تھی اسنے بڑی شد و مد سے بیان کیا جس سے آدھی لو کی نظروں میں وہ ایک بڑا سنگین جرم معلوم ہوا۔ اور جب کا نتیجہ ہوا کہ آدھی لو کی دیانت داری نے کہ وہ مضابطہ کا بڑا پابند تھا اس حکم کے صادر کرنے پر اسے مجبور کیا کہ کیشیو عہدہ نقشہ سے تنزل کیا جائے۔

غرض کہ آدھی لو کو پہلی ہی مرتبہ اپنی فطرت میں یوں پورے طور سے کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ہر چند کہ اپنے محسوس و رقیب کی بنیاد وہ کمزور چکا اور عہدے سے اسے تنزل کر دیا۔ مگر اسکا دل نہ بھرا اور اس فکر میں ہوا کہ اس کم نجب رات کے واقعوے

کچھ اور بھی کام نکالے۔

کیٹھیو جکے نشہ کو اس کم سخت واقعہ نے بالکل اتار دیا تھا اب اپنے ظاہری دست
آئی گو کے سامنے بیٹھ کر رونے لگا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے کیا ایسی حالت ہو چکی کہ میں جامہ
انسانیت سے بالکل باہر ہو گیا۔ اب میں اپنا نامزدہ خطا ہونا جنرل پر ثابت کر کے کیونکر
اپنی جگہ پھر حاصل کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ یہ ضرور کہیگا کہ تم نے شراب خواری کی اور پھر
اپنی حالت پر افسوس کرنے لگا۔ آئی گو اس جرم کی خفت ظاہر کرنے کو بولا۔ تم
یا جو آدمی جان رکھتا ہے وہ خواہ مخواہ ہی شراب پیے گا۔ تم نے پی لی تو کیا جیب لکھا۔
اب اس حالت میں صورت صواب یہ ہے۔ کہ جنرل کی بی بی اس وقت گویا خود جنرل
ہے اور جو کچھ چاہتی ہے اپنے شوہر سے کر لیتی ہے۔ بستر ہوتا کہ تم جا کر دس ڈیوینا
سے عرض حال کرتے اور وہ اپنے شوہر سے تمہارے لیے سفارش کرتی۔ وہ
ایک بے تکلف و بامروت عورت ہے۔ اس قسم کے سلوک پر فوراً مادہ ہو جائیگی۔
اور جنرل کو تم سے پھر خوش کر دیگی۔ جس سے دونوں کی کدورتیں ہمیشہ کے لیے رفع
ہو جائیگی۔ آئی گو نے یہ ترکیب اچھی بتائی تھی بشرطیکہ اس میں کوئی اعتراض ناجائز نہ ہو
جیسا کہ آگے ظاہر ہوگا۔

کیٹھیو حسب ہدایت آئی گو کے کار بند ہوا۔ کہ دس ڈیوینا سے جا کر عرض حال کیا
جسکا اچھی باتوں پر مستعد ہو جانا نہایت آسانی سے ممکن تھا چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ
میں تمہارے لیے جنرل سے سفارش کرونگی۔ اور اپنے جیتے جی میں تمہیں غیر غائبہ المرام
نہ رہنے دوں گی۔ چنانچہ اسی وقت جا کر اسے ایسی دل سوزی و خوش اسلوبی سے اس بات
میں گفتگو کی کہ واقعی لوہر چند کہ کیٹھیو سے سخت پیراز ہو گیا تھا۔ اسکی بات کو رد نہ کر سکا
اور تھی لونے بہتری جیتیں پیش کیں اور کہا کہ اتنا بڑا گناہ یوں معاف کر دینا چاہیے مگر وہ
عورت نہ تھی۔ اور کہنے لگی کہ کل تک پر سون تک یا جب تک تم معاف نہ کرو گے

میں نہیں پہنے گی۔ اور پھر کیشیو کے علم و فروتنی کو بیان کرنے لگی اور کہنے لگی کہ اُسکی خطا ایسی سخت نہ تھی نہ اس کی ناراد نہیں ہے۔ اوتھی لو اُسکی باتیں سنکر اٹھا چاہتا تھا کہ اُسے پھر کہا۔ کیون صاحب کیا میں اُسی کیشیو کی سفارش کرتی ہوں جو تمہاری طرف سے پیغام شادی لیکر میرے پاس ابام دوشیزگی میں آتا تھا۔ اور جب میں تمہاری بُرائی کچھ بیان کرتی تو مجھ سے وہ لڑنے کو تیار ہو جاتا یہ ذہنی سی ایک بات ہے جسے میں آپ سے پوچھتی ہوں اور جب مجھے آپ کی طبیعت کا اِستِمان کرنا ہو گا تو ادھر بھی سوالات آپ سے کیے جائیں گے۔ اوتھی لو اس تقریر کا کچھ جواب نہ دے سکا اور دُوس ڈیمونا کی طرف متوجہ ہو کر صرف یہ بولا کہ اس وقت مجھے مُناف کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کیشیو کے ساتھ اپنا قدیم برتاؤ قائم رکھوں گا۔

اتفاق سے ایک دن اوتھی لو اور آئی گو ساتھ ایک کمرے میں ایسے وقت داخل ہوئے کہ دُوس ڈیمونا وہاں بیٹھی تھی اور کیشیو کہ اُسکے پاس کچھ اپنی سفارش کے لیے کہنے سننے آیا تھا سنانے کے دروازے سے نکل رہا تھا۔ آئی گو کہ فتنہ سے بھرا تھا یہ موقع دیکھ کر دبی آواز سے گویا اپنے آپ کو کہہ رہا ہے بولا۔ میں تو یہ پسند نہیں کرتا کہ اوتھی لو نے اُسے نہ سمجھا۔ اور اُسکے بعد ہی بیوی سے باتیں شروع ہو جانے سے ادھر بھی اُسکا خیال نہ رہا۔ لیکن من بعد یہ الفاظ اُسے یاد پڑے۔ کیونکہ دُوس ڈیمونا جب اٹھ گئی تو آئی گو نے اُسے (اگر یا محض اپنے خیال کی تصدیق کے لیے) اوتھی لو سے پوچھا۔ کیا آپ جب دُوس ڈیمونا سے شادی کرنے کی فکر میں تھے تو کیشیو کو آپ کے میلان خاطر کی کیفیت معلوم تھی۔ اوتھی لو نے کہا معلوم ہونا کیا مراتب نکاح کے طے کرنے کے لیے کتنی دفعہ وہ ہم دونوں کے درمیان ادھر سے ادھر پیغام لایا اور لے گیا ہو گا۔ یہ سنکر آئی گو نے بھوین سکڑ لیں گویا کہ اُسے کسی سخت واقعہ کا کچھ پتا نہ تھا۔ اور بولا۔ بیشک۔ اس پر اوتھی لو کو اُن الفاظ کا دھیان آیا جو کمرے میں

آئے وقت آنی گونے ٹوس ڈیونا اور کیشیو کو کچا دیکھا کٹھن سے نکالے تھے۔ اور سمجھا کہ
 ایمین ضرور کچھ بھید ہے کیونکہ آنی گو کو وہ بہت اچھا آدمی سمجھتا تھا۔ جتنی باتیں کہ وہ باریا
 میں شرارت خیال کیا جاتی ہیں سمین وہ سچے دل کی کارروائیاں تصور کیا جاتی تھیں۔ اور
 نواب نے اس سے بہتجا چاہا کہ اپنے خیالات کو وہ لفظوں میں ظاہر کرے۔ آنی گونے
 کما میرے خیالات و تو جات فاسد پر آپ نہ جائیے۔ وہ کون سی جگہ ہے جہاں بڑی چیزیں
 ہوتی اور پھر یہ کہنے لگا کہ اگر میرے خیالات خام سے آپ مبتلا آلام ہوں تو کیا بڑی بات
 ہے میرے خیالات کا ظاہر ہونا۔ آپ کے آرام و چین میں خلل ہوگا۔ اور علاوہ برین
 ذریعے سے شک سے کسی کو بدنام کر دینا اچھا نہیں۔ جب آنی گونے دیکھا کہ ان باتوں سے
 اس کا اندازہ انتہائی تنصیب جاتا ہے اس نے اس مقام پر تقریر اٹھائی گو یا ادھتی لو کی دھجی وارام
 کا آسے بہت خیال ہے۔ اور یہ عرض کی کہ آپ کو شک دل سے نکال ڈالنا چاہیے۔
 یہ بہت بڑی شے ہے۔ اور وہ جو پر شک کے خلاف تقریر کرنے سے اور بھی آدھتی لو سادہ
 ہو گئی باگمانی کو ترقی دی۔ آدھتی اور یہ سب باتیں سن گیا اور آخر میں بولا۔ ایمین شک
 نہیں کہ میری بی بی خود بصورت ضرور ہے۔ جلسہ و دعوت میں شریک بھی بہت ہوتی ہے
 نہ چنے گانے کا بھی شوق رکھتی ہے باتیں بھی اُکلی دلکش ہوتی ہیں لیکن جب وہ پاکہ اسن ہو
 تو اُسکے سارے حرکات پاک خیال کیے جاتے اور اُسکے بے عصمت سمجھنے کے لیے
 ضرور ہو کہ میں پہلے ثبوت دیکھ لوں۔ اس گفتگو سے آنی گو بہت خوش ہوا کہ اُسکی بی بی کی
 بے عصمتی اس پر ثابت کر دی گئی تھی۔ اور صاف صاف طور پر کہنے لگا کہ میں ثبوت
 تو کوئی نہیں رکھتا ہاں آپ الترا اُسکے انداز کو دیکھیے جب کیشیو اُسکے پاس موجود رہتا
 نہ تو ہر وقت بدگمان رہنا چاہیے نہ اتنا بے خبر۔ اور مجھ سے جو پوچھے تو یہاں کی عورتوں
 کی طبیعت سے کہ میری ہر قوم میں آپ سے کہیں زیادہ میں واقفیت رکھتا ہوں۔ ونیس میں
 عورتیں تیسری باتیں ایسی کھلے خزانے کرتی ہیں جسے اپنے شوہر دن کے سامنے ہرگز نہیں

کر سکتیں اور پھر آسنے نہایت خوش اسلوبی سے یہ بیان کیا کہ دیکھیے آپ ہی کے ساتھ نکاح کرنے میں دس ڈیونہا نے اپنے باپ کو کیا دھوکا دیا اور کیا عہد نکاح کر لیا جس سے اس بڑھے باپ کو سحر کر دینے کا آپ پر صاف گمان ہوا۔ اس پھلی تقریر سے جو خود اسپر گز رہ چکی تھی اوتھی لو کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور دلیمن سوچنے لگا کہ بیشک جب وہ اپنے باپ کی منویٰ تو میری کب کی ہونے والی۔

آئی گو نے اس تکلیف دہی پر اوتھی لو سے معافی چاہی لیکن اوتھی لو نے کہ اسکی طبیعت میں اسکی باتوں نے بڑا فرق ڈال دیا تھا اور اندرونی غم سے وہ بہت افسردہ خاطر ہو رہا تھا چاہا کہ آئی گو کچھ اور اپنے خیالات کو ظاہر کرے۔ آئی گو نے نظامہ داری یہ غدر کیا کہ کیشیو کو میں اپنا دوست کہتا ہوں۔ اسکی نسبت مجھے ایسی باتیں نہ کرنی چاہیے بعد اصرار کے آئی گو برسر مطلب آیا اور کہنے لگا۔ کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ جب آپ سے اسکی طبیعت لگی تو اپنی قوم و ہر ملک کی گوری چنی رنگت سے آپ کی سیاہ رنگت اسے پسند آئی اور پسند بھی آنا کیسا کہ جسے زور شور سے۔ ایسی حالت میں یہ بات خلاف قیاس نہیں ہے کہ اسکی تجویز بد ل جائے اور آپ کی سیاہ رنگت اپنے ملک کی صاف دینی رنگت سے اسے بری معلوم ہونے لگے۔ ان سب باتوں کے کھل جانے کی عمدہ تدبیر یہ جو کہ خند سے آپ اور اپنی ناخوشی کیشیو کے حال پر قائم رکھیے اور پھر پھر ان باتوں کو سننے جو کیشیو کی شفاعت میں دس ڈیونہا کے منہ سے نکلتے ہیں۔ کیونکہ اسپر غور کرنے سے آپ کو بہت کچھ اطمینان میں باتوں پر حاصل ہوگا۔ غرض کہ اس خبیث النفس آئی گو نے یہ ایسی تدبیر نکالی جس سے اس باعصمت عورت کی ساری خوبیاں اوتھی لو کی نظروں میں بری معلوم ہوں اور خود اسکی نیک کردار یا ان اسے آفت میں پھنسانے کو جال ہوں۔ اسکی شرارت دیکھیے وہاں تو کیشیو کو اس عورت کی شفاعت سے کام نکالنے کی ترغیب دی اور یہاں اس فکر میں ہوا کہ وہ شفاعت اس عورت کی تباہی کا سبب ہو۔

اخیر میں آدھی لوسے بالہ آئی گونے یہ کہا کہ آپ جب تک اچھی طرح دیکھ نہ لیں اس بیماری عورت کو بے عصمت نہ سمجھیں گا۔ آدھی لوسے وعدہ تو کیا کہ اچھا جب تک میں آنکھ سے کچھ دیکھ نہ لوں گا اسکی نسبت کسی قسم کا گمان نہ بنیں کرنے کا۔ لیکن اسی وقت سے آدھی لوسے کو طبیعت کو انتشار لاحق ہو گیا۔ اور ایام گذشتہ کی سی نیند بھر آئے نہ آئی۔ گوارنے نیند لانے والی چیزوں کا بہت استعمال کیا۔ شخص بدعقائد گوراکو بہت صرف کیا۔ اسکی ہمت بالکل پست ہو گئی۔ ہتھیار کی طرف سے بالکل بدوشہ خاطر ہو گیا۔ اسکا دل حبکونوج۔ علم۔ فوجی قواعد کی طرف بہت رغبت تھی۔ نیرمی و طبل جنگ سے بہت خوش ہوتا تھا گھوڑوں کی آواز سے پھول اٹھتا تھا۔ اب ایسا معلوم ہونے لگا کہ اسمین ذرا اسنگ و فو دہنی جو فوجی افسروں کے لیے جوہر ذاتی خیال کیا جاتا ہے باقی نہ رہی۔ اور اس کے جنگی خیالات نے اور تمام دنیا کی مسرتوں نے دفتہ اس سے کنارہ کر لیا۔ کبھی تو اس کے دل میں اپنی بی بی کی پاکہ اسنی کا خیال آتا اور کبھی اسکی بے عصمتی کا۔ کبھی تو آئی گو کی باتوں کو وہ کچھ خیال کرتا کبھی جھوٹی۔ کبھی جھجھکا کے اپنے دل میں کہتا کہ آئی گونے مجھ سے ایسی باتیں کیوں میری بی بی اگر کشیدہ کو پیار کرتی ہو تو اسمین کیا قباحت ہے۔ غرض کہ اہلین خیالات سے گھبرا کر اسے ایک مرتبہ پلک کر آئی گو کا گلا تمام لیا اور کہنے لگا کہ دس ڈمونا کی شان میں جو باتیں تم نے کیں مجھے انکا ثبوت دو ورنہ ابھی گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہوں۔ آئی گو یہ کیفیت دیکھ کر غصہ میں آ گیا تا معلوم ہوا کہ آئی گو کی باتیں ایسے سلوک کی سرا اور نہیں ہیں۔ اور کہنے لگا کہ آپ نے ایک جھاڑو اور رومال اپنی بی بی کے ہاتھ میں اکثر نہیں دیکھا ہو۔ آدھی لوسے کہا دیکھنا کیا معنی خود میری دیا ہوا ہے۔ پہلے میں نے وہی نشانی اپنی بی بی کو دی تھی۔ آئی گونے کہا وہ رومال آج میں نے کشیدہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا کہ وہ اس سے اپنا منہ پوچھ رہا تھا آدھی لوسے نے کہا اگر تمہارا یہ بیان صحیح ہے تو میں ان دونوں سے اسکا سخت بدلہ لیے بغیر نہیں رہنے کا۔ تمہاری راست بیانی سے مجھے امید ہو کہ تین ہی دن کے اندر کشیدہ ہلاک کیا جائیگا۔ اور اس چڑیل (یعنی اپنی بی بی)

۴
 اسکی ہمت بالکل پست ہو گئی۔ ہتھیار کی طرف سے بالکل بدوشہ خاطر ہو گیا۔ اسکا دل حبکونوج۔ علم۔ فوجی قواعد کی طرف بہت رغبت تھی۔ نیرمی و طبل جنگ سے بہت خوش ہوتا تھا گھوڑوں کی آواز سے پھول اٹھتا تھا۔ اب ایسا معلوم ہونے لگا کہ اسمین ذرا اسنگ و فو دہنی جو فوجی افسروں کے لیے جوہر ذاتی خیال کیا جاتا ہے باقی نہ رہی۔ اور اس کے جنگی خیالات نے اور تمام دنیا کی مسرتوں نے دفتہ اس سے کنارہ کر لیا۔ کبھی تو اس کے دل میں اپنی بی بی کی پاکہ اسنی کا خیال آتا اور کبھی اسکی بے عصمتی کا۔ کبھی تو آئی گو کی باتوں کو وہ کچھ خیال کرتا کبھی جھوٹی۔ کبھی جھجھکا کے اپنے دل میں کہتا کہ آئی گونے مجھ سے ایسی باتیں کیوں میری بی بی اگر کشیدہ کو پیار کرتی ہو تو اسمین کیا قباحت ہے۔ غرض کہ اہلین خیالات سے گھبرا کر اسے ایک مرتبہ پلک کر آئی گو کا گلا تمام لیا اور کہنے لگا کہ دس ڈمونا کی شان میں جو باتیں تم نے کیں مجھے انکا ثبوت دو ورنہ ابھی گلا گھونٹ کر مار ڈالتا ہوں۔ آئی گو یہ کیفیت دیکھ کر غصہ میں آ گیا تا معلوم ہوا کہ آئی گو کی باتیں ایسے سلوک کی سرا اور نہیں ہیں۔ اور کہنے لگا کہ آپ نے ایک جھاڑو اور رومال اپنی بی بی کے ہاتھ میں اکثر نہیں دیکھا ہو۔ آدھی لوسے کہا دیکھنا کیا معنی خود میری دیا ہوا ہے۔ پہلے میں نے وہی نشانی اپنی بی بی کو دی تھی۔ آئی گونے کہا وہ رومال آج میں نے کشیدہ کے ہاتھ میں دیکھا تھا کہ وہ اس سے اپنا منہ پوچھ رہا تھا آدھی لوسے نے کہا اگر تمہارا یہ بیان صحیح ہے تو میں ان دونوں سے اسکا سخت بدلہ لیے بغیر نہیں رہنے کا۔ تمہاری راست بیانی سے مجھے امید ہو کہ تین ہی دن کے اندر کشیدہ ہلاک کیا جائیگا۔ اور اس چڑیل (یعنی اپنی بی بی)

کے لیے کوئی آسان تدبیر ہلاکت کی نکال نہ سکا۔

ٹھوڑی سی بات بعض وقت ہو اکی طرح بدگمانی کے استعمال کے لیے بہت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آدھی لو کے دل میں یہ بات جم گئی کہ کیشو کے ہاتھ میں اُسکے رومال کا دیکھا جانا دونوں کی ہلاکت کے لیے کافی وجہ ہے۔ استفسار و تحقیقات مزید کی کچھ احتیاج نہیں۔ دس ڈیوینا نے یہ رومال کیشو کو دیا تھا۔ اور دیتی کیوں نہ کیا وہ اتنا نہیں سمجھتی تھی کہ یہ میرے شوہر کی نشانی ہے دوسرے آدمی کو دینا نہ چاہیے۔ دس ڈیوینا اور کیشو دونوں اس معاملے کو بالکل بے خبر تھے۔ اُس بد ذات آئی گونے جو فتنہ و فساد کے خیالات سے کبھی غافل نہ رہتا تھا۔ اپنی بی بی سے (گو وہ نیک طینت تھی مگر سادہ لوحی کے ساتھ) آکر یہ کہا کہ دس ڈیوینا کے گھر سے اُسکا رومال چپکے سے اُٹھا لاؤ کہ اُسی نمونے کا ہم دوسرے رومال پر کام بنوانا چاہتے ہیں۔ اور اصلی غرض یہ تھی کہ اُس رومال کو کیشو کے راستے میں چھوڑ دے جسے راہ میں پڑا کر کیشو خواہ مخواہ اُٹھا لے گا اور آئی گونے کے خیال کے مطابق دس ڈیوینا کی نشانی اُسکے پاس پایا جانا صادق آجائیگا۔

آدھی لونے اپنی بی بی کے پاس جا کر درو سر کا بہانہ کیا اور سر باندھنے کو واسطے سکا رومال طلب کیا۔ بی بی نے سنتے ہی وہ رومال لاسانے رکھ دیا۔ آدھی لونے کہا۔ یہ نہیں۔ وہ رومال لاؤ جو میں نے تعین دیا تھا۔ دس ڈیوینا کے پاس وہ رومال کہاں تھا جو وہ لاتی وہ تو چوری جا چکا تھا۔ آدھی لونے یہ سن کر کہاتے یہ بڑی غلطی کی۔ وہ رومال ایک مصر کی عورت نے میری ماں کو دیا تھا وہ عورت ساحرہ تھی اور انسان کے دل کی بات خوب سمجھتی تھی۔ دیتے وقت اُس ساحرہ نے میری ماں سے یہ کہا کہ تم اپنے اپنے پاس رکھو جب تک یہ تمہارے پاس رہے گا تمہارے شوہر کو تمہارے ساتھ کمال میں رہے گا لیکن دیکھنا احتیاط سے رکھنا کم ہونے پائے۔ اگر کم ہوا تو یاد رکھو کہ تمہارا تمہاری طرف اُسکا التفات ہے اتنی ہی نفرت اُسکے کم ہو جانے پر اُسکے دلمین میچہ جا بگی۔

مرتے وقت وہ رومال من نے مجھے دیا اور کہا کہ تم جب اپنا بیاہ کرنا تو اپنی بی بی کو دے دینا
 چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ تلو اسے بڑی خبر داری سے رکھنا تھا۔ ڈس ڈیونا گھبرا کر بولی
 بھلا یہ بات قیاس میں آتی ہے۔ اوتھی لونے کہا قیاس میں نہ آئے گی کیا وجہ۔ یہ طلسمی رومال ہے
 ایک باخدا عورت نے جسکی عمرو دوسو برس کی تھی حالت جذب میں یہ رومال بنایا تھا۔ مشرک
 کیڑوں کے ریشم سے یہ کارٹھا گیا۔ دوشیزہ عورتوں کے دل کی مومیاہی سے مصدوم کیا گیا۔
 ڈس ڈیونا رومال کی یہ کیفیت سن بہت گھبرائی۔ اور تریب تھا کہ اسکی جان خوف سے نکل چکا
 کیونکہ وہ صرچی جانتی تھی کہ رومال کھو گیا اور رومال کے ساتھ اب شہر کی محبت بھی جا بیا جاتی
 ہے۔ اوتھی لونے کچھ ایسی نظر بدلی جس سے ظاہر ہوا کہ کوئی فعل خلاف شان کیا چاہتا ہے
 اور رومال کی خواہش بھی ظاہر کی جسکا حاضر کر دینا ڈس ڈیونا نے محال سمجھ کر یہ چاہا کہ اسے
 شوہر کے خیالات کو بدل دے۔ اور بنس کر بولی میں دیکھتی ہوں کہ رومال کا ذکر صرف اسلئے
 تم نے اٹھایا ہے تا میں کہہ سکوں گی بابت کچھ شکارش نہ کروں۔ اور پھر کچھ کلمات کہہ سکوں گی تعریف
 میں کہنے شروع کیے۔ جسے سکر تکدہ خاطر و مان سے اوتھی لو اٹھ گیا۔ اور اس کے اٹھ جانے کو
 ڈس ڈیونا نے یہ خیال کیا کہ شاید کسی قسم کی بدگمانی اسکی طبیعت میں بیٹھ گئی ہے۔
 لیکن اس کے ذہن میں اصلی سبب اسکا بخوبی آتا نہ تھا۔ کبھی اوتھی لو کی شان میں الزام
 بدگمانی قائم کرتے رکھتی تھی اور خیال کرتی تھی کہ کچھ بعید بنیں کہ وہ میں سے کوئی ایسی خبر آتی ہو
 یا کوئی ایسی فکر اس کے اس پر مستولی ہوئی ہو جس سے اسکی طبیعت میں کچھ فرق آگیا۔
 اور وہ اگلی لطافت باقی نہ رہی۔ اور پھر اپنے دل سے بولی۔ مرد خدا تو ہوتے نہیں۔ یہ
 کیا ضرور ہے کہ نکاح ہو چکنے پر بھی انکی وہی نگاہیں رہیں جو قبل از نکاح عقد کے دن دیکھی
 جاتی ہیں اور پھر مقابلہ شوہر میں اپنے کو بدگمان پاکر اپنے خیال پر بہت جھنجھلائی۔
 اسکے بعد اوتھی لو اور ڈس ڈیونا میں پھر ملاقات ہوئی اور اس ملاقات میں صاف صفا
 اوتھی لونے اسکی بیوفائی اور ایک دوسرے مرد پر اسکا عاشق ہونا ظاہر کیا۔ لیکن یہ نہ بتایا

کہ کس پر۔ اور پھر وہ خود ہی رونے لگا۔ ڈس ڈمیو نا اُسے روتے دیکھ بولی اتنی کیا محسوس
 دن ہے تم روتے کیون ہو۔ اوتھی لونے کہا میں ہر قسم کی مصیبت۔ افلاس۔ مرض۔
 رسوائی برداشت کر سکتا ہوں۔ مگر تیری بیوفائی جس سے میرے دل میں سوراخ ہو گیا برداشت
 نہیں کر سکتا۔ تیری کیفیت بالکل ویڈیسی ہو کہ ظاہر تو بہت خوش نما ہوتا ہے۔ مگر سچی بو
 خور اور دوسرے پر اگر دیتی ہو کیا خوب ہوتا جو تو پیدا ہوتی۔ اوتھی کو کے پٹے جانے پر اس کی باتوں
 اور ہنگامیوں پر ڈس ڈمیو نا ایسی متحیرہ اور خود رفتہ تھی اور کچھ ایسی بیہوشی اس پر طاری تھی کہ سونے
 کو اُس کا جی چاہا۔ اور اپنے نوکروں کو اُس نے بچھونا درست کرنے اور عروسی چادر
 لگانے کا حکم دیا۔ اور کسے لگی کہ جب کوئی بچھون کو سکھاتا ہے تو سہولت و آسان طریقوں سے
 کام لیتا ہے۔ اوتھی کو کو بھی میرے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرنا تھا جب اس کی تہیہ کے وقت میں
 باعتبار اپنی نیکی و وفا شکاری کے مثل بچھون کے تھی سو نہ ملکہ اوتھی لو کی اتنی سب باتوں
 پر اس کی عورت زبان پر کلمات شکایت بھی لائی تو بس اُسی قدر۔

ڈس ڈمیو نا چار پالی پر جا اپنے شوہر کے آنے کے انتظار میں تھی کہ سبب کسل
 طبیعت کے اُس کی آنکھ لگ گئی جس کے تھوڑے عرصے بعد اوتھی کو اس کی ہلاکت کا خیال
 بدول میں لیے اس کے مین داخل ہوا اُسے سوتے دیکھ اول تو اُس کے دل میں آیا کہ کیا
 اس کا خون بہاؤں۔ اس کے جسم کو جو سنگ مرمر سے بھی زیادہ سفید ہو کیا داغ لگاؤں لیکن
 اخیر میں اُسے سوچا کہ اگر میں نے اُسے چھوڑ دیا تو میری طرح کتنوں کو یہ دنیا میں رہ کر
 خراب کر لیگی۔ اُس کے بعد اُس نے زمانہ گزشتہ کی یاد میں اپنے خیال کے مطابق اُسے
 بوسہ دیا۔ اس وقت وہ بوسہ ایسا بھلا معلوم ہوا کہ پھر ایک مرتبہ اُس کا دل چاہا۔ اور اس کی
 آنکھوں سے قطرات اشک بے اختیار نکل پڑے جس کو اُس نے ہر جم قطروں کا خطاب دیا۔
 بوسوں سے ڈس ڈمیو نا کی آنکھ کھل گئی۔ اور اُس نے دیکھا کہ اوتھی کو کھڑا لب زیریں
 چاہتا اور آنکھیں پھیرتا ہے جس کو دیکھ کر اُسے سوچا کہ اوتھی کو کی نگاہ از کتاب قتل کو قوت

ہوتی ہے۔ آدھی لوٹے اس سے کہا کہ مرنے کو مستعد ہو جا اور جو کچھ دعا مانگنی ہو تو مانگ لے کیونکہ تیری روح میں ہنسن ہلاک کرنے کا۔ دس ڈیونہ کی کیفیت دیکھ اسکے جسم کی خواہش ہوئی اور پوچھا کہ میری خط کیا ہے۔ اسپر آدھی لوٹے کیشیو کا نام لیا اور اسے وال کا ذکر کیا جو دس ڈیونہ نے (اسکے خیال کے مطابق) اسے دیڑالا تھا۔ یہ سنکر اپنی صفائی کی بات وہ بے خط عورت کچھ کہا جاتی تھی کہ اسنے دفنہ لگائے تھے مین اسے لپیٹ دیا اور اوپر سے ایسے روز سے دیا کہ اسکا دم گھٹ کر نکل گیا۔ اور اسکی آہ وزاری پر خیال نہ کیا۔

اسی حالت میں کیشیو مجروح خون آلودہ کمرے میں داخل ہوا جسکی ہلاکت کے لیے آئی گونے کوئی اپنا آدمی متعین کیا تھا لیکن وہ آدمی کیشیو کے ہلاک کرنے پر کامیاب نہوا (زخمی تو کیا مگر زخم کاری نہ لگا) اور آئی گونے افشا سے راز کے خوف سے خود اس آدمی کو قتل کر ڈالا۔ جسکی پاکت میں چند خطوط ایسے پائے گئے جو آئی گونے کی شرارت اور کیشیو کی عصمت صاف صاف کھل گئی۔ اور آسنے اب آدھی لوٹے سے خواستگار معافی ہو یہ معلوم کرنا چاہا کہ کس خط پر آسنے اسکے قتل کے لیے آئی گونے کو تعینات کیا تھا۔

اس بات کے ظاہر ہونے پر آدھی لوٹے کو بجلی سی مار گئی اور صریحی معلوم ہوا کہ اسکا خون کرنا سر اسر خطا اور اسکی بی بی (بیجاری مصوم صفت عورت) ہمیشہ اسکی وفادار رہی۔

اور اس صدمہ جانگاہ سے اپنے تن کو بازیست کی ہواشت کے ناقابل ہونیکہ آسنے نوک خنجر کلیجے میں چھبالی اور اپنی مظلوم و پیاری بی بی کی منش پر اپنے کو گرا کر خود بھی دہن جسم بے ہوش۔

اس سخت واقعہ سے تمام لوگوں کو کماں ہول ہوا اضطراب ہوا۔ کیونکہ آدھی لوٹے بڑا نیکی نام آدمی تھا۔ اور قبل اُسکے کہ اسے یون مکر و فریب سے جسکا اعتبار اسکی فطرتی نگوئی نے جلدی نہ کیا دھوکا دیا جاتا وہ عاشق و دل دادہ شوہر تھا اسکا عشق گونہات و دانش تھا مگر نہایت اچھی حالت میں تھا۔ اور اسکی مردانہ آنکھوں سے غلطی کے کھل جانے پر جو

ذری ذری باتوں پر شکبارہ موتی تھیں۔ ایسے جلد تھکات اٹک بھٹکے جیسے کھجور کے درختوں سے تھری اور مرنے پر تمام اسکی شجاعت و زمانہ ماسبق کی خوبیاں یادگار ہیں۔ اب اسکے قائم مقام کو بجز اسکے اور کچھ کرنا نہ پڑا۔ کہ قانون مجریہ کے مطابق الزام محنت آسنے آئی گو یہ قائم کیا جو انواع انواع اذیتوں سے قتل کیا گیا۔ اور دربار ونیس کو اسکے نامدار پہ سالار کے غم انگیز موت سے اطلاع دی۔

حکایت الطبع

خدا کا شکر ہے کہ مجھ کو افسانہ دہلی کے جس قصہ میں کا تیرا قصہ جو مجھ کے ساتھ پہلے اس سے مطبع اودھ اخبار کونڈہ ملوگا عالجنا بے مشغول کشور صاحب سی تائی ای میں ریوٹس سے آراستہ ہو چکا ہے شائع مطبع مودعت الصدقہ واقعہ کا پورے میں اپنی مشیت عام جنوری سال ۱۳۸۸ میں اہتمام مناسبت کیا گیا تھا کہ کچھ امدیال سلطنت انسان سے جو تھکی نام و قیمت ما اقام علیہ ہر مطبع طبع نام اس و عام ہوا۔

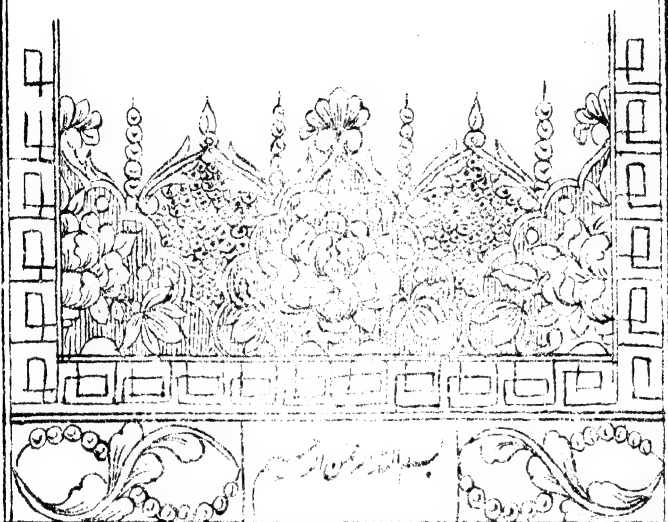
کے خاتم کو مکافضل خلائے و زماسی
چون لکھنؤ ول و قسین

یہ انگریزی کتابیں فارم سکسپی کی مجموعہ افسانہ دلیڈر کے میں تصویق میں کا چوتھا
وہی پفسانہ جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے موسوم بہ



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے لکھی اور اصل مصنفی بہ کمال
ضلع گورکھپور نے بایا و طبع اور دھڑا بھادرات، علیس انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

ناشر مہاشی نو کسٹور و افکار پورہ و شری رام
بہ مطبعہ مہاشی نو کسٹور و افکار پورہ



امیر آفتاب شاہ نے اپنے شاہزادوں کی تعلیم میں بوجہ غایت سخاوت
 اختیار کی۔ انکی لڑائیوں و دولت میں ہرگز کوئی اگر وہ ہر قسم کے آدمیوں کو ایسی کشادہ بینی
 سے نہ لکھتا۔ صرف غریب ہی اسکے دسترخوان سے پہرہ یاب ہوتے بلکہ بڑے بڑے
 امرا بھی اسکے معاصب و دشمن بننے میں اپنی تمکرات نہ سمجھتے۔ اسکی خوشی میں فضول خرچی
 جو یوں تالیفِ قلوب کے لیے اسکی دولت کے شال ہوتی۔ تو ہر قسم و ہر طبیعت کے لوگ
 اسکی اطاعت کو آموجہ ہوئے۔ کچھ خوش آمد کرنے والے ہی جگہ چہرہ رون میں
 ولی نعمت کی خوش طبعی آئینہ کی طرح منعکس ہوتی جمع ہوتے۔ بلکہ سی نک فرست کے
 حکم تاک جو انسان کو بڑا سمجھتے ہیں اور دنیا کی تمام چیزوں کو مختار سے دیکھتے ہیں
 نواب کے امیرانہ انداز و سخاوت کو لب نہ کرتے اور بخلاف اپنی عادتوں کے اسکے
 جلسوں میں شریک ہوتے۔ اور اسکے ذراست دیکھنے اور جواب سلام میں ہاتھ اٹھانے
 کو بڑی دولت سمجھتے۔

Nimmo
 Akhand

اگر کوئی شاعر کوئی بچہ تصنیف کرتا اور قید میں کسی بڑے آدمی کے نام لکھنے کی اسے ضرورت ہوتی۔ تو صرف مائیں کا نام لکھ دیتا اسے کنالٹ کرتا۔ اور پھر اس کے فروخت کی فکر اسے نہ کرنی پڑتی۔ وہ خواہ مخواہ بک جاتی۔ اور علاوہ قیمت کے انعام و خلعت بھی ملتا۔ دربار و دسترخوان تک رسائی جب ہوتی وہ مزید برآں۔ کوئی مضمون بچے کو کوئی تصویر بناتا۔ تو صرف اتنی تکلیف اسے اٹھانی پڑتی کہ مائیں کے سلسلے وہ پیش کرتا اور کتا کہ مین نے آپ ہی کے لیے بنائی ہے اور اتنا ہی کہنا اس فیاض دل کو غریب آدمی کی طرف مال کر لینے کے لیے کافی ہوتا جب کسی جوہری کو کوئی قیمتی پتھر ہاتھ لگتا یا کسی نواز کے پاس کوئی بیش قیمت کپڑا ہوتا جو اپنی بیش قیمتی کی وجہ سے زیادہ دولت مند سے بجا آؤ نواب کا گھر ایک کھلی دکان تھی جہاں وہ اپنا کپڑا یا وہ پتھر خوشی سے جا کر بہ قیمت پر چاہا بیچ لاتا۔ اور نواب اس کا شکریہ ادا کرتا اور ایسا ظاہر کرنا گویا اس بیش قیمت چیز کو دکھانا بہت بڑا احسان ہی غرض کہ اسی طرح نالٹائم وہ بے موقع شوکت کے بڑھ جانے کے لیے وہ ہمیشہ فضول خرید و فروز جاری رکھتا۔ اور ہر وقت اس کے گرد فضول ملاقات کرنے والے۔ دروغ گو شاعر۔ مضمون ہر قسم کے اہل حرفہ۔ خان۔ خانم۔ محتاج اور امیر و اران پرورش جمع رہتے۔ اور تعلق و چال پوسی کی باتیں کیا کرتے۔ کبھی آپس خدا کی طرح قربان ہوتے۔ کبھی اس کے گھوڑے کی رکاب کو متبرک جانتے۔ غرض کہ انکی حرکات سے ایسا ظاہر ہوتا کہ وہ بوا بھی پیتے ہیں تو نواب ہی کی اجارت و توجہ سے۔

روز کے حاضر باشون میں چند ایسے بد قسمت بھی تھے۔ جو سبب اس کے کہ انکی آمدنی انکی فضول خرچیوں کو کنالٹ نہ کرتی تھی (غرض ان میں کی اجہرست ڈگری میں گرفتار ہونے پر نواب کی نوازش سے چھوٹے تھے۔ اور تاویخ نہ رہا اسے نواب ہی کے پاس رسد تھے جو اپنی ہم فراہی سے تمام ایسے لوگوں میں بہت مسترخیاں کیا جاتا تھا۔ جھون نے باعتبار دو اسکی بیروی کرنی سبب اپنی تنگ دستی کے غور ممکن سمجھ کر صرف فضول خرچی و مال غیر کے اڑاؤ میں

اُنکی تقلید آسان سمجھی جُناجیہ بخوان گوشت کی گھسیوں کو ایک شخص وین ٹی ولس نام تھا جسکو پہلے اپنی
 ضمانت پر نواب وزیر سے جھوٹا یا پھر پانچ ٹی گنت اپنی تحویل سے اُسکے ترغیض کو دلوادے۔
 ابن حاضر باثوئین و زیادہ فرسے میں وہ رہتے جو نواب کے پاس وقفہ و بڑھتی تھے۔ اگر اُنکے گتوں یا
 گھوڑوں یا ایسے ہی اور کسی کم قیمت چیز کی طرف نواب کی رغبت ہوتی تو اُنکی بن پڑتی۔ اور جس چیز کی طرف
 توجہ کی جاتی تو دوسرے دن اُنکو نواب کے پاس وہ بھیجتے۔ اور اُسکے ساتھ بڑھتی تھیں۔ اور اپنی چیز کی
 ناقابلیت کی معذرت لکھا دیتے۔ اُنکا ایک گھوڑا یا گتوں یا جو سلوک میں دوسرے کو پاؤں سے بھٹکا
 ہو یا کچھ نہ سکتا تھا جس گھوڑوں یا گتوں کو کم دلوائے بغیر نہ رہتا جسکی مالیت اُس کو کہیں زیادہ
 ہوتی۔ جیسا کہ وہ دغا باز فریوے پہلے کو جانتا کہ اُسٹیلے میں سود و بہت جلد و بہت زیادہ حاصل ہوگا
 اسی طرح لارڈ لکس لیس نے مال میں چار گھوڑے سپید رنگ کے نفرتی زیورات
 سے مرقع نواب کے پاس بھیجے تھے۔ جسکی تعریف اُسے نواب کی زبانی کسی موقع پر سن پائی
 تھی۔ اور ایک دوسرے لارڈ لکس نام نے اُسی طور سے شکاری گتوں کی ایک
 جوڑی جسکی نسل تیزی کی تعریف نواب کے منہ سے ایک بار اُسے سنی تھی۔ ارسال حضور کی نواب
 نے اُنکے گتے بلا لیا اُنکی اغراض ناجائز کے بڑی خوشی سے قبول کیے۔ اور وقفہ بھیجے والوں
 کے پاس ایسا ہیہ آیا کوئی اور بیش بہا پتھر ارسال کیا جو اُنکی پیشکش کی سب سے گونہ قیمت کو برابر تھا
 بعض وقت یہ لوگ ایک بہت آسان طریقہ اختیار کرتے اور کھلی کھلی چال جاتے جسکے
 دیکھنے کو سادہ لوح ٹائمن کے پاس آنکھیں نہو تھیں۔ یعنی ٹائمن کے پاس کوئی چیز نہ کہ کسکی
 تعریفین کرتے یا کسی حال کی خرید و فروخت کی عملگی پر اپنی مستحقین ظاہر کرتے۔ جنہیں سنسکر
 وہ بار خاں و ساف باطن نواب خور اوہ چیز جسکی وہ تعلقین کرتے اُسکے حوالہ کر دیتا۔
 اور اس چیز کے حاصل کرنے میں بجز صرف و ارزان چالوسیوں کے اور کوئی شے انھیں
 خرچ نہ کرنی پڑتی اس طریقے سے ٹھہرے سے ٹھہرے پر ایک روز سے زیادہ ٹائمن کو
 چڑھنا نصیب نہو تا کہ اُسکے بد ذات مصاحبوں میں سے کوئی اُسکے حسن و سبک خرامی کی

Faintly visible text on the right margin.

Faintly visible text on the right margin.

تعریف سے آسے خوش کرتا اور وہ یہ سمجھا کہ تعریف اسی شے کی گنجائی ہے جو مرغوب ہوتی ہے
 آسے وہ گھوڑا اسے ڈالتا کیونکہ وہ اپنے دوستوں کی محبت کو اپنی محبت پر قیاس کرتا
 تھا اور دینے کا ایسا شائق تھا کہ اگر ان فرضی دوستوں کو وہ ساری ریاست لٹا دیتا
 جب بھی اسکا دل نہ بھرتا۔

کچھ اچھین بد ذات خوشامدیوں کے المدا رہنا نے مین ٹائمن کی ساری دولت
 خیر بنین ہوئی بلکہ اچھے اچھے کاموں میں بھی آسے صرف کی جب آسے ملازمین میں سے
 کوئی کسی المدا لڑکی کے ساتھ عشق رکھتا اور سبب اپنے بے انصافیت و کم مایہ ہونے کے
 اس کے وصل سے مایوس ہوتا۔ تو ٹائمن آسے تین فی لکھ بہ کشادہ پیشانی عطا کرتا وہ
 اس چیز کے لینے کی حیثیت اپنے مین پیدا کرے جو اس لڑکی کے باپ نے دینے کا وعدہ
 کیا۔ لیکن دغا بازوں اور مفت خوروں کے پیچھے اسکی دولت زیادہ بہرہ دہائی جیونیا دوستوں
 کو جنکے عیوب اس پر کھلتے نہ تھے اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ آسے گھیرے رہتے وہ جانتا کہ
 یہ میرے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہنسی مذاق و ہنس بھری
 کی باتیں کرتے وہ سمجھتا کہ یہ مجھے نیک و دانشمند خیال کرتے ہیں۔ جب وہ اس کے ساتھ
 بیٹھ کر کھانا کھاتے اور شراب کے بڑے بڑے گھونٹ مین اسکی دولت بہرہ دہائی کرتے تو
 آسے دوستوں اور خوشامدیوں مین امتیاز نہ منوتا۔ اور اسکی شہم قریب و ناخوردہ مین
 رجوا اس لطف کے دیکھنے سے مشکبہ ہو رہی تھی یہ بات بہت ہی جھلی معلوم ہوتی کہ آسے
 گرد اتنے بہت سے لوگ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے مال کو اپنا سمجھے ہوئے
 (گوصرف اسی کے روپیہ سے سارا خرچ تمام بیٹھے ہیں اور اس طرح حالت ذوق و
 شوق مین مست ہیں گویا عید ملنے یا برادری کے جلسے مین آسے ہیں۔

جب آسے اس طرح فیاضی و کرم پر کمر باندھی گویا مال و دولت کا دیوتا آسے خزانہ
 کا داروغہ ہے اور اس طرح بے پروائی و کشادہ پیشانی سے خرچ کرنا مشہور و معروف کیا

چونکہ قصہ
 افسانہ دلپذیر

کہ کبھی خبر بھی نہ ہوتا اور نہ کبھی دھوم دھام کے کم کرنے کی فکر کرتا تو اسکی دولت کچھ لانا تھا تو
تو جتنی ہی ہینیں بھلا کب تک اس فضول خرچی و اسراف کا مقابلہ کرتی۔ لیکن اس سے
کتنا تو کون کتنا۔ کیا یہ خوشامدیے۔ یہ تو اور بھی چاہتے تھے کہ اسکی آنکھیں بند رہیں۔
بان اس کے پاس ایک خیر خواہ خانساں فلی ولس نام تھا جسے اسکی حالت سے اسے
بار بار مطلع کیا۔ حساب آمد و خرچ بھی پیش کیا۔ سنیت بھی کہیں۔ خوشامدین کہیں۔ اس طور پر
کہ وہ سرے سے موقع پر اگر وہ اتنا کرتا تو بلکہ اس کے عمدہ ملازمت کے یہ بے ادبی پر تھوڑ
کیا جاتا مگر وہ یا گڑا گڑا بھی کچھ کیا مگر بائیں نے اسکی ایک نہ سنی۔ ٹائمن کا دستور تھا کہ
جب وہ اس سے آکر اس باتیں کرتا تو ان باتوں کو وہ مان کر دیکھ کر دیکھ کر شروع کرتا
تو کہ وہ خیر خواہیٹ سننے میں پیہ گوش۔ اپنی حالت پر غور کرنے سے کارہ۔ اپنی سچی
حالت سے غافل و انقلاب زمانے کا غیر معتقد۔ ایسا کوئی نہیں ہوتا۔ جیسا وہ مالدار
سیکھ دولت میں تباہی کی صورت نظر آنے لگی۔ اکثر یہ خیر خواہ خانساں اپنے مالک
کے کمرہ کا دم مفت خور دن کی کثرت سے گھٹا اور فرش کو سے خوار وں کے شراب
آڑنے پر روتے اور سارے مکان کو روشنی دگانے بجانے سے گرم پا کر بہت افسوس
کرتا اور کبھی اپنے آٹا کے اس دیوانہ پن پر گوشہ میں چھپ کر گریہ و زاری بھی کرتا تھا
اس کے اتنے فضول خرچ پیسوں کی شراب سے بھی زیادہ جلد جلد ڈھلے۔ اور یہ خیال کرتا
کہ جب ان مفت خور وں کی تعریف کرنے کا سبب جاتا رہ گیا تو دیکھنا کیسا جلد ان کی چاہوٹیا
ان کے دم کے ساتھ اور کھانے کی تعریف کھانے کے ساتھ جاتی رہتی ہے۔ ذرا سوچ کر
کی ہوا سرد کا انتفا ہے۔ تو پھر ایک ہی جھونکے میں ان کھینوں کا نشان تک ہینیں رہنے کا
بار سے وہ وقت آگیا کہ اپنے وفادار خانساں کی عزمداشت پر اسے توجہ کرنی پڑی
روپیہ چمک گیا۔ اور غلے ولس کو اسے حکم دیا کہ تھوڑی سی زمین فروخت کر ڈالو۔ غلے ولس
نے عرض کی کہ میں نے بہتری دفعہ آپ کی خدمت میں اطلاع دی کہ اکثر ہتھ زمین کا

سنو سنو

سب دہن ہو چکا اور جواب موجود ہے وہ نصف زر قرضے کے ادا کو کافی نہیں۔ یہ سن کر تو
 ٹامٹن کی آنکھیں کھل گئیں اور گھبرا کر بولا۔ این میری زمین تو اتھنس سے لیسڈمین تک ہے
 غلطے دیس نے کہا یہ کیا اگر ساری دنیا آپ کی ہوتی جب بھی کوئی انتہا ہوتی اور دینے پر
 آتے تو ایک دم میں ڈیڈا لیتے۔

ٹامٹن اپنے ولیمین سوچنے لگا کہ مین نے بُری جگہ اپنی دولت صرف نہیں کی بجا بلکہ
 پر بادین کی۔ زبوروں کے پیٹ بھرنے میں خرچ نہیں کی۔ بلکہ دوستوں کے پیچھے
 صرف کی۔ اور اپنے مہربان خاندان کی طرف (جو کھڑا رو رہا تھا) متوجہ ہو کر بولا
 تم اتنا گھبرائے کیوں جاتے ہو۔ خاطر جمع رکھو میں کبھی محتاج نہیں ہونے کا۔ دیکھو
 کیسے کیسے امر او شرفا میرے بار غار میں۔ پھر اس قریب وفا خور وہ نے اپنے
 دل میں سوچا کہ اس وقت مجھے صرف اتنا کفایت کر لگا کہ مین قرض سے کام نکالوں۔
 اور ہر شخص کی مال و دولت سے (جسے میرے جوڑو کہہ کر اٹھا یا ہے) اس حالت
 بیچا سکیں کچھ فائدہ اٹھاؤں۔ اور ذرا تکلف کو راہ نہ دوں۔ چنانچہ بلا تامل بائید
 قومی لارڈ لوسی لیس لارڈ لیکوس اور لارڈ سمیر دنیس کے پاس خلیو بے حد باب
 تحفہ دہدیہ زمانہ گذشتہ میں اُسے دیے تھے۔ اور دین ٹی ڈیس کے پاس سب کا قرضہ
 اپنے پاس سے ادا کر اُسے زمانہ سابق میں چھوڑ دیا تھا اور جو اپنے باپ کے خرچہ
 اب ایک بہت بُری دولت کا مالک ہو گیا تھا اور ٹامٹن کے سلوک کے عوض دینے
 کی قابلیت اُسے بخوبی حاصل ہو گئی تھی۔ الگ الگ قاصد روانہ کیے۔ دین ٹی ڈیس
 سے تو اُس پانچ ٹی لٹ کی درخواست کی جو اسکی طرف سے اُسے ادا کیے۔ تھے
 اور بقیہ تین اعزاز سے پچاس پچاس ٹی لٹ بطور قرض طلب کیے۔ ٹامٹن یہ سمجھتا
 تھا کہ پچاس ٹی لٹ کیا اگر پچاس ہزار ٹی لٹ کی ہیں تو خواہت کہ وہ تو اُس کے
 شکریہ نعمت سے امید تو می ہے کہ ان کے لئے یہ سب کچھ کافی ہو گا۔

پہلے کیوٹس کے پاس آدمی گیا۔ اس بذوات نے رات کو خواب دیکھا تھا کہ چاندی کا
 کا ایک پیالہ میرے ہاتھ لگا ہے۔ جب ٹائمن کے آدمی کی اطلاع ہوئی تو اس
 بد طبیعت نے سمجھا کہ بیشک میرا خواب سچا ہوا۔ ٹائمن کا آدمی آیا ضرور تقربی جام لایا
 لیکن جب اسکی زبانی سنا کہ ٹائمن نے روپیہ طلب کیا ہے تو اسکے ناپائدار و ناتوان
 دوستی کی حقیقت کھل گئی اور نہایت راست بازی کے ساتھ اسے اس آدمی سے
 یہ بیان کرنا شروع کیا کہ تمہارے آقا کی دولت کی بربادی کے آثار مجھے پہلے
 ہی سے دکھائی دیتے تھے۔ بہتری مرتبہ میں دوپہر کو اسکے کھانے میں صرف اسے
 متنبہ کرنے گیا۔ اور پھر بارہا میں رات کے کھانے میں فقط اسیلے شریک ہوا کہ
 کم خرچی کی اسے ترغیب دوں۔ مگر میری باتوں پر اسے ذرا دھیان نہ دیا۔ اتنا
 تو یہ کہ وہ ٹائمن کا وفادار دوست (بقول اپنے) تھا۔ اور اسکے بدون اسے
 خوب مزے اڑائے۔ لیکن یہ امر کہ وہ بغرض نصیحت اسکے پاس آتا تھا اور اسکی
 بھلائی کے لیے اصرار کرتا تھا سراسر کذب و خلافِ غرضکہ یہ سب کہہ کر اسے نوکر
 سے کیا مزے میں کہتے ہیں کہ بھی۔ ٹائمن سے کہہ دینا کہ کیوٹس سے ملاقات نہوئی
 اور پھر اسکے صلہ میں ہم تھیں خوش بھی کرینگے۔

آدمی جو لارڈ یوسی لیس پاس بھیجا گیا تھا۔ وہ بھی ناکامیاب لوٹا۔ اس فضول گو
 لارڈ نے جو ٹائمن کے کھانے سے پلا تھا اور قریب قریب ٹائمن ہی کے بیش بہا
 تحفوں نے اسے مالدار بنایا تھا جب دیکھا کہ ہوا بدل گئی اور ایسے جو دو کر م کا چشمہ
 وضع بند ہو گیا۔ تو پہلے اسے یقین نہ آیا لیکن آخر میں اسکے متیقن ہونے پر اسے
 بڑے افسوس کے ساتھ یہ ظاہر کیا کہ مجھ میں اسوقت اتنی استطاعت نہیں کہ لارڈ ٹائمن
 کی کچھ خدمت کر سکوں کیونکہ اپنی بد بختی سے (جو سراسر غلط و خلاف واقع بات تھی) میں نے
 کلیہ ایک سٹاٹہ خرید و فروخت کا ایسا کر گیا جس سے فی الحال میرے پاس کوئی ذریعہ

ٹامسن کی دستگیری کا باقی نہ رہا۔ مجھ سانالائق کیا کوئی ہو گا کہ میں اپنے پیارے دوست کے وقت پر کام نہ کر سکا۔ اور اپنے یاتون سے ایسا ظاہر کیا گویا اُسکو اس امر کا سخت صدمہ ہے کہ ایسے ایک ذی رتبہ نواب کی خدمت سے وہ قاصر رہا۔

کیا صرف ایک جا کھانے پینے سے کوئی کسی کا دوست ہو جاتا ہو۔ ہرگز نہیں۔ خوشامدیوں کی بالکل یہی کیفیت ہوتی ہے۔ دیکھو سب جانتے تھے کہ ٹامسن نے باپ کی طرح لارڈ لوسی بس کی سرپرستی کی۔ جب لارڈ لوسی بس کی خود بینی نے اسے ایک عمدہ مکان بنانے کی ترغیب دی تو ٹامسن نے نہایت سیرجشی سے اُسکے بنانے میں اپنی دولت صرف کی۔ لیکن ہنسکو کوئی کیا کرے کہ ناشکر گزرا ہو۔ نے ہر انسان شیطان سے بھی بڑھا جاتا ہے۔ مقام غور سے۔ کہ اس لارڈ لوسی بس نے ٹامسن کے مقابلے میں اتنی تھوڑی مقدار کے لیے عمارتیں بنا کر کیا جو باعتبار ٹامسن کے احسانات کے آٹھ گھنٹے تھا جتنا سخی لوگ لگا کر دن کو دے ڈالتے ہیں۔

سمبر میں ونیزو گیزو وغرض امرانے بھی جکے جکے پاس ٹامسن نے درخواست بھیجی تھی۔ جواب فریب آمیز یا انکار صاف کہا بھیجا جاتی کہ دین ٹی ڈیس نے جسے ٹامسن نے زرد دیکر چھوڑا تھا اور جواب باپ کے مرنے پر مالدار ہو گیا تھا اُسے پانچ ٹی ٹنٹ کو بطور قرض دینے سے بھی انکار کیا۔ جسکو ٹامسن نے بطور قرض نہیں بلکہ اُسے مصیبت میں گرفتار دیکھ کر قضاۃً طور پر دے ڈالا تھا۔

ٹامسن کے اچھے دنوں میں لوگ جتنی تپاک سے اس سے ملتے تھے وہ بکثرت آمد و رفت رکھتے تھے اتنے ہی اب اُسکے جسے دنوں میں اُس سے دور بھاگنے لگے۔ وہ اس سبجو اُسکی تعریفوں میں پہلے بلند آواز میں اُسکے بھوکم اور سخا کی شایانہ تعین اب یہ کہتے شرابی نہ تعین کہ بہت سلوک کرنا حماقت ہے اور زیادہ سخاوت کرنی اسراف و فضول خرچی ہے۔ گو سلوک کی حماقت اس سے زیادہ کسی دوسرے

امرین نہ تھی کہ اُسے اُسکے ایسے نالایقوں کو اپنے لیے منتخب کیا۔ اب ٹائمن کا وہ شاہانہ محل خالی دستِ سانِ پڑا رہتا۔ اب وہ بات کہان کہ آئندہ روند آئین۔ ٹھہرین۔ موہین کشف کریں۔ ہاں اُدھر سے راستہ البتہ جاری تھا۔ یا بجاسے سامانِ ضیافت اور مہمانوں کی بھیڑ بھاڑ کے بے صبر و غوغائی قرض خواہ سود خور تنگ اور ہیر جم و سخت گیر لوگوں کا ہجوم البتہ رہتا۔ کوئی تمشک لیے چلا آتا۔ کوئی سود کا ذکر چھیڑ رہا ہے کوئی رہن کی بحث پیش کرتا ہے۔ غرض کہ ان سنگ و لطلبگاریوں سے کہ نہ وہ ٹالے سے ٹٹے نہ انکار سے استہٹا ٹائمن سخت عاجز آیا۔ اُسکا مکان اُسکے لیے محبس ہو گیا۔ نہ باہر جانے کی صورت نہ اندر رہنے کی حالت نہ اُنکے ٹالنے کی مقدرت ابھی ایک اپنے پچاس ٹی لٹ کا تفاضا اچھی طرح کرنے نہیں پایا کہ دوسرا پانچ ہزار کروں کا حساب لے پہونچا۔ اور بھی ایسی حالت میں کہ وہ اپنے خون کے قطرے بھی اٹھین دینا چاہتا تو اتنے قطرے اُسکے بدن میں نہ نکلتے جو اُسکے مطالبہ کو پورے کرتے۔

اس گئی گزری حالت پر بھی اس ڈوبتے ہوئے آفتاب نے ہٹوڑی دیر کے لیے ایک ایسی نئی روشنی اپنی دکھلائی کہ جس سے تمام لوگوں کو حیرت سی ہو گئی۔ یعنی ایک مرتبہ پھر ٹائٹن نے سامان ضیافت درست کیا جس میں تمام معمولی امرا اور انکی بیبیاں اور جتنے بڑے و با وضع لوگ آٹھن میں تھے سب مدعو کیے گئے۔ لارڈ لوسی ایس ولکیوس۔ وین تی دیس۔ ویمیر ونیس و دیگر احباب سب کے سب آ موجود ہوئے۔ ان ہذات خوشامیون سے زیادہ کسے رنج ہونا چکویہ گمان ہوا کہ ٹائٹن کی مناسی حیلہ ظاہر کی گئی تھی جس سے مقصود یہ لوگوں کا امتحان لینا تھا۔ افسوس کہ یہ چال سچ میں نہ آئی ورنہ وہ کیا چیز تھی جو ٹائٹن نے طلب کی تھی۔ اور پھر ایک اعتبار سے آئینے کی یاد دہشت بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتی جو آئینے کی تصویر

کہ شب بیدار ہو کر مگر جسے وہ سمجھتے تھے کہ شک ہو گیا ہنوز ویسا ہی تازہ و روان ہے۔ آنے پر انھوں نے بہت شرم اور رنج سے اس بات کو ظاہر کیا کہ جب ٹائمن کا آدمی آنکے پاس پہنچا اسوقت آنکے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہ تھا جس سے اپنے مغرور دوست کی ضرورت وہ رفع کر سکتے۔ ٹائمن نے اس پر کہا کہ آپ صاحب اسکا خیال نہ کریں مجھے یاد بھی نہیں کہ میں نے کب روپیہ مانگے تھے۔ ان بذوات و بجا امیر دن کو دیکھے کہ اسکی تباہی کے وقت تو یوں کینچنیٹھے۔ اور جب اُسکے دن پھرے یوں بے تامل آ موجود ہوئے۔ ایسے لوگوں کا دستور ہے کہ یہ اہل دزل کے پیچھے ایسی خوشی سے دوڑتے ہیں جیسے اباہل موٹھم گرما کے تعاقب میں۔ اور پھر وہان فری صورت انقلاب نظر آئی تو ایسے جلد الگ کہ اباہل بھی چاروں سے بھاگنے لگا ساتھ نہ پاسکے۔ اب ناپ و زنگ و دیگر سامان ضیافت کے ساتھ گرما گرم کھانے چنے گئے۔ سب کے سب حیران تھے کہ اس دیوالیہ نے ایسی عمدہ ضیافت کے سامان کیونکہ ہم پہنچا بعضوں کو یہ شبہ تھا کہ فی الواقع جیسا میں دیکھتا ہوں ویسا ہی ہے۔ یا کہیں آنکھ خطا تو نہیں کرتی۔ کہ اتنے میں سرپریش کے اٹھنے سے ٹائمن کی غرض ظاہر ہوئی۔ یعنی بجاے نادور مزید ارجزیوں کے جنکی انھیں امید تھی اور جنھن وہ ہمیشہ ٹائمن کی وسیع منیر پر پاتے تھے۔ وہ لوگ کیا دیکھتے ہیں رکابیوں میں کچھ حقیر سامان ٹائمن کے افلاس کے مناسب کچھ نہیں صرف تھوڑا تھوڑا گرم پانی بھاب دیتا ہوا رکھا ہے۔ یہ دعوت ٹائمن نے اُن منہ دیکھے دوستوں کے واسطے جنکا شیوہ مثل دُخان۔ اور دل مثل شیر گرم پانی کے تھا خوب تجویز کی۔ اور آنکے رکنے پر کہا۔ کتو دیکھتے کیا ہو منہ کھول کر جھپٹ جھپٹ چاٹتے جاؤ ہنوز انکی حیرت کم نہ ہوئی تھی کہ انکے منہ پر تمام آنے وہ پانی اٹھا کر چھڑک دیتا تھا اچھی طرح دھو کا استعمال کریں۔ اور جب وہ یہ کیفیت دیکھ اپنی اپنی ٹوپیاں سنبھال گھبرا کر دہان توکل بھاگے تو آئے نہ کہ کا بیان جو دیگر شہا۔ آنکے پیچھے بھائی شروع کین اور تھوڑی دیر تک

اُنکے تعاقب میں رکابی مذہب۔ قاتل خوش اخلاق گرگ میتیں۔ خرس حلیم۔ دولت کے منحوس۔ کھانے کے دوست اور وقت کی کچھنی کے نام سے انہیں پکارتا ہوا خود بھی جاگا اُن سب نے اپنے آنے کے بہ نسبت زیادہ خوشی سے اُسکے پاس سے چلا جانا معتمد بھیجا گو اُس جلدی میں کوئی اپنا کپڑا کوئی ٹوپی کوئی زیور بھی بھول گیا مگر اُس دیوانہ نواب سے اور اُسکی جھوٹی دعوت سے باہر واپس نہ جاتا تھا۔

ٹائمن کا یہ آخری جلسہ تھا۔ اور اُسی کے ساتھ وہ اٹھینس اور تمام انسان کی صحبت پر مستعفی ہو گیا۔ کیونکہ اُسکے بعد اُسے جنگل میں اپنی سکونت جا کے اختیار کی شہر اور نوع انسانی کی طرف سے اُسٹھ پھیر لیا۔ دُعائیں مانگتا تھا کہ خدایا یہ مکروہ شہر غارت ہو جائے اُسکے مکانات تلے دگر باشندگان شہر نیست و نابود ہو جائیں۔ نوع انسانی کی اُپدراستان بلایں از قلم جنگ بلوہ افلاس عوارض مہلکہ باشندگان شہر پر نازل ہوئیں شہر کے چھوٹے بڑے امیر غریب سب کے سب مُتبلدا آلام ہوں غرض کہ یہ سب بد دُعائیں دیتا وہ جنگل کی طرف روانہ ہوا جہاں وہ کہتا تھا کہ وحشی جو پائے نوع انسانی سے کہیں زیادہ مجھے مہربان معلوم ہوں گے۔ وہاں پہونچ کر اُسے کپڑے پھاڑ بربھنگی اختیار کی تا نوع انسانی کی وضع اُسمیں باقی نہ رہے۔ اور ایک گڑھا کھود اُسمیں رہنے لگا۔ جو پایوں کی طرح تنہا پڑا رہتا۔ بھوک لگتی تو جنگلی درختوں کی جڑیں کھاتا اور اوپر سے پانی پی لیتا۔ اپنے ہنسنوں کو دور سے دیکھ کر بھاگتا۔ جنگلی جانوروں کے ساتھ خوشی خوشی دوڑتا پھرتا اور بہ نسبت انسان کے انہیں زیادہ مسروران حال و بے غم رہتا کرتا۔

وہ کیا انقلاب زمانہ ہے۔ کہاں ٹائمن بالدار۔ ٹائمن انسان دوست اور کہاں اب ٹائمن عریان ٹائمن انسان دشمن کہاں گئے اُسکے خوشامدی کیا ہوا اُسکا تزک و احتشام۔ کیا جنگل کی تیز و سرد ہوائیں اُسکے جسم کو سردی سے بچانے میں قہیں کا

کام دنگی کیا عقاب کے بسیرے لینے کے وہ سخت درخت اسکی خدمت و پیغام لیجانے کے لئے جھک کر چھوٹے غلام کی صورت میں آجائینگے۔ جب رات کے زیادہ کھا جانے سے اسکی طبیعت کچھ بد مزہ ہو جائیگی تو کیا وہ ان کے چشموں کا سردی سے جما ہوا پانی گرم شوربے کا کام دیگا۔ یا وہ ان کے وحشی جانوروں میں یہ سلیقہ آجائیکا کہ پاس آسکے ہاتھ چومیں اور خوشامدی باتیں کریں۔

ایک روز وہ اپنے کھانے کو کسی چیز کی جڑ کو کھود رہا تھا کہ اسکا بچا وڑھ کسی سخت چیز سے رکا۔ جو دیکھنے سے ایک بہت بڑا ڈھیر ہونے کا نکلا۔ جسے غالباً کسی بچل نے کسی آفت کے وقت یہ سمجھ کر دفن کیا ہوگا کہ یہاں کسی کو خیر تو ہونے ہی کی ہنیں جب موقع ہوگا چپکے سے اکھود لیجائینگے۔ اور پھر موقع ہاتھ آنے سے پہلے وہ مر گیا۔ اور جہاں وہ زیر زمین (جیسے مان کے پیٹ میں لڑکی) اس طرح بے پروائی سے خموش پڑا تھا گویا مائمن کے ناگہانی بچا وڑھ کھائے بغیر باہر آتا ہی نہیں۔

اس خزانے کی مقدار اتنی تھی کہ اگر مائمن کا اگلا سائل ہوتا تو وہ اسکے دوستوں اور خوشامدیوں کے پھر حج ہو جانے کو بہت تھا مگر مائمن اس بیوفانیا کا ایسا غیر معتقد تھا اور مال دولت کی طرف سے اسے ایسی نفرت ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ وہ پھر اسے زمین دفن کر دیتا لیکن صرف اس خیال سے اسنے ایسا نہ کیا کہ لا انتہا و بلائیں انسان پر زوال کے سبب سے نازل ہوتی ہیں لوٹ۔ ظلم۔ نا انصافی۔ رشوت۔ جبر۔ غلامی جی یہ سب برائیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر اسکے ذریعہ سے میں چاہوں گا تو باسانی تمام ذہنیوں اپنے تجسس سے کیا ایسی عداوت اسے ہو گئی تھی، نوع انسانی کو انواع انوع کا لیف وایذ اپونچا سکون لگا۔

چند فوجی سپاہی اسی زمانے میں انکے غار کی طرف سے ہو کر گزرے۔ اور بعد دریافت کے معلوم ہوا کہ وہ السی میڈس سپاہی لارائنس کے فوجی جوان ہیں جو

اتھنل کے اہلی مجلس سے کسی بات پر بگڑ کر کہ اتھنل والے اپنے سرداروں اور اپنے دوستوں کے مقابلے میں اپنے ناشکر گزار و بیوفاموں نے میں سدا سے مشہور تھے۔ اُنکے مقابلے میں وہی فوج ساتھ لیکر بار بار تھا۔ جنگی سپہ سالاری میں پہلے اُسے ایک مرتبہ اُنکی طرف سے دشمنوں کا مقابلہ کیا تھا۔ تاہم اُنکا ارادہ سن بہت خوش ہوا اور وہ سارا سونا اٹھا کر اُنکے سپہ سالار کے حوالہ کیا۔ کہ وہ اپنی فوج کا نچر اُس سے چلائے۔ اور یہ درخواست کی کہ وہ اپنے لشکر ظفر پکیر سے سارے شہر کو میدان کر دے۔ اُسکے تمام باشندوں کو جلا بھنا کاٹ چھانٹ برابر کر دے۔ ایسا نہو کہ کوئی اُتھنل سے بچ جائے۔ اور اُس سے کہا کہ تم وہاں کے بڈھوں کی سفید و اڑھیوں کا ذرا خیال نہ کرنا کیونکہ وہ سب کے سب سود خور ہیں۔ اور نہ سنتے۔ بچوں پر جانا کیونکہ بڑھنے پر وہی بغاوت پر کمر باندھینگے۔ ایسا نہو کہ لڑکیوں کو لون اور ماڈن کا شور و غل تھیں خونریزی سے باز رکھے۔ بلکہ اُتھنل بھی تیغ نہ کرنا۔ اور جب وہ بارادہ فتح آگے بڑھے تو یہ خدا سے اُنکے لیے دعا میں مانگنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ خدا یا تو اُنکے شامل حال رہے۔ اب اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ شہر اُتھنل باشندگان اُتھنل بنیز تمام نوع انسانی کی طرف سے ظالمین کے ولیمین کس درجہ نفرت مستحق ہو گئی تھی۔

ایک دن وہ اُسی حالت بکسی میں وحشیوں کی طرح اپنے غار میں بیٹھا تھا کہ در غار پر ایک آدمی بھرت نگران آئے نظر پڑا۔ جسے دیکھ کر اُسے سخت حیرت ہوئی یہ آدمی اسکا وفادار خاندان ماننے والے تھے تھا جو اپنی ولی محبت و بیٹی و ناداری کی رہنمائی سے اپنے آقا کو ڈھونڈتا تھا۔ اُس گھنٹ غارتک پہونچا کہ اپنا حق خدمت ادا کرے۔ اور اول ہی نگاہ میں جو اپنے آقا کو جو کسی زمانے میں عالی مرتبہ ظالم تھا اُسے ایسی بری حالت میں دیکھا کہ بدن پر ایک سوت تک نہیں بنگا مادر زاد

حیوانوں کی صحبت و شنیدوں کی سی بود و باش آنکھوں میں وہ وحشت و اُداسی جیسے اپنی
 تباہی و دیرانی کی یادگار۔ تو اُسے سکتا سا بگیا اور دیر تک بجا عالم حیرت ٹامُن کی طرف
 دیکھتا رہا۔ اخیر میں جب اُس خانساں نے کچھ بولنا چاہا تو فرطِ گریہ سے اُسکی آواز نکل
 میں ایسی پھنسی کہ ٹامُن کو اُسکے پہچاننے میں یا اس بات کے جاننے میں کہ یہ کون شخص
 (دیکھو نوعِ انسانی کے پہچاننے سے بھی اُسکی طبیعت کس درجہ دور بھاگتی تھی) میری
 حالت ناچارگی میں میرا ساتھ دینے آیا ہے۔ بڑی دقت آٹھانی پڑی۔ اوچونکہ شکل و
 صورت اُسکی انسان کی تھی اسیلئے ٹامُن نے اُسکی باتوں کو نکر اور آنسوؤں کو جھوٹھا
 تصور کیا۔ لیکن اُس خیر خواہ ملازم نے جب اپنی ناک حلامی کے ثبوت پیش کیے
 اور ٹامُن پر اچھی طرح ثابت کر دیا کہ صرف آفاقی محبت و خیر خواہی اُسے اتنی دور لائی
 تو ٹامُن کو مجبور ہی یہ اقرار کرنا پڑا کہ مان و نیامین ایک اچھا آدمی بھی ہے۔ لیکن
 چونکہ وہ آدمی کی صورت و شکل میں تھا۔ اسیلئے اُسکی طرف وہ نفرت کیے بغیر نہ دیکھ
 سکا اور نہ اُسکے انسانی ہونٹھوں کی باتیں کر امت کیے بغیر سن سکا۔ اور وہ وحیدِ انصر
 ملازم بجز اُسکے پاس سے رخصت کیا گیا کیونکہ گوارا اُسکا دل بہ نسبت اور آدمیوں کے
 زیادہ ملائم و چمکدار تھا مگر اُسکے ظاہری چہرے کو کیا کیا جاتا کہ وہ انسان ہی کا سا لڑکھا
 اُسکے ٹھوڑے ہی دنوں بعد اُس بجا رہے خانساں سے کہیں بڑے بڑے
 ملاقاتیوں نے ٹامُن کے اُس چپ چاپ و تنہائی کی گوشہ نشینی میں خلل اندازی
 شروع کی۔ کیونکہ وہ دن آگیا کہ اٹھینس کے ناشکر گزار امرا کو اپنی اُن بے انصافیوں
 پر جو بقابلِ ٹامُن اُنھوں نے کی تھیں پشیمان ہونا پڑے۔ اسی سبب سے وہاں پہونچ کر
 جنگلی سور کی طرح اُنکی شہرِ نباہ پر حملہ کرنا اور اپنے سخت محاصرے سے اُنکے شہر کی خاک
 تک اُڑا دینے کی دھمکی دینی شروع کر دی اب یہ کیفیت دیکھا ٹامُن کی پہلی قوت و جنگلی
 طبیعت جسے عرصہ سے اُنکے دنوں نے بھلا دی تھی پھر تھیں یا دہری۔ کیونکہ نابین میں

ٹائمن اٹھا سپہ سالار بچکا تھا اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ ایک بہادر و توانفکار سپاہی ہے
 سنی کہ انکے نزدیک اُن محاصرین کے مقابلہ کرنے کو جو یون اٹھین دھمکیاں دے رہے
 تھے اور اسی ہیڈس کے سے سخت حملے کے رو کرنے کو جو یون بڑھتا چلا آتا تھا وہ منہ کانہی تھا
 اس آفت میں وہاں کے اہالی مجلس نے ٹائمن کے پاس حاضر ہونا ضرور سمجھا۔ دیکھے
 جب اپنے اوپر پڑی تو یون ڈورے آئے اور جب اُس غیب پر دقت تھا تو کسی نے
 بھی توجہ نہ کی۔ اُنکی سمجھ تو دیکھے کہ جب کو یون رنجیدہ کیا اُس سے اُمید خیر رکھتے
 تھے۔ اور اپنی ایسی کج خلقی و بدسلوکی پر بھی اُس سے نیکی کی چشمداشت
 رکھتے تھے۔

اُنھوں نے اگر بہتری منتیں کیں اور کتنا چاہا کہ وہ شہر کی طرف چل کر شہر و باشندگان
 شہر کو بچائے۔ وہی شہر جہاں سے اُنکی ناسپاسیوں نے یون بُری طرح اُسے
 لکا لکا تھا۔ مال و دولت و عزت کا لالچ دکھایا۔ گناہاں ماسبق پرند امت بھی ظاہر کی۔
 ہر شخص کی نظروں میں اُسکی وقعت و لون میں اُسکی محبت اُسے جٹائی گئی سب نے اپنی
 ذات۔ زلیست۔ مال و دولت اُسکے قابو میں دینے کا وعدہ کیا بشرط این کہ وہ
 اُنکے ساتھ چکر اگو دشمنوں سے بچائے۔ لیکن ٹائمن کا وہ اگلا دل کمان تھا جس سے
 وہ معدن جو دوزیب شجاعت خیال کیا جاتا تھا۔ زرم میں اُنکی سپاہ بزم میں اُنکی
 زلیست سمجھا جاتا تھا۔ اب تو اُسکی یہ کیفیت تھی کہ نوع انسانی سے اُسے قلبی عداوت
 تھی دشمنوں کی طرح تن و زبان رہتا تھا۔ اگر اسی ہیڈس اُسکے سارے ہموطنوں
 کو تہ تیغ کر دے تو اُسے ذری پر و اٹھین۔ اگر اٹھینس کو برباد کر دے اُسکے
 چھوٹے بڑوں کو قتل کر دے تو بچاے غم کے بلکہ اُسے مسرت ہو۔ غرض کہ اُسے
 اٹھین ایسا ہی جواب صاف سنایا اور یہ بھی کہا کہ لشکر میں کوئی بھی چھری ایسی نہوگی
 جسے میں اٹھینس کے بڑے بڑے لوگوں نے گلو سے زیادہ موقر نہ سمجھوں۔

وہ نامراد اہالی مجلس یہ جواب سن کر چلے گئے۔ تو ٹامئن نے اُنے کہا کہ اہل شہر سے میرا فائدہ کرنا اور کہنا کہ اس حالت یاس و اضطراب سے بچنے۔ اسی ہیڈس خوشخوار کے قہر سے نجات پانے کی ایک صورت اُسے معلوم ہو۔ کچھ ہی ہو پھر بھی اپنے ہموطنوں سے اُسے اتنی محبت ہے جس سے وہ چاہتا ہے کہ اپنے مرنے سے پہلے اُنکے ساتھ کچھ جہلائی کیجے۔ اُسکے سینے سے اہالی مجلس کو کچھ تسکین ہوئی اور سمجھے کہ وطن کی محبت نے اُسکے دل میں جوش کیا۔ پھر ٹامئن اُسے کہنے لگا کہ میرے غار کے پاس ایک درخت ہے جسے عنقریب میں کاٹنے والا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اُسکے کٹنے کے پہلے تمام میرے رفقاء ایتھنیں چھوٹے بڑے جو اس مصیبت سے بچنا چاہتے ہیں اگر شکازہ چھین۔ یعنی آئین اور گئے میں پھانسی لگا لگا اسی درخت پر لٹک جائیں تا اس طریقے سے اٹھین ٹھیتوں سے نجات ملے۔

انسان کے ساتھ یہ ٹامئن کا آخری احسان تھا اور اپنے ہموطنوں سے انخیزا تھا کیونکہ اُسکے حقوڑے ہی دن بعد ساحل دریا پر گزر کرتے جو ٹامئن کے جنگل سے حقوڑے ہی فاصلے پر تھا ایک سپاہی نے ایک قبر دریا کے کنارے دیکھی جسکے کتبہ سے معلوم ہوا کہ یہ ٹامئن انسان دشمن کا مزار ہے جو جتھے جی تمام آدمیوں سے دلی عداوت رکھتا تھا اور مرنے پر ایک ایسے وبال کی متبادل میں لے گیا جو تمام مردوں کی بربادی کا سبب ہوا۔

یہ امر کہ آیا وہ بجز و ظلم ہلاک کیا گیا۔ یازسیت کی بے لطفی و استکراہ نوع انسانی نے اُسے اس حال کو پہنچایا۔ ظاہر ہو سکا۔ تاہم اُسکے کتبہ کی درستی اور اُسکے انجام کے بغیر ہونے پر سب کو حیرت رہی کہ مرنے پر بھی آدمیوں سے ویسی ہی عداوت اُسے ظاہر کی جیسے جتھے جی تھی۔ اور لھنوں کے نزدیک ساحل بحر پر قبر بنانا ذیق اشارہ تھا کہ دریا ہمیشہ میری قبر پر آسوں گا اگر اسکا رود و غبار انسان کے ظاہر پر چند روزہ خشک کی اپنا دھیر کرنا ہو گا۔

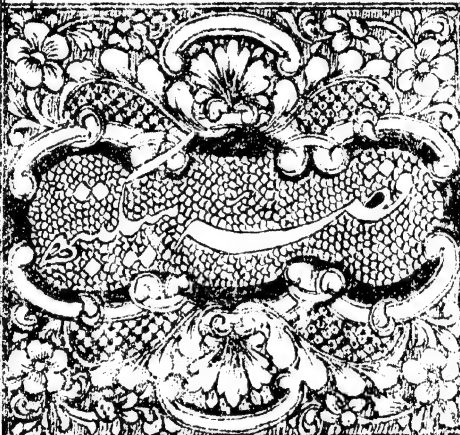
خاتمہ الطبع

خدا کا شکر ہے کہ مجموعہ افسانہ دلیلیز کے بیس قصوں میں کا چوتھا قفہ جو مجموعہ مذکور کے
ساتھ پہلے اس سے مطبع اودھ اخبار لکھنؤ ملو کہ عالیجناب معنی القاب منشی نو لکھنؤ
صاحب سی۔ آئی۔ ای میں زیور مطبع سے آر اسٹہ ہو چکا اب شاخ مطبع موصوف القدر
واقع کا پور میں پہلی مرتبہ ماہ جنوری سنہ ۱۳۱۷ھ میں اہتمام منصرم با کمال جناب منشی
بھگوان دیال سلیہ المتعال سے بصحت تمام مطبع ہو کر مطبوع طبائع خاص و عام ہوا۔



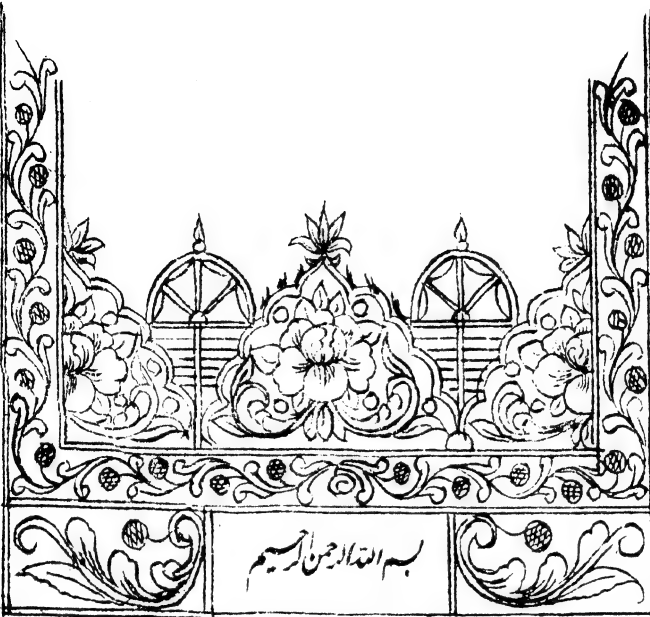
مخزن الاسرار فی فضائل خاندان سلطانی

این اثر از قلم شیخ محمد باقر کاشانی است که در این کتاب به بیان فضائل خاندان سلطانی و حکمت آن در این زمانه پرداخته است.



به کمال علامه زمان مولوی محمد احسان الله صاحب حق با کمال و کمال مصطفی با کمال
 ضلع کوکچه و رسته با با طبع او در زمانه و در آن سلسله انگریزی است اردو و این اثر

به طبع می باشد و در این کتاب به بیان فضائل خاندان سلطانی و حکمت آن در این زمانه پرداخته است.



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسکا ٹلیمنڈ کے بادشاہ و مکن رحم دل کے وقت میں میکیتہ نامے ایک امیر ملت
تھا۔ میکیتہ بادشاہ کا رشتہ دار تھا۔ اور اپنی شجاعت و جنگی طبیعت واقع ہونے
سے دربار میں مغر زخاں کیا جاتا تھا چنانچہ اسکی شجاعت کی ایک مثال فی الحال
یہ تھی کہ باغیوں کی فوج کو جنگی ملک پر ماروے کی فوج کثیر ساتھ تھی دم کے
دم میں شکست دے دی۔

میکیتہ اور میکو یہ دو پہ سالار اس لڑائی سے ظفر یاب ایک غارت شدہ جنگل
کی راہ سے آرہے تھے کہ انھیں تین عجیب اخلقت عورتیں دکھائی دیں۔ جنگلے ساتھ
اور بھی چند دائرہ بھی واسے مرد تھے کہ انکے پہرے کی جھیران و ممتوش صورتیں صاف
کے دیکھتے تین کہ خاک کی پیدائش کے لوگ یہ نہیں ہیں۔ میکیتہ یہ کیفیت دیکھا کھڑ گیا۔
اور ان عورتوں کی طرف جو ظاہر اخوت زدہ انگشت لب کھڑی تھیں۔ مخاطب ہوا۔
ان تینوں میں سے پہلے ایک۔ یہ میکیتہ کو بلقب وزیر کلیمس نکار کہ سلام کیا۔ میکیتہ کو

Malabar
Dum canu
Macbeth
Harvey
Barry
Harris

آئے اس غیبی معلومات سے تھوڑا تعجب ہوا پھر دوسری نے وزیر کا وڈر کر کمر سلام کیا جسے سنگہ شکی حیرت اور رُعبی کیونکہ یہ خدمت اُسے قہولین نہوئی تھی۔ اُس کے بعد تیسری بولی مبارک بادشاہ سلامت کہ غفریب آپ بادشاہ ہوا چاہتے ہیں۔ یہ بشارت سُکر تو اُسے حد سے زیادہ تعجب ہوا اور اُس نے سوچا کہ بادشاہ کے لڑکوں کے ہوتے ہوئے مجھے تخت سلطنت ملنے کے کیا معنی۔ پھر بنکو کی طرف مخاطب ہو وہ سمجھے میں کسے لگین کہ تو میکبتہ سے چھوٹا پر بڑا ہے ویسا خوش منین اور ایک اعتبار سے اُس سے بھی زیادہ اور پھر یہ بشارت دی کہ تم تو نہیں مگر تمہارے بعد تمہارے لڑکوں کی قسمت میں اس کا ٹکینڈ پر سلطنت کرنا لکھا ہے۔ یہ کہ وہ سب ہوا ہو میں اور نظروں سے غائب ہو میں جس سے اُن سرداروں کو معلوم ہوا کہ یہ جادو گر نیاں یقین۔

اس حیرت انگیز ماجرے پر وہ دونوں غور کر رہے تھے کہ بادشاہ کے قاصد نے کا وڈر کی صوبہ داری کا مُزدہ میکبتہ کو سنایا۔ اس واقعہ کو جو اُسے جادو گر نیوں کی پیشین گوئی کے معجزانہ طور پر مطابق پایا۔ تو اُسے حیرت سی ہو گئی۔ اور فرط انبساط سے اُن قاصدوں کو جو اب تک نہ دے سکا۔ اور اُسی حالت میں اُسے یہ اُمید قائم ہوئی کہ تیسری جادو گر کی کسے قول کی بھی اُسی طرح ایک نہ ایک دن صداقت ظاہر ہوگی اور اس کا ٹکینڈ کے تخت پر کسی زمانے میں بیٹھنا نصیب ہوگا۔

پھر بنکو کی طرف مخاطب ہو کسے لگا میرے لیے جو پیشین گوئی جادو گر کی نے کی وہ تو سننے دیجھ لی۔ کیا ایسی صورت میں تمہیں یہ اُمید نہیں ہوئی کہ تمہارے لڑکوں کو سلطنت نصیب ہوگی۔ اُسے جواب دیا یقین سر سلطنت کا خیال اُس امید پر پیدا ہو۔ لیکن اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جھوٹی جھوٹی باتوں کو یہ سچ بنا دیتی ہیں جس سے بڑے بڑے کامواریں دھوکا دینے کا اُھنیں موقع ہاتھ لگے۔

لیکن ان جادوگر نیوں کی بے اصل باتوں نے اُسکے دل میں ایسا وثوق پکڑا کہ وہ نیکو کو لا تعطلو کا سبق دیتا اسی وقت سے اُسکے تمام خیالات اس بات کی طرف متوجہ ہوئے کہ کس طرح اُسکا لینڈ کی سلطنت ہاتھ آئیگی۔

میکبت نے اپنی بی بی سے جابجا دو گر نی کی حیرت انگیز پیشین گوئی سنائی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اُسکے ایک جزو کی صداقت دیکھنے میں آئی۔ وہ عورت بڑی عالی حوصلہ تھی اور ہمیشہ اس فکر میں رہتی کہ کسی طرح اپنے اور اپنے شوہر کو اعلیٰ درجے پر پہنچائے یہ خبر سن کر اُس نے میکبت کو جو جوان ناحق سے ڈرتا تھا یہ ترغیب دی کہ اس پیشین گوئی اُسکے پرورے اترنے کے لیے ضرور ہے کہ تو بادشاہ کو قتل کرے۔

اتفاق سے آئین دنوں میں ڈنکن شاہ اُسکا لینڈ جو نایت فروتنی سے اپنے امرا کے ساتھ پیش آتا ہے اپنے دو لڑکوں میکبت کاظم اور ڈوٹلمین و دیگر چند وزراء صاحبین کے میکبت کے مکان پر جشن ظفریابی کی شرکت کو آیا۔

میکبت کا مکان نہایت فرحت افزا مقام پر واقع تھا۔ قرب و جوار کی ہوا بڑی خوشگوار و متفرح تھی۔ کیونکہ اُسکے بیرونی جانب کو تمام ادنیٰ جالروں اور ریشتون پر جہان کمین موقع پایا ابا بیلوں نے اپنے گھونسلے بنا لیے تھے۔ اور اکثر دیکھا گیا کہ جہان این پرندوں کی آمد و رفت و بد و باش ہوتی جو وہاں کی آب و ہوا نہایت پاکیزہ ہوتی ہے۔ بادشاہ وہاں پہنچ کر مکان و صاحبین و اپنے سردار میکبتہ کی بی بی کی آؤ جھگت سے بہت خوش ہوا۔ اور اُس عورت نے اپنے ارادوں کے چھپانے کے لیے اخلاق و خندہ پیشانی میں جڑا مٹا نہ کیا۔ اور نظام بادشاہ کو ایک خوش نما پھول کی صورت میں دکھائی دی جس کے زمر و زار رخسار سے وہ مطلع نہ تھا۔

سبب ماندگی سفر کے سویرے ہی بادشاہ سوئے گیا۔ اور سونے کے کمرے میں دو پاسبان رجبیا کو دستور تھا اُسکی محافظت کو پاس سوئے۔ بادشاہ اکی مہماں تھا

Microfilm
Gandhi

پراس روز بہت خوش تھا۔ اور قبل سونے کے اپنے خاص خاص عمدہ دارو کو تھام لے دیا۔ اور ایک بیش قیمت ہیرا منیکیتہ کی بی بی کے پاس آئے بڑے تپاک سے بھجیا تھا۔ یہ رات کا وقت تھا۔ آدھی رینا سے زیادہ مژدہ معلوم ہوتی تھی۔ کمبخت نہیں ہر شخص پر غالب تھی بجز بھیریے اور غونیوں کے کوئی گھر سے باہر نہ رہا ہو گا۔ منیکیتہ کی بی بی پادشاہ کے قتل کو اٹھٹی۔ وہ ایسا کام جو اسکی زنانی حالت کے بالکل نامناسب تھا وہ ہرگز اختیار نہ کرتی اگر اپنے شوہر کی طبیعت سے اسے کٹھنا منو تاکہ اسکی حلیم و مہربان طبیعت مباد اس قتل میں ہرج و مرج و تامل کرے۔ اس کے بہادر ہونے میں اسے شک نہ تھا۔ مگر ساتھ ہی اسے پرے سرے کا دعویٰ بھی جانتی تھی اور سمجھتی تھی کہ اتنا بڑا جرم جسے ذی حوصلہ اخیر میں کر بیٹھے ہیں اس سے نہو سکیگا۔

مکن تھا کہ اس قتل پر وہ اسے راضی کر لیتی۔ مگر اس کے ارادے پر اسے طہیان نہ تھا اور ڈرتی تھی کہ کہیں اسکی طبیعت کا فطرتی حلم رجبے اپنی طبیعت میں کہیں کم پاتی تھی مانع ہوا تو سارا کھیل بگڑ جائیگا۔ غرض کہ یہی سب سوچ سمجھ خود تلواریں وہ بادشاہ کے بالین پر جا کھڑی ہوئی۔ اور پاس بانوں کا ذرا بھی ڈرنے کیا جھین پہلے ہی شراب پلو اگر مدد ہوش نہ بار کھا تھا اور وہ اپنے کار منصبی سے غافل پڑے سو رہے تھے۔ ڈنکن بائیں سفر کی وجہ سے غافل پڑا تو اسے لے رہا تھا اس کے چہرے کو جو انورس عورت نے دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ خاص اس کا باپ و بان سو رہا ہے۔ ڈنکن کی صورت انجو باپ سے مشابہت پاکر اس عورت کے پیر ڈوگے۔ اور اسکی ہلاکت پر وہ حرات نہ کر سکی۔

لوٹ کر یہ کیفیت آئے اپنے شوہر سے بیان کی جسے سن کر اسکی مہمت پست ہوئی اور سمجھا کہ بیشک اسکی کوئی بڑی علت ہے۔ میں کچھ بادشاہ کا ماتحت ہی نہیں بلکہ اس کا قریبی رشتہ دار ہوں۔ اور آج میں اس کا میزبان ہوں۔ شرط مہمانی یہ ہے کہ اگر کوئی اس کے قتل کا ارادہ کرے تو میں روکوں نہ کہ میں خود ہی خون کا پیاسا بچاؤں۔

پھر اُسے یہ خیال آیا تو مکن کیسا رحم دل و نفع مزاج پادشاہ ہے۔ اپنے ماتحتوں کی کیسی رعایت تد نظر رکھتا ہے۔ سرداروں پر کیسا انعامات۔ محکمہ کیسی خاص توجہ رکھتا ہے۔ ایسے پادشاہوں پر خدا کا سایہ رہتا ہے۔ رعایا انکے قتل کا ضرور ہر مقام لیتی ہے۔ علاوہ یہ صرف پادشاہی کی توجہ و محبتوں میں میری وقعت بڑھی سب کی نظر و مہین میں نہ معلوم ہوتا ہے اگر میں قتل سلطان کا مرتکب ہوا تو میری ساری وقعت خاک میں مل جائیگی۔

اپنے شوہر کے ان تخیلات سے وہ عورت سمجھی کہ راہ راست پر یہ مائل ہوا اور اس بارے میں کوئی اسی اس سے نہو سلیگی۔ مگر وہ عورت نہایت مستقل مزاج تھی۔ ایسی باتیں کرنی شروع کیں جس سے اُسکے خامیہ طبیعت کا کچھ اثر اُسکے دل پر پڑے۔ اور بہتری و دلچسپی اس امر پر پیش کیں کہ اُسے اپنے ارادے سے پھرنا چاہیے۔ اور کہنے لگی دیکھ کتنا ہمارا کام ہے۔ ذرا دیر میں طے ہو سکتا ہے۔ آج رات کی ذرا سی تہمت میں کہتے آیا تم ولیالی تمناک مستقل حکومت و سلطنت کرنے کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے۔ اور پھر مزین شہکی نا استقلال پر ملامت کی۔ اُسکی تلون مزاجی و نامردی پر افسوس کیا۔ اور کہہ اچھی طرح مجھے معلوم ہے کہ ماؤن کو اپنے بچوں سے کیسی الفت ہوتی ہے۔ لیکن میں اگر اپنے شیخواری بچے کے مار ڈالنے کی ایسی قسم کھاتی جیسی تم نے پادشاہ کے ہلاک کرنے پر کھائی تو تم دیکھئے کہ ہمت کھیلتا ہو میں گود سے ٹپک دیتی جس سے اُسکا سر پاس پاش ہو جاتا۔ اور ذرا تامل نہ کرتی۔ اور پھر ہوا ایسا موقع جلد ہاتھ نہیں آنے کا کہ الزام قتل اٹھیں میں جو ار پاس پانوں کے سر پر بٹکا۔ غرض کہ اپنی طلاقت لسانی سے اُسکے دبے ہوئے ارادے کو اُسے ایسا اظہار کہ ایک مرتبہ پھر اُسکے دل میں اس فعل قبیح کے ارتکاب کی جرأت پیدا ہوئی۔

غرض کہ میکیتہ اپنی بی بی کی یہ باتیں سن اٹھا اور خنجر بکٹ دبے پانوں شب تاریک کے پردے میں اُس کرے کا رخ کیا حسین نوک سورا تھا۔ وہاں پہونچنے پر ایک تلوار خون آلودہ معلق تھکتی ہوئی اُسے دکھائی دیکھی جسکا قبضہ اُسکے ہاتھوں کی طرف جھکا ہوا تھا۔

اسکے پکڑنے کو ہاتھ پکایا تو سبجر ہوا کے کچھ نہ تھا۔ اور معلوم ہوا کہ اسکے ولین و داغ میں جس کام کا خیال جم رہا ہے اسی کے مناسب متیلنے ایک صورت بھی قائم کر رکھی تھی۔

میکیتھ کچھ اس سے ہراساں نہ ہوا بے تکلف اندر جا کر ایک ہی ہاتھ میں بادشاہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اتنا کہ با قتل کے ساتھ ہی ان پاسبانوں میں سے ایک سو تھے میں نہ ہوا اور دوسرا چلا یا قتل کیا قتل کیا، جس سے دونوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور جگہ پر دونوں نے خدا کو یاد کیا۔ ایک نے کہا خدا جہاں محفوظ رکھے۔ دوسرے نے کہا آمین۔

اسی کے مناسب با کوئی لفظ میکیتھ بھی کہتا۔ مگر اسکی آواز کچھ ایسی بیٹھی گئی کہ وہ اداس نہیں کر سکتا۔ میکیتھ اپنی بی بی کے پاس جو یہ آوازیں سن رہی تھی ایسا منتشر و پریشان آیا جس سے وہ سمجھی کہ یہ بے نیل و راہ لڑا اور کیسے قدر آئے حصول مطلب کی طرف سے مایوسی ہوئی۔ لیکن قریب آنے پر اسکے پاس و پریشانی پر خفا ہوئی۔ اور کہا خون آلودہ ہاتھوں کو اٹھا جا کر دھو ڈالو تا جہاں کوئی نہ پکڑے وہ تو اپنے ہاتھ دھونے گیا اور یہی خبر خون آلودہ کو

یہ اسی کمرے میں چلی گئی۔ اور اسکا خون پونچھ ان پاسبانوں کے منہ پر مل دیا جہاں آنکھیں پر جو جم قرار پائے۔

بادشاہ کی ہلاکت کب چھپنے والی تھی صبح ہوتے ہی اسکی نفیض ہونے لگی۔ میکیتھ اور اسکی بی بی نے بڑا غم و الم ظاہر کیا اور پاسبانوں پر الزام قائم ہوا جبکہ پاس سے ملو از ملکی اور جگہ چہرے خون سے بھرے تھے (بہت ہی قرین قیاس تھا۔ مگر لوگوں کو گمان قوی میکیتھ پر ہوا کیونکہ میکیتھ کو اس قتل کا باعث و مرکب ٹھہرانا بہ نسبت ان غریب و لا واسطہ پاسبانوں کے کہیں دل لگتی بات تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر لوگوں کے دونوں لڑکے بھاگ گئے بڑے لڑکے میلا کام نے دربار انگلستان کا راستہ پکڑا اور چھوٹے لڑکے ڈونلین نے اسٹرکفیلڈ میں جا سے پناہ لی۔

شاہزادوں کے بھاگ جانے سے جو اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوتے تھے سلطنت

خالی رہ گیا۔ اور بجز میکیتھ کے بنگلو آنکے بعد حق سلطنت پہنچتا تھا اور کوئی فرما نہ دے
اسکا ٹینڈ کا مستحق نہ رہا۔ چنانچہ میکیتھ کے تخت نشین ہونے پر جادوگر نیون کے
قول کی پوری پوری تصدیق ہوئی۔

اس عروج پر بھی میکیتھ اور اسکی بی بی کے دلیین جادوگر نیون کے اس قول کا خیال
بندھار ہا کہ میکیتھ بادشاہ ہو جائیگا مگر اسکی اولاد میں سلطنت نہ رہے گی اور اس کے بچے بنگو کی
نسل کی طرف منتقل ہو جائیگی۔ اس خیال نے اور نیز اس امر کے سچ ہونے کے اٹھون نے جو
اپنے ہاتھ خون ناحق سے بھرے اور تباہ کن گناہ کیا گویا وہ نسل بنگو کو تخت سلطنت ملنے
کے لیے مساعدات تھے اُنکے دل میں براہ راست صدمہ پہنچا یا کہ وہ بے تکلف بنگو اور
اُسکے لڑکے کے خون کے پیسے ہوئے اور اس فکر میں ہوئے کہ اٹھین مار کر جادوگر نیون
کی پیشین گوئی کو جکا تپا ہونا اٹھون نے اپنے حق میں پورے طور پر دیکھ لیا تھا غیر مگر اُنکے خیال میں

اس غرض کے لیے ایک دن اٹھون نے بڑی دھوم سے کھانا کیا۔ جیمین بڑے بڑے
امراء و وزراء مدعو کیے گئے۔ اور بنگلات اور دیون کے بنگو اور اسکا لڑکا فلیننس دونوں
بڑے پتاک و عزت سے آئین بلائے گئے۔ بنگو کے آنے کا جو راستہ تھا وہاں میکیتھ نے چند
مقاموں کو معین کر دیا تھا جنہوں نے بنگو کا کام تو تمام کیا۔ مگر شب تاریکی کی وجہ سے فلیننس
کسی طرح اس کشکش میں نہ پہنچا گیا۔ فلیننس سے بہت بڑی شاہی خاندان کی ابتدا پڑی۔ اس کے چکر
پر اسکا ٹینڈ کا بادشاہ ہوا۔ اور اسکی نسل میں جیمین ششم اسکا ٹینڈ و جیمین اول انگلینڈ کا
اخیر بادشاہ ہوا۔ اور وہ اپنے عہد میں اسکا ٹینڈ اور انگلینڈ دونوں پر ساتھ حکمران تھا۔

کھانے پر لکھی بھیجی۔ اس کے انداز بڑے شفیق و شاہانہ تھے۔ جس سے تمام مہمان
مغفول و دل شاد ہوئے۔ میکیتھ شرفا و اسرا سے بڑے اخلاق سے باتیں کرتا۔ اور کہتا
کہ اس ملک کی جتنی عمدہ اور اچھی چیزیں ہیں وہ سب اس وقت یہاں موجود ہیں بجز ایک
میرے پیارے دوست بنگو کے کہ جسکی غرضی پر تہنہ کسی بڑی مہاد کوئی حادثہ تو

Appearance

James

England

اسکا مانع نہوا ہو جبکہ ہم سب کو رنج کرنا پڑے۔

یہ باتیں ہورہی تھیں کہ نیکو مقتول کی روح کمرے میں داخل ہوئی اور جس گھر سی پر میکہ بچہ بیٹھنا پاتا تھا اُس پر جانبیہ لگی۔ گو میکہ بچہ بڑا جبری آدمی تھا ایک مرتبہ شیطان سے بھی مقابلہ پڑتا تو منہ نہ موڑتا۔ مگر اس دہشت ناک ماجرے سے اُسکے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور لب لبکوت ویر تک اُس صورت کی طوٹ ٹکلی باندھے دیکھتا رہا۔ اُسکی مکہ و نیز دیگر سردار اسکی یہ کیفیت دیکھ کر خالی کرسی کی طرف ایسیا کہ اُٹھیں معلوم ہوا۔ ٹکلی باندھے بڑے غور سے دیکھ رہا ہے گھبرائے۔ اور اسکی بی بی نے جھک کر اُسکے کان میں کہا دڑتے کیا ہو یہ اُسی قوت تمہیل کا اثر ہے جسے ڈنکن کے مارتے وقت ہوا میں نچر ٹکا دینا تھا لیکن میکہ بچہ نے اُس صورت کی طرف سے نظر نہ پھیری اور کُسی بات پر کچھ دھیان نہ کیا۔ بلکہ اُسی گھبراہٹ میں اُس صورت کو مخاطب ٹھہرا دوچار ایسے کلمے اُسکے منہ سے نکالے جس سے اُسکی بی بی کو افشائے راز کا کھٹکا ہوا اور جلدی سے اُن مہمانوں کو یہ لکڑی رخصت کیا کہ اکثر بیڑ میں ضعف و ناتوانی سے یہ کیفیت اس پر طاری ہو جاتی ہے۔

اسی وقت سے میکہ بچہ کے دلمین خیالات فاسد اپنا گذر کرنے لگے۔ اسکی اور اسکی بی بی کی فیند و حشت انگیز خوابوں سے بالکل بے لطف تھی۔ نیکو کی ہلاکت تو مہتر رمان تھی ہی فلینس کا پرجا جانا اُنکے لیے اور بھی ستم تھا۔ جسے وہ جانتے تھے کہ شاہوں کا ایک سلسلہ اسکی ذات سے شروع ہوگا۔ جو ہماری اولاد کو تخت سے اتارنے کے باعث ہونگے۔ اُٹھیں سب خیالات سے وہ بچپن تھے۔ اور میکہ بچہ کے دلمین آیا کہ ایک مرتبہ پھر اُن باد و گردینوں سے ملنا چاہیے۔ جسے اس اپنی خراب حالت کی کچھ کیفیت کھلے۔

اُسے کھوجتے کھوجتے اُٹھیں ایک خجل کے غار میں پایا۔ جہاں وہ اُسکے آنے کی خبر پہلے سے دریافت کر کے اپنے ظلم و افسوس کی تیاری میں مشغول تھیں۔ سب کچھ فوراً سے پلید رو میں اُسکے پاس مستقل حالات کی خبر دیتیں۔ اُنکے ظلم و افسوس کے

اجرا میڈک۔ چگاڈ۔ سانپ۔ گرگٹ کی آنکھیں۔ کتوں کی زبان۔ چپکلیوں کے پائوں۔ چنکے بازو۔ اثر و ہت کی کمال۔ بھیرے کے دانت۔ ڈائن کی موسیائی۔ زمریے خرت کی جڑ۔ جسکو زیادہ اثر کے لیے اندھیرے میں کھوتے ہیں۔ بکری کا زہر۔ یہودی کا کلیہ ایسے درخت کے پتے پر جو عموماً قبر میں ہوتا ہے۔ طفل مژدہ کی انگلی۔ یہ سب چیزیں بڑی سی دیگ میں آبا لی جاتی تھیں اور خوب جوش کھانے پر سورون کے خون سے ٹھنڈی کیجاتی تھیں۔ اور آئین ایک ایسی مادہ سور کا خون بھی چھوڑتی تھیں ہواپنے نیچے کو کھا چکی تھی۔ اور آگ میں قاتلوں کے بدن کی جربی ٹپکائی تھیں اور انھیں اجزا طلاہات سے پلید روحین تابع ہو کر اُنکے سوالات کے جواب دیتی تھیں۔

میکیتھ سے استفسار کیا گیا کہ آیا وہ اپنے شہوں کو اُنسے دریافت کرنا چاہتا ہے یا روموں سے جو اُنکے استاد ہیں۔ اُنکے ظاہری اسباب دہشت ناک دیکھ کر وہ ذرا نہ ڈرا۔ اور نڈر ہو کر جواب دیا۔ وہ روحین کہاں ہیں دکھلاؤ تو سہی۔ اُنھوں نے روموں کو آواز دی جو شمار میں تین تھیں۔ آئین سے پہلے ایک تبھیار بند جہان کی صورت میں دکھائی دی اور میکیتھ کا نام لیکر آئے متوجہ کیا اور کہنے لگی کہ رئیس فالف سے خبردار رہنا۔ جسے سنکر میکیتھ نے اسکا شکر یہ ادا کیا کیونکہ میکیتھ نے رئیس فالف کی طرف سے میکیتھ کو بے خطرہ رہنا تھا۔

اسکے بعد دوسری روح ایک خونخوار لڑکے کی صورت میں دکھائی دی۔ اور میکیتھ کا نام لیکر پکاری اور کہنے لگی کہ تم دل میں کچھ خوف نہ رکھو بلکہ لوگوں کی قولوں پر نہ سنا کرو اور سب کو سچ سمجھو۔ کیونکہ معمولی پیدائش کا آدمی تھیں کوئی اندھین ہو سکتا ہے خوف و خطر مردانہ وار زندگی بہہ کر دے۔ ہاں شاہ یہ سنکر کہ اٹھ سیکڑن لے رہ۔ مجھے تجھے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مگر مزید اطمینان کے لیے

Handwritten signature/initials.

تھے زندہ بچھوڑ دینا۔ زرد روخوں سے کہو نکا کہ تو جو ٹاپے۔ بادل گریے یا ترپے
اب میری میندین غل نہیں آئے گا۔

زان بعد تیسری روح ایک تاجدار لڑکے کی صورت ہاتھ میں ایک درخت
یہ نمودار ہوئی اور میکبتھ سے کہا کہ تم سازشوں سے گھبراؤ نہیں تاؤ نیکم کریم کا جنگل
وزن سفین پر باڑ پر تھا رسے مقابلے میں نہ آیکا۔ تم مغلوب نہو گے۔ میکبتھ نے کہا یہ
تو خوب علامت، بتائی۔ بھلا جنگل کون اٹھاڑ سکتا ہے جسکے درختوں کی جڑیں اس طرح
زمین میں پیوستہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں عربی کو پوچھ کر مرونگا۔ بیچ میں کوئی ناگانی
موت مجھے نہیں سننا سکتی۔ لیکن ایک بات پوچھنے کو میرا بہت دل چاہتا ہے اگر
اپنے عالم کے زور سے تم بتا سکو تو بتاؤ دیتے کہ آیا ننگو کی اولاد کبھی حکمران ہوگی۔ اتنے
ویک زمین میں ساگلی۔ اور ایک عمدہ نسخے کی آواز سنائی دے جسکے بعد آٹھ صورتیں
پاؤں شاہوں کے لباس میں میکبتھ کے پاس سے گزرتی ہیں جسکے پیچھے ننگو ایک بلورین
بام کیلے ہوسے ننگا اور اس بام میں اور بھی بہتری صورتیں نظر آتی تھیں۔ ننگو اپنی
خونخوار آنکھوں سے میکبتھ کی طرف دیکھ کر ہنسا اور انکی طرف اشارہ کیا جس سے میکبتھ
کو معلوم ہوا کہ یہ ننگو کی نسل سے ہیں جو میرے بعد تخت اسکا ٹکینڈ پر حکمران ہونگی۔
اور جاؤ گے کیاں گاتی بجاتی تھوڑی دور تک تھپکا آسے پہونچانے آئیں اور پھر غائب
ہو گئیں۔ اور اسی وقت سے میکبتھ خونخوار حالت میں رہنے لگا۔

باد و گرمیوں کے غار سے نکل کر جو خیر پہلے اسکے کان میں پڑی وہ یہ تھی کہ میکڈٹ
رئیس طاقت بھاگ کر انگلینڈ چلا گیا۔ کہ وہاں میکلام بادشاہ سابق کے بڑے لڑکے
سے مل جاسے جو وہاں میکبتھ کے مقابلے میں فوج جمع کر رہا تھا۔ میکبتھ کو یہ خبر سنکر
بڑا غصہ آیا اور محل طاقت میں جا کر میکڈٹ کی بی بی اور اسکے لڑکوں کو جو پیچھے رہ گئے
تھے و نیز دیگر متعلقین، ہاٹ کو جئے ذرا بھی رشتہ داری میکڈٹ کے ساتھ

Burm
Dunsinone

England

ثابت ہوئی تہ تیغ کیا۔

اس سے اور نیز ایسی ہی اور چند حرکتوں سے تمام اراکین سلطنت کے دل اُس سے پھگ گئے۔ چنانچہ میکام اور میکڈلین جب انگلینڈ سے اپنی فوج لیکر چلے تو بہت سے ملازمین سلطنت اُن سے مل گئے اور باقی جو میکڈلین کے خون سے ایسی جرات نکر کے وہ دل سے اُنکی فوج کے لیے دست بدعا تھے۔ غرض کہ آہستہ آہستہ اُسکے نئے ملازم چھٹتے گئے۔ ہر شخص اس ظالم سے نفرت کرنے لگا۔ کوئی اُسکا پیار یا عزت نہ کرتا تھا۔ ہر شخص اُسکی طرف سے شکوک رہتا۔ اب ایسی حالت انتشار میں بادشاہ گرفتار ہوا کہ اُسے توکن مقتول کی حالت پر رشک آتا اور دل میں خیال کرتا کہ کیسا مزے میں سو رہا ہے کہ جبکہ حق میں پوشیدہ سازشوں کا کوئی اثر نہیں پہنچ سکتا۔ نہ تلوار سے اُسے کھٹکانہ زہر کاغم۔ نہ خالکی عداوتوں سے تشویش نہ بیرونی فوج کا ہراس۔

اسی حالت میں ملکہ جو اُسکے نباشت کی جزو اعظم تھی اور جسکی گود میں دیباک کی رات کے دہشت انگیز خوابوں سے جوان دونوں کو بچپن کرتے تھے وہ اطمینان و راحت پاتا تھا رہا اسے ملک عدم ہوئی۔ یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ اپنے گناہ کی پریشانی و نیز عام لوگوں کے استکراہ و کشیدگی سے وہ آپ اپنی ہلاکت کی باعث ہوئی۔ اُسکے مرنے سے یہ بالکل تنہا پڑ گیا۔ دور تک دیکھتا تھا مگر کوئی شخص اُسکا شفیق و خبر گیر نہ نظر نہیں آتا تھا۔ کوئی دوست ایسا نہیں ملتا تھا۔ جس پر اپنے برے ارادوں میں کسی طرح کا وہ بھروسہ کرے۔

میکڈلین زلیت سے بالکل مایوس ہوا۔ اور ہر دم اُسے موت ہی کا خیال رہتا لیکن جب میکام کی فوج قریب پہنچی تو اُسکی پرانی شجاعت نے عود کیا اور اُس نے چاہا (جیسا کہ اُس سے ظاہر ہوتا تھا) کہ ہتھیار لگا کر جان دینی چاہیے۔ علاوہ برین آن روح کی پروغا باتوں پر بھی اُسے کسی قدر یقین تھا۔ اور اُسے روح کا یہ قول یاد آیا

کہ معمولی پیدائش کا آدمی تھیں ہرگز ایدا نہیں پونچا سکتا۔ اور یہ کہ جب تک برغم کا جنگل
تھارے مقابلے میں ڈنسی نن پہاڑی پر نہ آئیگا تم مغلوب نہو سکو گے جبکہ وہ سمجھتا
تھا کہ غیر ممکن الوقوع ہے۔ یہ سمجھ کر آئے اپنے قلعہ میں جگہ لی جسکی نامکن التسخیر مضبوطی
محاصرین کی ہمت توڑ دیتی تھی۔ اور بے تکلف میکام کے حملہ کا منتظر رہا۔ ایک روز
کا واقعہ ہے کہ ایک ملازم اسکا خون سے لرزان رنگ چہرے کا فنی اسکے پاس آیا
کہ مارے خون کے منہ سے بات تک نہ نکلتی تھی اور یہ بیان کیا کہ پہاڑی پر میں کھڑا
پہرا دیتا تھا مجھے ذفقہ ایسا معلوم ہوا کہ یو جنگل اکھڑا میری طرف چلا آتا ہے۔ میکتبہ
نے کہا تو جھوٹا ہے۔ اچھا میں دیکھتا ہوں اگر تیری بات غلط تھری تو زندہ درخت
میں لٹکا دوں گا کہ مارے بھوکون کے تیری جان نکل جائے۔ اور اگر یہ بات صحیح نکلی تو میں
جانو لٹکا کہ تو میرا خیر خواہ ہے۔ اب میکتبہ کے ارادے ضعیف ہوئے اور روحون کی ذوقی
تقریر سے اسوقت بڑا شک اسے پیدا ہوا۔ اسے یہ اعتقاد تھا کہ جب تک ڈنسی نن پر
برغم کا جنگل نہ آئیگا میں مغلوب نہو لگا۔ اب جنگل کو بھی متحرک دیکھ لیا۔ اور دلمین کہا۔ خیر یہ
سب صحیح۔ مگر جب نہ جاے ماندن و نہ پائے رفتن کا معاملہ ہے تو احوال نیکل کر مقابلہ
ہی کرنا مناسب ہے۔ اور اپنی زندگی کو مردانہ وار اخیر تک بیاہ دنیا اولیٰ ہے نہ غمکہ
ایو سی کی حالت میں وہ محاصرین کے مقابلے کو بڑھا جو بالکل ہی زیر قلعہ آچکے تھے۔
اس ملازم نے جو جنگل کے چلنے کا ایک نیا مضمون حیرت افزا سنایا اسے یوں بے لانی
ذہن قبول کر لیا کہ حملہ آور فوج جب برغم کے جنگل میں سے ہو کر چلی تو میکام نے بائیں
سپہ سالاری اپنی فوج کو یہ حکم دیا کہ ہر ایک جو ان فوج کا ایک ایک ٹہنی جنگل میں سے
کاٹ کر اپنے منہ کے سامنے لگا لے تا فوج کی پوری تعداد کسی کو معلوم نہو سکے چنانچہ
فوج ٹہنی لگائے ہوئے جو بڑھی تو دور سے میکتبہ کا ملازم دیکھ کر ڈر گیا۔ چنانچہ
اس طرح روحون کا کہا دیکھنے میں آیا۔ جسکے مفہوم کے سمجھنے میں میکتبہ نے مغالطہ کھایا۔

اب ایک خاصی لڑائی شروع ہوئی۔ سیکیمہ گواپنے ہراسیوں کی طبیعت سے خوب واقف تھا کہ ظاہر میں وہ اُسکے دوست تھے لیکن باطن میں اُسے برا جانتے تھے اور میکام اور میکڈن کی طرف میلان خاطر رکھتے تھے۔ مگر کچھ بھی بڑی بہادری سے حملہ آور ہوا۔ جو سامنے آیا اسے دونیم کیا۔ اور اسی طرح مارتے کاٹے ومان پہونچا جان میکڈن لڑ رہا تھا۔ میکڈن کو دیکھ کر اور روح کا قول یاد کر کہ میکڈن سے ہمیشہ خبردار رہنا وہ چاہتا تھا کہ لوٹ جائے مگر میکڈن کراٹکی تلاش ہی میں تھا اُسے کب لوٹنے دیتا۔ میکڈن دیکھتے ہی اُسکے سامنے آیا اور لڑنے پر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ اپنی بی بی اور لڑکے کے غم کا بخار اُسے گالیوں دیکر خوب کالایا۔ سیکیمہ نے جبکی طبیعت خون سے بھر گئی تھی چاہا کہ مال لیجائے۔ مگر میکڈن نے اُسے ظالم۔ فونی۔ جہنی۔ حرامزادہ وغیرہ لکھ کر اپنے ساتھ لڑنے پر برا لگیتے کیا۔

سیکیمہ کو اسوقت روح کا قول یاد آ گیا کہ معمولی پیدائش کا کوئی آدمی تھیں مار نہیں سکتا۔ اور باستقلال تمام شکر کر میکڈن سے کہنے لگا اپنی کوشش کیوں برباد کرتے ہو۔ میرا مارنا اور ہوا پر خچر سے نقش کرنا ایک ہے۔ میری زوریت میں طلسمی تاثیر ہے جس سے معمولی پیدائش کا کوئی شخص مجھے ایذا نہیں پہونچا سکتا۔ میکڈن نے جواب دیا کہ طلسم کا خیال نکال ڈالو اور جن روجن نے تھیں بیکار رکھا ہے اُن سے کہہ دو کہ میکڈن معمولی پیدائش کا آدمی نہیں ہے۔ انسان کی پیدائش کا جو دستور ہے اُسکے خلاف اسکی پیدائش ہے یعنی قبل از اختتام مدت حمل میں پیدا ہوا ہوں۔

سیکیمہ حکایت آخری ضمنوں میں غلط نکلا میکڈن سے کہنے لگا۔ لعنت ہے تجھے بنے مجھ سے کہا۔ آئندہ سے میں جانتا ہوں کہ ہرگز جادو گر یا روح کی ذمہ داری تفریر پر اعتماد کرنا چاہیے۔ دیکھو کیسا مجھے دھوکا دیا۔ دو ایک باتیں بتائی کہ

آخر میں کیسا اس پیچ دار لفظ سے نا اُمید کیا۔

ٹیکٹن نے بہ تحقیق تمام اسکا جواب دیا۔ رہے۔ میرا قصد ہے کہ شیطان کی طرح آپ کی شہرت دون۔ اور ایک تھنے پر آپ کی تصویر کھینچ کر اور یہ لکھوا کر کہ ظالم کی صورت دیکھتے جاؤ شارع عام پر لگوا دوں۔

ایک مرتبہ پھر مایوس ٹیکٹن کے دلمین جرات پیدا ہوئی اور کہنے لگا میں ایسی ننگی پسند نہیں کرتا کہ تمہارے ٹیکٹن کے قدموں کی خاک چومنی پڑے۔ اور عام غفلت کی بدگوئی ان سُنوں۔ گو برنم ڈنسنی نن پر آگیا اور میرے مقابلے کو بھی وہ شخص موجود ہے جو معمولی پیدائش کا نہیں ہے۔ لیکن ایک مرتبہ میں آخری کوشش ضرور کروں گا۔ غرض کہ اس مجبوزانہ الفاظ میں آئے اکیبارگی میکٹن پر وار کیا۔ جو بدھوڑی دیر لڑنے کے آخر میں غالب آیا اور اُسکا سر کاٹ کر میلکام کو نذر گزارا۔ بسے اس ذریعہ سے وہ سلطنت حاصل کر لی جو غاصب کی فطرت سے اتنے دنوں اس کے پاس نہ تھی اور تمام رعایا و اراکین کی خوشی سے وہ ڈنکن حلیم المزاج کے تحت پر جلوہ افروز ہوا۔

خاتمة الطبع

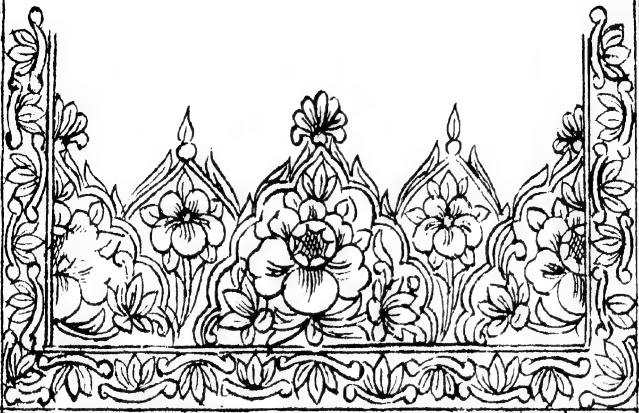
الحمد للہ کہ مجموعہ افسانہ دلپذیر کے میں قصوں میں کا پانچواں قسط جو مجموعہ مذکور القصد میں شامل ہے اس سے پہلے مطبع اودھ اخبار لکھنؤ ملوکہ عالیہ جناب محلی القاب جناب منشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ بی میں چھپا اب شاخ مطبع موصوف واقع کانپور میں باتنام منصرم باکمال جناب منشی جگوانندیاں صاحب ماہ جنوری سنہ ۱۳۱۴ء میں پہلی مرتبہ چھپکر زیور مطبع سے آراستہ و پیراستہ ہوا۔

سخا تو کومکا فضل خلا از و ز ماسی
عمون لول لول لول لول لول لول

۱۰ اگر کسی کتاب تیس فرام کسی کی مجموعہ افسانہ دہلیز کے میں قصوں میں کا چھٹا
دیکھ چکے فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے اس موسم بہ

جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب کالج کوئٹہ ویل مضمون پر ہنگامہ
ضلع کوہ پور نے پایا وہ طبعاً دودھ نثار مجاورات سلیس انگریزی سادہ و سیریز

مطبع میهنی نوک شوق کا پوربھو زینت



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وینس میں شاہلاک نامے ایک بخیل تاجر تھا کہ انگریزی تاجرون کو سودی روپیے
 دے دے کہ بہت کچھ دولت جمع کر لی تھی اور اپنے سود وصول کرنے میں ایسی قسی القابلی و خبیث کاری
 کو کام فرماتا کہ جس سے سارے شہر والوں کو اس سے نفرت ہو گئی تھی اور خاص کر آئین تھانیوں
 کو وینس کا ایک نوجوان تاجر تھا اُسے بہت ہی دلیل و ناپاک سمجھتا تھا۔ آئین تھانیو ایک غمی و حرم
 تاجر تھا عند الحاجت بلا سود و لوگوں کو روپیے دید یا کرتا تھا اسلئے شاہلاک بھی اس سے
 خا رکھا تا تھا۔ جب کبھی اُن دونوں میں کسی جگہ ملاقات ہو جاتی تو آئین تھانیو اسکی توہین میں
 دریغ نہ کرتا۔ اور حریفوں و سخت گیر اُسے ضرور کہتا جسے سُن کر ظاہر تو شاہلاک ممبر کر جاتا اور
 کچھ جواب نہ دیتا مگر پردہ اُن سخت کلامیوں کے عوض لینے کی فکر میں ہمیشہ رہتا۔

وہاں کے سارے باشندوں میں آئین تھانیو زیادہ رحم دل اور عہد و بیان کا سچا تھا
 اور اسکی طبیعت خلق و تواضع سے کبھی سیر نہ ہوتی۔ خلق و رحم دلی میں پُرانے رومن کا
 پیر و اس سے بڑھ کر ملک اٹلی میں کوئی دوسرا نہ تھا۔ لیون تو سب ہی اُسکے دوست تھے

Verice
 by
 Antionio

Verice

مگر زیادہ مقرب اور پیارا دوست اُسکا بی سنیاشہر کا ایک شریف زادہ تھا جسے ٹھوڑی سی ارث اپنے باپ کی جو اسے ملی تھی فضول خرچی میں برباد کر کے جیسا کہ بگڑے ہوئے امیر زادوں کا دستور ہے مفلس بن بیٹھا تھا۔ اور جب کبھی خرچ کی ضرورت اسے آن پڑتی تو این تھانیو بلاتا اُسے دیا کرتا۔ غرض کہ دیکھنے میں وہ دوتھے ورنہ باعتبار جان و مال کے ایک ہی تھے۔

ایک دن بی سنیاشہر نے آکر این تھانیو سے کہا کہ ایک عورت سے مجھے کمال الفت ہو جی چاہتا ہے کہ اُس سے بیاہ کر لوں ظن غالب ہے کہ یہ بیاہ رفعِ افلاس و شگدستی کا باعث ہو کیونکہ تھوڑا سی عرصہ ہوا ہے کہ اُسکا باپ بہت کچھ مال و دولت چھوڑ کر مرا ہے جبکہ وارث سوائے اُس لڑکی کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں اُسکے باپ کے زمانہ بھیات میں اُسکے گھر جا کر رہتا تھا۔ ایک دن میں نے اُس سے بیاہ کی درخواست کی جسے سُکر اُسے سر ہلایا اور معلوم ہوا کہ وہ راضی ہے۔ مگر میں اپنے پاس روپیہ نہیں دیکھتا کہ بمقابلہ اُس مالدار عورت کے سامان شادی مہتیا کر سکوں اسلئے تمھارے پاس آیا ہوں کہ اسوقت اگر کچھ خرچ سے مدد کرو اور تین ہزار روپیہ قرض دو تو کمال نوازش ہے۔

این تھانیو کے پاس اسوقت روپیہ نہ تھے کہ اُسکو قرض دینا البتہ تھوڑے دنوں میں اُسکے چند جہاز مال تجارتی سے بھرے ہوئے آنے والے تھے جسکے بھروسہ پر بی سنیاشہر کا چلو شالماک سے کہ ایک بڑا بھاری سیٹھ تین ہزار روپیہ تحصیل قرض دلا دوں۔ شالماک کے پاس وہ دنوں گئے اور این تھانیو نے تین ہزار روپیہ قرض اپنے اور کما جو کچھ مناسب سمجھا اس پر سود لگا لو۔ میرے مال تجارتی سے بھرے ہوئے چند جہاز آتے ہیں جب وہ آئیں گے تب تمھارا روپیہ واجب الادا ہو گا اسباب سے لینا یا نقد روپیہ لے لینا۔ یہ سنکر وہ بیہوش اپنے دل میں کہنے لگا کہ دیرینہ کوسوچنے لگا اور خیال کرنے لگا کہ اسنے میرے ساتھ ایسی برائیوں کی ہیں کہ اگر اسکا کچا گوشت

کاٹ کر کھائے تو رواج ہے۔ اسکو فرقہ یودی سے کمال نفرت ہے۔ یہ فقط میرے جہانے کیوں
یہ بلا کسی عوض کے لوگوں کو روپیہ دیتا ہے۔ اور سود اگر وہ بین بیٹھ کر میرے استغلا جانے
کو سود ناجائز سے تعبیر کر کے بخود تو بہین بھرے کلہوں سے مجھے ہمیشہ یاد کیا کرتا ہے۔
عنفت ہے میری ذات پر اگر مین ان سب باتوں کو مقبول جاؤں اور اسے روپیہ
دیدوں۔ این تھانیوں نے دیکھا کہ یہود کچھ جواب نہیں دیتا اور کچھ بٹھیا سوچ رہا ہے تو اس سے
ممبرنوسکا اور کما سیان سنتے ہوئے گئے یا نہیں۔ اس پر تو یہود سے بھی نہ رہا گیا اور کسا
دو این تھانیو، جماعت تجارتین کئی بار اور یون گلی کو چے مین تو اکثر تنے مچر پر اور میری
بخیلی پر لعن و طعن کیا ہے۔ جسے منکر حسب دستور قوم رکہ صبر و شکیب یہودی کی علامت ہے
مین نے بردباری و تحمل سے کام لیا۔ اور بارہا تنے مجھے بے ایمان اور سنگ خوشخوار
بھی کہا ہے اور یہودوں کی وضع پر نفرت ظاہر کی ہے دو چار بار تنے میری طرف
لات بھی اٹھائی ہے گویا مین آدمی نہ تھا۔ لینیڈی لٹا تھا۔ اب کہ مین میری مدد کی ضرورت
آن پڑی ہے تو کہتے ہو شالاک کچھ روپیہ قرض دو، تم ہی سمجھو کہ مین کتوں کے پاس
بھی روپیہ ہوتے ہیں تمھاری عقل مین یہ بات آتی ہے کہ لینیڈی کتا مین ہزار روپیہ تمھیں
قرض دیدیگا۔ چہا رشبہ کی بات ہے کہ تم نے گالیان دے رہے تھے اور دو ہی ایک
دن گذرے ہونگے کہ تمھیں کتا کتا ہوا مین نے اپنے کانوں سننا ہے۔ کیا آپ کی خوش
اخلاقیان اس بات کی متقنی نہیں کہ مین آپ کو روپیہ جو ادا کروں۔ این تھانیوں سے جواب دیا
تمھاری نسبت مین جو کچھ کتا ہوں ہمیشہ کتا رہوں گا اور ہمیشہ تمھاری تو بہین و تذلیل مین
سامی رہوں گا۔ روپیہ جو تنے قرض لینے آیا ہوں تو کچھ دوست بن کے نہیں آیا ہوں
قرض لینے سے اور دوستی دشمنی سے کیا نسبت بلکہ سچ پوچھو تو قرض دشمن ہی بن کے
لیا جاتا ہے فرض کیجئے کہ مین آپ کا دوست ہوں مگر جب مین نے قرض لیا تو تمھیں
یہ خیال کر لیا اگر بدلت مٹینہ کے اندر ادا نہ ادا تو آپ مالش کیے اور تاوان سیلے بغیر

نہین رہنے کے۔ شاملاک نے کہا کہ میری باتوں سے آپ ایسا خفا کیوں ہو گئے ہیں آپ کا دوست ہوں اور ہمیشہ مجھے آپ اپنا خیر خواہ تصور کیا کیجیے۔ میں نے آپ کی ساری باتوں کو دل سے بھڑا دیا اور خاطر جمع رہ کر کہے کہ میں آپ کو بلا سود و روپیہ قرض دوں گا اور آپ کا کام ہرج نہین ہونے کا۔ ان بناوٹ کی باتوں سے این تھانیو بڑا متعجب ہوا اور یہود نے پھر انہی مہربانیوں کا چالوسی بھرے فقر و فاقہ میں اظہار کرنا شروع کیا اور کہا میں نے جو چند شکایتیں آپ کی آپ کے منہ پر کہیں اس سے صرف آپ کا متوجہ کرنا مقصود تھا ورنہ دلیسین میرے اسکا کچھ بھی اثر نہین ہو۔ مجھ سے تین ہزار روپیے ابھی تجھیے اور میں آپ سے سو دوہی نہین لینے کا۔ ہاں اگر مناسب سمجھے تو کسی وکیل کے پاس چلیے اور ایک دستاویز بیان اقرار لکھ دیجیے کہ اگر مدت معینہ کے اندر دیون زر قرضہ ادا کرے تو دین کو اختیار ہے کہ آدھیر گوشت جس مقام سے چاہے اسکے بدن سے کاٹ لے کیونکہ لکھا پڑھی اور اس شرط سے معاملہ خوب مستحکم ہو جائیگا ورنہ زبانی معاملے قابل الطمینان نہین ہوا کرتے۔

این تھانیو نے کہا مجھے منظور ہے آپ دستاویز لکھا لائیے میں اپنے دستخط کروں گا اور آپ کی اس نوازش پر بہت کچھ شکریہ ادا کروں گا۔

بی سینا نے اپنے دوست کو ایسی دستاویز کے لکھنے سے منع کیا مگر اس نے نمانا اور کہا کہ جتنا میں قرض لیتا ہوں اس سے کہیں زیادہ کا اسباب میرے جہاز میں آتا ہے جو میعاد معینہ کے اندر آجائیگا تو پھر ایسے اقرار نامہ لکھنے میں کیا مہرج ہے۔

شاملاک یہ بحث منہسا اور کہا دو بابا ابراہیم، میرے لوگ کیسے شکی بہین چونکہ اپنے کاروبار میں یہ لوگ سخت دہی بہین اسی لیے دوسروں سے بھی بدگمان رہتے بہین ، بی سینا، کیا تم سمجھتے ہو کہ در صورت انقضاء میعاد ذی الحقیقت میں گوشت کاٹ لوں گا۔ آدمی کا آدھیر گوشت لیکر دین کیا کروں گا۔ کسے گوشت میں کچھ ایسی برکت و عظمت بھی نہین۔ بھڑکایا گئے کا بھی نہین ہے کہ کھانے ہی کے کام آئیگا۔ احتیاط

یہ شرط نظر استحکام معاہدہ لکھائے لیتا ہوں۔ آئندہ تھارنی خوشی چاہو لو یا نہ لو۔ اتنی اور دیر نہ کے قائم رکھنے کے لیے یہ روپیہ تھین دیتا ہوں تو تو بھی واہ واہ اور نہ تو تو بھی واہ واہ۔

یہودی کن باتوں سے ایک بھی بی سنا کو پسند نہ آئیں اور ہرگز اسکی رائے نہ تھی کہ اسکا دوست اس کے لیے اپنے کو ایسی سخت شرط کا پابند کرے۔ مگر ان تھانیوں نے بی سنا کی ایک نہ سنی اور یہ سمجھ کر کہ یہ لکھ دینا ایک قسم کی تفریح ہے جیسا کہ یہودی نے بیان کیا تھا) دستاویز پر اپنے دستخط بنا دیے۔

وفیس کے قریب ہیل سنٹ ایک جگہ ہے جہاں وہ عورت جسکے ساتھ بی سنا نکاح کرنے والا تھا رہتی تھی اور پورٹیا نام تھا لیکن یہ دو پورٹیا نہیں ہے جسکے باپ کا نام کوئیٹو اور شہر کا نام ہیلوئس ہے اور جی کہانی جھوک روڑ کا کرتے ہیں۔

ان تھانیوں نے اپنی جان پر بازی لگا کر سب کچھ سامان درست کر دیا اور بی سنا گری می آؤ نام سے ایک مرد شریف کو ساتھ لے بڑے تزک و احتشام سے ہیل سنٹ کی طرف روانہ ہوا۔

بی سنا کے پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد ان دونوں میں عقد ہو گیا۔

بی سنا نے پہلے جا کر پورٹیا سے کہا۔ میرے پاس مال و دولت تو ایسی بہت کچھ نہیں ہے البتہ شرافت و معزازہ اندانی ایک ایسی چیز میرے پاس ہے جس پر فخر کرنا مجھے زیب دیتا ہے۔ وہ عورت کہ صرف اس کے حسن و خوبی کی طالب تھی مال و دولت تو آپ ہی اسکا گھر ورائٹا دولت شوہر کی آسے کیا تنہا ہوتی بولی مجھے مال و دولت کو اگر ہزار حصے تنہا تو دس ہزار حصے حسن و خوبی کی تلاش ہے۔ اور پھر ایک بڑے انداز سے شرملا کر اپنی انکساری و خاکساری کا اظہار کرنے لگی کہ گو میں ایک ناتربیت یافتہ و غیر تعلیم یافتہ عورت ہوں اور بالکل نا تجربہ کار ہوں۔ مگر جسے شکر ہے کہ عمر کچھ ایسی

Belmont
Pettit
Glad
Brutus
Gretchen

بہت بچنگلی پر ابھی نہیں آئی کہ صحبت نیک اپنا اثر مجھ میں نہ دکھاسکے۔ میری دلی آرزو یہ تھی کہ میں اپنے آپ کو بالکل تیرا تاج و مقلد بنا کر رہوں اور بلا ہدایت تیرے کوئی کام نہ کروں کیونکہ میں خوب اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھ میں تجھ میں آج کو ایک نیا تعلق پیدا ہوا اور ایک نئے قسم کا انتظام دنیاوی ہمارے متعلق ہوا۔ کل تک تو میں اس مکان کی مالک اور اس نوکروں کی آقا تھی اور اپنے کاموں میں اپنی ذات کی خود مختاری تھی۔ مگر آج سے یہ مکان اور یہ خوادم اور میں غرض کہ سب کچھ تیرے ملک خاص ہیں۔ اور ایک چھلا دیکر کہا کہ اسی چھلے کے ساتھ سب چیزیں تیری ہو گئیں۔

بی سینا بہت متحیر ہو کر ایسی مالدار شریف نرادی مجھ ایسے ناچیز آدمی پر یوں مہربان ہو اور اس طرح وقعت کے ساتھ مجھے غاوندی میں قبول کرے اور اس کی نوازش و کرم کا اپنے ولیمین بہت ممنون ہوا۔ پورا پورا تو اظہار اس مسرت کا رجو اس وقت اسے حاصل ہوئی (غیر ممکن تھا مگر موافق دستور محبت آمیز فقر و فاقہ میں اس کا شکریہ ادا کیا اور چھلا لیکر کہا کہ تازہ نیست میں اپنے پاس سے اسکو جدا کر دینگا۔

فی ریبیانا سے ایک سہیلی تھی کہ پورٹیا کے ساتھ ہمیشہ رہا کرتی تھی جب وہ میسان بی بی میں یہ باتیں ہو رہی تھیں تو فی ریبیانا بھی وہاں موجود تھی۔ گریٹی آنو (بی سینا کے ہم غلبیس) نے بی سینا اور پورٹیا کو خوش و غرم دیکھ کر یہ گلہ زبان پر لایا کہ اگر آپ لوگ مجھے بیاہ کرنے کی اجازت دیتے تو کیا خوب تھا۔

بی سینا لڑکھا و گریٹی آنو، اگر کہیں سے تجھے بھی ایک بی بی لمباتی تو عین میری خوشی تھی۔

گریٹی آنو نے کہا میں پورٹیا کی سہیلی فی ریبیانا سے بیاہ کرنا چاہتا ہوں جسے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اگر میری بی بی نے بی سینا سے نکاح کیا تو میں ضرور تیرے ساتھ عقد لڑ لوں گی۔ پورٹیا نے فی ریبیانا سے پوچھا کیوں رسی یہ سچ ہے۔ فی ریبیانا نے کہا

مین نے تو وعدہ کیا ہے کہ جب آپ بھی اُسے پسند کریں۔ پورٹیا نے اپنی رضامندی
نفاہر کی اور بی سینا کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مافی ریب یا کو فخر کرنا چاہیے کہ تمہارا گرمی ٹی آنو ہے
اپنے نکاح میں قبول کرتا ہے۔

اُن دونوں عاشق و معشوق کا لطف ملاقات این تھانیو کے ایک قاصد نے آ کر کھڑا
جسے ایک ایسا وحشت انگیز خط لاکر بی سینا کے ہاتھ میں دیا کہ جسے دیکھتے ہی اُس کی رنگت
بدل گئی اور چہرے پر غمزدنی چھا گئی۔ یہ کیفیت دیکھ کر پورٹیا بھی کہ کسی پیارے دوست کے
مرنے کی خبر اس خط میں لکھی ہو گی جس سے اُسکو ایسا صدمہ پہونچا اور پوچھا کون سی بات اس میں
لکھی ہے جسکے پڑھتے ہی تم ایسا پریشان ہو گئے۔ بی سینا نے کہا کہ اس میں ایک ایسی بات
لکھی ہے کہ مجھ کو نہیں بلکہ کاغذ کے دلمین بھی اس کے غم نے داغ ڈال دیا ہو گا۔ دو بی بی،
تکو یا دہو گا کہ پہلے ہی ملاقات میں اپنی ناداری کا حال تم سے مین نے بیان کر دیا تھا کہ جو کچھ
دولت و مال میرے پاس تھا سب میں نے لٹا کر براہر کر دیا اور اب میرے پاس ایک
جیب بھی نہیں۔ یہ سب جو میں نے سامان و تیاری کی ہے مین کہاں سے لایا۔ مین نے
این تھانیو اپنے دوست سے روپیہ قرض مانگا کہ یہ سب سامان درست کروں۔ اتفاق
دیکھئے کہ اس وقت اُسکے پاس بھی کچھ نہ تھا مگر اُسے میری خاطر سے شاملاک سے تین ہزار
روپیہ قرض لیے اور وقت پر میری ضرورت اٹکی نہ رہی۔ اس بد ذات یہودی نے
تسک میں یہ شرط لکھائی کہ اگر مدت مہینہ کے اندر این تھانیو شاملاک کا روپیہ ادا نہ کری
تو شاملاک مجاز ہے کہ این تھانیو کے سارے جسم میں سے جس جگہ کا گوشت چاہے آدھ
کاٹ لے۔ اور پھر این تھانیو کا خط پڑھ کر اُس نے لگا جسکو مجسہ میں یہاں نقل کرتا ہوں۔
میرے پیارے بی سینا۔ میرے تمام جہاز ضائع گئے۔ یہودی کے مقابلے میں شرط
ہارا۔ کیا خوب تھا کہ مرنے دم میں تجھے ایک دفعہ دیکھ لیتا۔ مگر تم میرے غم میں اپنا عیش
منصہ بکرتا۔ اور اگر تمہارا سے یہاں آنے کی اجازت نہ تو سمجھنا کہ خط ہی نہیں آیا تھا۔

پورٹیا نے کہا دو اوپاریسے حبیب، کوئی تردد کا مقام نہیں ہو بان تم جاؤ اور اشرفیان اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ زور و زحمہ سے اگر میں حصہ ہی زیادہ صرف ہو جا کے تو مضائقہ نہیں مگر تمہارے سبب سے ایک بال بھی اسکا بیکانہونے پائے۔ اشرفیوں کے خرچ کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کرنا۔ بلکہ جتنا ہی زیادہ روپیہ دیکر اسے چھوڑا لاؤ گے اتنا ہی زیادہ میں خوش ہوں گی۔ اور پھر کہہ کہ تم نافع سودی روپیہ لینے گئے۔ گو میرے ساتھ مقدار انکاج نہیں ہوا تھا مگر تم مجھ سے جائز طور پر روپیہ مانگ سکتے تھے۔ اسی دن ان دونوں کا نکاح ہوا تھا اور فی ریس یا بھی اسی وقت گری ٹی آنو کے ساتھ بیاسی گئی تھی کہ بی سینا اور گری ٹی آنو ونیس کی طرف روانہ ہو گئے جو ان پر پونچا گیا دیکھتے ہیں کہ این تھا یو محبس میں قید تھی۔ بی سینا نے یہاں کہ اس بے رحم ہیرو کے سامنے روپیہ رکھ دیے مگر اسے نہ لیے اور کہہ کہ میعاد معینہ کے اندر کیوں نہیں داخل کیا اب میں بجز آدم سیر گوشت کے اور کوئی چیز نہیں لینے کا۔ اب وہ ونیس کے سامنے اس مقدمے کے پیش ہونے کی ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اور بی سینا نہایت مضطرب و پریشان و مان ٹھہرا کہ دیکھیں اس بار وین کیا بخیر ہوئی کہ جب بی سینا رخصت ہونے لگا تو پورٹیا نے اسے تسلی اور تشفی دیکر کہا کہ ٹوٹے ہوئے این تھا یو کو بھی اپنے ساتھ لیتے آنا۔ کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر پیچھے سے سوچی کہ حبیب وہ اپنی جان بچا ہے تو کیونکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ خاصی پائیگا کہ میرے پاس آسکے اور تنہا میں خیال کرنے لگی اور سوچنے لگی کہ میں بی سینا کے دوست کی جان کسی طرح بچا بھی سکتی ہوں۔ مگر چنید کہ اسے بی سینا سے بڑی ہجرت اور نرمی سے جیسا کہ عام دستور عورتوں کی گفتگو کا ہے، کہا تھا کہ میں بلا پوچھے اور بلا واسطے لیے میرے کوئی کام نہیں کرنے کی مگر اسوقت اسکی سچی بہت اور انصاف پسند عقل نے اسکی رہنمائی کی اور اسے مجبور کیا کہ وہ بلا اپنے شوہر کے پوچھے اس دن دار دوست کو اس حالت خوفناک سے چھوڑانے و نجات دینے کے لیے کوشش کرے چنانچہ اسے قصد کیا کہ

خود چکر ونیس کی کچہری میں این تھائی نو کی جان بچانے کے لیے بحث کرنی چاہیے۔
 بلیئر یا نامی ایک شریف زادے کو جو مشیر مجلس قانونی اور پورٹیا کا قریبی رشتہ دار
 تھا اس نے ایک خط لکھا جمین ساری کیفیت مع اپنے دلی ارادے کے مندرج کر دی۔
 اور لکھا کہ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنا درباری لباس بھیج دو۔ بلیئر نے خط دیکھتے ہی اس
 قاصد کو جواب خط جمین سارے انداز کار روانی جلے کے مندرج قلم حوالہ کیا اور
 ساری ضروری چیزیں جو اسے درکار تھیں دیدیں۔

پورٹیا اور اس کی سہیلی فی ربیادونون نے مرد کا بھیس بدل لیا۔ پورٹیا خود تو مشیر دن کا
 جبہ پہن کر مشیر بنی اور فی ربیادونون کو اپنا محرر بنایا اور ونیس کی طرف روانہ ہوئی۔ اور ونیس میں
 پہنچتے ہی معلوم ہوا کہ اس مقدمے کی پیشی کا آج ہی دن ہے۔ عدالت عالیہ میں باجلا
 نواب ونیس مقدمے کی سماعت ہو رہی تھی۔ اور دکھار اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تھے کہ آئین
 پورٹیا و مان پہنچی اور بلیئر یا کا خط جو اپنے ساتھ لیتی آئی تھی نواب کے سامنے پیش کیا
 جمین لکھا تھا کہ۔ میں خود این تھائی نو کی طرف سے دکیل ہو کر بحث کرنے آتا مگر مجبور ہوں
 کہ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ میں اپنی طرف سے اس نوجوان ذی علم و فضل
بال تھی سر حکیم کو اس عورت کا نام بھی بدل دیا تھا حضور میں روانہ کرتا ہوں
 کہ بجائے میرے این تھائی نو کے معاملے میں بحث کرنے کی اجازت اسے حضور رحمہ تعالیٰ سے
 نواب نے اس نوجوان کو کہ درباری جبہ و دستار پہنے ہوئے اس کے پاس کھڑا تھا
 دیکھ کر بہت تعجب کیا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ کوئی عورت ہے کہ مردانہ لباس پہن میرے پاس
 آئی ہے اور بحث کرنے کی اسے اجازت دیدی۔

اب اچھی طرح مقدمے کی تیج شروع ہوئی پورٹیا نے پہلے چاروں طرف نظر پھیر کر
 دیکھا تو ایک طرف وہ بے رحم ہوداسے نظر پڑا اور ایک طرف بی سینا کہ اپنے دوست
 این تھائی نو کی نسل میں بجات غضب اس کی مصیبت پر کھڑا رو رہا تھا۔ بی سینا نے پورٹیا کو

دیکھا تو سہی گریہ نہ بچان نہ سکا کہ یہ اُسی کی بی بی پورٹیا ہے کہ وکیلون کا لباس پہنے ہوئے
اُسکی دوست کی جان بچانے پر آمادہ کھڑی ہے۔

ہرچند کہ وہ ایک ننھی اور کمزور عورت تھی مگر اس کا راجہ نے اسے اسنے اپنے سر
اٹھایا تھا، اسے بہت کچھ جزاات و لافنی اور اسنے ایسی بیباکی اور دلیری سے اپنے
کا شخصی کو انجام دیا کہ بسکی ہرگز اس سے امید نہ کی جاتی تھی۔ پہلے وہ شاملاک کی طرف
متوجہ ہوئی اور کہا کہ مطابق قانون ونیس یہ یہود مجازا سمبات کا ہے کہ حسب شرائط
من رجبہ دستا ویزا بن تھا نو کے بدن میں سے آدھ سیر گوشت کاٹ لے۔ اور پھر ایسی شہزادی
سے کرم و بخشش کی تعریف و توصیف کرنے لگی کہ سارے حاضرین جلسہ کے دل بھر آئے مگر
اُس سنگ دل یہود کا ذرا سا بھی دل نہ پیچا۔ کہنے لگی کہ کرم فائدہ رسانی میں منیہ کے
قطرہ دن سے جو سوکھی زمین پر گرتے ہیں کم نہیں۔ کرم بھی کیا عمدہ شے ہے کہ جبکا فائدہ کرم
کرنے والے کو اور جبکہ ساتھ کرم کیا جاوے دونوں کو پہونچتا ہے۔ پادشاہوں کو صفتی
زینت سر پر تلج رکھنے سے ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ زیبائش کرم و رحم کرنے سے
حاصل ہوتی ہے اور کیونکر نہ حاصل ہو جب یہ بات مسلم ہے کہ اوصاف کردگاری میں سے
یہ ایک وصف ہے۔ اس حجم خاکی کو ذات کردگاری سے قربت حاصل کرنے کے لیے
اس سے زیادہ عمدہ کوئی ترکیب نہیں کہ عدل و انصاف کے وقت ہمیشہ رحم و کرم مد نظر
رکھے اور اسنے شاملاک سے کہا کہ ہم لوگوں کو چاہیے کہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمکو رحم و کرم
کی توفیق دے کیا تعجب کہ ہماری رعائین قبول ہو جائیں۔ ان سب باتوں کو سنکر وہ یہود
صرف اتنا بولا کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ حسب شرط مندرجہ دستا ویزا بن تھا نو کو مزا
دون۔ پورٹیا نے کہا کیا وہ روپیہ نہیں دے سکتا کہ تم اُسکی جان لو گے اور یہ سنکر
بنی سینا بھی بول اٹھا کہ تین ہزار کیا میں کی تین ہزار دینے کو تیار ہوں مگر یہ یہود قبول
بھی کرے۔ مگر شاملاک نے روپیہ کے لینے سے انکار کیا اور اسکے گوشت کاٹنے پر

اصرار کرتا رہا۔ بی سینا نے اس وکیل سے التجا کی کہ اگر اس وقت اجراء قانون میں تھوڑی سی تخفیف آپ لوگ مد نظر رکھیے تو این تھائیو کی جان بچ جاتی ہے۔ پورٹیا نے جواب دیا کہ قانون مجریہ کے خلاف ورزی ہرگز روا نہیں۔ پورٹیا کا بیان سن کر یہودی بھی کہنے لگا جان خلاف ورزی قانون مجریہ گورنمنٹ ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور یہ سمجھ کر کہ پورٹیا اس کی طرف سے بول رہی ہے وہ بولا کہ آج انصاف کرنے کے لیے ڈائیل یہاں آیا ہے۔ رومفٹ، مزاج وکیل، مین کس طرح تمھاری عزت و توقیر کروں دیکھنے میں تو تم ایک نوجوان معلوم ہوتے ہو مگر تمھاری عقل نہایت ہی تجربہ کار و دیرینہ پورٹیا نے چاہا کہ دستاویز کے الفاظ و معنی سے پوری پوری طرح اس یہودی کو واقف کر دے اور دستاویز کو پڑھ کر کہا کہ اس دستاویز کے اندر یہ عیادروپیہ کے اور کرنے کی مندرجہ حق وہ منقض ہو گئی اور اب یہودی کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ این تھائیو کے سینے سے آدمیہ گوشت کاٹ لے۔ مگر رحم عجیب چیز ہے میرے نزدیک عمدہ بات تو یہ ہے کہ وہ اپنا روپیہ لے لے اور مین دستاویز کو چاک کر ڈالو یہ سب سن گیا لیکن اسکا دل ملائم نہوا اور کہا قسم ہے مجھے اپنی روح و روان کی کہ کوئی گناہ ہی مجھ پر نہ ہو مگر مین اپنے ارادے سے باز نہ آؤں گا۔ پورٹیا نے جب دیکھا کہ یہود نہیں مانتا تو این تھائیو سے کہا عالم مجبوری ہو گیا کہ وہ یہود نہیں مانتا اپنا سینہ کھولو اور اسے گوشت کاٹ لینے دو۔ یہ سنتے ہی اس یہود نے فوراً بڑی ہی ایک چھڑی نکالی اور اسے تیز کرنے لگا۔ پورٹیا نے این تھائیو سے کہا کہ تمھارا وقت آخر ان پہونچا کسی سے جو کچھ کہنا سننا ہو کہ سن لو۔ این تھائیو نے اپنا دل کڑا کر کے جواب دیا کہ سوا سے اسکے مجھے اور کچھ کہنا نہیں ہے کہ مرنے کے لیے مین نے اپنے کو مستعد و آمادہ بنا رکھا ہے۔ اور بی سینا سے ہاتھ ملانے کے لیے ہاتھ بٹھا کر کہا تمکو خدا ہیشہ سلامت رکھے دیکھو ہرگز یہ افسوس نہ کرنا کہ میرے سبب سے میرے

دوست کی جان گئی اور اگر کبھی تمہاری مقرری بی بی کی مجلس میں میرا ذکر آجائے تو میری محبت و الفت کا اظہار جو ہمیشہ تمہارے ساتھ تھے دل سے رہا کی (کر دنیا۔ بی سینا نے رو کر کہا میں نے جس عورت کے ساتھ بیاہ کیا ہے اسکو جان سے بھی زیادہ عزیز جانتا ہوں مگر تمہاری جان پر سے اپنی اور اپنی بی بی اور تمام دنیا کی جان صدقہ کرتا ہوں یہ مت سمجھنا کہ تمہارے بعد میں بہ آسائش زندگی بسر کروں گا۔ تمام چیزوں کو چھوڑ کر ایک جگہ بیٹھ رہوں گا اور دیوتاؤں کی پرستش میں مشغول اور تمہاری نجات کے لیے اُسے دعا مانگتا رہوں گا۔

اس نیک نیت عورت نے اپنے شوہر کے بڑے بول سن کر اپنے دل میں کچھ برا تو مانا مگر اتنا کہ بغیر بھی نہ رہ سکی کہ اگر بی سنا کی بی بی بیان موجود ہوتی اور اپنے شوہر کو اس طرح کہتے ہوئے سنتی تو بڑی شکر گزار ہوتی۔ مگر آئی آنو نے کہ ہر بات میں اپنے آقا کی تقلید کیا کرتا تھا اپنے دل میں سوچا کہ اس موقع پر مجھے جی کچھ کہنا چاہیے چنانچہ اُس نے کہا میری بھی ایک بی بی ہے جسے میں بہت پیار کرتا ہوں مگر این تھائی نو کی محبت سے اسکی محبت کو کچھ نسبت نہیں۔ حتیٰ کہ میری بی بی مر جائے اور میں یہ سمجھوں کہ اسکا مرنا اس سنگ دل یہود کے دل کے ملائم کرنے کے لیے کچھ موثر ہوگا تو مجھے ذرا بھی غم نہ ہو۔ فی ریبیا کہ پورٹیا کے پاس محروں کا لباس پہنے ہوئے لکھ رہی تھی اپنے شوہر کی یہ گفتگو سن کر بولی شکر کرو کہ یہ بات فی ریبیا کے پیٹھ پہنچے تمہارے منہ سے نکلی کہیں اسکو رو برداری بات تم کہتے تو عمر بھر وہ تمہارا منہ نہ دیکھتی۔

شاہلاک اسوقت گھر آکر بولا کہ ناحق تم لوگوں کی تصنیع اذیتا ہوتی ہو۔ جلدی مجھے حکم نہ دیا جائے کہ میں اپنا کام کر کے گھر کا راستہ پکڑوں۔ اب سب کے سب اس ہولناک واقعہ کے وقوع کے منتظر ہوئے اور این تھائی نو کو درد و الم سے سب کا دل گھبرانے پورٹیا نے پوچھا کہ گوشت تو سننے کے لیے ترازو موجود ہو۔ اور شاہلاک سے کہا

تکوا اپنے ساتھ کوئی حراج لانا تھا اگر گوشت کھنے میں یہ مر گیا تب کیا ہو گا۔ شاملک کر اسکا
مر جانا اسکی عین مراد تھی بولا کہ وہ مر جائیگا تو میرا کیا کیا دستاویز میں کہیں لکھا ہے کہ اسطرح
گوشت کاٹے کہ جان تلف نہ ہونے پائے یا ساجے کے لیے اپنے ساتھ حراج لیتا
پورٹیا نے کہا نہیں لکھا ہے تو کیا۔ شان فیاضی سے بالکل خلاف ہے اگرچہ تم
اسکا لحاظ نہ کرو۔ شاملک نے بجز اسکے اور کچھ جواب نہیں دیا۔ درہم نہیں جانتے
دستاویز میں اسکا کچھ ذکر نہیں، پورٹیا نے کہا مان اسمین تو کچھ شک نہیں ہے کہ
اسکے بدن کا آدم سیر گوشت تیرا ہے۔ تمانون بھی اسکا شاہد ہے اور عدالت بھی اسکو
تسلیم کرتی ہے اور عدالت اور عدالت کے قوانین دونوں تکو اجازت دیتے ہیں کہ ادھر سیر گوشت
اسکے بدن میں سے تم کاٹ لو۔ یہ سنکر شاملک غرض ہوا اور چلا کر کہا او عاقل
و ذی فہم صفت آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذرا نسل فیصلہ کرنے کو یہاں آیا ہے۔ اور
دوبارہ پھر اسے حجری کو تیرا کیا اور اس میں تھانیو کی طرف دیکھ کر کہا مستعد ہو بیٹو۔

پورٹیا نے اس پر ہر دستہ کیا ذرا سا انتظار جائے ابھی کچھ اور کہنا ہے۔ وہ یہ کہ کتاؤ
کی رو سے تکو خون نہیں ملتا چاہیے کیونکہ صاف لکھا ہے کہ آدم سیر گوشت، اور خون کا
کہیں ذکر نہیں۔ پس اگر گوشت کاٹنے میں خون کا ایک قطرہ بھی لپکا تو حسب منشا
تمانون وغیرہ تمہارا سال و اسباب و نقد و غنیمت گورنمنٹ میں ضبط ہو جائیگا اور
صریحی غیر ممکن تھا کہ شاملک آدم سیر گوشت کاٹا اور خون نہ بتا۔ پورٹیا کی اس
معتدل گزشت سے کہ دستاویز کے اندر گوشت کا لفظ لکھا ہے جسکے اندر خون و اصل
نہیں ہے، ان تھانیو کی جان بچائی۔ اور اس نوجوان وکیل کی اس فراست پر جسے
ان تھانیو کی جان بچانے کے لیے ایسی عمدہ تدبیر سوچی۔ سارے حاضرین دوبارہ بخیر
ہو گئے، اور عدالت سے صدارت شاہد بائیں آنے لگی۔ اور جس طرح بیرونی نے دوبارہ
آواز دی تھی اسی طرح اب گرجی فی آنو نے پکار کر کہا او عاقل و ذی فہم صفت

آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈائیل فیصلہ کرنے کو یہاں آیا ہے۔

شاملاک نے دیکھا کہ وہ اپنے ارادے پر کامیاب ہوتا نظر نہیں آتا۔ اور حسرت کو کہا خیر لاؤ روپیہ ہی دیدو۔ پردہ غیب سے جو ذوقہ ابن تھا نیو کی جان بچنے کی یہ صورت نکل آئی تو بی سینا کو حد سے زیادہ مسرت حاصل ہوئی اور خوشی میں اگر جلدی سے بول اٹھا تو یہ روپیہ رکھا ہے۔ اس پر لوہے نے بی سینا کی طرف مخاطب ہو کر کہا جلدی کیا کر پٹھر و شاملاک کو مطابق شرط دستاویز این تھا نیو کا گوشت لینا چاہیے اور شاملاک سے کہا لوجی کا ثنا شروع کرو انتظار کس بات کا ہے لیکن اتنا نہ نظر رہے کہ خون نہ بہنے پائے اور نہ وہ پارچہ سیرت کم باز یا وہ ہر بلکہ ٹھیک آدھ سیرت اگر کچھ کم و بیش ہو تو مطابق قانون گورنمنٹ دیش کے تم قتل کیے جاؤ گے اور سارا لحد و جنس ہمارا گورنمنٹ میں ضبط کر لیا جائیگا۔ شاملاک نے کہا سیرت روپیہ دو میں جاتا ہوں ایسے گوشت کاٹنے سے میں باز آیا۔ بی سینا نے کہا لونہ میں تو دینے کو تیار ہوں۔

شاملاک روپیہ لینے کو جا رہا تھا کہ پورٹیا نے اُسے روکا اور کہا یہ تو بات رفت گذشت ہوئی مگر ایک نیا مقدمہ یہ قائم ہوا کہ تم نے بلا وجہ اس شہر کے ایک باشندے کی جان لینے کے لیے سازش کی جسکے بادشاہ میں حسب قانون دیش تمہارا سارا مال و اسباب ضبط ہونا چاہیے اور پھر اسکے کہ نواب تمہارے خون سے درگزر کرے اور کوئی صورت تمہاری جان بچنے کی نہیں ہے۔ نواب سے معافی چاہو اور التماس کرو کہ تمہارے خان سے وہ درگزرے۔

نواب نے کہا "شاملاک" دیکھو عیسائیوں میں اور یودیوں میں اتنا فرق ہے کہ تم این تھا نیو کی جان لینے کے لیے کتنا بوجہ دیتے ہو اور میں نے قبل اسکے کہ تم معافی کی درخواست کرو تمہاری جان بخشی کی۔ مگر تمہارے مال و دولت کی نسبت سیرت تو زیادہ

کہ آئین نصف سرکار میں ضبط کر لیا جائے اور نصف این تھانوں کو دیا جائے۔
 این تھانوں (کہ اسکی علوہتی نے اس مال لینے کی اسے اجازت نہ دی) بولاجو کچھ
 شالاک کے مال میں سے مجھے حصہ ملنے والا ہے میں شالاک کو اس شرط سے ہر کرنا چاہتا
 کہ وہ ایک دستاویز اس ہمنوں کی لکھ دے کہ اس کے بعد اس کے ترکہ کی وارث اسکی
 لڑکی ہو۔ کیونکہ این تھانیر جانتا تھا کہ شالاک کی ایک ہی لڑکی ہے جسے میرے دست
 لور قرار سے جو قوم کامیابی ہے بلا باپ کے کئے بیاہ کر لیا ہے۔ اور اس کے
 باپ نے ناخوش ہو کر اسے قاق اور اپنے ترکے سے محروم کر دیا ہے۔

شالاک نے اس ہمنوں کی دستاویز لکھنے سے اقرار تو کیا۔ مگر اپنی اس ناکامیابی
 و دولت کے ضبط ہو جانے سے وہ کچھ ایسا نادام ہوا کہ جلیلہ مرض اس مقام سے
 اٹھ جانے کی درخواست کی اور کہا دستاویز میرے گھر پہنچ دینا کہ میں اپنے دستخط
 کر کے بھیج دوں گا۔ نواب نے کہا شہر و اپنے ہی ساتھ لینے جاؤ دستخط کر کے بھیج دینا۔
 اور کہا کہ اگر اپنے تعصبات باطلہ دل سے نکال ڈالو گے اور دین عیسائی قبول
 کر لیتے تو دوسرا نصف بھی جو سرکار میں ضبط ہو گیا ہے تمہیں واپس مل جائیگا۔

اب کچھ ہی برخاست ہوئی اور این تھانور ہا کر دیا گیا۔ چلتے وقت نواب نے
 اس وکیل کے عقل و فہم کی بڑی تعریف کی۔ اور چاہا کہ اپنے گھر لیا کر اسکی ضیافت
 کرے۔ مگر پوچھنے پر اس نے کہا کہ اسکو قبل بی سنا کے گھر پہنچ جانا چاہیے تھا بایں حیلہ
 کہ اسکو گھر پر ایک ضروری کام ہے اسکی دعوت کو روکیا۔ یہ شکر نواب نے
 پوریا سے کہا کہ تجھے سا شخص اور ایک دن بھی میرے گھر میں مہمان نہوا اور این تھانور
 سے کہا کہ تھانورسی جان بچنے کا بڑا باعث یہی وکیل ہے تھو بہت کچھ احسان مند ہونا چاہیگا
 اور قبضہ رو پیہ بطور شکرانہ تھے دیا جائے اسے دو۔

نواب اور نہ نکلا و کچھ ہی سب کے سب روانہ ہوئے تب بی سنا نے پوریا سے کہا

”اومد شریف“ آج تیری ہی عقل نے مجھے اور میرے دوست این تھانیو کو سرخ رُو کیا اب میں اتجا کرتا ہوں کہ وہ تین ہزار روپے جو بیودی کو پانے چاہئیں آپ قبول کیجیے۔ اور این تھانیو نے کہا کہ ہلوگ ہمیشہ آپ کے احساندہ رہیں گے اور ہمیشہ آپ کی محبت اور خدمت میں سرگرم۔

پورٹیاں روپوں کی طرف کچھ بھی متغنت نہ تھی مگر بی سیدنا نے اسکا بھی سچا سچا اور باعرا کرتا رہا کہ آپ کوئی شے بدور نذر یا حتی الحمت ضرور قبول کیجیے۔ مجبور ہو کر پورٹیاں بولی آپ اپنے دستانے مجھے دیدیجیے کہ جب میں انکو سپونٹا کر دوں وہ عورت تھی مگر پاس لباس مردانہ مردانی بولی بولتی تھی تو آپ یاد آ کر سہلے بی سیدنا جب دستانے اتارنے لگے تو اسکا چھل جو پورٹیاں اسے نکاح کے وقت دیا تھا اسیا کہ عیسا یون کا دستور ہے کہ وقت نکاح کے دن ریشوا پسین لگو تھیں پسین ہین اور اسے حتی الوسع تادرگ اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے، دکھائی دیا۔ اور جسے دیکھ کر وہ ہوشیار عورت اس فکر میں ہوئی کہ اس چھلے کو کسی طرح لے لینا چاہیے کہ ایک وقت یہ بڑا ٹلفت رکھا گیا کہ چنانچہ بی سیدنا اپنے دستانے اتار کر دیا چاہتا تھا کہ پورٹیاں کہا اپنی انگلی کا چھل بھی آتا رہا کہ تھامی محبت کا یہ نشان ہمیشہ میرے پاس رہے گا۔ ریشوا کو بی سیدنا بہت گھبراہٹ آیا کہ اس ریشوا نے ایسی ہی شے مانگی جسکو میں اپنے پاس سے جدا نہیں کر سکتا۔ اور بحالت اضطراب نو اب سے کہا کہ میں چھلا دے نہیں سکتا کیونکہ یہ میری بی بی کی نشانی ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اسے ہرگز اپنے پاس سے جدا نہ کروں گا۔ ہاں میں میں اس سے اچھے اچھے چھلے کہتے ہوں۔ اشتہا دیکھ کر جیسا پسند کیجیے دیا لاؤں۔ پورٹیاں نے یہ سکر اپنا منہ بنا لیا اور یہ کہتی ہوئی آگے بڑھی کہ ایسی باتیں کسی غیر کو سنائیے۔

این تھانیو نے بی سیدنا سے کہا کہ بھائی جب وہ چھلا مانگتا ہے تو دے ہی دو۔

کیونکہ اسکی عنایت و شفقت میرے حال پر ایسی ہنسن ہوئی ہے کہ مقابلہ اسکی غراہش کے تم اپنی بی بی کی رنجیدگی کا خیال کرو۔ بی سینا کو اپنی اس احسان فراموشی پر شرم آئی اور اس سے چھلنا نکال کر گری بی آؤ کو دیا اور پورٹیا کے پیچھے اُسے دوڑایا کہ جا کر دوڑاؤ پورٹیا کی محبت نے ریسیا فر (کہ گری بی آؤ کو اُسے بھی بوقت نکاح ایک چھلا دیا تھا) اُسکے ہاتھ میں چھلا دیکھ کر کہا کہ تم اپنا مجھے عنایت کرو۔ گری بی آؤ نے رک اُسکے آقا سے جب پورٹیا آئی چکی تھی تو اُسے کیا تا مل ہر نام اپنا چھلا فوراً اُسکی سے اُتار دیا۔ چھلے لیکر وہ دونوں عورتیں بہت خوش ہوئیں اور آپس میں ہنسن چلیں کہ گھر پر چکر اپنے شوہر ان کو خوب لازم کرینگے اور چھلے لے دیدیے پر خوب اُٹھیں شرمندہ کرینگے۔ اور قسم کھا کھینٹے کہ تم نے اپنے چھلے مرد کو نہیں بلکہ کسی عورت کو دیے ہیں۔

پورٹیا جب لڑکی تو ایسی خوش و خرم تھی اور اسکا دل ایسا سسرور تھا کہ گویا وہ اُس کا خیر سے انصرام کو کبھی تبدیل نہیں کسکتی۔ اور جب اسکی طبیعت سسرور تھی تو جو چیز کبھی اُسے جلی معلوم ہوتی اور اُس میں زیادہ کیفیت اُسے نظر آتی۔ چنانچہ چاند کو دیکھا کہ وہ محبوب ہوئی کہ آج آئین اور دونوں سے زیادہ روشنی کیوں نظر آتی ہے۔ ابر کا ایک کڑا جو چاند پر آگیا تو بیل منٹ کے چراغ کی روشنی چاند کی روشنی سے اتنا کم چھپی تھی۔ دکھائی دینے لگی اور پورٹیا نے بی ریسیا سے کہا دیکھو وہ ہمارے گھر میں چراغ جل رہا ہے۔ تو کبھی صاف روشنی ہے کہ اتنی دور سے دکھائی دیتی جو۔ اسی طرح ایک کام کی روشنی اس دنیا سے ناپا کدار میں چھلپتی ہے۔ اور گانے کی آواز جو اُسکے مکان سے آئی تو اُسے کہا کہ ایسا خوشگوار گانا تو میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔

پورٹیا اور بی ریسیا دونوں گھر پہنچ گئیں اور وہاں پہنچ کر ان درباری کپڑوں کو اتارا اور اپنے معمولی کپڑے پہن کر اپنے شوہر ان کا انتظار دیکھنے لگیں کہ اتنے میں اُنکے پیچھے لگی بی سینا اور گری بی آؤ بھی آئے تھے ان کو ساتھ لے کر آئے۔

اور این تھاغیا اور پورنیا میں بہت کچھ مبارک و سلامت کی ٹھہری۔ اور پورنیا این تھاغیا کی
تشریف آوری کی تنہا نہ تھی کہ گرمی کی آنو میں اور اس کی بی بی میں کچھ تھک سونے لگا
جسے سنکر پورنیا بولی اور تے کیوں ہو۔ خیر تہے۔ گرمی کی آنو نے کہا کہ بی بی ایک چھوٹا سا
مظلا تھلا تھا کہ فی ربیانے مجھے دیا اور اس کے ساتھ چچہ لگا دی تھی کہ اپنے پاس سے
جدا نہ کرنا۔ جیسا کہ آپ فریاد دیکھا ہو گا کہ ایک نو ماہ سے لڑائی ساری چھریوں پر بہ مصرع
کنڈہ کر دیا ہے عہ من الفت کن و مگر ارماد اسی چیلے کی بابت یہ گفتگو ہو رہی ہے۔
فی ربیانے کہا اس مہر پر یا اس چیلے کی چھوٹائی بڑائی سے کیا بحث گفتگو تو
اس میں ہے کہ چیلے کی بوت تم نے قسم کھائی تھی کہ تادم مرگ میں اسے جہانم میں کرنے کا
اور اب یہ کہتے ہو کہ میں نے ایک وکیل کے محرم کو دے ڈالا۔ میں یہ جانتی ہوں کہ تھ
کسی عورت کو دیا۔ یہ سنکر گرمی کی آنو بولا۔ ایک نو جوان لڑکا کہ نہایت رحم دل
اور ہوشیار اور قد صبا کھٹک کھٹک تیرے ہی قد کے برابر تھا اس وکیل کی محرمی میں
کام کرتا تھا جسے صرف اپنے زور و قوت پر اور فطانت سے این تھاغیا کی جان بچائی۔ اس
بہرہ واد کے نے اس چیلے کو بطور مختار تہ مجھ سے طلب کیا جسکے دینے میں کوئی عذر
نہ تھا۔ پورنیا نے کہا کہ تم اس بار سے میں ضرور قابل الزام ہو چکا کوئی شخص اپنی
بی بی کی پہلی نشانی اس طرح کسی کو دیتا ہے میں نے بھی تو ایک چھلا اپنے سردار
بی سینا کو دیا ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ساری دنیا اس سے ماننے جب بھی وہ
نہ دے گرمی کی آنو نے بظرف غفایت اپنی تقصیر کے یہ حجت پیش کی کہ صرف میں ہی نے
تو یہ فعل نہیں کیا بلکہ جب بی سینا نے اپنی انگوٹھی وکیل کو دی تو اس وکیل کے
محرم نے کہہ دینے میں بہت کچھ نسبت کی تھی (انگوٹھی مانگ لی۔
یہ سنکر غصے سے پورنیا کے چہرے کی رنگت بدل گئی۔ اور بی سینا کی طرف متوجہ
ہو کر بولی میری انگوٹھی آپ لا دیجیے۔ میں ایک نہیں سننے کی فی ربیا پر کتنی ہر کہ تم

لوگوں نے کسی عورت کو اپنی انگوٹھیاں دے ڈالی ہیں۔ بی سنا اپنی بی بی کو خفا پا کر ڈر گیا اور نہایت التجا سے کہا میں سچ کہتا ہوں کہ کسی عورت نے اسے نہیں لیا۔ پھر میری کے ایک وکیل نے تین ہزار روپیوں سے انکار کیا اور بجا سے اُنکے اُسے میرا چھٹا مانگا جیب میں نے دینے میں تامل کیا تو وہ ناخوش ہو کر آگے بڑھا۔ آپ بتائیے کہ اس وقت میں کیا کرتا۔ مجھے اس وقت اپنی ناشکر سی اور بوفانی پر ایسی شرم آئی کہ دیتے ہی بنی اور اس شرم نے مجھے جوہر کیا کہ میں نے ایک آدمی کے ہاتھ اُسکے پاس بیچ دیا۔ میرے قصور کو معاف کیجیے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ ایسا وقت و موقع تھا کہ اگر آپ وہاں موجود ہوتے تو خود مجھ سے لیکر اسے دیدالتین۔

ایں تھانوں نے افسوس کر کے کہا میں ہی کنجش اُن جھگڑوں کا باعث ہوا۔ پورٹیا نے ایں تھانوں سے کہا خیر جو اسوا چتا ہوا آپ اپنا دل کیوں رکبیرہ کرتے ہیں۔ ایں تھانوں نے کہا میں نے بی سنا کے واسطے اپنی جان رہن رکھی تھی۔ اور بی سنا نے اس شخص کو چھٹا دیا جس نے میری جان بچائی۔ اب میں دوبارہ ہرجیر ہونا اور مہلوک ہونا پسند کرتا ہوں اگر اس سے تم میان بی بی کے درمیان طعنت و وفا ہمیشہ قائم رہے۔ پورٹیا نے ایں تھانوں کو ایک چھٹا دیکر کہا یہ اُنھیں دید و اور تم خاص ہو کہ اس چھٹے کی طرح اسکو بھی نہ پھینک دین۔ اور اسکی حفاظت کے لیے اُسے تاکہ کرو۔

بی سنا اس چھٹے کو دیکھ کر تعجب ہوا اور کہنے لگا یہ تو وہی ہے جسے میں نے اس وکیل کو دیدالا تھا۔ تب پورٹیا نے ساری کیفیت اپنے وکیل بننے کی اور قی لبیا کے مخر بن کر ساتھ چلنے کی کہہ سنائی۔ جسے سنکر بی سنا کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اور اپنے دل میں وہ بہت خوش ہوا کہ میری ہی بی بی کی جرأت و عقل کا یہ نتیجہ ہے کہ ایں تھانوں اس بلا سے محفوظ رہا۔

ابن تھانیو کو دوبارہ مبارکباد لکھ کر لورٹیا نے ایک خط و یا جو کسی طرح اُس کے ہاتھ لگ گیا تھا اور ابن تھانیو کے جہازوں کی کیفیت جسمین مندرج تھی اور ابن تھانیو ان جہازوں کو سمجھتا تھا کہ ضائع ہو گئے اور حالانکہ وہ بندر پر اُڑے تھے۔ ابن تھانیو کا حال ختم ہوا دیکھو ابتدا میں کیسی کیسی مصیبتیں پڑیں مگر اخیر میں بے سان و گمان کیسے اُنکی منہسی خوشی کے اسباب مہیا ہو گئے۔ ہنسے کا تو موقع ہی تھا۔ وہ لوگ چھپتے کے مسخر این اور شوہروں کے بی بیوں کو نہ پہچاننے پر خوب ہنسے۔ اور گری کی آواز نے اُسی حالت ذوق شوق میں قسم کھائی کہ کچھ ہی ہو گریں تو یہ چھپلا اپنے پاس سے ہرگز جدا نہ کرونگا۔

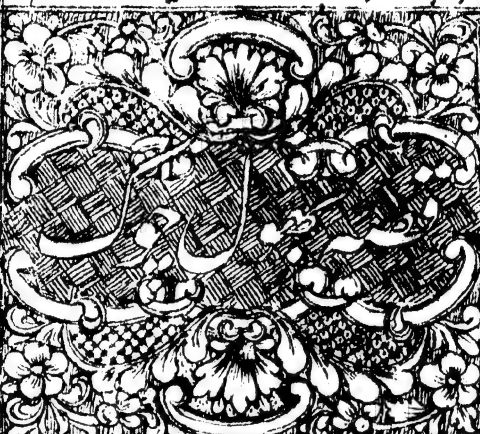
خاتمۃ الطبع

خدا کا شکر ہے کہ مجموعہ افسانہ دہلیز کے بیس قصہ میں کا چٹا قند جو اس سے پہلے مطبع اودوم اخبار واقع لکھنؤ میں چھپا تھا اب شاخ مطبع موصوف الصدور واقع کانپور میں اہتمام خباب منصرم باکمال منشی بھگواندیا ل صاحب سے صحت تمام چھپ کر برہنہ ناظرین ہوا۔



خاکو مرکا فضل خلائے وز ماسی
پایون لیلان لیلان لیلان

ایہ گزنی کتاب لیس اہم سیکھیں جو وہ افسانہ دلپذیر کہ میں قصوں میں کا سناؤں
دیکھ پ فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے سو سوم بہ



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے یا کوئی وکیل مصنفی لکھا
ضلع گورکھ پور نے بابا رطبہ اور مرزا بختاوارت لیس اگر گزنی سے اردو میں ترجمہ کیا

نابھہ شوق شوق کا پور بہ وز شاہجہا
رطبہ می شوق شوق لیلان لیلان لیلان



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کسی زمانے میں گورنمنٹ سائرس کے کس اور گورنمنٹ الفی سس میں آتی تھی۔ اور گورنمنٹ الفی سس نے اس ہنمون کا ایک اشتہار دیدیا تھا کہ سائرس کے کس کا کوئی تاجر اگر اس شہر میں کہیں دیکھا جائے تو فوراً قتل کیا جائے الا اس صورت میں کہ ہزار روپیہ بخیر خواہی کے دیکر وہ اپنی جان بچائے۔

اے جہین نامہ ایک بڑھا تاجر سائرس کے کس کا الفی سس کی گلیوں میں پھرتا ہوا پکڑا گیا۔ اور لوگ اسے نواب کے پاس لائے کہ وہ ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرے یا مقتول ہونا پسند کرے۔

اے جہین کے پاس جرمانہ دینے کو کچھ نہ تھا۔ اور نواب نے قبل اسکے کہ اسکی گردن مارے جانے کا حکم دے پایا کہ کچھ اسکی سرگزشت سنے۔ پوچھا کس لیے تھے اس شہر میں آنے کا قصد کیا جہان کا آنا تم لوگوں کے لیے موت ہے۔

اسنے کہا کہ مرنے سے میں کچھ بھی ہنیں ڈرتا۔ کیونکہ رنج و غم نے مجھے ایسا تھکا دیا ہے

My dear
Copies
of the

کہ اب بانیست سے بھی نہیں اٹھ سکتا۔ ہر چند کہ اتنی کجخت زندگی کی سرگزشت بیان کر رہے ہو
زیادہ اہم میرے نزدیک کوئی کام نہیں۔ مگر تعمیل ارشاد سے مجبور ہوں۔ اور پھر اپنا حال
از ابتدا سنئے بیان کرنا شروع کیا۔

سارے کس مین ایک تاجر کے گھر میں پیدا ہوا اور وہیں مین نے تربیت پائی۔
جب مین سن و شعور کو پہنچا تو ایک عورت کے ساتھ بیاہ کر لیا اور نہایت مسرت کے
ساتھ ہم دونوں زندگی بسر کرتے تھے۔ اتفاقاً کسی ضرورت سے امی بی ڈیم نیم مین
میرا آنا بوجہاں چھ مہینے تک رہ گیا اور یہ دیکھ کر ابھی چند روز اور رہنا تو کامین نے
اپنی بی بی کو بھی وہیں بلا لیا جس نے اپنے آنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد دوڑ کے توام جنے
اور بڑے تعجب کی بیات تھی کہ وہ دونوں بالکل ایک سے تھے اور انہیں ایک کو دوسرے
سے امتیاز کرنا غیر ممکن تھا۔ اسی زمانے میں کہ میری بی بی کے دو توام اڑکے پیدا ہوئے
ایک غریب عورت کے بھی کہ میری فرد گاہ کے پاس ہی میرے مین رہتی تھی دوڑ کے
ساتھ ہی پیدا ہوئے اور میرے لڑکوں کی طرح اُن لڑکوں کی صورتیں بھی باہم مشابہت توئی
تھیں۔ اور چونکہ اُنکے والدین نہایت منطس تھے ایسے مین نے اُن لڑکوں کو اُسے
خرید کر اپنے لڑکوں کے ساتھ رہنے کے لیے پرورش کی۔

میرے لڑکے نہایت اچھے تھے۔ اور میری بی بی ایسی نیک تھی کہ کبھی تھوڑا سا بچی کبیر
اپنے ولیمین نہ لاتی کہ یہ دونوں لڑکے اچھے ہیں۔ میری بی بی وطن چلنے کے لیے ہمیشہ
کہا کرتی ایک روز تنگ اگر مین نے بھی اپنے چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور ایک ایسی
بڑی بھڑی مین ہلو گون کو جہاز پر سوار ہونے کا اتفاق ہوا۔ کہ تھوڑی دور بھی ہلوگ
نہ گئے تھے کہ ایک طوفان عظیم اٹھا۔ اور وہ انا فانا اس طرح رو تیرتی تھا کہ جہاز والوں کو
اُسکے بچانے کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور وہ سب ایک چھوٹی سی کشتی مین بیٹھ کر اپنی
جہازوں کے بچانے کی فکر مین ہوئے اور ہلوگون کو تنہا جہاز مین چھوڑ دیا کہ جس سے جہاز گونگا

اُس ملوفان کے ہاتھوں مرنے کا پورا یقین ہو گیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر میری بی بی بی رونس لگی۔ اور وہ لہٹکے جنکو اتنی بھی غم نہ تھی کہ میری جان کیوں روتی ہے۔ اسکو روتا دیکھ کر خود بھی شور مچانے لگے اور رونے لگے۔ چنانچہ کہ مجھے اپنی موت کا کچھ بھی غم نہ تھا مگر اُنکے رونے نے مجھے ایسا پریشان کیا کہ اُنکے بچانے کی تدبیر سوچنے کے آگے میں سب کچھ بھول گیا اور ایک حکمت اُنکی جان بچانے کی جیسا کہ جہاز واسے وقت ملوفان کے کیا کرتے ہیں سوچ نکالی۔ چھوٹے سے ایک مستول کے ایک کنارے سے میں نے چھوٹے لڑکے کو باندھا اور اسکی دوسری طرف چھوٹے غلام کو باندھا اور اپنی بی بی سے کہا کہ ایک دوسرے مستول میں اسی طرح اُن بڑے لڑکوں کو تو بھی باندھ لے۔ چنانچہ وہ بڑے لڑکوں کی حفاظت کرنے لگی اور میں چھوٹے لڑکوں کے پاس رہا اور ہلو گون نے بھی اپنوجسم کو اُن لٹھوں میں باندھ لیا۔ اور سطح ہلو گون میں تفرقہ ہو گیا کہ وہ الگ ایک لٹھے میں بچوں سمیت بندھی ہوئی پڑی تھی اور میں الگ ایک لٹھے میں اپنے آپ کو اور اُن بچوں کو باندھے ہوئے بیٹھا تھا۔ آئین ایک بڑی بھاری چٹان سے جہاز نے ٹھوکر کھائی اور اُسکے پُرزے پُرزے اڑ گئے اور ہلوگ آئین لٹھوں کے سہارے سے پانی پر پیرنے لگے۔ میں اُن لڑکوں کی حفاظت کرتا جو میرے ساتھ بندھے تھے یا اپنی بی بی کی اعانت کرتا غرض کہ وہ کسی اور طرف نہ لگی۔ اور جب وہ مجھ سے بہت فاصلے پر چلی گئی تو میں نے اپنی آنکھوں کو دیکھا کہ ماہی گرنے آئے اپنی کشتی پر بٹھا لیا اور زمین معلوم کہاں لیکے۔ میں آپ ہی اُن بچوں کی حفاظت میں اُس بزرگ عظیم الشان کی موجود نہ دیکھتا تھا کہ اسی لٹھے کے سہارے سے ہوا چلا چلا جاتا تھا۔ اُنکو کون دیکھتا کہ مچھلی واسے کس طرف لینگے غرض کہ مجھے بھی ایک جہاز ران نے اُس خطرے سے نجات دی اور چونکہ وہ میرا شناسا تھا اسیلئے مجھے اُسے بہت کچھ تسکین و تسلی دی اور اپنے جہاز پر بٹھا کر خشکی پر لا آمارا۔ اور بہ آرام تمام سارے کو زمین

پہنچا دیا اس تاریخ سے آج تک مجھے کچھ خبر نہ ملی کہ وہ عورت اور وہ لڑکے کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں
میں تھا اور اس بچے کی پرورش جب وہ سن غور کو پہنچا۔ اور اٹھارہ برس کی عمر ہوئی
تو اسکو اپنی ماں کی تلاش ہوئی اور اکثر مجھ سے کہتا کہ اگر مجھے اجازت دیجئے تو میں اس
غلام کو ساتھ لے کر جکا جانی بھی گم ہو گیا ہوں اپنی ماں اور بڑے جانی کی تلاش میں نکلوں۔ میں نے
اسکے اصرار پر اجازت تو دیدی مگر بیدلی سے۔ کیونکہ مجھے اپنی بی بی اور بڑے لڑکے کی خبر
سننے کا بہت کچھ اشتیاق تھا لیکن اس چھوٹے لڑکے کے روانہ کرنے میں یہ خوف تھا
کہ کہیں یہ بھی ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔ میرے پاس سے گئے ہوئے اسے سات برس کا
عرصہ ہوا اور برس تک تو میں نے اسکا انتظار دیکھا۔ اور پانچ برس سے میں اسکی تلاش
میں نکلا ہوں۔ یونان کے پرے پرے تک اسے کھوج آیا۔ اسکی بدولت ایشیا میں کچھ
دنوں تک قید بھی رہا۔ غرض کہ قریب پاس کے سارے ملک دو بار میں اسکی جستجو کی مگر
کہیں پتہ لگا۔ اب میں نے ٹھان لی ہے کہ کوئی مقام جہاں انسان رہتے ہوں اسکی جستجو
باقی نہ لگا رکھوں۔ اسلئے میں یہاں بھی آ گیا۔ لیجئے آج زندگی کے ساتھ سارا جھگڑا ہی طے
ہو جاتا ہے۔ کیا لطف سے جان نکلتی اگر مرتے دم بھی یہ معلوم ہو جاتا کہ میری بی بی
اور وہ لڑکے ابھی تک زندہ ہیں۔

اس بچا پر اسے اتنے جین نے اپنی مصیبت کی ساری رام کہانی کہ سنائی۔ جسے سن کر
نواب اس غریب و کمبخت باپ پر جس نے اپنے فرزندم گشتہ کے پیچھے کیا کیا صدمے نہ اٹھا
تھے بہت غلین ہوا اور اسکے حال پر بڑا رحم کیا۔ اور کہا۔ اگر خلاف قانون نہوتا اور
اپنے عہد و پیمان اور سوگند کو توڑ کر تھے رہا کر دینا میری شان کے خلاف نہوتا تو ضرور
میں تیرا خون منان کر دیتا لیکن ماں اتنی رعایت تیرے ساتھ کیا جاتی ہے (گو قانونی اعتبار
کا منشا بالکل اسکے خلاف ہو کہ اور ایک دن کی مہلت تجھے عطا ہوتی ہو کہ تو بھیک مانگ کر
یا کسی سے قرض لے کر اداسے جو مانہ کی فکر کرے۔

اس یومِ مہلت میں آسے کسی سے کچھ بھی وصول نہوا۔ آس اجنبی شہر میں ۱ سے کون جانتا کہ یہ کون ہے۔ فقط یہ خیال ہی خیال تھا کہ کوئی اسکی نکالت پر رحم کھا کر نہراہ روپیہ قرض یا بطور خیرات آسے جو اسے کروڑیگا غنیمت کہ جالت یاس و بیجاہرگی نواب کے حضور سے واروغہ مجلس کی حراست میں وہ سیر و کیا گیا۔

اسے جن باتوں کا خیال کیے ہوئے تھا کہ اس شہر میں کوئی ایسا نہیں ہے جو مجھے جانا ہو اور حالانکہ جس وقت وہ اپنے چھوٹے لڑکے کی تلاش کی بدولت معرض ہلاکت میں گرفتار تھا اس وقت اس کے چھوٹے اور بڑے دونوں لڑکے اس شہر میں موجود تھے۔

اسے جین کے دے کے صرف صورت اور شکل ہی میں باہم متشابہ اور بالکل ایک سے
دیکھتے بلکہ ان کے نام بھی ایک ہی سے تھے اور وہ دونوں این ٹی فوٹس کے نام سے
پکارے جاتے تھے اور ان کے دونوں غلام بھی ایک ہی نام ڈورامیا سے تعبیر کیے جاتے
تھے۔ اتفاق دیکھیے کہ جس دن اسے جین وہاں پہونچا اسی دن اس کا چھوٹا بیٹا این ٹی
بھی جسکی تلاش میں وہ جڑھا باپ یوں سرگردان پھیرا تھا اس شہر میں وارد ہوا۔ اور
چونکہ وہ بھی سارے کس کا ایک تاجر تھا اسلئے ضرورت تھا کہ جس خطرے میں اس کا باپ
گرفتار تھا وہ بھی گرفتار ہوتا مگر قسمہ ایسا ایک دوست اس شہر میں مل گیا جس نے اسے
تعلیم کی کہ اپنے کو سارے کس کا باشندہ نہ بنانا بلکہ امی ٹی ڈویم نیم میں اپنا گھر بنانا۔
کیونکہ ایک موضع میں نے اپنے کو سارے کس کا تاجر بنا کر غلاب ایم میں گرفتار کیا۔
چنانچہ اس نے ویسا ہی کیا۔ گو اس ملک علی سے اسے اپنی جان بچانی مگر یہ سن کر کہ اس کا
ایک ہوطن اس طرح ذلت و خواری میں مبتلا ہے اسے کمال صدمہ ہوا۔ اور یہ بھی اس
میں گذرا کہ کہیں ایسا نہ وہ تاجر میرا پیر ضعیف ہوا اور میری تلاش میں نکلا ہو۔

اسے جین کا بڑا لڑکا (جسکو ہم آگے چکر اسی فی سس کا این ٹی فوس کہیں گے
 تا وہ اپنے جھوٹے بھائی سائے کس کے این ٹی فوس سے ممتاز ہو کے ابس برس سے

ایفی سس مین رہتا تھا اور ایسا مادرتھا کہ اپنے باپ کے جرمائے کو بآسانی ادا کر دیتا۔
گروہ انچباپ کو بالکل نہیں پہچانتا تھا۔ کیونکہ جب ماہی گیر نے اسکو اور اسکی ماں کو سمندر
مین سے نکالا تھا تو اسوقت وہ ایسا چھوٹا تھا کہ بجز اپنے نکالے جانے کے کہ کس طرح وہ
سمندر مین سے نکالا گیا اور کوئی بات اسوقت کی حتیٰ کہ باپ ماں کی یاد بھی اسکے ذہن
مین نہ تھی۔ ماہی گیر نے اس این ٹی فوس کو اور اسکے غلام اور اسکی ماں کو پانی مین سے
نکال کر ان دونوں لڑکوں کو اس عورت سے بنظر فروخت لے لیا۔ مقام غورہ سے
کہ اس غلام کی سے اس عورت کو کتنا صدمہ ہوا ہو گا۔

ان لڑکوں کو نواب ایفی سس کے جنگ آزا چا نواب مشافون کے ہاتھ اُن
ماہی گیر و ن نے فروخت کیا۔ اور ایک بار وہ نواب اپنے برادر زادے نواب ایفی سس
کی ملاقات کو جو آیا تو ان لڑکوں کو بھی ساتھ لیتا آیا۔

نواب ایفی سس اس نوجوان این ٹی فوس کو بہت پسند کیا۔ اور جب وہ سن شعور
کو پہنچا تو نواب ایفی سس نے اپنی فوج کا سپہ سالار اسے مقرر کر دیا۔ اور جہاں آئے
بڑے بڑے کارہائے نمایاں دکھائے۔ اور ایک بار کسی لڑائی مین اپنے ولی نعمت
نواب کی جان بچائی جسکے صلے مین ایفی سس کی ایک مالدار عورت ایڈر یا نانا مے
سے نواب نے اسکی شادی کر دی اور اسکے ساتھ وہ بہ آسائش زندگی بسر کرنے لگا
اور اسکا غلام ڈرامیا بھی اسکی خدمت مین موجود تھا چنانچہ صوقت اسکا باپ وہاں
آیا وہ وہیں تھا۔

سارے کس کا این ٹی فوس جب اپنے دوست سے جسے اسے اسی بی ڈیم
کی سکونت ظاہر کرنے کی ہدایت کی تھی جدا ہوا تو اپنے غلام ڈرامیا کو روپیہ دیکر کسا
تم ان روپیوں کو لیکر اسے مین جہان مین آکر کھانا کھاؤنگا یہلو بھوٹی ہی ویر
مین شمس کی سیر کر کے اور یہاں کے باشندوں کے انداز و طریقے دیکھ بھال کر

the end of the world

the end of the world

میں بھی پہنچتا ہوں۔

ڈرامیا نہایت ہی خوش طبع آدمی تھا۔ اور جب کبھی این ٹی فوسل سست یا بخیرہ رہتا تو اس غلام سے خوش طبعی و سخر اپن کر کے اپنا دل خوش کر لیتا۔ اور اُس وقت اُن دونوں میں ایسی آزادانہ گفتگو ہوتی کہ ہرگز امتیاز نہوتا کہ اُن دونوں میں غلام و آقا کی نسبت ہے۔

جب اُس نے ڈرامیا کو رخصت کیا تو تھوڑی دیر ایک جگہ ٹھہرا کہ اپنے دل میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا وہ اپنے دل میں کہتا رہتا تھا۔ اور بھائی کی تلاش میں تنہا ہر جگہ بھٹو کرین کھاتا پھرتا ہوں اور کتنے بندروں میں میں نے اُنکی جستجو کی مگر کہیں نہ ملا۔ افسوس ہے کہ کچھ کے قطرے کی طرح میں زندگی بسر کرتا ہوں۔ جس طرح نہج کا قطرہ اپنے ساتھی قطرے کی تلاش میں سارا سمندر بچان ڈالتا ہے مگر کہیں اسکا پتہ نہیں ملتا۔ اسی طرح میں تمام دنیا میں اپنی مان اور بھائی کو تلاش کرتا پھرا۔ مگر اُنکا کچھ نشان نہ ملا۔

یہ سب کچھ اسوج رہا تھا اور اپنے بے سود سفر پر جبکا اتبک کوئی نتیجہ نہ نکلا افسوس کر رہا تھا کہ ڈرامیا (جیسا کہ اُسے سمجھا) لوٹ کر اُسکے سامنے آیا۔ این ٹی فوسل اُسکے ایسا جلد لوٹ آئے پر تعجب ہوا اور پوچھا رو پیے کیا کیے۔ یہ وہ ڈرامیا نہ تھا جسکو اُس نے رو پیے لیکر سرائے میں بھیجا تھا۔ بلکہ یہ اُسکے غلام ڈرامیا کا بھائی تھا کہ این ٹی فوسل با شمدہ ایفی حسس کی غلامی میں تھا اور اُسکا نام بھی ڈرامیا تھا۔ دونوں ڈرامیا اور دونوں این ٹی فوسل جوان ہونے پر بھی باہم ایسے ہی متشابہ تھے جیسا حسب بیان اپنے باپ کے ایام طفلی میں وہ ایک سی صورتوں کے تھے۔ ایسے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ این ٹی فوسل نے اُسے اپنا ہی ڈرامیا سمجھ کر پوچھا کہ تم سراسے سے یوں جلد کیوں واپس چلے آئے۔ ڈرامیا نے (اُسے اپنا آقا سمجھ کر) جواب دیا کہ بی بی نے کھانا کھانے کے لیے آپ کو

بلایا ہے۔ مرغ بریان تیار ہے۔ اور سور کے گوشت کا کباب گل کر سب سے چپک
 رہا ہے۔ جلدی چلیے۔ ایسا نوک کھانا ٹھنڈا ہو کر خراب جائے۔ این ٹی فوس نے
 کہا یہ مسخر اپن کا کون سا وقت ہے سیدھی طرح بتاؤ کہ روپے کہاں رکھ آئے۔ ڈراما
 نے پھر وہی جواب دیا کہ بی بی نے مجھے بھیجا ہے کہ جا کر این ٹی فوس کو بلالائے۔ این ٹی فوس
 نے پوچھا بی بی کون۔ ڈراما نے جواب دیا کہ آپ کی زن منکوحہ اور کون۔ این ٹی فوس
 نے کہ اتنا کسی سے نکاح نہ کیا تھا یہ باتیں سنکر بہت خفا ہوا اور کہا کبھی مجھ کو دل
 بہلانے کو دو ایک باتیں تجھ سے کر لیتا ہوں تو تیرے ایسی منکر جو چڑھ گئی ہے اور
 یہاں تک تو نے اپنے کلام میں آزادی کا استعمال کرنا شروع کیا کہ سیدھی طرح
 جواب بھی نہیں دیتا۔ اسوقت میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ سب بتا روپے کہا کیسے
 بڑا تعجب تو یہ ہے کہ میرے مقابلے میں اس طرح دل سے باتیں کرٹھنے پر مجھے اتنی
 جرات کیونکر ہوئی۔ ڈراما نے جب دیکھا کہ این ٹی فوس اسکی باتوں پر تعجب کرتا ہے
 اور ہنسی پر محمول کرتا ہے تو وہ بھی ہی سمجھا کہ میرا آقا اسوقت مجھے مسخر اپن کرتا ہے
 اور اپنا منہ بنا کر کہا اسوقت تو چلیے بلکہ ایسا ہی ہے تو کھانا کھانے میں ہنسی مذاق
 کر لیجیے گا اور میں کوئی بات تو اپنے جی سے نہیں کرٹھتا فقط اتنا ہی کہتا ہوں کہ بی بی
 اور بی بی کی بہن دونوں منظر بہن چلیے کھا لیجیے۔ اب این ٹی فوس صبر نہ کر سکا اور
 ڈراما کو خوب ٹھونکا جسے جا کر بی بی سے کہا کہ میان نہیں آتے اور کہتے ہیں
 کہ میری کوئی بی بی نہیں۔

این ٹی فوس باشندہ الغی سس کی بی بی ایڈر یا ڈراما کی زبانی یہ سنکر
 کہ اسکے شوہر نے کہا جو کہ میری کوئی بی بی نہیں ہے بہت خفا ہوئی اور یہ سمجھی
 کہ میرے شوہر نے کسی اور عورت سے رشتہ الفٹ جوڑا ہے اور بی بی نہ کہنے سے
 یہ مطلب رکھا ہے کہ اس سے کہیں اچھی عورت میرے ہاتھ لگی ہے کہ اب مجھے

اُسکی پروا باقی نہ رہی اور اپنے شوہر کو بُرا بھلا کہنے لگی اور اسکی شان میں ذلت اور بدگمانی کے نامہ اور اکر کلمے منہ سے نکالنے لگی۔ اور اُسکی بہن کو سہی تاکہ اُسکے ساتھ ہی رہتی تھی دیر تک اس بے وجہ بدگمانی کو اُسکے دل سے نکالنے کے لیے بہت کچھ بھائی رہی مگر کچھ بھی اثر پذیر نہ ہوا۔

Lucy

آین ٹی فوس باشندہ سارے کس سر اسے کی طرف روانہ ہوا جہاں پہونچ کر اپنے دیکھا کہ ڈرامیادروپیون کو بغا طت تمام اپنے پاس لیے ہوئے بیٹھا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اُسکے قریب جھلکے اس بیباکانہ مسخر اپن اور خوش طبعی پر اسے ڈانٹے کہاتے میں اُسکے بھائی کی بی بی ایڈریاناسانے سے آئی اور اسے اپنا شوہر سمجھ کر پہلے تو اُسکے اظہار حُسن پر خوب اُسکے لئے پُزے لیے اور کیونکہ وہ اجنبی نہ تھا جبکہ اُسکے پہلے کبھی آنے اُس غضبناک عورت کو نہ دیکھا تھا۔ اور کہا اُس الفت کو یاد کر جو قبل از نکاح محو یہ ساتھ تھی اور اب اپنی اس بے اعتنائی کو دیکھو کہ بجائے میرے تنے کسی اور عورت سے محبت و الفت کا سلسلہ قائم کر لیا ہے تنے تو مجھ سے محبت کم کر لی ہے مگر مجھ سے کب یہ ممکن ہے کہ تمکو اپنے دل سے بھلا دوں۔ این ٹی فوس نے حیرت زدہ ہو کر کہا کیا ثبوت اس بات کا تمہارے پاس ہے کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔ یہ بہتیرا کہا گیا کہ میں تیرا شوہر نہیں ہوں مجھے تو بیان آئے ہوئے صرف وہی گھنٹے کا عرصہ ہوا ہے کچھ زیادہ بھی نہیں۔ مگر اُس عورت نے ایک نہ سنی اور اسے اپنے گھر لیجانے پر اصرار کرتی تھی آخر شرم مجبور رہی وہ اُسکے ساتھ ہوا اور اپنے بھائی کے گھر پہونچ کر ایڈریاناسانے اور اُسکی بہن کے ساتھ کھانا تناول کیا جہین سے ایک اسے میان اور دوسری بھائی کے گھر پہونچ گئی تھی این ٹی فوس یہ سب واقعے دیکھ کر متحیر ہو کر اوئل میں سوچنے لگا کہ مجھ سے اور اس عورت سے خواب میں تو نکاح نہیں ہوا ہے یا ایسا تو نہیں ہے کہ عالم رومیا میں یہ کیفیت میں دیکھ رہا ہوں۔ اور ڈرامیادرو نے کہ مرا سے سے اُسکے ساتھ ہو گیا تھا

باورچی خانے کی طرف رخ کیا۔ کھانا پکانے والی نے رکھ اسکے بھائی کی بی بی تھی، اسے میان کھڑکے راجے شکر وہ بھی اپنے آقا کی طرح سخت سختی رہا۔

این ٹی فوس ساکن سارے کس اپنے بھائی کی بی بی اور سالی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا ہی رہا تھا کہ اتنے میں اسکا بھائی یعنی اس عورت کا اصلی شوہر مع اپنے غلام دیر کے آن پہنچا لیکن نوکروں نے کواڑ نہ کھولے۔ کیونکہ انکی بی بی نے منع کر دیا تھا کہ بیٹیک ہلوگ کھانا کھاتے ہیں کوئی آنے نہ پائے۔ مگر جب آنفون نے مکر رہ کر گزری کھڑکھڑائی اور کہا کہ ہلوگ این ٹی فوس اور ڈرامیا ہین کواڑ کھول دو۔ تو وہ عورتیں بہت ہنسین اور کھنکھناتی فوس کہ این ٹی فوس تو ہمارے ساتھ کھانا کھا رہا ہے اور ڈرامیا باورچی خانے میں بیٹھا ہے باہر سے یہ کون بول رہا ہے۔ ہر چند کہ وہ کواڑ پٹیتے رہے مگر کواڑ نہ کھولے اور آخر کار خفا ہو کر این ٹی فوس لوٹ گیا اور اپنے ولیمین بہت متعجب ہوا کہ کون ایسا شخص ہے کہ میرے گھر میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہے۔

این ٹی فوس ساکن سارے کس نے کھانا تو کھا لیا مگر اس عورت کے بار بار میان کھنے سے بہت پریشان ہوا اور یہ شکر کہ کھانا پکانے والی ماما نے ڈرامیا کو اپنا خاوند بنایا ہے اور بھی منتشر رہا اور اس فکر میں ہوا کہ کوئی موقع ہاتھ لگے تو یہاں سے چل دینا چاہیے۔ ہر چند کہ اس عورت کی بہن کا مزاج اسے بہت پسند آیا اور اس سے ملکر بہت خوش ہوا مگر اس عورت کی وہی اور شکی طبیعت سے ایسا کارہ ہوا کہ وہاں ٹھہرنے کو اسکا دل نہ چاہا۔ اور ادھر ڈرامیا بھی اپنی نئی بی بی سے ملکر کہ باورچی خانے میں ملاقات ہوئی تھی، کچھ ایسا خوش ہوا۔ چنانچہ وہ دونوں اپنی نئی بیبیوں کے پاس سے چلے گئے اور جلدی جلدی قدم بڑھا کر تھوڑی دیر میں اس مکان سے ایک فاصلہ معتد بہر نکل گئے۔

این ٹی فوس ساکن سارے کس تھوڑی ہی دور کیا تھا کہ ایک زرگر نے اُسے
 این ٹی فوس ساکن ایفی سس سمجھ کر (جیسا کہ اُس عورت نے سمجھا تھا) آواز دی اور کہا
 کہ اپنی زنجیر طلائی لیتے جاؤ۔ این ٹی فوس نے اُس زنجیر کے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا
 کہ یہ میری نہیں ہے۔ جبکہ جواب میں اُس زرگر نے کہا کہ تمہارے ہی حکم سے تو
 میں نے بنائی ہے اور اب تم کہتے ہو کہ میری نہیں ہے۔ غرض کہ این ٹی فوس بتیر اپنی
 نہیں کرتا رہا مگر اُس زرگر نے ایک نہ سنی اور زنجیر اُسکے ہاتھ میں دیکھ پلا گیا۔ این ٹی فوس
 نے اب اپنے آدمی ڈر آسیا سے کہا کہ ایسے شہر میں جہاں ایسے ایسے حیرت انگیز
 معاملے وقوع پذیر ہوتے ہیں ٹھہرنا قرین معلومت نہیں نظر آتا۔ شاید ہلوگون پر
 کسی نے سحر کر دیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اسباب لچل کر جہاز پر لا دو کہ آج ہی اس
 شہر سے باہر ہو جائیں۔

زرگر اچھے ابھی این ٹی فوس ساکن سارے کس کو این ٹی فوس ساکن ایفی سس
 سمجھ کر زنجیر طلائی دی تھی اپنی زنجیر طلائی دینے کے تھوڑی ہی دیر بعد بدلت دین
 واجب الادا کرنا کر گیا۔ اتفاقاً اُس وقت این ٹی فوس ساکن ایفی سس
 (جسے اپنی دانست میں اُس زرگر نے زنجیر طلائی دی تھی) جہاں وہ زرگر گرفتار
 کیا جاتا تھا آن پڑا اور زرگر نے اُسے دیکھ کر زنجیر طلائی کی قیمت اُس سے طلب کی
 اور کہا تم جو زنجیر ابھی مجھ سے خرید کر لگے ہو وہی اسکی قیمت ہے اُسے ہی دین کے یہ
 میں پاب زنجیر ہوں اگر اسکی قیمت لا دو تو میں ابھی چھوڑا جاتا ہوں۔ این ٹی فوس نے
 زنجیر کے پانے سے انکار کیا اور زرگر نے کہا چند منٹ گزرے ہونگے کہ میں نے
 تمکو اپنے ہاتھ سے زنجیر دی ہے غرض کہ اُن دونوں میں یہ بات بڑھی اور ہر ایک یہی
 سمجھتا تھا کہ میں حق پر ہوں۔ کیونکہ این ٹی فوس سبھی جانتا تھا کہ زرگر نے مجھے زنجیر
 نہیں دی اور چونکہ اُن دونوں بھائیوں کی صورتوں میں سہرے تو فرق نہ تھا اسلئے زرگر کو پورا

یقین تھا کہ میں نے ابھی اسکے ہاتھ میں دی ہے۔ نوبت بایں ہارسید کہ زرگر کو عہدہ دار سرکاری بجلت قرضہ گرفتار کر کے قید خانے میں لے گیا اور اسی عہدہ دار سے جو اسے گرفتار کرنے آیا تھا (اس روپیہ کی علت میں جو بابت زرشن زنجیر طلمائی این ٹی فوس کے فوٹے واجب الادا تھا) این ٹی فوس ساکن ایفی سس کو گرفتار کر کر وہ زرگر اپنے ساتھ ہی محبس میں لیتا گیا غرض کہ اس جھگڑے کا خاتمہ یوں ہوا کہ وہ دونوں محبس میں قید کیے گئے۔

این ٹی فوس قید میں جا رہا تھا کہ راستے میں اس سے ڈرامیا ساکن سائر کوس یعنی اسکے بھائی کے غلام سے ملاقات ہوئی اور جسے دیکھ کر اسے اپنا ہی آدمی سمجھا اور اسے حکم دیا کہ انڈر بانا (یعنی میری بی بی) سے کچھ روپیہ کہ جسکے لیے میں قید ہوں مانگ لا۔ اسے یہ سن کر تعجب کیا کہ میرا آقا مجھے اسی عجائب خانے میں بیعتا ہے جہاں جانے کی جرات مجھے نہیں پڑتی اور جہاں سے ہلوگ کس بجلت سے ایک بار بھاگ چکے ہیں۔ ہر چند کہ وہ جہاز پر سے یہ خبر لایا تھا کہ جہاز غرق ہونے والا ہے۔ مگر وہ موقع ہی ایسا تھا کہ جہاز کی خبر کئے کی بھی اسے مہلت نہ ملی اور یہ سمجھ کر کہ میرا آقا فی الواقع اس عورت کے پاس بھیجتا ہے کیونکہ مسخر کا یہ کوئی مقام نہیں ہے۔ بجلت اس مکان کی طرف روانہ ہوا۔ اور آپ ہی آپ بکٹا چلا۔ کہ پھر مجھے ایڈر یا نا کے مکان پر آنا پڑا جہاں ڈاسٹی بل مجھے اپنا خاوند کیلگی لگا کر کیا کیجیے حکم حاکم مرگ مفاجات لو کر دن کو اپنے آقاؤں کی تعمیل حکم ضروریات سے ہے۔

ایڈر یا نانے اسے روپیہ دیے اور وہ یہی ہوئے والپس آتا تھا کہ اسے زرشن میں این ٹی فوس ساکن سائر کے کس سے ملاقات ہوئی جو گھبرا یا ہوا ہر طرف بھرت لنگر ان ادھر ادھر پھرتا رہا تھا۔ کیونکہ اسکا بھائی تو ایک بڑا مشہور آدمی تھا اور ہر خبر کو اسے جانتے تھے اور یہ بالکل اپنے بھائی کے مشابہ تھا۔ اس لیے ہر ایک

شخص جو راستہ میں اس سے ملتا ہے ہی تپاک سے سلام کرتا گویا اسکا پورا شمار ہی کوئی گستاخ آپ نے جو مجھے روپے قرض دیے تھے بلتے جائیے۔ کوئی پکا حاضر و مستعد بات سنتے جائیے۔ کوئی صاحب اسکی غنائیوں کا شکریہ ادا کرتے اور کہتے جناب سلطان روز آپ نے نہایت ہی اثر سے وقت میرا ساتھ دیا تھا۔ ایک وزیر نے کہا کہ حسب فرمایش آپ کے مین نے ریشم خرید لیا ہے۔ لیتے جائیے اور مین نے جو آپ کے کپڑے دیے تھے اب تک اسکی اجرت نہیں پائی اسوقت مجھے روپیوں کی اشد ضرورت ہے میری مزدوری چکاتے جائیے۔ غرض کہ جو دیکھتا دھوکا کھاتا اور اسے اینٹی فوس ساکن ایفی سس سمجھتا۔

اینٹی فوس کو شک گذر کہ یہ جادو گروں یا ڈاکوؤں کا شہر تو نہیں ہو اور اس کے نوکر ڈر لیا نہ یہ پوچھ کر کہ آپ نے تین خانے کو نوکر مانی پائی اور اشتر کی بھینس دیکر اور یہ کہ لکڑی اڈر یا مانے اس زرگ کا قرضہ ادا کرنے کو دیا ہے جسکے لیے آپ گرفتار تھے اس کے شک کو حق الیقین کے مرتبے تک پہنچا دیا۔ اور گرفتاری اور قید اور اندھنایا کے پاس سے روپے لانے کی کیفیت سنکر اسنے سمجھا کہ کسی نے ڈرامیا پر سحر کر دیا ہے اور اپنے دلیں خیال کرنے لگا کہ مین ناحق یہاں بھٹکتا پھرتا ہوں۔ غرض کہ ان خیالات متوحش سے وہ بہت ہی پریشان ہوا اور آرزو در دل ہو کر بولا کہ محافظ حقیقی نے مجھے اس مقام متوحش سے جلد باہر نکالے۔

اب ایک اور حیرت افزا واقعہ وقوع پذیر ہوا وہ یہ کہ ایک عورت نے آسے اینٹی فوس کہ لکڑی پکارا اور کہا کہ آج کھانا کھاتے وقت جو زنجیر دینے کو تنے کہا تھا اگر لائے ہو تو دیتے جاؤ۔ یہ سنکر اینٹی فوس کو طاقت مضبوطی نہ رہی اور جھنجھلا کر کہا کہ وائس مین نے کب تیرے ساتھ کھانا کھایا ہے اور کب تجھ سے زنجیر دینے کو کہا ہے مین تو اس سے پہلے تیری صورت بھی کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ عورت بولی کہ آج ہی کی

تو بات ہے کہ تم نے یہ مین میرے ساتھ کھانا کھایا جو اور کھاتے وقت تنے کہا کہ ایک زنجیر طلائی مین تھارے واسطے لاؤنگا۔ مگر وہ بھی کہے گیا کہ مین نہیں جانتا تو کون ہے۔ اس عورت نے کہا مین نے تو تھین ایسا بدیش قیمتی چھلا دیا اور تنے ایک سڑی سی زنجیر نہیں دی جاتی خیر اگر زنجیر نہیں دی تو میرا چھلا ہی واپس کرو۔ اس عورت کی یہ باتیں سنکر تو این ٹی فوس کے ہوش بجا نہ رہے۔ اور اسے جاؤ گرنی اور ساحرہ بنایا اور یہ کہتا ہوا کہ دو نہ مین تجکو جانتا تیرے چھلے کو، وہاں سے اپنی جان چوڑا کر بھاگا۔ این ٹی فوس کی باتیں سنکر اور اس کے انداز متوحش دیکھ کر اس عورت کو انسانیت ہی تعجب ہوا کیونکہ وہ جتنی جانتی تھی کہ مین نے اسے کھانا کھلایا جو اور ایک چھلا دیا جو جسکے بارے مین اسنے وعدہ کیا تھا کہ مین ایک زنجیر طلائی تھین لاؤنگا۔ مگر اس تمام پر اس عورت نے وہی غلطی کی جو اور ورن نے بھی کی تھی اور اسکو اپنی مس کا این ٹی فوس سمجھا جسے واقعی وہ سب باتیں کی تھین جسکے الزکاب کی نسبت وہ یہ غلطی این ٹی فوس کی طرف کرتی تھی۔

جب ایڈریا ناس نے اپنے شوہر این ٹی فوس کو گھر مین نہیں آنے دیا یہ خیال کر کے کہ وہ تو میرے ہی ساتھ کھا رہا ہے باہر سے کوئی دوسرا شخص اپنے کو اسی نام کا پکارتا ہے تو اسکو بہت ناگوار گزارا اور سمجھا کہ یہ بھی اس عورت کے دہم شک کا نتیجہ ہے کہ مین گھر مین جانے سے باز رکھا جاتا ہوں اور پھر یاد کیا کہ اکثر میری بی بی جوجنا الزام مجھ پر لگایا کرتی تھی کہ تو دوسری عورتوں سے بھی ربط و ضبط رکھتا ہے کیا تعجب کہ آج اپنے خیال فاسد مین میرے جرم کی سزا یہی تجویز کی جو کہ مین آج گھر مین بنانے پاؤں یہ سب باتیں سوچ کر ایک عورت کے گھر کھانا کھانے کو چلا آیا جسے بڑا خلاق سے اسکی تواضع و تکریم کی۔ اس عورت کی اس انسانیت سے این ٹی فوس بہت خوش ہوا اور ایک زنجیر طلائی جسے اسنے اپنی بی بی کی واسطے بنوائی تھی اسے دینے کا

وعدہ کیا۔ یہ وہی زنجیر تھی جسے اُس زنگرنے اُسکے بھائی سارے کس کے آئین ٹی فوس کو دے ڈالی تھی۔ اُس عورت نے سونے کی زنجیر ہانے کی جو خبر سنی تو بہت خوش ہوئی اور حالت شوق میں اپنا چھلا اُتار کر آئین ٹی فوس کو دیدیا۔ اور اُسی چھلے کا مطالبہ اُس عورت نے اُسکے بھائی سے کیا تھا جسے شکوہ متعجب ہوا اور کہا میں یہ نہیں جانتا کہ تو کون ہو اور تیرا چھلا کیسا ہو۔ اور کیا میں آج ہی اس شہر میں آیا ہوں مجھے سے تجھے سے واسطہ۔ اُسکی باتوں سے اسے ایسی حیرت ہوئی کہ جس سے اُسکو پورا یقین ہو گیا کہ آئین ٹی فوس کے دماغ میں کچھ غلط ہو گیا ہے اور نور ایڈریانہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئی کہ چکر اُسکی بی بی کو مطلع کرے کہ اُسکا شوہر پاگل ہو گیا ہے۔ وہ عورت ایڈریانہ سے اُسکے شوہر کی کیفیت بیان ہی کر رہی تھی کہ اُسکا شوہر بھی داروغہ محبس کو ساتھ لیے اپنے گھر پر آیا تاکہ اپنے گھر پر چکر داروغہ محبس کو زرخمن زنجیر کا دیکر قید سے چھکارا پائے، کیونکہ وہ اُن کے ہاتھ جو قبیلی انٹرنی کی ایڈریانہ نے بھیجی تھی وہ تو اُسکے شوہر کے بھائی کے ہاتھ تھے۔ آئین ٹی فوس نے اگر شکایت کی کہ کھانے کے وقت ہم آئے مگر تھے کو اثر نہ کھوے اور ہم واپس چلے گئے۔ یہ بات سنکر ایڈریانہ کو اُس عورت کی باتوں پر پورا یقین ہو گیا اور سمجھی کہ فی الواقع یہ پاگل ہو گیا ہے اور پھر کھانا کھانے کے وقت کی باتوں کو یاد کر کے کہ میں تیرا شوہر نہیں ہوں اور آج ہی میں اس شہر میں آیا ہوں پہلے کبھی ایسی محسوس کی صورت بھی میں نے نہ دیکھی تھی، اُسکو یقین کامل ہو گیا کہ بیشک اُسکے دماغ میں غلط ہو گیا ہے۔ روپیہ دیکر داروغہ محبس سے تواسے چوڑا لیا مگر اپنے نوکر وں کو حکم دیا کہ اُسکے ہاتھ پاؤں رستی سے باندھ کر کسی اندھیرے مکان میں بند کر دو اور جا کر کوئی غیبی بلالہ کہ وہ اگر اُسکے دماغ کا علاج کرے تو شک متی باتیں اُسکے بھائی نے کی یقین سب کا الزام اسی پر لگایا گیا۔ اور اُس اتہام پر بجا پر یہ نہایت ہی غضب و غصہ میں چلا ہوا اور شور مچاتا تھا۔ اور زیادہ غصہ اُسکو اس بات پر آتا تھا

کہ وہ اچھا بھلا اور لوگ اسے مجنون و پاگل کہتے تھے اور ڈراما بھی کہ اپنے آقا کے سخن کی تائید کرتا تھا مجنون و پاگل سمجھا گیا۔ اور وہ دونوں آقا و غلام دست و پا بستہ ایک مکان میں جو کسی قدر فاصلے پر تھا بند کرنے کے لیے روانہ کیے گئے۔

انکے قید میں بیٹھنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک نوکر یہ خبر لایا کہ این ٹی فوس اور ڈراما دونوں قید سے بھاگ گئے اور ایک دوسرے راستے پر بازوئی تمام گھوم رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی ایڈریانا انکے پکڑنے کے لیے چلی اور اپنے ساتھ دو چار آدمی اور لڑکی لگی۔ انکے پکڑ کر گھر لانے میں آسانی ہو۔ اور پیچھے لگی اسکی بہن بھی چلی۔ پڑوس میں ایک خانقاہ تھی وہاں پہنچ کر وہ کیا دیکھتی ہے کہ این ٹی فوس اور ڈراما دونوں اسی خانقاہ کے دروازے پر ٹھہر رہے ہیں۔ یہاں بھی اس عورت کی آنکھ نے یہ سبب آن بھائیوں کے تشابہ کے دھوکا کھایا کہ اپنے شوہر کے بھائی اور بھائی کے غلام کو اپنا شوہر اور اپنے شوہر کا غلام تصور کیا۔

این ٹی فوس ساکن سارے کس آن صید ہون کو جو اس تشابہ نے اسپر خاند کر رکھی تھیں ابھی تک بھولنا نہ تھا اور اسی کے غوطہ میں تھا کہ زرگر نے وہ زنجیر جو صبح آسے دی تھی اس کے گلے میں دیکھ کر اسے ملاست کرنے لگا دیہ ملاست دام پانے کے لیے جاتی کیونکہ معرفت داروہ مجلس وہ زرخشن پہنچا تھا۔ بلکہ جھوٹ بولنے پر قہر کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے زنجیر نہیں لی اور کہنے لگا کہ زنجیر تو اب کے گلے میں پڑی ہوئی ہے اور اس وقت آپ کہتے تھے کہ میں نے زنجیر لی ہی نہیں قیمت کس چیز کی ٹکودوں،، این ٹی فوس نے اپنے دل میں کہا کہ زنجیر تو میں نے بیشک لی کیونکہ آج صبح کو جب میں اُدھر سے جاتا تھا تو آنے زبردستی میرے گلے لگائی لیکن اس کے بعد تو پھر مجھ سے اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی اُنکا کرنے اور قیمت دینے کا مضمون یہ کیسا سنا تا ہے۔

اب آئیڈریانا این ٹی فوس کے پاس آئی اور اسے اپنا پاگل شوہر سمجھ کر اسکی

قید سے بھاگتا آواز دی۔ اُن لوگوں نے جنہیں وہ اپنے ساتھ لے گئی تھی این مین فوس اور ڈور اسکا کے گرفتار کرنے کو ہاتھ بڑھایا یہی تھا کہ وہ دونوں خانقاہ میں گھس گئے اور خانقاہ کی بڑھیا سے باتجا کہا کہ بڑھیا میں اپنے مکان میں چھپے وے۔

شور و غل سکڑ بڑھیا اپنے آپ خانقاہ کے باہر نکل آئی تا دریافت کرے کہ سبب اس ہنگامت کا کیا ہے۔ بڑھیا نہایت سنجیدہ و بزرگ عورت تھی اور جھگڑہ قضیہ چکانے کے لیے عقل سلیم رکھتی تھی چنانچہ اُسے ایسا نہ کیا کہ اُن مردوں کو جو اُس کے مکان میں پناہ گزین ہوئے تھے دیوانہ سمجھ کر باہر نکال دیتی بلکہ خوش اسلوبی تمام ایڈریاناسے پوچھا کہ سبب اُس کے شوم کے دفعہ دیوانہ ہو جانے کا کیا ہے۔ آیا کچھ اُسکا اسباب سمندر میں ڈوب گیا ہے یا اُسکا کوئی عزیز مر گیا ہے جسکی موت نے اُسے اس حالت کو پہنچایا جو ایڈریاناس نے کہا اچھین سے تو کوئی سنہیں۔ پھر بڑھیا نے پوچھا سو اسے تیرے کسی اور عورت پر اسکی طبیعت تو نہیں لگی ہے جسکے فراق نے اُسکی یہ حالت بنا رکھی ہے۔

ایڈریاناس نے کہا ہاں تو میں بہت دنوں سے خیال کرتی ہوں کہ کسی عورت سے اُسے تعلق پیدا کیا ہے کیونکہ اُسکو دیکھتی ہوں تو بسا اوقات اُسکے گھر سے غیر حاضر باقی ہوں۔ اگلی غیر حاضری مکان سے سچ پوچھو تو کسی عورت پر فریفتہ ہونے کی وجہ سے نہ تھی بلکہ ایڈریاناس کے شک و بہ فراجمی کی باتیں اُسے گھر سے غائب رہنے پر مجبور کرتی تھیں۔ چنانچہ ایڈریاناس کے انداز طبیعت سے اُسے مستنبط کیا کہ اُسکی بد فراجمی نے اُسے پاگل بنا رکھا ہو۔ اور صحت قیاس کے لیے اُس سے پوچھا کہ تم گھر سے غائب رہنے پر اسے ملامت کرتی ہو یا نہیں۔ ایڈریاناس نے جواب دیا کیوں کرتی کیوں نہیں۔ بڑھیا نے کہا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اندریاناس نے خوشی یہ ظاہر کرنا یا باکہ میں بخوبی اُسکو حسرت ملامت کرتی ہوں۔ چنانچہ اُسے کہا کہ موتے۔ کھاتے۔ چلتے۔ پھرتے اُسے نصیحت ہی کرتی رہتی ہوں جس سے اُسکا دم ہاں میں رہتا ہے۔ جب میں اُسکے پاس تنہا ہوں تو سو اسے اس ذکر کے اور کوئی

نوکرینیں کرتی۔ اور جب کبھی تنہا نہ ہوتی تو اشارے ہی سے کتے رہتی ہوں۔ سونہلکے دو سری عورت سے محبت کرنے میں وہ جتنا بڑا ہے اتنا ہی اسکی حسرت ملاحت میں میں بری ہوں مگر نہ مانے تو کیا کیا جائے۔

اُس بدظن عورت کی ساری تقریر بڑھیا سن گئی اور اخیر میں بولی۔ یہی تو باعث ہے تیرے شوہر کے پاگل ہو جانے کا۔ کیونکہ بدظن و شکی عورتوں کی زبردست دودھ باتیں کتوں کے دانت کے زہر مہلک سے کہیں بڑھکر ہوتی ہیں۔ تمھاری تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ تمھاری ملاحتوں نے اسکی فیند حرام کر رکھی تھی۔ کیا عجب کہ کم خوابی نے اُسکا دماغ خالی کر دیا ہو۔ تمھارے نزدیک سرزنش کیے بغیر اُسکے کھانے کا ذائقہ ہی نہیں درست ہوتا تھا اور حالانکہ حالت اطمینان میں جو کھا نا نہیں کھایا جاتا وہ اچھے طرح ہضم نہیں ہوتا اور جب اچھی طرح ہضم ہوا تو حرارت پاس ہی رکھی ہے۔ تمھارا ہی بیان ہے تمھارے جھگڑے فساد نے اسکی مسرت کھو دی تھی اور تمھارے سبب سے وہ لوگوں میں بیٹھنے آئے نہیں بولنے سے مجبور تھا تم ہی انصاف کرو کہ ایسی حالت میں بجز یا بوسی و خفقان کے آسودہ دلی و ذہنی ہو تو کیونکر ہو۔ ان سب باتوں کا نتیجہ اخیر یہ نکلا کہ تمھارے ہی خیالات باطلہ و قیاسات غیر صحیح نے تمھارے شوہر کو پاگل بنا رکھا ہے۔

لشٹانے چاہا کہ اپنی بہن کی طرف سے کچھ جواب دے اور کہا اپنے شوہر کو جو یہ چھڑتی تھی تو اُس سے رنجش تراوش نہیں کرتی تھی بلکہ وہ پیار کی باتیں کہیں کہ مہربان ہو کر یہ کہنا کرتی تھی۔ بہن بڑھیا کی یہ عتاب کی باتیں سنٹی ہوا اور خاموش بیٹھی ہو کچھ تم بھی بولو۔ مگر اُس بڑھیا نے اُسکے قصور کو ایسا صاف صاف ثابت کر دیا کہ ایڈر یا نا سواے اُسکے اور کچھ جواب نہ دے سکتی کہ تم نے تو بڑا ہی قصور ثابت کیا اور میری ہی جھڑکیوں اور ملاحتوں کو اسکا باعث ٹھہرایا۔

ایڈریان اناپنہ چال چلن پر شرمائی تو سہی مگر اپنے شوہر کے پانے کی تنہا نہ کم کی اور یہی کہے گئی کہ آسے میرے حوالہ کرو۔ لیکن بڑھیا نے نہ تو کسی کو اندر جانے دیا اور نہ اُن بیچاروں کو اُس بذلن عورت کے پاس آنے دیا۔ اور یہ قصد کیا کہ مزاج دانی و آہم رسانی سے اُسکی طبیعت کو حالت اصلی پر لائے۔ اور نوکروں کو حکم دیا کہ خانقاہ کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ تا وہ عورت اندر نہ آنے پائے۔

اُسی دن حسین برادران توام کے ہمشکل ہونے سے یہ سب غلطیان واقع ہوئی تھیں وہ بڑھا آسے جین اپنا یوم مہلت جسکی زنتہا غروب آفتاب تک مٹی گزراں رہا تھا۔ اور بصورت نہ مہیا ہونے زرتادان کے عند الغروب اُسکے قتل کا فتویٰ دیا جاتا۔ مقتل اس خانقاہ کے پاس ہی تھا۔ جو وقت کہ بڑھیا نے کوثر خانقاہ کے بند کرائے اُسی وقت اُسے جین کو لوگ مقتل میں لائے۔ نواب نے یہ دیکھ کر زرتادان اس سے مہیا نہ ہو سکا خو و خانقاہ میں دکھ ایسے مقام پر خدا ترس لوگ اکثر رہتے ہیں آریا کہ اب سے بھی اگر کوئی اُسکے حال پر رحم کرے اور زرتادان اُسکی طرف ادا کر دے تو میں آسے چھوڑ دوں۔

ایڈریان انا نے شوہر غل کم کیا اور نواب سے داد خواہ ہوئی اور عرض کرنے لگی اس خانقاہ کی بڑھیا نے میرے شوہر کو جو دیوانہ ہو گیا ہے اس خانقاہ میں چسپا رکھا ہے اور مجھے نہیں دیتی۔ وہ بادشاہ سے یہ عرض کر رہی رہی مٹی کہ اسکا اصلی شوہر این ٹی فوس ساکن الیفی حس اور اسکا غلام ڈراسیا سامنے سے آئے۔ اور نواب کے پاس یہ فریاد لائے کہ ناحق مجھے دیوانہ اور پاگل بنا کر مجھے میری بی بی نے قید کر دیا تھا بڑی بڑی مشکلوں سے جان بچا کر میں آپ کے پاس منتظر انصاف گستری حاضر ہوا ہوں۔ ایڈریان انا کو بڑا تعجب ہوا کہ میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ یہ دونوں خانقاہ میں ہیں اور یہ تو باہر سے چلے آتے ہیں۔

اسے جین نے جو دیکھا تو سمجھا کہ یہ میرا وہی لڑکا ہے جو اپنی ماں اور بھائی کی تلاش میں مجھے تنہا چھوڑ کر نکلا تھا اور ٹھکن ہوا کہ زرتاوان میری طرف سے یہ ابھی ادا کر دیگا۔ چنانچہ اُس نے این ٹی فوس کو شفقت پر میری نہایت خوشی و مسرت سے باین امید کہ وہ اُسکو اس حالت پر نظر سے نجات دیکھا آواز دی۔ مگر اسے جین کی آواز سن کر اُسکا بیٹا مستحیر ہوا اور کہا میں نہیں جانتا تم کون ہو۔ کیونکہ اس این ٹی فوس نے جین تفرقہ سے (جو بسبب طوفان کے واقع ہوا تھا اور جب یہ بالکل ہی مجسمہ تھا) اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ مگر پچارہ اسے جین نے یہ سمجھا کہ بسبب فکر مصیبت کے جسمیں وہ گرفتار ہے اس نے مجھے نہ پہچانا اور متحیر ہو کر کہا کہ تم کون ہو میں تمکو نہیں جانتا یا یہ کہ اس پریشان حالی میں سے یہ اقرار کرتے ہوے کہ یہ میرا باپ ہے شرم آئی۔ بیٹا کہ وہ اپنے کو چھپاتا رہا اور کہتا رہا میں تیرا باپ ہوں۔ اسی حالت پریشانی میں خانقاہ کی بڑھیا اور دوسرا این ٹی فوس دوسرا ڈرامیا بھی خانقاہ سے باہر نکلے اور ایدر یا ناٹے دیکھا کہ دو شوہر اور دو ڈرامیا سامنے کھڑے ہیں۔ اب وہ غلطیان جسے سب کو پریشان کر رکھا تھا آشکارا اور مہویدیا ہو گئیں جب نواب نے وہ این ٹی فوس اور دو ڈرامیا کو ایک سی صورت کا دیکھا تو اس راز کی پوری کیفیت دفعۃً اُسکے خیال میں آگئی۔ اور صبح کی کہانی جو اسے جین کی زبانی تھی یاد آگئی اور کہا یقیناً یہ دونوں اسے جین کے لڑکے ہیں اور وہ دونوں اُسکے غلام ہیں جو تو ام تولد ہوئے تھے۔

اب اسے جین رونادیدہ شادی کا سال پر اختلاف اس طرح ختم ہوا۔ اور وہ قصہ جو صبح کو کہا گیا تھا اور جو مصائب سفری و خوف قتل سے بھرا ہوا تھا قبل اسکے کہ آفتاب غروب ہوا اُسکا انجام بخیر ہوا اور اس بڑھیا نے بھی اپنے کو بتا دیا کہ میں اسے جین کی زن گم گشتہ اور دونوں این ٹی فوس کی

مادر جان شمار ہوں۔

جب ماہی گیر دن سپہائیں ٹی فوس کلان اور ڈرامیا کو اس عورت سے چھین لیا تھا تو وہ عورتوں کی خانقاہ میں کسی طرح پہونچ گئی جہاں بسبب اپنی عقل و دین داری کے مغز خیال کی جانے لگی اور رزہ رزہ اس خانقاہ کی رہنے والی عورتوں میں سردار بن بیٹھی اور جہاں نادانگی میں ایک ایسے اجنبی شخص کی مہمانداری کی جو حقیقت اسی کا ایک تھا والدین اور ان کے لڑکوں میں ایسی مبارک و سلامت کی شہرتی اور اچھوتی نے ایسی خوشیاں کیں کہ عقوبتیں دیر تک یہ بھی بھولی گئے کہ اسے جین کے یہ مرنے کا وقت ہے۔ لیکن جب وہ لوگ ملنے ملائے سے فارغ ہوئے تو انکو اسے جین کے قتل کی یاد آئی اور این ٹی فوس ساکن الٹی سس نے نواب کے سامنے اپنے باپ کی طرف سے زرتادان لارکھا۔ مگر نواب نے اسے بلا کچھ لیے ہوئے چھوڑ دیا اور کہا میں تم سے روپیہ نہیں لے سکتا۔ اور نواب خانقاہ کی بڑھیا اور اس کے نو یافتہ شوہر اور لڑکوں سمیت خانقاہ میں گیا تا انکی زبانی ان کے حالات رس کا انتخاب ان کے بخت برگشتہ کے خلاف ظہور پذیر ہوا اسے۔ و وونون ڈرامیا کی غریبی معیج کی خوشی ناقابل فرو گذاشت ہے کہ کیسی نہیں خوشی سے آمین صاحب سلامت ہوئی اور و وونون اپنے بجائیون کو دیکھ کر گنا مسرور ہوئے۔

ایڈریاناکو اپنی ساس کی محبت سے یہ فائدہ ہوا کہ اس کے شک و دھم میں تخفیف ہوئی اور اس کے شوہر نے اسکی بدگمانیوں سے نجات پائی۔

این ٹی فوس ساکن سارے کس نے ایڈریاناک کی بہن لشیاسے اپنا شادی کر لیا اور اسے جین مع اپنی بی بی اور لڑکوں کے مدت تک وہیں رہا۔ ایسا نہ تھا کہ ان پر بیون کے رفع ہو جانے کے بعد آئندہ کے لیے ان غلیوں کے وقوع کا بالکل انقطاع ہو جاتا۔ بلکہ زمانہ افات کے یاد کرانے کے لیے کبھی کبھی پھر بھی خوش طبع بھول چوک

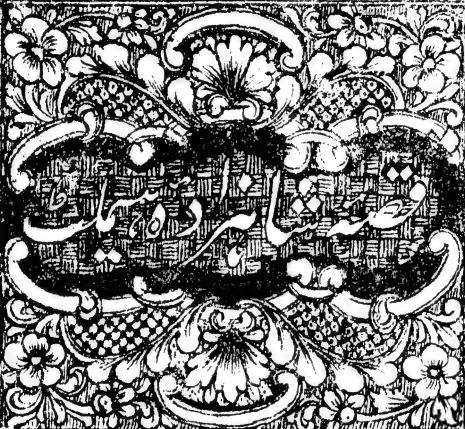
واقع ہو گیا کرتی اور این ٹی فوس اور ڈرامیا کے بھائیوں میں بسبب عدم امتیاز صورت و شکل دیکھنے والوں کو دھوکا ہو گیا کرتا جسے سکروہ بہت ہستے اور اُس نقل غلط فہمی پر باہم خوش طبعی و مسخر اپن کرتے

خاتمہ الطبع

خدا کا شکر ہے کہ مجموعہ افسانہ دلپذیر کے بیس قصوں میں ساتوان قصہ جو مجموعہ کے ساتھ پہلے اس سے مطبع اودھ اخبار لکھنؤ ملو کہ عالیجناب معالی القاب منشی نو لکھنؤ صاحب سی۔ آئی اے ای۔ میں نریور طبع سے آراستہ ہوا تھا اب شاخ مطبع موصوف واقع کانپور میں پہلی مرتبہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۳۱۰ء میں باہتمام منصرم باکمال جناب منشی بھگوان دیال صاحب سے بصحت تمام طبع ہو کر مطبع طبائع خاص و عام ہوا۔

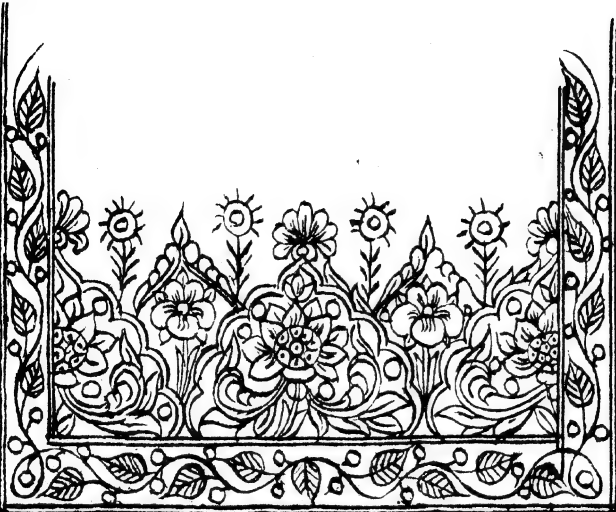
خاکو در کا فضا خلا زور ماسی
 بچون لیل ن ن ول ق مین ن

ایگزیری عجیبی از ام سلیبی کی مجموعہ افسانہ و پذیر کے مین قصوں مین کا آٹھون
 یکسب فسانہ جو حقیقت مین حکمت آموز کا خزانہ ہے سو سوم ہے



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب نے لکھی وکیل مصطفیٰ ہسٹری
 ضلع گورکھ پور نے بابا مطیع اودھ چار نگاروں سلیس انگریزی سے اردو مین ترجمہ کیا

ناہنشی نوک شوق ن مین حسن ن فی
 مطیع می مشی نوک شوق ن مین حسن ن فی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گرٹر لیو ڈنمارک اپنے شوہر ہیلٹ شاہ ڈنمارک کے مرنے سے بیوہ ہو گئی اور اپنے بیوہ ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنے شوہر کے بھائی کلاڈیس سے دوسرا نکاح کر لیا کلاڈیس بڑا ہی بدترین و بے رحم تھا اور ساری خلقت اسے برا کہتی تھی۔ اور شاہ سابق کے اخلاق ظاہری و عادات باطنی سے اسے کوئی نسبت نہ تھی۔ اسکی بد مزاجی و خبیث باطنی نے سب کی نظروں میں اسے ذلیل و خوار بنا رکھا تھا۔ ہیلٹ کا دغہ مرنے کا اور دو مہینے کے اندر ہی اسکی بی بی کا کلاڈیس کے ساتھ نکاح ہو جانا لوگوں کو شک و بدگمانی کا باعث ہوا۔ چنانچہ لوگ ہی سمجھے کہ کلاڈیس اپنے بھائی کے مرنے کا باعث ہوا۔ چنانچہ اسکی زوجہ سے نکاح کر کے اور اسکی ولیعهد شہزادہ ہیلٹ وارث تاج و تخت کو محروم کر کے خود سلطنت ڈنمارک پر قبضہ و تسلط کرے۔

لیکن بیگم کے اس فعل خلاف مصلحت کا اثر جیسا شہزادہ کے دل پر ہوا کسی اور پر نہوا۔ یہ شہزادہ اپنے باپ سے بہت ہی الفت رکھتا تھا چنانچہ بعد اسکی وفات کے

Hamlet
Travels of
Hamlet
Gentle

اُسکی محبت پرستی کو ذریعہ تسکین جانتا تھا۔ چونکہ یہ نہایت صائب المراس و بدرجہ غایت لائق تھا۔ اس لیے اپنی ماں کی اس حرکت زبوں کو دلمین گرہ باندھا۔ باپ کے غم نے اور ماں کی شادی کر لینے کی شرم نے اسے ایسا سخت صدمہ پہنچا یا کہ نہایت و انبساط سے ایک سخت اسکاول پھر گیا۔ کتب بینی سے کہ اسے کمال غفلت تھی اب کلیہ لغت ہو گئی۔ سیر و تماشا میں کہ عالم شباب کے لیے ضروریات سے ہر تھوڑے دنوں تک بھی وہ نوجوان شانزادہ مشغول نہ رہ سکا۔ غرض کہ شادی و خرمی اسکے پاس نہ آتی اور دنیا اُسکی نظروں میں ایسی معلوم ہوتی گویا کسی نے جہنم میں سے اچھے اچھے پھول توڑ لیے ہوں اور درختان خود رو چھوڑ دیے ہوں۔ ایسا نہ تھا کہ از روئے تحت نشینی و حقاری و رانت نے اسے ایسا سخت صدمہ پہنچا یا ہو۔ اگر اس نوجوان و بلند حوصلہ شانزادے کے دلمین اسکا بھی زخم رہا ہوا اور محرومی سلطنت کو وہ باعث اہانت سمجھتا ہو، بلکہ اندر ہی اندر چھیدنے والا اور اُسکی روح روان کا گھلانے والا یہ امر تھا کہ اُسکی ماں نے اسکے باپ کی یا کو دل سے ایسا جلد بھلا دیا گویا کچھ وسطی نہ تھا۔ اور باپ بھی کیسا کہ جس نے اپنی بی بی کے عشق و محبت میں جیتے جی کبھی فرق نہ آؤ یا اور جبکہ سامنے وہ بلکہ بھی ہمیشہ اُسکی محبت کا اظہار کیا کرتی تھی اور تابع فرمان رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بجز بادشاہ کے اور کسی سے اسکو الفت ہی نہیں ہے۔ اور اب وہی مہینے میں اور شانزادہ ہیملٹ کے نزدیک تو دو مہینے سے بھی کم میں اس کے چچا اپنے شوہر مردہ کے بھائی سے اس عورت نے نکاح کر لیا۔ ہر چند کہ فی نفسہ ایسے قریبی رشتہ دار سے بیاہ کرنا نامناسب و غیر مشروع تھا اس پر سے یہ ناشائستہ معمولت اور اس مرد کی بوجہ طبعیت جسے اس نے اپنے تحت سلطنت و بستر خواب کا شریک بنایا تھا اور بھی باعث خرابی ہوئی۔ اس نوجوان و ذی رتبہ شانزادہ کے دل پر جتنا سچ و الم اس واقعہ سے ہوا اگر ایسی ایسی دس سلطنتیں اسکے قبضہ سے نکل جاتیں تو اتنا صدمہ نہوتا۔

اُسکی ماں گر ٹریوڈ اور بادشاہ جدید نے اسکے بھلانے کے لیے بہتری تدبیریں کیں

اگر ایک بھی کارگر نمونی اور اتمی لباس جو اس نے ایک دن پہنا تو اتنا تک اسے اتنا مال نصیب نہوا اور نہ وہ اپنی مان کی شادی کے دن مبارکبادی کے لیے آیا۔ اور نہ اس نامبارک دن میں (جیسا کہ وہ سمجھتا تھا) وہ محفل عیدش و نشاط میں شریک ہوا۔

اسکا زیادہ دلی نواس سے کھٹتا تھا کہ باعث موت اچھی طرح کھلنا نہ تھا۔ کلاڈیس کا یہ بیان تھا کہ سانپ کے کاٹنے سے اسکا باپ ہلاک ہوا اگر اسکو یقین نہ آتا اور کہتا میرے باپ کے لیے کلاڈیس سانپ بگیا۔ اور صاف صاف کہتا کہ کلاڈیس نے تاج و تخت کے لیے میرے باپ کو ہلاک کیا ہے۔ اور وہ سانپ جسے میرے باپ کو کاٹ کھایا ہے جسکا جی بچا ہے جا کر دیکھ لے کیا سوقت اس کے تحت سلطنت پر بیٹھا ہوا ہے۔

جو کچھ اس کے دل میں تخیلات تھے اور اپنی مان کی نسبت وہ جو کچھ سمجھتا تھا کہ میرے باپ کی ہلاکت میں یہ راز دان ضرور قی عام ہر اس سے کرا سکی حکمت اور رضامندی سے ہلاکت وقوع ہوئی یا نہ ہوئی ہو ایسے شبے تھے جس سے اسکی روح پر صدمہ تھا اور بڑا ہی بچپن تھا۔

ہیلت کو یہ خبر ہو چکی کہ ایک صورت بالکل اس کے باپ شاہ متونی کے مشابہ دو تین رات سے علی التوا تر محل شاہی کے نیچے آدمی رات کے وقت سپاہیوں کو دکھائی دیتی ہے۔ سر سے پیر تک وہی تھیلا لگائے جو شاہ متونی لگاتا تھا۔ اور دیکھنے والوں نے حسین سے ایک ہیلت کا دوست ہو رہا تھا۔ اپنے منظر کی صورت و وقت ظہور کی بابت اپنا اتفاق ظاہر کیا کہ وہ صورت ٹھیک بارہ بجے رات کو دکھائی دیتی ہے۔ رنگت نرم ہوتی ہے۔ اس کے چہرے سے بہ نسبت ٹھنڈے رنج زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ دائرہ سیب نامک اور رنگ بین

بل سلور ٹیسی جیسی زیست میں دیکھی گئی تھی۔ اور ہارسی باتون کا کچھ جواب نہیں دیتا۔ ایک روز اپنا سر اٹھا کر کچھ کہا چاہتا تھا مگر غصہ کی آواز میں کچھ نہ بولا اور جلدی نظر فرمایا گیا۔ اسکی باتون پر نشانہ اوسے کو کمال حیرت ہوئی اور خیال کیا کہ بیشک وہ میرے باپ کی روح تھی۔ اور یہ ارادہ کیا کہ ایک روز خود ان سپاہیوں کے ساتھ جارات کو یہ کیفیت دیکھے

اور یہ تصور کیا کہ اس طرح ظاہر ہونا بلا کسی وجہ کے نہیں ہے۔ ضرور ہر کوئی بات کہنے کو اسکا جی چاہتا ہو۔ اور گو وہ آنے کچھ نہ بولا۔ مگر میں جاؤنگکا تو مجھ سے ضرور کچھ کہیگا۔ یہ سوچ سمجھ کر وہ اس انتظار میں بیٹھا کہ رات ہو تو چکر اسکا مشاہدہ کرے۔

جب رات ہوئی شانزادہ ہلیٹ ہو راتیا اور ایک شخص مسلسل نڈے کو اپنی محافظت کے لیے ساتھ لے اس فیصل پر پہونچا جہاں کئی بار وہ صورت دکھائی دی تھی جارے کی رات تھی اور خلاص دستور اس رات ایسی سرد و تیز ہو اچلتی تھی جسے کوئی شے بدن میں چھپر رہی ہو۔ ہلیٹ اور ہو راتیا اور وہ تیسرا ساتھی تینوں باہم کھپے سردی کی شکایت اور بارے کے تذکرے کر رہے تھے کہ ہو راتیا بولا دیکھا وہ سایہ کی طرح کچھ آ رہا ہے اور یہ سنکر سب خاموش ہو بیٹھے۔

اپنے باپ کی روح دیکھ کر پہلے تو شانزادہ متحیر و غوف زدہ ہوا۔ اور ملائک آسانی سے استمداد چاہی کیونکہ اسے کیا علم تھا کہ وہ پاک روح ہے یا ناپاک۔ اچھائی کے لیے آئی ہے یا برائی کے لیے۔ لیکن رفتہ رفتہ اسکی جرأت بڑھنے لگی اسکے باپ نے دکھ وہ روح اسکے باپ کی شکل میں اسکے پاس آئی تھی ایسی توجہ و مہربانی سے اسکی طرف دیکھا کہ گویا کچھ کہا چاہتا ہے۔ اور ویسا ہی پیش آیا۔ جدی حالت نسبت میں۔ یہ دیکھ کر شانزادہ اسے سے سکوت نو سکنا اور کہا بابا ہلیٹ شاہ سپنے یہ تو بتلایے کس وجہ سے آپ نے اپنی قبر کو جہاں ہم لوگوں نے آپ کو دفن کیا تھا اٹھو اور کیوں سطح ارض پر چاندنی کے کھیت میں آپ سیر کر رہے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو اسکا بھی جواب دیجیے کہ بعد مرنے کے آپ میں قوت رفتار پھر کیوں کر حاصل ہوئی تاہم لوگوں کا انتشار رفع ہوا اور طمانیت حاصل ہو۔ اور آپ کی روح کے آرام رسانی کا کوئی ذریعہ اگر ہم لوگوں کے ہاتھ میں ہو تو آپ فرمائیے کہ ہم لوگ ذریعہ نگر نیسے۔ اس شکل نے شانزادہ ہلیٹ سے اشارہ کیا کہ چلو ہم تم کچھ دو نیکل چلیں جہاں کوئی تیسرا نہو۔

ہوڑا تھا اور مجلس ڈرے کہ ایسا نہ کہ یہ کوئی خبیث روح ہو اور شانہزادے کو دیر تک
 کناہے یا کسی خوفناک ٹیلے پر لیجا کر کسی ایسی متوحش صورت میں دکھائی دے کہ شانہزادہ
 ڈر جائے یا ہیوس ہو جائے اور شانہزادے کو اس کے ساتھ جانے سے منع کیا مگر انگلی رگڑائی
 اور التماس میں شانہزادے کو اس کے قصد سے نہ پھیر سکین۔ اور شانہزادے کو اپنی
 جان کا ذرا بھی خطرہ نہ آیا اور کہا جب یہ روح اور میری روح لافانی ہونے میں دونوں
 برابر ہیں تو پھر ایک دوسرے کو کیا صدمہ پہونچا سکی۔ انھوں نے بہتیرا چاہا
 کہ کپڑے رکھیں جانے نہ دیں مگر وہ نہ تھا اور انھیں جھٹکا کر کہ ہمارا نہ شیر وں
 کی طرح آگے بڑھا اور سایہ کی طرح اس سایہ کے ساتھ ساتھ ہویا۔

اور جب وہ دونوں دوزخ چل گئے تو اس صورت نے بیان کیا کہ میں تیرے باپ
 شاہ سمیت مقتول کی روح ہوں جسے تیرے چچا سمیت مقتول کے بھائی نے بہ طمع
 تاج و فراش قتل کیا شانہزادے نے اس بیان سے اپنے تیس کی قصد یق پائی
 اور صورت قتل یہ ہے کہ وہ موانق دستور خانہ باغ میں دن ڈھلے سورہا تھا کہ اسکا
 دغا باز بھائی آیا اور ایک ایسا زہر ملا عرق اس کے کان میں چھوڑا جو مزاج انسانی کے
 بالکل معاند اور جسے کان میں پہونچتے ہی سیاب کی طرح فوراً تمام رگ و پے میں اپنا اثر
 پھیلا دیا اور خون کو جلا دیا جس کے اثر سے تمام بدن کی کھال پھٹ گئی اور مجذوم ہو گیا
 اور نہ تو خواب سے بیدار بھی ہونے پایا تھا کہ اس سر میں اتنا شدید دوائے سخت و
 فرش و جان غریب سے اسکی مفارقت کرانی۔ اور اس صورت نے شانہزادے
 سے بتا دیا کہ اگر ملکہ کو کچھ بھی جان بادشاہ مقتول سے الفت ہوگی تو اس قتل ناحق کا
 بدلہ لینے بغیر تم نہ رہو گے۔ اور یہ بھی کہا کہ جاسے افسوس ہے کہ تمھاری ان نے
 اپنے شوہر پر قیام کے احسانات کو بالکل دل سے بھلا دیا اور اسکی موت سے خوش
 ہوئی کہ اس کے قاتل سے بہ طیب خاطر اپنا بیاہ کر لیا۔ اپنے چچا سے تم جقدر مستعد ہو

اس قتل کا بدلہ لے سکو بدلہ لینا ویرین مکرنا لگرا اپنی مان سے نہ بولنا اور اسکو اللہ کے حوالے کرنا کہ بروز قیامت اس سے اسکا عوض لیا جائیگا لیکن اس سے یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ تم اسے براؤ بدکار نہ جانا بلکہ ہمیشہ اسکی طرف سے اپنے دلیں خار رکھنا۔ شانراوے نے اس صورت سے وعدہ کیا کہ جمیع ہدایات مندرجہ بالا میں وہ اُسکے حکم کا کاربند ہوگا اور وہ صورت یہ سب کہ سُکر نظروں سے غائب ہوگئی۔

جب ہملٹ تنہا رہ گیا تو اسکی عجب کیفیت ہو گئی کہ بتنی باتیں اسکے خیال میں تھیں اور جو کچھ تجربے کتب بینی اور اپنے ذاتی غور و فکر سے حاصل کیے تھے سب ایک دم فراموش ہو گئے اور بجز اس سایہ کی فحاشیوں کے اور کوئی شے اسکے دل و دماغ میں باقی نہ رہی۔ اسکے بعد ہملٹ کو وہ باتیں یاد پڑیں جو توراٹیا سے ہوئی تھیں اور توراٹیا اور مارلس دو فون کو تاکید کی کہ یہ راز ہرگز فاش نہوئے پائے۔

ہملٹ سست و آزدہ دل تو تھا ہی اس وحشت انگیز صورت کے دیکھنے پر اور بھی رہی سہی عقل کھو کر خاصہ غبوطِ احساس بن بیٹھا اور یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر میرے چچا کو معلوم ہوا کہ ہملٹ میرے برخلاف کوئی تدبیر کر رہا ہے یا یہ کہ ہملٹ کو اپنے باپ کے مرنے کی کیفیت جبکہ میں نے نفی رکھنا چاہا تھا کسی طرح معلوم ہو گئی تو بہت ہی باریجہ پیدا ہوگا اور یہ علم ہمیشہ کے لیے میری طرف سے اسے بدگمان و خائف رکھنے کے لیے وجہ کافی ہوگا۔ اب ہملٹ نے یہ مصلحت وقت اپنے آپ کو پاگل بنانا نہایت ہی مناسب سمجھا کیونکہ اضطرابِ دل کے نفی رکھنے کے لیے اس سے عمدہ دوا کوئی تدبیر نہ تھی اور مقاصدِ ولی تک پہنچنے کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسری صورت نہ تھی۔

اُسی وقت سے ہملٹ نے طرزِ لباس لمبہ گفتگو و اندازِ رفتار کو ایسا بدل دیا جس سے صاف وحشت، دیوانہ پن برسنے لگا اور بادشاہِ بگیم کو دھوکا ہوا اور سمجھی

کہ یہ واقعی پاگل ہو گیا ہے۔ بھلا وہ اس رمز کو کیا سمجھتی کہ باپ کے غم و ماتم نے اسکی کیفیت بنا رکھی ہے کیونکہ اس سایہ کی کیفیت سے (جو اسکا اصلی باعث تھا) وہ بالکل ہی نادان بھٹی بلکہ وہ یہ سمجھی کہ مرض عشق نے اسکی یہ صورت بنائی ہے اور یقین کر لیا کہ میری تشخیص صحیح ہے۔

قبل اسکے کہ ہلیٹ اس آفت میں (جبکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں) اگر تیار نہ ہوتا ایک حسین عورت اوفیلیا نامی کی طرف جو پو لونیس وزیر اعظم کی دختر تھی پاگل ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک بار ہلیٹ نے چھلے و دیگر نشانات محبت کے ساتھ اسکے پاس ایک خط بھی بھیجا تھا غرض کہ بعنوان شاید یہ معشوق و محبت کے چرچے دنیا میں آچکے تھے اور اس عورت کو یقین ہو گیا تھا کہ شانہ زادہ سچے دل سے مجھے چاہتا ہے۔ اب یہ آفت حسین شانہ زادہ مبتلا تھا ایسی ٹیڈ صہب نکلی کہ اُس نے اس عورت کی یاد کو بھی اسکے دل سے بھلا دیا۔ و بائیں سید کہ جب سے اس مصنوعی جنون کی تجویز اُس نے اپنے دل میں ٹھانی تب سے بڑی ہی کج خلقی و نامہربانی کو کام فرمانے لگا۔ مگر وہ نیک نہاد عورت بجائے اسکے کہ ان بے اعتنائیوں پر کچھ برا بھلا کہتی۔ اسکی نامہربانیوں کو نہ پامندار جانتی و سمجھتی کہ یہ محض اسکی بیاری کا سبب ہے کہ نسبت پہلے کے اب میرے حال پر کسی قدر بے اعتنائی و کم توجہ رکھتا ہے۔ اور اسکی جو درت، طبع و خوبی ذہن کو خوش گوار گھنٹوں کی آواز سے نسبت دیتی اور کہتی کہ گو گھنٹیاں فی نفسہ ایک بڑی ہی عمدہ نعمت و سرور پیدا کرتی ہیں۔ مگر جب شور و غل ہو یا بے احتیاطی سے آپر ہاتھ پڑے تو اسوقت بجز اسکے کہ ایک سخت و ناگوار آواز نکالیں وہ اور کیا کر سکتی ہیں۔

ہلیٹ کا اپنے دل میں یہ ٹھان لینا کہ خون پر کا بدلہ لے۔ گویا ایک ایسا قصیدہ اہم تھا جس نے اسے اس امر کی اجازت نہ دی کہ کچھ روز اس عورت کے ساتھ رہ کر لطف زندگی حاصل کرے یا اس فعل لغو میں جیسا کہ اب وہ عشق کو سمجھنے لگا تھا

اپنے آپ کو مشغول کر کے چند روز باسایش بسر کرے مگر پھر بھی اسے اپنے دل پر ایسا قابو نہ تھا کہ آسمین آوفیلیا کا خیال خوشگوار آنے نہ پاتا۔ چنانچہ آئینہ دنوں میں اس نیک نما و عورت کے مقابلے میں اپنے اس عتاب ناحق کو غیر مناسب سمجھ کر نام و پشیمان ہوا اور بڑے تپاک کے ساتھ ایک خط اسکے نام تحریر کیا جسکی عبارت سے کاتب کی وسعت و دل سوزی بیکار پڑتی تھی اور جسکے دیکھنے سے آوفیلیا کو بڑی خوشی حاصل ہوئی اور وہ سمجھی کہ اس گئی گزری حالت پر بھی آنکے ولیمین جتنی سیر سی عزت و وقعت ہے دوسرے کی نہیں۔ اس خط میں لکھا تھا کہ ستمنا روں کو تار یک و آفتاب کو غیر متحرک مان لینا آسان۔ صدق کو کذب سمجھ لینا سہل مگر یہ سمجھنا چھٹ آوفیلیا کا عاشق زار نہیں ہے محال و غیر ممکن ہے اور ایسے ہی اور بھی بہت سے لمبے چوڑے فقرے اس خط میں لکھے ہوئے تھے۔ آوفیلیا نے حسب دستور اس خط کو اپنے باپ کی خدمت میں پیش کیا جسے بادشاہ بگیم کی خدمت میں اس خط کا پیش کرنا نہایت ہی ضروری سمجھا۔ بادشاہ و بگیم کو اس خط کے دیکھنے سے حق الامتین کا مرتبہ حاصل ہو گیا اور وہ سمجھے کہ بیشک اس جنون کی علت یہی عشق نامہ خراب ہے اور بگیم اسوقت یک گونہ مسرور بھی ہوئی کیونکہ آوفیلیا کی حسن طبیعت کو وہ اس قابل سمجھتی تھی کہ اسکا اثر صحبت مشاہیر اوسے کہ اصلی حالت کی طرف باسانی پیرمکتا ہے۔ مگر شاہ اوسے کا جنون ایسا نہ تھا جیسا کہ آوفیلیا نے سمجھا تھا یا جسکا وضع اس طرح ممکن ہوتا کیونکہ صورت پردہ کی کا خیال اسکے ولیمین ایسا نہیں چاہتا کہ آسمین دوسرے خیالات کو گنجائش ہو سکتی۔ اور قصاص خون پردہ کا تصور ایسا نہیں نہیں ہوا تھا کہ بدلہ یہ بغیر اسے چھین لیا۔ اور اسلئے تاخیر کے سرخطوں کو بڑی مصیبت و حکم پردہ کی بڑی نافرمانی نہ سمجھتا۔ لیکن بادشاہ کا قتل کرنا جسکے ساتھ ہر وقت نبرد و من ممانعت تھے کوئی آسان امر نہ تھا اور اگر یہ آسان ہوتا تو بگیم نے

ہیلت کی ان کا ہر دم پادشاہ کے پاس رہنا اور ایک لحظہ کے لیے بھی اُس سے جدا نہ ہونا ایک ایسا نفع قوی تھا جس کا علاج شانہرادے کے اختیار سے باہر تھا۔ کبھی کبھی شانہرادے کو اپنے اس ارادے سے کہ یہ قدر زبردست بھی اٹھانی پڑتی تھی جب وہ یہ خیال کرتا تھا کہ غاصب سلطنت کسکی مان کا تھوہر ہے۔ غرض کہ انھیں مولف سے اُس کے مقصد دلی کی عمر روز بروز گھٹتی جاتی تھی۔ ماسوا کے ایک بنی آدم کا قتل کرنا ہی ایک ایسا نفع مذموم تھا کہ شانہرادے کے فطرتی حسن طبیعت کے بالکل عائدہ سراسر خلافات ایک تو وہ بیمار تھا ہی اور دوسرے اس شہرزدگی نے جو اُس کے دل میں جگہ پکڑ کر رہے تھے۔ اس سے متروک و بیقرار بنا رکھا تھا اب ایسا ضعیف و ناتوان کر دیا کہ بچہ غاصب فراش ہونے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ پڑے پڑے ایک دوسرا سہم چ یہ لاعلمی ہوا کہ جس صورت کو میں نے دیکھا تھا کیا فی الواقع وہ میرے ہی باپ کی روح تھی۔ کہیں ایسا تو نہ ہو کہ وہ کوئی شخصیت آیا ہو جسکی نسبت میں نے سنا ہے کہ تبدیلی صورت کی ایک ایسی قوت ہے جس کی گہکی کہ جس شخصیت میں وہ چاہے اپنے کو ظاہر کر سکتا ہے۔ کہ کیا یہ سچ ہے کہ میرے باپ کی صورت میں آئے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہو تا چند روز تک مجھے حیران و پریشان کر کے قتل ایسے فعل شہینہ کا مجھ سے ارتکاب کر آئے۔ اور اب شانہرادے کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ علاوہ ان دواہیات تصور اس کے کہ کہ محض ایک خیالی باقین تھیں خون پدر کے قصاص کے لیے اور بھی چند جھوٹے اور دلیوں کو بہم پہنچا کر جو فی الملوینان خاطر کر لینا ضروریات سے جو انھیں دلوں میں کہ شہیت کو یہ سب تر و دات لاحق تھے اتفاقاً قانون کا ایک گروہ اُس شہر میں وارد ہوا جسکی نفعیں مسکروہ بہت کچھ خط اٹھا تا اعلیٰ الخصوص جب کبھی اُمین سے کوئی ایک خاص حکایت نمشاہ ٹرائی سلی یریم کی موت کا حال مع اسکی بی بی بی کیو با کی گریہ وزاری کے بیان کرتا۔ شانہرادے نے

اس حکایت کو سن کر نقالوں کے طرز بیان کی داد دی اور قند کر کا فرہ لینے کے لیے دوبارہ سننے کی التجا کی۔ نقالوں نے تعمیل ارشاد کی اور دوسری بار ایسے لطف کے ساتھ اس بچہ بڑھے بادشاہ کا اراجا ناہ آتش رزگی شہر و باشندگان شہر کا برباد ہو جانا اور پھر اسکی بڑھی بیک کی گریہ و زاری کہ کس طرح وہ برہنہ پا کو سٹھے پر دوڑتی بھرتی تھی اور اسی حالت میں کبھی کبھی گھر کو کس سہرا بیک کے ساتھ نیچے اتر آیا کرتی تھی جس سر سے تلخ فر دانی کبھی جدا نہوا تھا اسوقت ایک بھی سی دھبی کپڑے کی اس سر پر کس طرح غم و ماتم برسا رہی تھی جس بدن سے لباس شایانہ کو زیب و زینت حاصل ہوتی تھی۔ اس حالت میں ایک کمل سے جس سے پورے طور پر کمر بھی نہیں بڑھ سکتی تھی کس طرح اس کے بدن پر غرت و پریشانی چھا رہی تھی۔ غرض کہ اس عنوان سے بیان کیا کہ جسے صرف حصار انجمن ہی کی آنکھ سے جھلکے سامنے آنے طرز بیان نے گویا اس واقعہ کی تصویر لاکھڑی کر دی تھی آنسو نہیں ٹپکے بلکہ خود ان نقالوں کا بھی دل بھر آیا اور بے اختیار آنسو نکل آئے۔ شانہ اوسے نے سچا کہ نقالوں کی محض طاقت سنانی تو سننے والوں کے دلیمن ایسا ولولہ و جوشش پیدا کر دے کہ بے دیکھے بھاٹے ایک ایسے شخص کے حال پر رونے کے لیے مجبور کرے جبکہ مرنے ہوئے کئی سو برس کا عرصہ گذرا۔ واسے بر حال مجھ ایسے کم ہمت و بے مصرت شخص کے جسکے پاس جوش و دلانے والے اصلی اسباب و سبب نہ ہوں۔ یعنی بادشاہ کی موت اور بادشاہ بھی کیسا کہ پدر جان نثار موجود ہیں مگر میرے دلیمن تھوڑی سی بھی حرکت پیدا نہوا اور تھانص قتل پونہ یون نہ بیان کے شش و پنج میں پڑا ہے۔ شانہ اوسے نے جب اس نقل اور ان نقالوں پر غور لکھا کیا اور اس اثر کو جو اچھے نقالوں سے سامعین کے دل پر ہوتا ہے بنگر سوچا تو اسے چند نقالوں کے حالات یاد پڑے کہ جنہوں نے کوئی مقتول دیکھا اور محض

اُسکے دیکھنے سے اور آسمین اپنے فعل مرکبہ کے مشابہ پانے سے اُنکی کیفیت ایسی بدل گئی کہ گویا زبان حال سے وہ اپنے جُرم کا اقرار کیے دیتے ہیں۔ اور آسنے قصد کیا کہ اُن نقانون سے اپنے والد کے موت کی ایسی کوئی نقل حجاز کے سانسے کرائے اور فوراً دیکھے کہ اُسکے سننے سے چچا پر کیا اثر ہوتا ہے کیونکہ اگر اُسنے قتل کیا ہوگا تو اس سے ٹھیک ٹھیک معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ آسنے حکم دیا کہ ایسی نقل آج کیجائے اور اس محفل میں بادشاہ بگیم بھی بلانے جائیں۔

نقانون نے ایک قتل کی نقل کی جو واثیا کے ایک نواب پر ہوا تھا نواب کا نام گانگڑو اور اُسکی بگیم کا نام سب لمٹا تھا۔ نقل میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ لشعی لش نے گانگڑو کا ایک قریبی رشتہ دار تھا سلطنت لینے کی طمع سے بلخ میں بجات خراب کہ طرح نواب کو زہر دیا اور پھر اُس قاتل نے قہرے ہی عرصے میں کیونکہ اُسکی بگیم بیاہ کر لیا۔

جس وقت یہ نقل شروع ہوئی اُسوقت بادشاہ کہ اُس حکمت عملی سے بالکل ناواقف تھا سب بگیم و جمیع اراکین دولت کے اس مقام پر موجود تھا اور شاہزادہ اُسکے پاس بیٹھا ہوا فوراً اُسکے چہرہ کو دیکھ رہا تھا کہ اُسکا کیا رنگ ہے۔ ابتدا سے نقل میں گانگڑو اور اُسکی بگیم کی اختلاط کی باتیں بیان کی گئیں جس میں بگیم نے بڑی شد و مد سے اپنی اُلفت کا اظہار کیا اور کہا تیرے جیتے جی تو کیا تیرے مرنے پر بھی کبھی دوسرے مرد کا سٹھ دیکھنا میں حرام سمجھتی ہوں۔ معنت ہے مجھے اگر تیرے بعد کسی دوسرے شوہر کی سٹھ دیکھنے کا ارادہ میرے دل میں ہو کیونکہ اُنھیں بذاتِ عورتوں کا یہ فعل ہے کہ جو شوہر جدید کی خوشی میں اپنے شوہر قدیم کے ہلاک کرنے میں بے باک ہوتی ہیں۔ شاہزادے نے جو فوراً دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس سٹھنے سے بادشاہ کی رنگت میں کس قدر فرق آگیا اور شاہ و بگیم دونوں اس عنوان نقل سے ایسے بددل ہوئے جیسا کہ گرم چوبی

دیکھنے سے کسی کی طبیعت متغیر ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ نقال جب وہاں پہونچے جہاں تثنیٰ نے گائے گیکو کو بجات خواب خانہ باغ میں نہر دیا تو اس ناصب سلطنت کے دل پر اس مصنوعی قلعہ نے جو اسکی اصلی سرگزشت یعنی اپنے بھائی کو زمر دیکر بارڈا نے سے بالکل مشابہ تھا ایسا اثر پیدا کیا کہ وہ اس قابل نہ رہا کہ تا اختتام قسطنطنیہ میں بیٹھا رہنا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ اپنے کمرے میں روشنی کرنے کا حکم دیکر ان آفت کرتا اور علالت طبع کا بہانہ کرتا اور ایک بارگی تماشہ گاہ سے اُٹھ گیا۔ بادشاہ کے اُٹھ جانے سے وہ نقل بند ہو گئی مگر شاہزادے کی پوری تشہی و دمجہی ہو گئی کہ اس سایہ کی باتیں بالکل صحیح تھیں اور اس میں کوئی دھوکا نہ تھا۔ اور بجات خوشی کہ کسی دسم دشمن کے مرنے سے اس نے جو جانے سے انسان کو عموماً لاحق ہوتی ہے ہو رائیٹ سے قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس سایہ کی باتوں پر پورا پورا اعتماد آج حاصل ہوا۔ مگر قبل اسکے کہ وہ تھما پد کے لیے کوئی تدبیر نکالتا ان تذکروں نے جو ان کے کمرے میں ان بیٹے میں ہوئے پوری طرح بوضاحت بتا دیا کہ اسکے چچا نے جسے اسکی ماں نے بیجا تھا خانہ باغ میں سوتے ہوئے اسکے باپ کا کام تمام کیا۔

اس امر کے دریافت کرنے کے لیے کہ ہلیٹ ہم دونوں آدمیوں سے بخلاں دستور قدیم آج کل کیوں آزر وہ دل رہا کرتا ہے بلکہ نے بہ ایما شاہ ہلیٹ کو بلوایا اور چونکہ بادشاہ کو یہ تسلی تھی کہ جو کچھ تذکرے وہاں ہوں اخصیں میں بھی سنوں اور یہ بھی کھٹکا تھا کہ شاید اسکی ماں نقل ماجرے میں طرفداری کو راہ دے اور صاف صاف کھلنے دے کہ ہلیٹ کے منہ سے کیا کیا الفاظ نکلے اور وہ ہلیٹ کے دلی ارادوں کا حال سننا نہایت ضروری سمجھتا تھا اس لیے اس نے یونیس نامے ایک پراسٹنٹ فیئر سلطنت کو حکم دیا کہ بلکہ کے حجرے میں جا کر پردوں کی اوٹ میں چھپ رہے اور سننے کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اس قسم کی چالاکیاں کے لیے یونیس کو یا خاص کر بدعت تھا کیونکہ جن میں پید گونین

اُس نے اتنی عمر گزاری تھی اور اوائل عمر سے سلطنت ہی کے کاروبار سے اُسے شغف تھا اور مکر و فریب کے ساتھ کام نہانے میں اسکا بہت جی لگتا تھا۔

ہیلیٹ آیا تو بیگم نے اُس سے ایسی باتیں شروع کیں جس سے درپردہ ہیلیٹ کے افعال و چال چلن پر الزام عائد ہوتا تھا۔ اور کئے لگی کہ تم اپنے باپ کے مقابلے میں بڑی بے ادبی و گستاخی کرتے ہو کیونکہ جب میں نے تمہارے چچا سلطان وقت سے نکاح کر لیا تو تمکو چاہیے کہ اسے مثل اپنے باپ کے تصور کرو۔ ہیلیٹ باپ کا نام سن کر بہت آزر و دل ہوا اور کہا کہ باپ ایسے مغرور و پیار سے لفظ کو تم ایسے خبیث کی شان میں استعمال کرتی ہو جبکہ درجہ میری نظرون میں قاتل پدر کے درجہ سے ہرگز بڑھ کر نہیں و ترش رو ہو کر جواب دیا کہ میں تو نہیں مگر تم البتہ میرے باپ کے مقابلے میں بہت بڑی بے ادبی کی تمکب ہو چکی ہو۔ یہ سن کر بیگم بولی کہ تمہارا جواب محض یہود و ناقابلِ سماع ہے جسکے جواب میں ہیلیٹ نے کہا تمہارے لیے ایسا ہی جواب مناسب ہے بیگم نے کہا کیا تم یہ بھی بھول گئے کہ تمہارا مخاطب کون ہے۔ ہیلیٹ نے کہا میں بھولا تو نہیں مگر چاہتا ہوں کہ تبدیل جاؤں۔ میں جانتا ہوں کہ تم بیگم ہر اپنے برا و رشو سے کی بلی بی ہو اور میری مان ہو مگر تیرے ہونا کہ آپ میری مان نہوتیں۔ بیگم نے کہا کہ اگر تم ایسی ہی بے ادبی سے پیش آتے ہو تو جا کر ایسوں کو بھیج دیتی ہوں کہ بخوبی تمہارے ساتھ گفتگو کر سکیں اور اُن کو کھڑی سولی کے بادشاہ یا پوٹوئیس کو جا کر بھیج دے۔

لیکن ہیلیٹ اُسے کب جانے دیا اُسکی دلی خواہش یہ تھی کہ جب تک اسکا تنبیہ نہ دے کہ کتنی بڑی حالت میں اسکی زندگی ہے اسکو آٹھنہ نہ دے چنانچہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر تیار ہونے لگا۔

نئے روک دیا جس سے نواہ خواہ بیگم کو بچینا پڑا۔ شاہزادے کے ابتدائی بیتاؤں سے تو بیگم متوجہ نہ تھی اب یہ حرکت دیکھ کر کسی قدر خوف زدہ بھی ہوئی کہ میاں اپنے جنون میں کسی حرکت غلامان شان کا تمکب نہو اور بہ نظر اشد اوشور پی یا بیگم کے

شور مچاتے ہی پردہ کی اوٹ سے ہیکم کو بچا ہیکم کو بچاؤ کی آواز آئی جسے سنکر ہلیٹ
کو گمان قوی ہوا کہ بادشاہ اس پردے کی اوٹ میں چھپا کھڑا ہے اور فوراً کواڑ کو
سموت لیا اور جس طرف سے یہ آواز آئی تھی اسی طرف پکاک کر ایسا ایک وار کیا۔ کہ
بھاگتے چوہے پر بھی کوئی اس طرح بدترین ہاتھ نہ چھوڑیگا حتیٰ کہ اس آواز کا آنا
بند ہوا اور ہلیٹ نے سمجھا کہ زخم کاری لگا۔ مگر جب قریب آکر لاش کو چھپاتا تو
معلوم ہوا کہ یہ بادشاہ نہیں ہے بلکہ پڑانا شیر سلطنت پونوں میں ہے کہ باسوسی کے
یہ پردے کی اوٹ میں آکھڑا تھا۔ ہیکم یہ اجڑے دیکھ کر گھبرائی اور بولی
ہے کیا بیدردی و دیباکی سے قتل کیا۔ ہلیٹ نے کہا ان کی بیدردی کا
قتل ہے کچھ ہی ہو مگر پھر بھی تمہارے فعل سے اچھا ہے کہ بادشاہ کو مار کرتے بے تکلف
آسکے بھائی سے نکال کر لیا۔ بادشاہ زادے نے صاف صاف کہنا شروع کیا
اور اب یہی دلیمن خان کی کہ جو کچھ کہنا ہوتا ہے تکلف نہ ڈالیے۔ والدین کے قصور کو
قابل ہوتے ہیں کہ اس سے چشم پوشی لڑکوں کے لیے سادہ مندی خیال کیا جائے
مگر جب وہ کسی بڑے جرم کے مرتکب ہو جائیں تو ان کے مقابلے میں ان کے لڑکوں کا
بہنمی پیش آنا قابل عفو ہے کیونکہ وہ ننھی انکی بہتری کا عمدہ ذریعہ و راہ راست پر
لانے کے لیے اچھا وسیلہ ہے۔ اور اس ننھی کو ملامت و توہین پر محمول کرنا بڑی غلطی
ہے۔ اس خداترس شانزادے نے بڑی دل سوزی سے ہیکم کو نصیحت کرنی شروع
کی کہ شاہ مرحوم کی وفات کے بعد بائیں عجلت نکاح کر لینا تم ایسی عورت کے لیے
کہ اپنے پہلے شوہر سے کیا کیا قول و قرار و عہد و پیمان اس بارے میں تم نے کیے
تھے ایسا غیر مناسب ہوا کہ میرے دل سے تمام عورتوں کے قول و فعل کا اعتبار
جاتا رہا اور معلوم ہوا کہ انکی ساری خوبیاں بناوٹ و مردم فریب ہیں اور انکی بائیں
جواریوں کی قسم سے بھی زیادہ تر ناقابل وثوق ایمان کو یہ سب محض ایک کھلو اثر و

عام پسند باتوں میں سے خیال کرتی ہیں۔ تنہا ہی اس حرکت پر آسمان وزمین بھی خلیج نہ
 دیکھ رہے یہ لکھ کر تصویریں نکال کر سامنے رکھیں جس میں سے ایک شاہ مرحوم اسکے
 شوہر قدیم کی قدیم شبیہ تھی اور دوسری سلطان وقت اسکے شوہر جدید کی اور کسا
 ”جگم“ ان دونوں کو مٹا کر دیکھو تو میرے باپ کی آبرو سے کیسے آثارِ تانت
 و زبرگی پیدا ہیں۔ واہ کیا نورانی چہرہ ہے۔ بال کیا ہیں اسیلو کی زلفیں ہیں۔ پیشانی
 کو دیکھیے گویا ستارہ زہرہ چمک رہا ہے۔ چشمِ خورشید کے آگے جلاؤ فلک بھی مات ہو
 وزیرِ چہرے کو تو زبور دیکھیے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوہِ فلک منزل کی اوٹ سے عطار
 نے صفحہ نکالا ہے۔ دیکھو یہی تنہا پہلا شوہر ہے۔ اور پھر دوسری تصویر کی طرف
 اشارہ کر کے کہا کیا ایسے کو تھے اسکی جگہ قبول کیا ہے کہ جسکی صورت دیکھنے سے یہ
 معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بلایا از قسَمِ غضبِ ہے اور کیا ایسے بد ہیئت کے لیے اسکے
 خوبصورت بھائی کے خون کو روا رکھا بیٹھے کی ان بیباکانہ گفتگوؤں سے جگم بہت ہی
 شرمندہ ہوئی اور بیٹھے کی نظروں میں اپنے کو ذلیل و خوار دیکھ کر بہت ہی نادوم ہوئی۔
 شاہزادے نے پھر کہا ایسے آدمی کی صحبت جس نے تنہا سے شوہر کو قتل کر کے
 غضبِ سلطنت کا مالک بن بیٹھا مگر کیونکر روا رکھتی ہو اور اسکی بی بی بننا کیونکر گوارا
 کرتی ہو۔ یہ باتیں ہوری تھیں کہ رفتہ ایک مردِ مجنس اسکے باپ کی سی صورت جیسا کہ
 پہلے بھی ایک بار وہ دیکھ چکا تھا اس مکان میں سامنے سے آیا۔ ہیلت نے ڈرتے
 ڈرتے اس سایہ سے پوچھا کہ آپ کا بہانہ کیونکر آتا ہوا۔ سایہ نے جواب دیا کہ میں
 تعین یا عدلانے آیا ہوں کہ باوجود قتل و اقرار و وعدہ شکم کے تھے اب تک میرے
 قتل کا بدلہ نہ لیا۔ شاید تمکو میری تاکید کا خیال نہ ہو۔ دیکھو اپنی ان کی خبر تو ایسا ہنو
 لے اسیلو۔ ایک یونانی لڑکا نام ہے کہ آیامِ جاہلیت میں بل پر پر نہتِ غائب کو اس پوش بہت دتے تھے
 چنانچہ وہی دستور اب تک چلا آتا ہے کہ بعض بعض شخصیں اس تشابہ کا استعمال اپنی تعین میں روا رکھتے ہیں۔

کہ اس رنج و اس میں یہ اپنی جان دے۔ یہ کہ شکر وہ صورت نظرون سے غائب ہو گئی ہے۔
 مگر بجز شاہزادے کے وہ کسی کو دکھائی نہ دی۔ اور یہ ایک ایسی حالت تھی کہ دکھا کر یا
 منس کر اگر کسی طریق سے شاہزادہ اپنی ماں کو جسے شاہزادے کو بلا کسی مخاطب کے اپنے
 آپ باتیں کرتا ہوا دیکھ کر متحیر و متعجب ہوئی تھی یقین نہ دلا سکا کہ میرے باپ کی روح آپ
 یہاں آئی تھی۔ اور بیگم نے شاہزادے کی اس حرکت کو غفل و غماض پر محمول کیا۔
 شاہزادے نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ بیگم صاحبہ آپ میری اس حرکت کو جنون سے
 تعبیر نہ کیجیے بلکہ سمجھئے کہ یہ آپ ہی کی خطاؤں کا نتیجہ ہے کہ میرے باپ کی روح کو پھر دنیا میں
 آنا پڑا۔ اگر میری بات پر توفیق نہ تو نبض دیکھ لیجئے دیکھئے دیوانوں کی نبض کی ایسی ہی
 رفتار ہوتی ہے۔ تمہارے لیے اسی میں بہتری ہے کہ اپنے کٹا ہونے سے تو بہرہ وادار
 آئندہ کے لیے بادشاہ کی محبت سے احتیاط کر وادار اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھو جب
 تم میرے باپ کا خیال اپنے دل میں رکھو گی اور میں اپنے اوپر تمہاری شفقت دیکھو گا
 تو میں بھی تمہاری خیر خواہی و دجوئی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھوں گا۔ غرض کہ بادشاہ
 کی صحبت سے تائب ہوئی اور خوشی خوشی شاہزادے نے اسے رخصت کیا۔
 شاہزادہ جب ادھر سے مطمئن ہوا تو سوچا کہ آج کس بیچارے کا منہ سے خون ہوا اور
 قریب اگر اپنی معشوقہ اذہلیا کے باپ پوٹونیس کی نفس کو اٹھا لیا اور بہت رویا و ستور
 کہ جب غصہ میں کوئی فعل مذموم کسی سے سرزد ہو جاتا ہے تو اپنے کیے پر بعد فرود ہو جاتا
 غصہ کے خواہ مخواہ ناوم ہونا پڑتا ہے۔

پوٹونیس کے مارے جانے سے شاہ کو یہ موقع ہاتھ لگا کہ شاہزادے کے لاک پر
 کیے جانے کا حکم دے جتنا کہ بادشاہ شاہزادے سے اپنے دل میں خون رکھتا تھا
 اور جس درجہ اس کی زیست کو اپنے حق میں مضر سمجھتا تھا اس کا یہ اعتقاد تھا کہ شاہزادہ
 قتل کیا جائے مگر اس خیال نے کہ لوگ اس سے عموماً محبت رکھتے ہیں اور نیز اس گمان نے

کہ گو ملک نے یہ سب حرکات کی ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے بیٹے پر بہت بھروسہ رکھتی ہوگی۔
 شاہزادے کے خون سے بادشاہ کو باز رکھا۔ اب اس مکار بادشاہ نے یہ حیلہ کیا کہ
 شاہزادے کا اس ملک میں رہنا اندیشہ سے خالی نہیں مبادا کوئی شخص پوچھو گچھو کے
 بیوجہ قتل کیے جانے پر برا لگے ہو مناسب ہے کہ یہ کسی دوسرے ملک میں بھیج دیا جائے
 چنانچہ آئے حکم دیا کہ کسی انگلیٹنڈ جانے والے جہاز پر یہ شاہزادہ چڑھا دیا جائے
 اور دو امیر اسکی حفاظت کے لیے تعینات کیے جائیں۔ اور جب وہ جہاز چلنے لگا تو
 چپکے سے ان امیروں کو بلا کر حاکم انگلیٹنڈ کے نام کہ اسوقت انگلیٹنڈ ملک ڈنمارک
 کے ماتحت اور اسکا باج گزار تھا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ہیلٹ تمہارے پاس
 جاتا ہے اسکے پونچنے کے بعد جلد رجلہ ممکن ہو کوئی اتہام رکھ کر اسے مار ڈالو۔
 ہیلٹ کہ بادشاہ سے کھلتا ہی رہتا تھا رات کو اٹھا اور خط کو کھوج کر نکالا اور اپنے
 نام کو چھپ کر اسکی جگہ پر انھیں دو نوں امیروں کا نام جنکی حفاظت و امانت میں وہ
 قتل کے لیے بھیجا گیا تھا قائم کر دیا۔ اور پھر اس خط کو بند کر کے جہان سے اسے
 اٹھایا تھا وہیں اسے چپکے سے رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد بحری ڈاکوؤں کے ایک جہاز نے
 اس جہاز پر حملہ کیا اور دو نوں جہازوں میں بحری لڑائی شروع ہوئی۔ انسا رکاز زمین
 ہیلٹ کہ اسے اہلار بہادر می کا بڑا شوق تھا فخر بکنت تھمہ لگا کر دشمنوں کے جہاز میں تنہا
 گھس گیا۔ ڈنمارک والوں کا جہاز تاب مقابلت نہ لاکر پیچھے ہٹا۔ اور ان امیروں نے
 شاہزادے کو دشمنوں کے پنجہ میں چھوڑ کر انگلیٹنڈ کا راستہ پکڑا۔ اور وہ خط جسکے مفہوم
 کو ناموں کے بدلنے سے ہیلٹ نے بدل دیا تھا انھیں کے پاس رہا۔

ڈاکوؤں نے جبکہ قبضہ قدرت میں اسوقت یہ بادشاہزادہ لگیا تھا بڑی ہی اذیت
 کو راہ دی اور مہذب دشمنوں کی صورت میں دکھائی دیے اور یہ جان کر کہ یہ ایک
 آفت زدہ شاہزادہ ہے انھوں نے تصور کیا کہ اگر اسوقت ہم اسکے ساتھ سلو کر گئے

اور اخلاق کے۔ تم پیش آئینگے تو اپنے شہر میں پونچکر یہ ہمارے ساتھ
 بہت کچھ احسان کریگا۔ چنانچہ مسجد و نماز کے قریب پونچکر کسی ساحل پر اپنے جہاز کو
 لنگر دیا جان سے شاعرانہ نے بادشاہ کو ایک خط لکھا اور احمین ساری کیفیت اس
 عجیب واقعہ کی جو اس کے ثروت آنے کا باعث ہو، مندرج کر دی اور لکھا کہ میں کل کبھی وقت
 در دولت پر حاضر ہو گا مقام تافت ہے کہ اپنے شہر میں پونچکر پہلے پہل جو شے شاعرانہ
 کو دکھانی دے وہ ایسی غم و ماتم کی محفل تھی جسے دیکھکر شاعرانہ اسے کو سخت مہم ہوا۔
 یہ اسی حین عورت آؤفیلیا کی تصویر نگین کا مجمع تھا جو کسی زمانے میں ہیئت کی مشدہ
 دلربا تھی۔ اور صورت موت اسکی یہ تھی کہ جسے اس کے باپ نے وفات کی تب سے
 روز بروز اس کے غم و ماتم نے اسکی عقل و فہم کا گھٹنا مائع کیا۔ باپ کی مرگ مناجات
 نے اور پھر وہ ایسے شخص کے ہاتھ سے جبر و جبرہ اپنی جان نثار کرتی تھی۔ اس نازک
 و کم سن عورت کے دل پر ایسا صدمہ ہو چیا کہ وہ بالکل مجنوں و محسوس ہوئی۔ ایک دن
 بادشاہی محل میں باکر تہنی مور تین تھیں سب کو پھول تقسیم کر آئی وہ کہ آئی کہ تم سب میرے
 باپ کے تفریہ داروں میں سے ہو کہ اس کے جنازے کے ساتھ تم لوگ گئے تھے۔ اور
 بحالت اضطراب عشق و محبت کی غزلین اور مرثیہ کے اشعار پڑھتی اور کہتی ایسے افغان
 سند سے کمالی جیسا کہ یہ بھی مفہوم نہیں۔ غرض کہ اس کے حرکات و سکنات سے یہ سنیں
 معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے حالات سے خبر رکھتی ہے۔ آؤفیلیا نے کے مکان کے پاس
 کوئی چشمہ تھا جس کے کنارے پر ایک ایسا جھکا ہوا درخت واقع تھا جسکی شاخیں عین
 دھارے کے سلسلے ٹکی ہوئی تھیں۔ اتفاقاً ایک روز اس چشمہ کی طرف سے آؤفیلیا کا
 گذر ہوا اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ اس وقت اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا اور
 گل بہار و گل لاری کے ہار گوندھے ہوئے اور نیز مختلف اقسام کے پھول و خض خاشاک
 جمع کیے ہوئے بحالت جنون کمین سے چلی آرہی تھی۔ وہاں پونچکر فوراً اس کے دل میں آیا کہ

ان سب کو اس درخت کی شاخوں میں باندھ کر تاشا کر کے چنپا چنان بارون و گاس پات کے گٹھے کو لیے ہوئے اس درخت پر چڑھ گئی اور ایک شاخ پر بیٹھ کر وہ سب باندھ رہی تھی کہ کیا سگی وہ شاخ ٹوٹی اور اونچلیا اور اس کے ذخیرہ و دشت کو لیے ہوئے پانی میں گری مگر کپڑوں میں ہوا بھر جانے سے تھوڑی دیر تک وہ سطح آب پر مرغان آبی کی طرح تیرتی ہوئی پرنے گیتوں کو خوش امانی سے گارہی تھی اور بالکل بے خبر تھی کہ میں کسان ہوں اور کیونکر ہوں لیکن یہ حالت تھوڑی ہی دیر تک رہی اور جب اس کے کپڑے اچھی طرح تر ہو گئے تو بہت جلد یہ نعمت و سرور موت کی کلفت و کدورت سے تبدیل ہو گیا چنانچہ اس کے بھائی کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے اس خبر کو عام کر کے شاہ و ملکہ و دیگر اراکین سلطنت کو جمع کیا اور بہت مزہ و کھین کی فکر ہی ہو رہی تھی کہ آفت کا مارا ہلیٹ بھی وہاں آن پہونچا۔ اور ان رسموں میں جو وہاں ہو رہی تھیں اپنے کو شریک کرنا خلاف مصلحت سمجھا لگا کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا کہ ایک قبر کھدی ہوئی ہے اور لوگ اس میں پھول بکھیر رہے ہیں کیونکہ اس ملک کا دستور تھا کہ جب کوئی کنواری عورت مرنے لگی تھی تو اس کی قبر میں پھول بچائے جاتے تھے۔ اور خاصا اس وقت ملک بڑے ہی اہتمام سے اس کی قبر آراستہ کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے ”لڑکی“ میں تو سمجھی تھی کہ ایک روز ان ہاتھوں سے تیرا بستر عروس آراستہ کر دینا نہ کہ انھیں ہاتھوں سے تیری قبر کا اہتمام مجھے کرنا پڑا۔ اور اس کا بھائی کہہ رہا ہے کہ بعد زمین کہ اس کے حسن و خوبی پر بنفسہ خود بخود وہاں اپنی بیل پھیلائے غرض کہ یہ سب ہو ہی رہا تھا کہ دفعۃً اس کے بھائی کے ہوش و حواس میں اس وقت کے غم و الم کے چرچون نے فرق ڈال دیا اور وہ بڑا احتیاج ہو کر قبر میں کودا اور کہنے لگا کہ اوپر سے آپ لوگ مجھ پر مٹی ڈال دیجئے کہ میں بھی اپنی بہن کے ساتھ دفن ہو جاؤں۔ اب اس وقت تو ہیٹ کی محبت نے بھی جو شش مارا اور وہ نہ دیکھ سکا کہ اس کا بھائی اس طرح اپنے رنج و غم کا اظہار کرے اور میں کہ

میری محبت ایسے ایسے نہاروں بھائیوں کی محبت پر فوقیت رکھتی ہے اس وقت چکا کھڑا رہا۔ اور بے کھٹکے قبر میں جہان تیرٹس کھڑا تھا اپنے کو بھی گرایا اور بھینہ تیرٹس کی سی باتیں کرنے لگا بلکہ کسی قدر اس سے بھی بڑھ کر رنج و غم کی کیفیت پیدا کی تیرٹس نے جو دیکھا کہ یہ دُوبی ہٹٹ سے جو میرے باپ اور بہن دو غریزوں کی ہلاکت کا باعث ہوا تو سب رنج و غم بھول کر اُسکی طرف متوجہ ہوا اور ایسے روز سے اُسکے گلے کو دبایا کہ اگر لوگ چھڑا نہ دیتے تو اُسکی جان ہی گئی تھی اور جب تہیز و تکفین کر لوگ فارغ ہوئے تو ہنظر نفع الزام و اتہام تہلیٹ نے لوگوں سے یوں ظاہر کیا کہ میں محض اسوجہ سے قبر میں کو داتا تیرٹس کو غصہ دلا کہ رنج و اتم کی تکلیف سے اُسے نجات دلاں اور اسی وقت اُن دونوں نوجوان لڑکوں میں پورا پورا مصاحم ہو گیا۔

تیرٹس کو باپ اور بہن کی ہلاکت کا غم و غصہ تھا ہی مگر تہلیٹ کا غضبیت چھاپیشہ اسی نکر میں رہتا تھا کہ تہلیٹ کو کسی تدبیر سے ہلاک کرے۔ چنانچہ ایک روز بیٹھا بیٹھا تیرٹس کو بلوایا اور اس سے کہا کہ تم میں اور تہلیٹ میں مصاحم تو ہو ہی گیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم لوگ کسی دن اکٹھا سے میں آؤ تو ذرا اتھاڑ سے ہاتھوں کی صفائیاں اور دھو بون کی مشائیاں دیکھیں۔ غصہ و دونوں نے اُسے منظور کیا اور اسیلے ایک دن مقرر کیا گیا تاریخ مقررہ کو شاہ و بگم و جمیع اراکین سلطنت جمع ہوئے وہ ایام بادشاہ ایک نہر کی بجھی ہوئی تلوار لیکر تیرٹس بھی میدان کارزار میں آیا۔ چونکہ تہلیٹ اور تیرٹس دونوں اس خصوص میں بہت مشہور تھے اسیلے دور و دور کے امرا تاشہ دیکھتے آئے اور اس فریے سے انعام کے لیے بہت سارے پیہ اکٹھا ہوا۔ وہاں بہت سی رنگ آلودہ تلواریں رکھی تھیں انہیں سے تہلیٹ نے بھی ایک تلوار اٹھالی اور تیرٹس کے کمر و تیر کا کچھ بھی خیال نہ کیا کہ بخلاف دستور اکھاڑہ کہ اُسکے رُوسے رنگ آلود و خراب تلواروں کا استعمال ہونا چاہیے یہ نوک دار تلوار جو فی الحقیقت نہر سے بھی ہوئی تھی

۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کیون لایا۔ پہلے لیرٹس نے وارکرنا شروع کیا جسے ہیلیٹ بڑی خوش اسلوبی سے منع کرتا جاتا تھا۔ اُس مکان بادشاہ نے یہ سمجھا کہ اسے زیادہ تعریف و توصیف کی اور ہیلیٹ کو بڑھا دیا۔ بہت سا انعام ایک طرف رکھا اور کہا دیکھیں اسے کون لیتا ہے یہ سنکر لیرٹس نے جو کرنا کر ایک ہاتھ مارا تو پھر ہیلیٹ اسے نہ سنبھال سکا اور زخم کاری کھا کر طیش میں آیا اور بلا علم اُن حکمتوں کے جو اُس کے مقابلے میں کی گئیں جانے کیا اُسکے جی میں آیا کہ لیرٹس کو اپنی پاک صاف تلوار دیکر اُسکی زمر کی بھیجی ہوئی تلوار خود لے لی اور لپک کر ایک ایسا ہاتھ دیا کہ جس سے فوراً ہی اپنے مکر و فریب کا پورا لٹاؤ اُسے مل گیا اور پھر تو یہ سب ہو رہا تھا اور اُسکی مان کی آواز آئی کہ میں تو زمر دیکھی۔ دریا سے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے ہیلیٹ کے لیے ایک پیالے میں پانی رکھ دیا تھا کہ ہیلیٹ جب تھکیگا تو پانی ضرور لے لے گا اور اُس میں زمر گھلوا دیا تھا کہ شاید لیرٹس کے ہاتھ سوچ گیا تو اُسکے پینے سے تو خواہ مخواہ ہلاک ہو گا بلکہ جو پیاس معلوم ہوئی تو دھوکے سے وہی پیالہ جو ہیلیٹ کے لیے رکھا گیا تھا پانی کی اور جسکے پیتے ہی اُسکی کیفیت ایسی بدلے بغیر ہو گئی کہ سوا اُسکے کہ اُن میں زمر دیکھی، اور کوئی لفظ وہ اپنے منہ سے نکال سکی۔ ہیلیٹ یہ سمجھ گیا چونکا اور حکم دیا کہ دروازے بند کر دیے جائیں اس پر لیرٹس نے کہا کہ تم ناحق اس دروازے سے ہوتے ہو مجھ سے پوچھو کہ یہ سب میرا ہی کیا ہوا ہے۔ اور یہ سمجھ گیا کہ اس زخم سے جان بڑھنا تو ممکن ہی نہیں جو کچھ حال تھا صاف صاف بیان کر گیا کہ اس طرح میری نیت فاسد ہوئی اور اس طرح میں نے لوک خیر کو زمر میں سمجھایا مجھے یقین ہے کہ آدھ گھنٹہ بھی تم زندہ نہ رہ سکو گے کیونکہ وہ ایسا زمر نہ تھا کہ جسکی سمیت کو کسی دوا سے تم دفع کر سکو۔ خیر جو کچھ ہونا تھا سو ہو گیا مگر میں اپنے کیسے ہوئے سے پشیمان ہوں اور اپنی خطاؤں کو معافی چاہتا ہوں۔ یہ سب کہی رہا تھا کہ اُسکی روح غالب سے پرواز کر گئی اور مرتے دم یہ آخر فقرہ اُسکی زبان پر تھا کہ بادشاہ نے مجھے ناحق فعل بد کی ترغیب دیکر برباد کیا۔ لیرٹس کا یہ

انجام دیکھ کر سہلیٹ نے ملو اور آٹھانی تو کس قدر اشرم آہمین موجود پایا اور اپنے وعدے کا خیال کر کے جو اپنے باپ کی روح سے کیا تھا اپنے دغا باز چچا کی طرف متوجہ ہوا اور پک کر نوک خنجر اسکے شکم میں اس زور سے چھبوی کہ فوراً اسکی جان ہی کھل گئی اور یوں سہلیٹ نے حکم پیر کی تعمیل کی کہ جس سے پورا پورا عوض اپنے قتل ناحق کا قاتل کو مل گیا تھوڑی ہی بعد جو سہلیٹ نے دیکھا کہ بدن سنسنار رہا ہے اور روح قالب سے نکل چاہتی ہے تو اپنے دوست ہو راثیا کی طرف جو دیر سے کھڑا اس ہنگامے کا تماشا دیکھ رہا تھا مخاطب ہوا اور بجا لیت جان کنی دبی ہوئی آواز سے کہا کہ خیر میں تو اس جہان سے رخصت ہی ہوتا ہوں مگر تمکو اللہ سلامت رکھے کہ تمہارے ذریعے سے یہ حکایت دنیا میں شہرت پکڑتی رہیگی پہلے تو ہو راثیا نے یہ تمنا ظاہر کی کہ وہ بھی اپنے کو ملا کر کے سفر آخرت میں شانہ راوے کا ساتھ دے مگر سہلیٹ کو یوں آزر و مند پا کر اپنے ارادے دھپرا اور کہا بہترین بہت اچھی طرح ان واقعات اور حالات کو شہرت و دنیا اور چونکہ یہ حالات میرے چشم دید ہیں اسلئے میرا بیان بہت جلد اسکی شہرت پکڑ جائے گا باعث ہو گا۔ ہو راثیا کا یہ بیان ابھی پوری طرح ختم بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ سہلیٹ کی روح قالب سے پرواز کر گئی اور ہو راثیا اور جمیع تماشہ بینوں نے رو کر اس نیک بشر شانہ راوے کی روح کو ملائک آسمانی کی امانت میں سپرد کیا۔ چونکہ سہلیٹ ایک خوش اخلاق و علیم الطبع شانہ راوہ تھا اور جو کچھ اوصاف شانہ راوہ میں ہونے چاہئیں وہ سب آہمین موجود تھے اسلئے عموماً لوگ اس سے محبت رکھتے تھے۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو بلا شک کسی زمانے میں دنیا مارک کے عظیم اشراف و بیدار مغز بادشاہوں میں شمار کیا جاتا

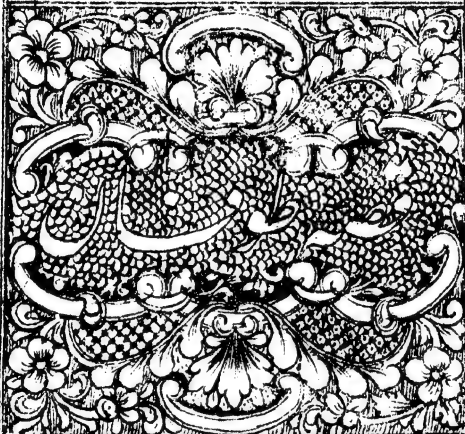
خاتمۃ الطبع

خدا کا شکر ہے کہ مجموعہ افسانہ دلپندیر کے بیس قصوں میں کا آٹھواں قصہ جو مجموعہ مذکورہ افسانہ کے اس سے پہلے مطبع آدوم اخبار مقام لکھنؤ مملوکہ جناب منشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ آئی۔ میں زیور مطبع سے آراستہ و پیراستہ ہوا تھا اب شاخ مطبع موصوف واقعہ کا پور میں پہلی مرتبہ ماہ جنوری ۱۹۷۷ء میں استہام منصرم با کمال جناب منشی بھگوان دیال صاحب سلمہ المتعال سے بہ صحت کمال مطبع منصرم عطلبع خاص و عام ہوا۔



پہ خانہ کو مہکا فضل خاں وزیر ماسی

یہ انگریزی سلیس نام سیکھ کر مجموعہ افسانہ دہلیز کے پیش قصوں میں کا عنوان
دیکھ پ فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموز کا خزانہ ہے ماسوم بہ



بسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب یاکوئی دیل مصنف ہما
ضلع گورکھ پور نے باہر مطبعہ اودھ پراجا وراثت سلیس انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

پہ مطبعہ میٹھی نوک شوق کا پورہ وزیر شاہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سند میں کوئی ایسا جزیرہ تھا جسکی آبادی صرف ایک پیر و پڑوس پیر و اور اسکی نوجوان و خواہصورت لڑکی مائی رنڈا دہی باشندوں پر منحصر تھی۔ اور انکی شخصی مین وہ لڑکی اس جزیرہ میں آئی تھی کہ اسکو یہ بھی یاد نہ تھا کہ سواسے باپ کے کسی اور مردکی صورت دیکھنے کا کبھی اسے اتفاق ہوا ہے۔

اپنے رہنے کے لیے چٹانوں اور پتھروں سے گھیر کر تند و تلوہ مکانات کے انھوں نے بنائے تھے اور انمیں سے ایک گھر میں علم سحر کی بہت سی کتابیں رکھی تھیں جسے پڑوس پیر و اپنا کتب خانہ کہا کرتا تھا۔ اس زمانہ کے حکیموں میں علم سحر کا بہت رواج تھا اور غلامکر پڑوس پیر و سکی لیے تو بہت ہی ضرور تھا کیونکہ یہ جزیرہ جہین اتفاق سے اسکا آنا ہوا اساسے کورکس نامے ایک ڈائن کے قبضہ میں آج اسکے پو پنے کے غور سے ہی روز پہلے مری تھی اہمیت و راز تک پہنچا تھا۔ پڑوس پیر و نے اپنے علم کے روز سے ان تمام پاک روحوں کو ضعیف اس کبخت ڈائن نے بسبب نہ ماننے اسکے فرمان ناجائز کے درختوں میں قید کر دیا تھا

میں نے یہ سب کچھ لکھا ہے کہ اس جزیرہ میں کیا ہوا تھا اور اسکی حالت کیا تھی

آزاد کر دیا جسکے سبب سے وہ سب کی سب کی اسکی تابعدار ہو گئیں اور جین اکیل
سب کی سر دار تھی۔

اس چالاک و تیز دست آسے ریل میں سوا سے اسکے اور کوئی بدی نہ تھی کہ
کے لی بین نامے ایک راکچس کی طرف سے اپنے دلیین وہ بہت کینہ رکھتا تھا
اور اسکے چھڑنے سے بجا احتضار اٹھاتا تھا اور وہ بھی اسوجہ سے کہ اسکے دشمن تدریم
سارے کو رکس کا وہ راکچس بیٹا تھا۔

پروس پیرونے اس بد ہیئت کے لی بین کو (جسکو ہیئت انسانی کے ساتھ
بوزنیہ کی اتنی بھی مشابہت نہ تھی) جنگل میں پڑا پا کر گھر اٹھا لایا اور بونا سکھلایا۔ اول
اول تو اسپر بڑی مہربانی کی گرجب دیکھا کہ اسکی بد طبیعت جو آئے اپنی مان سے ورثہ
میں پائی تھی اچھے کاموں کی طرف اسے مائل نہیں ہونے دیتی اور سوا سے لکڑی
اٹھانے اور موٹے موٹے کاموں کے وہ اور کسی لائق نہیں ہے تو اسکی حسب
لیاقت غلاموں کی طرح اس سے کام لینے لگا۔ اور اسے ریل کو تنبیات کیا کہ
خدمات مفوضہ کو بخوبی اس سے انجام کرائے۔

جب کبھی کے لی بین اپنے کام میں شستی یا غفلت کرتا تو اسے ریل (جسے پیر پیر
کے اور کوئی دیکھ نہ سکتا تھا) چپکے سے آکر اسکے بدن میں ٹپکی بھرتیا۔ اور کبھی کبچر میں
گرا کر کھڑا نہ بنا کر نفلین کرتا۔ اور کبھی اپنی صورت بدل کر صورت خاریشت راہ
میں لیٹ جاتا جسے دیکھ کر کے لی بین ڈرتا کہ کہیں میرے ننگے پیروں میں اسکے
کانٹے ٹپچہ نہ جائیں مغضکہ جب پروس پر دے کے تعمیل احکام میں کے لی بین غفلت
کرتا تو انواع انواع ایذا رسان شرارتوں سے اسے ریل کی اذیت پہنچاتا۔
ایسی ایسی زبردست مدحیں جسکے تابع فرمان ہوں اسکے نزدیک آب و باد کا
مُسخر کر لینا کیا بڑی بات ہے۔ چنانچہ ایک بار پروس پر دے کے حکم سے ان ریلوں

ایک بڑا مولفان اٹھایا جس میں بحالت تباہی ایک جہاز دور سے نظر پڑا۔ کہ سمندر کی موجوں سے ٹکراتا ہوا قریب ہے کہ غرق آب ہو جائے۔ اور پروس پر ورنے اپنی لڑکی کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو! میں بہتیرے جاندار ہم تم ایسے سوار چین۔ لڑکی نے کہا ”او میرے پیارے باپ“ اگر تمھارے ہی علم سحر کا یہ اثر ہے کہ یہ بچارے اس طرح معرض ہلاکت میں گرفتار ہیں تو تم پر ضرور ہے کہ اپنر مہربان ہو کر اس سرخ و مصیبت کے انجمن نجات دو۔ کاش میرا اختیار ہوتا تو بجائے تباہ ہونے اس عمدہ جہاز کے اور غرق آب ہونے انہا آدمیوں کے ایسے پانی کا جذب ہو جانا سطح ارض میں مناسب تصور کرتی پروس پر ورنے کہا ”بی بی مائی رنڈا“ تم اتنی تخیل کیوں ہوتی ہو! میں کچھ برائی نہیں کر میں نے پہلے ہی سے ایسا حکم دے رکھا ہے کہ کسی کو کچھ ضرر نہ پہنچنے پائے۔ اور جو کچھ کہ تم دیکھی ہو یہ سب تمھارے ہی واسطے کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ تو معلوم ہی نہیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو اور مجھے سوا اسے کہ میں تمھارا باپ ہوں اور اس غمبت کہ وہ میں رہتا ہوں اور کیا جان سکتی ہو۔ جہلا متعین اپنے یہاں آنے کی کیفیت یاد ہے۔ میں تو ایسا جانتا ہوں کہ تمھیں یاد نہ ہو گی کیونکہ اس وقت تمھاری عمر نو پری تھی برس کی بھی نہ تھی۔

مائی رنڈا نے کہا بیشک میں تباہ سکتی ہوں۔ پروس پر ورنے یہ سن کر کہا علاوہ میرے اور اس مکان کے کوئی دوسرا آدمی یا مکان بھی یہاں ہے جہاں سے پوچھ اگر مجھے بتا دو گی۔ اچھا بتاؤ تو میں کیا کیا باتیں اس وقت کی تمھیں یاد ہیں۔ مائی رنڈا نے کہا کچھ کچھ خیال میں آتا ہے کہ کسی زمانے میں چار پانچ عورتیں میرے پاس رہا کرتی تھیں۔ پروس پر ورنے کہا کہ چار پانچ کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھیں۔ مگر اس کہہ دینے سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ اس وقت کی باتیں تمھیں یاد ہیں۔ ہاں اگر یہ بتا دو کہ یہاں تم کیونکر پہنچیں تو البتہ جانوں۔ مائی رنڈا نے کہا کہ سوا اسے اسکے

تو میں اور کچھ نہیں تباہ کرتی۔

اب پروس پر رونے ابتداء سے اپنی کیفیت یوں بیان کرنی شروع کی کہ بارہ برس کا عرصہ گزرا کہ میں مائی لین کا نواب تھا۔ اور وارث ملک صرف تو ہی ایک لڑکی تھی۔ اور این ٹائیٹو نامے میرے ایک بھائی بھی تھا جس پر میں بڑا بھروسہ رکھتا تھا۔ اور چونکہ گوشہ نشینی اور کعب بینی کی طرف مجھے کمال رغبت تھی اس لیے تمام انتظامات امور سلطنت تمھارے چچا پر جو تھجے سے میرا بڑا ہی دغا باز بھائی نکلا میں نے چھوڑ رکھا تھا۔ اور امورات دینیوی سے غافل کتب بینی کی طرف راغب ہر وقت دل کی صفائی میں من مشغول رہتا۔ میرے بھائی کے جو مہر طرح اختیار کرے تو اپنے کو وہ فی الواقع وہاں کا نواب سمجھنے لگا۔ اور میرے احمقوں پر حکمرانی کا جو موقع ہاتھ لگا تو اس کی نیت ناسد ہوئی اور میری حکومت چھین لینے کے لیے بڑے بڑے منصوبے اس کے ولیمین پیدا ہونے لگے۔ اور چونکہ میرا دشمن جانی نواب نے اس کی مدد پر تھا اس لیے اپنے منصوبوں پر وہ بہت جلد کامیاب ہو گیا۔

مائی لین نے کہا جب ایسا ہی تھا تو انھوں نے ہمیں زندہ کیوں چھوڑا۔ اس کے جواب میں پروس پر رونے لگا۔ چونکہ عام خلقت کی محبت میرے ساتھ بہت بڑھی چڑھی تھی اس لیے تمھارے قتل پر وہ جرات نہ کر سکے۔ مگر ہاں یہ ہوا کہ ایک روز این ٹائیٹو نے مجھے اپنے ساتھ ایک جہاز پر بٹھا کر اسکا لنگر اٹھا دیا اور جب دیکھا کہ ایک فاصلہ مستعد ہے پہلو کو نکلی آئے تو جہاز سے جبراً اتار کر اور ایک چھوٹی سی کشتی میں بٹھا دوایاں و مستعمل تک درست نہ تھا بٹھا کر وہیں چھوڑ دیا۔ اور تمھے کیا ہوا کہ اسے چکر کھانا لگا۔ اتفاق سے گائزلیو نامے ایک سردار جو مجھ سے کمال محبت رکھتا تھا وہاں موجود تھا یہ کیفیت دیکھ کر اس نے پانی اور کچھ کھانے کی چیزیں اور پینے کے کپڑے اور چند کتابیں جنکو میں بادشاہت سے کم عزیز نہیں سمجھتا تھا چپکے سے لا کر کشتی میں رکھ دیا۔

Milovan
Antunovic

Maple

Maple

مائی زینڈا نے کہا اسوقت کا میرا ساتھ رہنا تو یقین پڑا ہی گراں گذرا ہو گا۔ پر دوس پرہیز
 کہا ”نہیں بیٹی“ اسوقت کی تھاری ہوا ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا کوئی فرشتہ خلافت کے
 لیے ساتھ ہے۔ اور جب کبھی یقین نہ تھا دیکھتا تو سارا رنج و الم بھول جاتا غرض کہ اس
 ریتیلے جزیرے کے پہونچنے تک آب و دانہ نے وفا کیا اور جیسے یہاں آیا ہوں تب سے
 تھاری تعلیم میں اپنی اوقات صرف کرتا ہوں اور یہ میری تربیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کو ایسی
 مہذب و شائستہ بنادیا۔ مائی زینڈا نے کہا کہ جو کچھ کیا تنہا اچھا کیا اتنا جزا خیر عطا کرے
 گریں یہ پوچھتی ہوں کہ اس طوفان سے تنہا کیا فائدہ سوچ رکھا ہے۔ اسکے باپ نے
 کہا کہ اس سے کتنا بڑا کام نکلا کہ اسوقت نواب نے پلس اور میرے برابر دغا بازوں کو
 صاحب اس ساحل پر موجود ہیں۔

یہ کہہ کر ایک جادو کی قمیجی اس لڑکی کو چھلا دی جس سے فوراً اسے نیند آ گئی۔ اور
 ایک لمحہ بھی گد رنے پایا تھا کہ اسے ریل آن موجود ہوا کہ بادشاہ سے طوفان کی کیفیت
 و جہاز و انون کی حالت بیان کرے۔ مائی زینڈا کی نظر سے چھپ کر باتیں کرنی اور
 کے لیے کوئی بات نہ تھی کیونکہ اسکی نظروں سے وہ عموماً غائب ہی رہتا تھا لیکن
 پر دوس پرہیز نے اسے پسند نہ کیا کہ اسکی لڑکی دیکھے کہ خالی ہوا سے (جیسا کہ اسے
 دکھائی دیتا) میرا باپ باتیں کر رہا ہے۔

پر دوس پرہیز نے کہا کہ ”میرا در موکل“ بتاؤ تو سہی تنہا کیا کام کیے۔ اور ریل نے
 نہایت لطف کے ساتھ طوفان کی کیفیت اور ملاحون کے اضطراب کی حالت بیان کی
 اور کہا کہ اول بادشاہ کا لڑکا قزوینی نینڈ دریا میں گرا جسکے دیکھنے سے اسکے باپ کو
 یقین ہو گیا کہ بیشک غریقِ بحر فنا ہوا اور حالانکہ وہ زندہ ہو اور تھے میں بجا کر اسی جزیرہ
 کے ایک کنارہ پر بٹھلا آیا ہوں جان بجا لیا اس اپنے باپ کے غم میں جسکے مرجانے کا
 اسے یقین کا مل ہے سر زانو بیٹھا آفسو بہا رہا ہے۔ اور میں نے اس شانہ را دے کے

نکالنے میں ایسی صفائی کی ہے کہ اسکا ایک بال بھی بیکانہ نہ پایا۔ اور گویا کپڑے تر ہو گئے ہین مگر خراب نہ ہوئے بلکہ پانی سے دھل کر سیدھا رصاف ہو گئے ہون تو جہنم پر دوس پیر و نے اسے ریل سے کہا کہ یہی تو میں چاہتا تھا۔ بے جا اور جلدی سے اس شانہ راوے کو اٹھا لا۔ کہ میں اپنی لڑکی سے اس سے ملاقات کر اؤں اور پھر چوٹیا کہ بادشاہ اور میرے بھائی یہ دونوں کہاں ہیں۔ اسے ریل نے کہا کہ گوشتہ راوے کے ملنے کی آئین امید تو نہیں ہے کیونکہ آنکھوں نے اپنی آنکھوں سے اسے پانی میں گرتے دیکھا مگر پھر بھی احتیاطاً اسی کی جستجو میں مصروف ہیں۔ اور جہاز والوں کی تو اس وقت عجب کیفیت ہے کہ آئین سے کسی کو مدد نہ پہنچا اور سب کے سب صحیح سلامت ہیں مگر ہر ایک اپنے کو یہی سمجھتا ہے کہ صرف میں ہی ایک ایسا ہوں کہ اس بلا سے صحیح سلامت رہا۔ اور جہاز کو انکی آنکھوں سے نہان ہے مگر حفاظت تمام بند رہ کر پھڑپھڑا یہ سنکر دوس پیر و نے کہا ”اسے ریل“ اس کام کو تو نے بحسن تمام انجام کیا لیکن ابھی کچھ اور بھی کرنا پڑیگا۔ اسے ریل نے کہا کیا ابھی کچھ باقی ہے۔ خیر میں کام کو تو حاضر ہی ہوں مگر میری اتنی عرض سن دیجئے کہ آپ نے میرے آزاد کرنے کا وعدہ کیا ہے یا نہیں۔ یاد رکھیے کہ آج میں نے کتنا بڑا کام آپ کا کر دیا اور کام کرنے میں نہ میں کچھ جھوٹ بولا اور نہ کوئی تصور کرتا۔ کیسے سچے دل سے میں آپ کی خدمت کرتا ہوں کہ کیسا ہی سخت کام کیونکہ وہ گھر میں ذرا بھی ناگوار نہیں سمجھتا۔

دوس پیر و نے کہا یہ کیسی گفتگو ہے۔ کیا تم وہ زمانہ بھول گئے کہ تم مبتلا سے برج و آلام تھے اور میں نے تمہیں نجات دی تھی۔ اور کیا اس خبیث ساحرہ سہا کی کرکس کا وقت تمہیں یاد نہ رہا کہ وہ بڑھیا کس درجہ رشاک و حد سے بھری ہوئی تھی۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں کی رہنے والی تھی۔ بولو۔ خاموش کیوں ہو اسے ریل نے کہا ”خوش آتا تو مجھے معلوم ہے کہ اسکا مقام پیدائش اہل جہیر میں تھا۔ دوس پیر و نے کہا

ہاں وہ ایل جیرس کی رہنے والی تھی۔ اچھا سنو کہ جبوقت مین نے تھیں یہاں پایا اُتوت
تھاری کیا حالت تھی۔ شاید تھیں اپنی کیفیت یا ونو۔ جب اس بد ذات، ساحرہ کا سحر
ایل جیرس مین مشہور ہوا تو وہاں کے باشندے ڈرے اور اُسکے شہر بدر کرنے پر آمادہ
ہوے چنانچہ وہ مین کا ایک ناخدا اس جزیرے مین آسے لاکر آتا گیا چونکہ تم ایک ننھی
روح تھے اور اُسکے فرمانا جابر کی تعمیل پوری طرح نکر سکے ایلے تھیں بھی لیجا کر اُس
ایک درخت مین بند کر دیا جہاں مین نے تھیں روٹا ہوا پایا۔ یاد رکھو کیسی سخت مصیبت
سے مین نے تھیں نجات دی کہ وہاں سے نکال لایا۔

اسے ریل اپنی بیوفائی و ناشکر گزاری پر شرا گیا اور عفو تصور کی درخواست کی اور
کہا حضور مجکو تعمیل احکام مین کچھ غار بنیں۔ پروس پیر ورنے کہا کہ تمکو ہمیشہ ایسا ہی
خیال کرنا چاہیے اور میری بھی نیت مین ہو کہ تمکو آزاد کر دوں۔ اور پھر بتایا کہ یہ کام تمکو
اور کرنے ہونگے۔ اسے ریل یہ سنکر رخصت ہوا اور پہلے وہیں گیا جہاں فرڈی مینڈ کو تھو
آیا تھا۔ اور دیکھ کر کہ اسی طرح حالت رنج و غم مین ابھی تک وہ بیٹھا ہوا ہے کہادر شاہزاد
مین تھیں اسی وقت یہاں سے اٹھا لیچنے کی فکر مین ہون کہ مائی رنڈا کو تھاری صورت
دکھاؤں۔ اٹھو اور میرے پیچھے ہولو۔ اور پھر یہ کہ ایک گیت گایا جبکہ مضمون یہ ہے۔
پانچ فیدم کے فاصلے پر تیرا باپ پڑا ہے۔ اسکی ہڈیوں کی مرجان بنائی گئی۔ اور
آکھوں کے گوہر۔ اسکا کوئی عضو بدن خراب نہیں گیا۔ ہاں کچھ اختلاف و تبدیلی البتہ
واقع ہوئی جس سے اسکی قیمت و منزلت بڑھ گئی۔ وریا کی دیسی اُسکے کفن کے گھنٹے
بجاتی ہے۔ دیکھو وہ آواز ٹن ٹن کی آرہی ہے۔

شاہزادے نے اپنے پدر گم گشتہ کی یہ حیرت انگیز خبر سنکر اس رنج و آلام سے
جسمین وہ مبتلا تھا فوراً نجات پائی۔ اور بحالت استعجاب اسے ریل کی آواز پر ساتھ
ساتھ چلا تھی کہ اسے ریل نے آسے پروس پیر و اور مائی رنڈا کے پاس کسی سایہ و ابر

درخت کے نیچے دونوں بیٹے ہوئے تھے پہونچا دیا۔ مانی رنڈا اسے دکھائے پہلے سوامی اپنے باپ کے کسی اور مرد کی صورت اُسے نہ دیکھی تھی، پر دوس پیر ورنے کہا ادرہ کیا دیکھ رہی ہو۔ مانی رنڈا اُسے کہا بدشکایہ کوئی سایہ ہے۔ اسے اللہ کس طرح لٹاک رہا ہے سچ بتاؤ یہ تو ایک بڑا ہی خوبصورت مخلوق معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ سایہ نہیں ہے اُسکے باپ نے کہا ”نہین بیٹی“ یہ کھاتا ہے سوتا ہے اور جیسی عقل۔ فہم سلوگ رکھتے ہیں ویسی ہی یہ بھی رکھتا ہے۔ جہاز میں ہی نوجوان سوار تھا۔ رنج و غم سے اسکا رنگ کسی قدر بدل گیا ہے۔ یا پون کو کہہ تم اسی کو خوبصورتی خیال کرتی ہو۔ اُسکے ساتھی جو کھو گئے تھیں کسے تلاش میں یہ ادرہ اُدھر بھر رہا ہے۔

مانی رنڈا جو بھی ہوئی تھی کہ تمام انسان کے چہرے میرے ہی باپ کے ایسے ساہو اور سب کی وارثیان میرے ہی باپ کی سی خاکی رنگ کی ہوا کتنی بہن اس نوجوان شاہزادے کا چہرہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اور فرڈی نیڈل نے کہ اسے ریل کی وحشت انگیز سنکر پہلے ہی سے تھج تھا اور سمجھتا تھا کہ بیان پر طرح طرح کے تعجبات دیکھنے میں آئینگے اب اس ویرانے میں ایسی خوبصورت عورت دیکھ کر خیال کیا کہ غالباً یہ کوئی بھادو کا جزیرہ ہے۔ اور یہ عورت یہاں کی پری ہے۔ چنانچہ اُسے اسی خطاب سے اس عورت کو مخاطب کرنا چاہا۔

مانی رنڈا نے جواب دیا میں کوئی پری نہیں ہوں جیسی عورتیں ہوتی ہیں ویسی ہی میں بھی ہوں۔ اور اپنی ساری کیفیت بیان کیا چاہتی تھی کہ پروس پیر ورنے آئے روک دیا۔ مہر چند یہ دیکھ کر انہیں سے کتنی حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھ رہا کہ وہ بہت ہی خوش ہوا کیونکہ انکی طرز گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اول ہی نگاہ میں تیر عشق سے دونوں کا دل چھدا اٹھا۔ مگر اس بات کے دریافت کرنے کے لیے کہ اسکی بیٹی کے ولین کتنا استقلال ہے اُسے چاہا کہ انکی صحبتوں کو منہص کر دے اور

بڑھکے بدشتی شانہ اوسے کو آواز دی۔ اور کہا تو مجھے مخبر معلوم ہوتا ہے اور یہاں جاسوس
 لے لیتے آیا ہے کہ یہ خبر یہ یہاں کے پادشاہ کے قبضے سے نکل جائے۔ چلیے۔ دیکھیے۔ آپ کے
 پیروں کو گردن سے باندھ کر ایسی جگہ چھوڑا تا ہوں جہاں آب شور پینے کے لیے ملے۔
 اور گھونگے اور سوکھی سوکھی جڑیں اور بلوط کی چھال کھانے کے لیے فروشی میز پر رکھا
 ”نہین نہین“ جب تک میں اپنے میں طاقت پاؤنگا تب تک بھلا ایسی ضیانت میں کب کا
 قبول کرے گا۔ اور یہ کہ تلواریں میان سے نکال کر آگے بٹھا۔ اسکا بٹھنا تھا کہ پتھر
 نے جادو کی قہمی ہلا کر اس کے پیر ایسی صفائی سے باندھ دیے کہ جہاں وہ کھڑا تھا وہیں کا ہورہا
 آئی رنڈا۔ ایک کیفیت دیکھ کر باپ سے چمٹ گئی اور کہنے لگی کہ کیوں ایسی پیر چھی کرتے ہو
 اسکی حالت قابلِ ترحم ہے۔ میں اسکی اغیل ہوتی ہوں اسے چھوڑ دو۔ یہ دوسرا شخص ہے
 حکموں نے فی عمرہ دیکھا ہے۔ میری نظروں میں تو بڑا پاک باطن معلوم ہوتا ہے۔
 اس کے باپ نے کہا خبردار اگر کچھ کبھی ایسی بات تھنے اپنے منہ سے نکالی تو میں تم سے
 بدل آزر دہ ہو جاؤنگا۔ تعجب ہے کہ تم اس دغا باز کی طرف سے وکالت کرتی ہو چونکہ
 سوائے اسکے اور کسے کی میں کے تھنے اپنی ساری عمر میں کوئی دوسرا مرد نہیں
 دیکھا ہے اس لیے تم سمجھتی ہو کہ یہ بہت خوبصورت ہے اور حالانکہ دنیا میں بہتر سے ایسے
 نکلنے کے شے۔ سائے یہ ایسا ہی بدصورت معلوم ہو گا جیسا اسکے سامنے کے لی بین بدست
 معلوم ہوتا ہے۔ ان سب باتوں سے پروس پیر کو اپنی لڑکی کی آرائش مد نظر تھی۔
 غرض کہ یہ سب شکر لڑکی بولی کہ جیسی میں عاجز ہوں ویسی ہی میری مجتہد۔ بھی
 ہے۔ اس سے زیادہ حسین آدمی دیکھنے کی میں تمنا نہیں رکھتی۔

پروس پیروں نے شانہ اوسے سے کہا۔ سید سے چلے آؤ۔ تم میں اتنی طاقت نہیں ہے
 کہ میرے حکم کو ٹال سکو۔ شانہ اوسے نے کہا بیشک مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ اور اس
 واقعے سے اپنے دل میں کمال نتیجہ نکلا کہ کیوں میں اسکے ساتھ چلنے کے لیے مجبور کیا جاتا ہوں

اور یہ نہ سمجھا کہ اس کے جاوے کے اترنے تاب مقابلہ اس سے سلب کر لی ہے غور فکر پر دوس پر اسے نار کی طرف لے چلا۔ اور وہ مانی زندگی کی طرف دیکھ کر اس سے ایک فاصلے پر کھڑی تھی کہنے لگا کہ اس وقت میرے حواس درست نہیں ہیں ایسا تو نہیں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں کچھ ہی ہو مگر میں اس زن نازنین کو اپنے قید خانے میں سے ہر روز ایک نگاہ دیکھ لیا کرتا تو اس پیر مرد کے عتاب اور اس میری حالت زار کی پوری مکافات ہو جایا کرتی۔

پرس پر دوس پر دوسے ہی عرصہ تک وہاں اسے رکھا۔ اور باہر لاکر ایک تہری ہی ڈشوار خدمت اس کے سپرد کی تا اس کی بیٹی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے کہ فروری نیند کو کیسا دشوار گزار کام دیا گیا۔ اور پھر جیلہ کتب بینی مکان میں چلا گیا اور اوت سے دیکھنے لگا کہ نیند کیا باتیں ہوتی ہیں۔

پرس پر دوس پر دوسے حکم دیا کہ جتنے موٹے موٹے لٹھے اس پاس پڑے ہوں سب کو ایک جگہ تو وہ کر دے۔ شانہ راہ اور ایسی سخت محنت۔ مانی زندگی نے یہ دیکھ کر کہ ایسی سخت محنت اس کی جان سے بغیر نہیں رہنے کی بڑا افسوس کیا۔ اور کہا بابا تو مکان میں چلے گئے۔ وہاں بیٹھ کر دو تین گھنٹہ تک کتاب دیکھنے لگی اتنی دیر تم بھی آرام کرو۔

فروری نیند نے کہا ”او پیاری عورت“ میں اپنے میں اتنی جذبات نہیں پاتا کہ بلا کام ختم کیے تھوڑی دیر تک بھی آرام کر دن۔ مانی زندگی نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو تمہاری عوض میں کام کرتی ہوں تم بیٹھا جاؤ۔ مگر فروری نیند نے اس سے کسی طرح انکار نہ کیا۔ اور سب سے اس کے اس کے کام میں وہ مدد دیتی اور عاجز نہ بنی کیونکہ ان کی باہمی گفت و شنود سے لٹھے اٹھانے میں بڑا فوٹو پڑا اور کام تہری سستی سے ہونے لگا۔

پرس پر دوس نے اتنا فروری نیند کو ایسی دشوار خدمت تفویض کی تھی کہ کتب خانے میں نہ تھا جسبکہ اس کی لڑکی نے خیال کیا بلکہ انھیں کے پاس بیٹھا ہوا وہ سن رہا تھا

کہ آئین کیا کیا باتیں ہوتی ہیں مگر وہ اسے دیکھ نہ سکتے تھے کہ ہمارے پاس بٹھا ہوا فرڈی نینڈ کے پوچھنے پر آمی رنڈا نے اپنا نام بتایا اور کہا محض تمہاری خاطر سے میں نے اپنے باپ کی نافرمانی کی کیونکہ اس کے پہلے تھیں یاد ہو گا کہ میں نے اپنا حال کہنا اور اپنا نام بتانا تم سے چاہا تھا تو اس نے مجھے روک دیا تھا۔

آئے یہ اول ہی مرتبہ اپنے باپ کی نافرمانی کی تھی جسے دیکھ کر اس کا باپ ہنس پڑا اور چونکہ اسی کے علمِ محرک یہ اثر تھا کہ وہ ایسا جلد اس شانہ راوے پر نرفیہ و از خود رفتہ ہو گئی اس لیے آئے اپنے ولیمین کچھ بڑا ناگاہ اس کی لڑکی نے ایسا جلد اسے اپنے دل سے بھلا کر بچلاں اس کے حکم کے یوں اس شانہ راوے سے اظہارِ محبت کیا اور فرڈی نینڈ کی تقریرِ عشق آمیز کو اس نے بڑی ہی مسرت کے ساتھ سنا جس میں اس نے یوں ظاہر کیا کہ غنی عورتین میں نے اب تک دیکھی ہیں سب میں زیادہ مجھ کو ترے ساتھ اس خھوڑے عرصے میں الفت ہو گئی۔

فرڈی نینڈ کے اس مبالغے پر کہ تمام دنیا کی عورتوں میں آمی رنڈا اسے زیادہ پیاری معلوم ہوئی آمی رنڈا نے کہا۔ کہ گو مجھے یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی کسی عورت کی صورت دیکھی ہے اور نہ کبھی سوائے اپنے باپ کے اور تمہارے کوئی دوسرا اور دیکھا مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ گول چہرہ کیسا ہوتا ہے مگر میں اتنا کہہ سکتی ہوں کہ اگر مردوں کی صورتیں میں نے دیکھی ہوتیں تو بھی سب میں تھیں فوقیت دیتی اور تم سے شہارت گوارا کرتی۔ اور پھر کہہ مین تم سے اس طرح بیباکانہ گفتگو کر رہی ہوں مگر ایسا نہ کہ میرا باب سنا ہو کیونکہ اس نے بالکل اس کے خلاف حکم دے رکھا ہے۔

یہ سن کر پوس پیر و مسکرایا اور اس طرح اپنا سر ہلایا گویا کہ پتا تھا ہے کہ میری دلی آرزو یہی تھی کہ میری لڑکی نے پس کی ملکہ کھلائے۔

اس نے میں فرڈی نینڈ نے بڑی ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اچھا کہ شانہ راوے کا

دستور ہے کہ درباری زبان میں باتیں کیا کرتے ہیں (اس نیک بخت مانی زبڈا سے کہا کہ تم میری بی بی ولکے نے پس ہو۔

آسنے جواب دیا کہ جناب میں محض ایک نادان و کم فہم عورت ہوں۔ مجھے بھلے ہے میں تو پہچان ہی نہیں میں اسے کیا سمجھوں۔ سیدھی سیدھی طرح سے پوچھو تو یہ ہے کہ اگر اپنے نکاح میں مجھے قبول کرو تو میں حاضر ہوں۔

بعد اس کے جناب و قبول کے فرڈی نینڈا اس عورت کا شکریہ ادا کیا پاتا تھا کہ پروس پرینے اپنے کو ظاہر کر کے شکریہ ادا کرنے سے آسے باز رکھا۔

اور کہا لڑکی کوئی ڈر کی بات نہیں۔ تم لوگوں میں جو باتیں ہوتی تھیں میں نے سب سُن لی ہیں اور وہ سب مجھے بدل قبول و منظور ہیں۔ فرڈی نینڈا، جس محنت و مصیبت میں تم اول اول گزرتا رہے گئے میری لڑکی مل جانے سے اُسکی پوری پوری شکافات ہو جاگی۔ جتنی سختیاں تم پر ڈالی گئیں اس سے محض تمہارا امتحان مقصود تھا۔ اور معلوم ہوا کہ تم نہایت ہی شریف و نیک طبعیت ہو۔ اسلئے اپنی لڑکی جسے تمہاری محبت نے پہلے ہی سے مستوجب الحصول ٹھہرا رکھا ہے بطور احام تمہارے حوالہ کرتا ہوں اور پھر کہا کہ مجھے چند کام ایسے ہیں کہ بے میرے گئے بن نہیں سکتے۔ جب تک کہ میں لوٹ نہ آؤں تلوگ یہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کیا کرو۔ بھلا مانی زبڈا کے لیے یہ حکم کب قابلِ عدول ہوتا۔

پروس پرینے آنکے پاس سے اٹھ کر اسے ریل کو بلایا۔ اور وہ بلانے کے ساتھ ہی اس کے پاس حاضر ہوا کہ شاہ نے پس اور اس کے بھائی کی حالت بیان کرے کہ اس کے ساتھ آسنے کیا کیا۔ آسنے بیان کیا کہ عجیب و غریب صورتوں کے دکھانے سے اور متوحش صداؤں کے سُنانے سے میں نے آنکو بالکل ہی خوف زدہ و حواس باختہ بنا رکھا ہے۔ جب وہ ادھر ادھر پھرتے پھرتے تھکے اور سبب

شدت گرسنگی کے جان بلب ہوئے تو اچھے اچھے کھانوں کا ایک خوان مین نے اُنکے سامنے لا کر رکھ دیا۔ اور جب اُنھوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو بہ شکل دیوزاد و دونوں بازوؤں پر پر جمائے کہ جبکہ دیکھنے سے خون معلوم ہو مین نے اپنے کو ظاہر کیا اور اُنکے سامنے سے وہ خوان اٹھا لیا۔ اور اُنکے متعجب ہونے پر مین کہ اسوقت مصنوعی دیوتھا بولا کہ تم اپنی بید روی کو یاد نہیں کرتے کہ کس طرح تھے پروس پر دھوکا اُسکی سلطنت سے نکال دیا اور مع اُسکی شیرخوار لڑکی کے اسے سمندر میں چھوڑ دیا کہ وہ مکر رہ جائیں۔ یہ اسی بیری کا عوض ہے کہ تمکو اس طرح اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں۔

یہ سنکر شاہ نے پلس اور این ٹائیو دونوں اپنے کیے ہوئے پر بہت پشیمان ہوئے اور اسے ریل نے کہا کہ آن دونوں نے ایسے خلوص دلی سے توبہ کی ہے کہ اسی صورت میں مجھ ایسا بھی بجز مٹا کر دینے کے اور کچھ نہ کر سکے۔

پروس پر وئے نے کہا اچھا اُنھیں یہاں اٹھا لاؤ تم غیر مجس ہو کر انکی مصیبت نہیں دیکھ سکتے تو میں مجس ہو کر انکی حالت پر کیونکر ترس نہ لکھاؤں میرے پیارے ریل اُنھیں جلدی سے اٹھا تو لاؤ۔

تھوڑی دیر کے بعد شاہ این ٹائیو اور گائزلیو تینوں کو لیے ہوئے اسے ریل آن پہنچا بائیں ہیبت کہ ہر ایک بترتیب اسکے پیچھے ہجرت نگران اُسکی آواز سہرے د کہ ملحق ہوا میں کھڑا وہ پرانے ننوں کو چھیڑ رہا تھا (خود بخود کھینچتے ہوئے چلے آتے تھے یہ دُہی گائزلیو تھا جسے پروس پر وکے لیے جبکہ اسکے بد ذات بھائی نے اپنی دا میں ہلاک کرنے کے لیے کھلی ہوئی گشتی میں بٹھا کر سمندر میں چھوڑ دیا تھا خوراک اور شے مطالعہ کی کتابیں مہیا کر دی تھیں۔

اسوقت رنج و غم نے اُنھیں ایسا مسلوب الحواس بنا رکھا تھا کہ وہ پروس پر وکے

نہ پہچان سکے۔ اول اُسے گانزلیو پر خوش خصال سے اپنا نام بتا کر اپنے کو پہچانا اور کہا میری زندگی کے سبب تھیں ہو۔ اور پھر تو اس کے بھائی اور بادشاہ سب ہی نے پہچان لیا کہ یہ وہی پروس پیر و مظلوم ہے۔

ابن نائینا سوقت رو پڑا اور بحالت آزر و گی و پشیمانی بہت سے کلمے افسوس کے اپنے منہ سے نکالے اور سچے دل سے اپنے بھائی سے مٹانی چاہی۔ اور بادشاہ نے پس نے بھی غلوص اپنی پشیمانی کا اظہار کیا اور کہا ناحق پروس پیر کی حکومت چھیننے میں میں نے اُسکے بھائی کی اعانت کی۔ پروس پیر نے یہ حالت دیکھ کر اُسکے قصور معاف کیے۔ اور لی ہوئی حکومت کے واپس کرنے پر اہنن آمادہ پاکر شاہ نے پس سے کہا کہ تمہارے لیے بھی ایک تحفہ میرے خزانے میں موجود ہے۔ اور یہ کلمہ کو اڑ جو کھول دیے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُسکا لڑکا فرڈی نینڈ بٹھا ہوا مائی رنڈا سے شطرنج کھیل رہا ہے۔

اس سٹنے سے جتنی خوشی فرڈی نینڈ اور اُسکے باپ کو حاصل ہوئی دنیا کی کوئی خوشی اُسکا مقابلہ نہیں کر سکتی کیونکہ اہنن کب ایسی آئندہ تھی ہر ایک امنین سے دوسرے کو یہی سمجھتا تھا کہ نذر طوفان ہوا۔

اہنن دیکھ کر مائی رنڈا نے بڑا تعجب کیا اور کہا جس دُنیا میں ایسے شریف لوگ رہتے ہیں اے اللہ وہ کیسی ہوگی۔

مائی رنڈا کا حسن اور اُسکے چہرے کی صفائی دیکھ کر قریب قریب وہ دیباہی متعجب ہوا جیسا اول اول اُسے دیکھ کر اُسکا بٹیا متعجب ہوا تھا۔ اور پوچھا یہ کون عورت ہے شاید اس خبر یہ کی یہ پری ہے اور یہی مجھے یہاں اٹھا لائی ہے فرڈی نینڈ اپنے باپ کی تقریر پر سنس پڑا اور سمجھایا وہی غلطی ہے جس میں اول مرتبہ میں بھی گرفتار ہو چکا ہوں اور کہا امنین باپ یہ از قلم نبی انسان ہے اور اب جو پوچھو تو ایک اعتبار

بنائیت خدا سے لایزال اسے پری سمجھنا چاہیے۔ میں نے بلا تفسیر چھپے اسے پسند کر لیا ہے کیونکہ یہ کسے آئندہ متقی کہ تم صبح و سلامت ہو گے یہ اسی پر دوس پر وہی لڑکی ہے جو کسی زمانے میں مائی کن کا مشہور نواب تھا۔ اور اسکی ناموری تو میں نے بہت سنی تھی مگر اس سے پہلے کبھی دیکھا نہ تھا۔ اور اس کے سبب سے میں نے نئے سرے سے زندگی پائی اور اپنی ناک خدا لڑکی سے میرے حوالہ کی جس سے میں نے اپنے باپ کی جگہ سمجھا ہوں۔

پادشاہ نے کہا پھر تو میں بھی مائی زندہ کا باپ ہوا۔ مگر یہ کتنا غیر مرتب ہو گا کہ میں اپنی لڑکی سے خواستگار مٹھانی ہوں۔

پرسوس پر رونے لگا کہ اسکی کیا ضرورت ہے۔ جب ہمارے بڑے دن گذر گئے تو پھر اس خوشی میں اسکی یاد دلانے سے کیا فائدہ۔ اور اٹھ کر اپنے بھائی کو نبل گیر ہوا۔ اور اسے دوبارہ اس بات کا یقین دلایا کہ میں نے تیرے سارے قصور مٹھا کر دیے۔ اور کہا میری تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا اور مشیت ایزدی اسی طرح پہنچی تھی کہ ایک مرتبہ میں اپنی ریاست سے نکال دیا جاؤنگا اور اس ذریعہ سے میری لڑکی منرا ورتاج نے پس ہوگی کیونکہ اس ویران خبر یہ میں ایک دن یہ ہوا تھا کہ ہم سب آپس میں ملنے لگے اور شانہ راہ مائی زندہ پر عاشق ہو گا۔

ان مہربانی بھرے فقر و ن کو جو پرسوس پر رونے اپنے بھائی کی تسلی کے لیے استعمال کیے تھے سنکر اسکا بھائی ایسا شرمندہ و پشیمان ہوا کہ بے اختیار اسکی آنکھوں میں اشک خجالت نکل پڑے اور دم بخود ہو کر رہ گیا اس مصالحو پر ریاست کے پرانے ہوا خواہ گانزلیو نے خوش ہو کر آنکھوں سے اشک شادی بہائے اور اس نوجوان نوشاہ کو بہت کچھ دے مائیں دیں۔

اب پرسوس پر رونے لگا کہ تمہارا جواز بغاوت تمام بند کر چکا ہے اور ملاج سب کے سب اس کے تختہ پر بیٹھے ہیں کل صبح اپنی لڑکی سمیت تلوگوں کو وطن کی طرف لیٹو لگا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد کہا جو کچھ اس غریب کدہ میں میسر آیا حاضر ہے اٹھو کھاتے جاؤ اور اپنی کیفیت کہ میں اس ویران خیریت میں کیونکر سوچا اور جسے میں یہاں پہونچا کیونکر بسر ہوئی رات کو بیان کر دوں گا تا تمہارا جی نہ گھبرائے اور دل لگی میں رات کٹ جائے اور پھر کے فی بین کو بل کر مکان صاف کرنے اور کھانا پھینکے کے لئے حکم دیا۔ اس بد شکل راگھیس کی متوش صورت و بیڈول سہیئت کو دیکھ کر وہ لوگ بہت متعجب ہوئے اور پروس پر پڑے یہ کہ صرف یہی ایک خدمتگار ہے جسکی صحبت میں میں نے اتنا زمانہ بسر کیا اور بھی اسنے تعجب اور حیرت کو بڑھا دیا۔

پروس پر رونے روانہ ہونے سے پہلے اسے ریل کو اپنی خدمت سے علیحدہ کیا جس سے اس خوش اخلاق روح کو بڑی ہی سترت حاصل ہوئی۔ کیونکہ گو وہ اپنے آقا کے کاموں کو بڑی ہی وفاداری سے انجام دیتا تھا مگر آزادانہ بسر کرنے کی اسے ہمیشہ سے تمنا تھی۔ اور صحرائی پرندوں کی طرح بلا تعرض غیرے ہو امین اڑنے۔ شاد آ درخون کے سایہ میں بیٹھنے۔ خوش نما چلون اور خوشبودار چیلون کے سیر کرنے کی اسے کمال آرزو تھی۔ جب اس روح کو پروس پر رونے آزاد کرنا چاہا تو بل کر کہا اور باریک بین اسے ریل میں تھک و خست کرتا ہوں۔ اور آج سے تم اپنے کو پورا پورا آزاد سمجھو۔ آویں نے یہ سنکر اپنے آقا کا شکریہ ادا کیا اور کہا اس وفادار تا جدار کی یہ آرزو ہے کہ ہوا مومن آٹھا کرتھا راجہ از تمہارے وطن میں پہونچائے تب تم سے جدا ہو۔ اور پھر کہا کہ خود مختار ہونے پر کس لطف سے زندگی بسر کروں گا۔ اور یہ کہ ایک گیت گایا جس کا مفہوم یہ تھا۔ شہد کی مکھی کی جو غذا ہے وہی میری غذا ہے۔ گو سلیس بل میں آتو بولنے کے وقت میں چاکر سوتا ہوں۔ اور سپر کی پشت پر اڑتا ہوں۔ اب آتا مگر ما کے بعد میں چول میں ہنگام جو شاخ سے اٹکا ہو۔

اب پروس پر رونے سحر کی تمجی اور کتا بون کو کھو کر زمین میں دفن کر دیا اور بعد کیا

کہ پھر کبھی انکا استعمال نہ کرونگا۔ اور دشمنوں پر جو یون فتح یاب رہا اور بھائی اور شاہ نے پس سے جو اس طرح مصالحت ہو گیا۔ تو پھر بھڑاسکے اور کوئی تہنا نہ رہی کہ وطن میں چلکر لوگوں سے ملے اپنی ریاست پر قبضہ کرے اور شاہزادہ فروری نیت اور اپنی لڑکی مائی رنڈا کے جشن شادی کا لطف دیکھے جیسا کہ پادشاہ نے پس نے وعدہ کیا تھا کہ نے پس میں پہنچتے ہی میں انکی رسوم شادی کو بڑی دھوم دھام سے ادا کرونگا۔ غرض کہ ہم اسی اسے ریل وہ سب اپنے وطن کی طرف روانہ ہوئے۔ اور بحفاظت تمام سمندر کی سیر کرتے ہوئے تھوڑے ہی عرصے میں وہاں پہنچ گئے۔

خاتمۃ الطبع

الحمد لله والمنة کہ مجموعہ افسانہ دہلیزیہ کے بیس قصوں میں کا نوان قصہ کہ جو اس سے پہلے مطبع اودھ اخبار مقام لکھنؤ ملوکہ عائینہ صاحبہ معالی القاب منشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ اے۔ میں چھپا تھا اور قدردانوں نے بہت پسند کیا تھا اب شاخ مطبع موصوف القدر واقع شہر کانپور ماہ فروری ۱۹۰۶ء عیسوی میں پہلی مرتبہ بہ صحت کمال زیور مطبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر بدینہ ناظرین ہوا

خاکو مکافض خلا از وز ماسی
 پنهون لولون دل و قین

اینگزنی کتاب طبعی از ام کسبیکه جوید افسانه دلپذیر که بدین قصون بین کادروان
 دیکسب فسانه جو حقیقت بین حکمت آموزیکه خزانه سه موسوم به



بسکو علامه زمان مولوی محمد احسان الله صاحب یاکوئی وکیل منصوبی بسکاور
 ضلع گورکھپور رفته بایا مطبع او و در چهار تجارت سلیس اگر نری ستار و بین

طبع می نویسد و ایت کا پور بر و ز شاهی
 طبع می نویسد و ایت کا پور بر و ز شاهی



جس زمانے میں فرانس صوبوں میں دار ریاستوں میں جیسا کہ اس وقت ہوتے تھے انہی میں اس زمانے میں کسی صوبہ پر ایک غاصب ریاست نے اپنے بڑے بھائی حق دار ریاست کو محروم و شہر بدر کر کے قبضہ کر لیا تھا۔

France

نواب جو اپنی ریاست سے اس طرح نکال دیا گیا تھا اپنے رفیق وفادار دوستوں کو لیے ہوئے ارون کے جنگل میں پہنچا۔ اور یہاں پہنچ کر اس نیک نیت نے اپنے پیارے دوستوں سمیت جنوں نے اسکی خاطر سے از خود شہر بدر ہونا اختیار کر لیا تھا مستقل سکونت اختیار کی۔ اور انکی آراضی و محاصل آراضی نے اس نیک نیت غاصب ریاست کو دو ٹوند بنا دیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں عادی ہو جانے پر وہ اس بے فکری و لاپرواہی سے گزران کرنے کو جو انھوں نے اختیار کیا تھا کچھری والوں کی بے آرام شان و شوکت و بیچین جاہ و جلال سے گذران کرنے پر ترجیح دینے لگے۔ انگلستان کے پرانے راجن ہڈی طرح وہ یہاں زندگی بسر کرتے تھے۔ علاوہ انکے اور بھی بہترے

*Arden
Bathons*

نوجوان شہزادے سیر و تماشے کے لیے اس جنگل میں روز آتے اور سیر و تماشے میں اوقات بسر کرتے جیسا کہ شایستہ قوتوں کا دستور ہے۔ ایام گرامین وہ بڑے بڑے جنگلی درختوں کے نیچے قطار باندھ کر بیٹھے اور جنگلی ہرنوں کی چوگران بھرنے کا تماشا دیکھتے۔ اور ان غریب و بیوقوف البق ہرنوں کو جو جنگل کے خاص باشندہ دن میں شمار کیے جاتے تھے دیکھ کر بدربہ نہایت خوش ہوتے حتیٰ کہ جب کبھی اپنی غذا کے لیے گوشت مہیا کرنے اور ان کے شکار کرنے پر وہ مجبور کیے جاتے تو انھیں سخت صدمہ پہنچتا۔ جب جاڑوں کی سرد ہوائیں نواب کو اس کے سخت برگشتہ کا اختلاں جتاہن تو وہ صبر و استقامت سے کام لیتا اور کتا کٹھنڈی ہوائیں جو میرے جسم سے لگتی ہیں میری سچی پیشہ کار ہیں چالو سی سے خازر رکھتی ہیں اور ٹیک ٹیک میری حالت مجھے بتاتی ہیں۔ اور گو یہ بڑی تیزی سے بدن میں گھسنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں مگر کبھی نامہربانی و ناشکری کے دانتوں سے انکی تیزی کمین کم ہے۔ ہر چند کہ انسان نئی کو بہت بڑا جانتے ہیں مگر میرے نزدیک کچھ نہ کچھ عمدہ باتیں اس سے ضرور نکل سکتی ہیں نہ ہر مہرہ و داؤن میں کیسا کام آتا ہے مگر دیکھیے تو یہ زرد مینڈک ایسے زہر دار و حقیر جانور کے سر سے نکالا جاتا ہے۔ غرض کہ جتنی چیزیں نواب کے سامنے آئیں ان سے ایک ایک مفید نتیجہ وہ نکال لیتا۔ اور جا آمد و رفت عام سے دور پڑا ہوا اپنی قوت منجھ کی مدد سے اپنے آپ درختوں میں زبان چنہا سے روان میں کتابین چھرون میں نصیحتیں اور اسی طرح ہر چیز میں ایک نہ ایک بہتری وہ ضرور معلوم کر لیتا۔

نواب منصوب بند کے صرف ایک ہی لڑکی روسی لائٹڈ ٹانے تھی جسے غاصب ریاست نواب فرڈرک نے اس کے باپ کے شہر بدر کرتے وقت اپنی لڑکی سی لیا کی سہیلی سمجھ کر اسے محل شاہی میں رکھ لیا تھا۔ ان لڑکیوں میں باہم ایسی مشگمہ محبت جگ پکڑ گئی تھی کہ ان کے باپ کے باہمی نفاق سے آسمین ذرا بھی فرق نہ آیا۔ روسی لائٹڈ کے

نواب فرڈرک نے
سی لیا کی سہیلی سمجھ کر
اسے محل شاہی میں رکھ لیا تھا۔

باپ کے محروم الارث کر دیے جانے سے جو بے انصافی وقوع پذیر ہوئی تھی اُس کے مکافات کے لیے کوئی مہربانی ایسی نہ تھی جسے روسی لائڈ کے مقابلہ میں سی لیب باقی لگا رکھتی اور جب کبھی باپ کے ٹھہریدار کر دیے جانے کا خیال اور دغا باز غائب کے قبضہ اقدار میں اپنے رہنے کا تصور روسی لائڈ کا دل دکھاتا تو سی لیبا بہ کمال توجہ سکی و کبھی و تسکین کی طرف متوجہ ہوتی۔

حسب دستور ایک روز سی لیبا بھی ہوئی روسی لائڈ کے ساتھ دل بستگی کی باتیں کر رہی تھی۔ اور سمجھا رہی تھی کہ بہن ہر وقت لمول خاطر نہ رہا کر دے کہ اتنے میں نواہے کے پاس سے ایک آدمی آیا۔ کہ پہلوان کی کشتی ہونے والی ہے اگر دیکھنا چاہتے ہو تو چلو دربار عام میں محل کے سامنے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ روسی لائڈ کے دل بہانے کے خیال سے سی لیبا بھی اور اسے لیکر تماشہ دیکھنے چلی۔

اُس زمانے میں پہلوانوں کی لڑائی جو آجکل صرف گنواروں میں رہ گئی ہو دل بہانے کے لیے ایک نہایت عمدہ شے خیال کی جاتی تھی حتیٰ کہ شاہزادوں کے محلوں میں بگیاں و شاہزادیوں کے سامنے اسکا تماشہ ہوتا تھا۔ اسیلے سی لیبا اور روسی لائڈ کا اس مجمع تماشہ بینان میں شریک ہونا کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہاں پہونچنے پر انھیں معلوم ہوا کہ اس تماشے کی حالت رنج و افسوس سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ ایک قد اور وزیر دست آدمی کو جس نے عرصہ سے اس فن میں مشاقی پیدا کر رکھی تھی اور کتنوں کو اس قسم کی کشتی میں ہلاک کر چکا تھا انھوں نے ایسے ایک کم سن جوان سے لڑنے پر آمادہ پایا جسکی کم شی و نا آزمودہ کاری سے ہر شخص کو اُس کے ہلاک ہونے کا یقین کا مل تھا جب نواب کی نظریں لیبا اور روسی لائڈ پر پڑی تو اس نے کہا۔ لڑکیو۔ کیا تم بھی تماشہ دیکھنے آئی ہو۔ آئی تو ہو مگر کچھ لطف نہ پاؤ گی کیونکہ جوڑا اچھا نہیں ہے اس جوان پر مجھے بڑا ترس آتا ہے اگر یہ نہ لڑتا تو بہتر تھا تم لوگ بھی سمجھاؤ دیکھو اگر

مل جائے تو اچھا ہے۔

فطرتِ بہدروسی قومِ انھوں نے نواب کے کہنے کو بخوشی منظور کیا اور پہلے ہی بیانے اس جہانِ ناشائسا کو بہرِ روزِ تقریرِ باز رکھنا چاہا اور پھر روسی لائڈ نے ایسی مہربانی و دل سوزی سے اسے اس خطرے سے حسینِ عنقریب وہ گرفتار ہونے والا تھا آگاہ کیا کہ بجائے اس کے کہ اسکی شالیتہ تقریرِ دن کو شکوہ اپنے ارادے سے باز آتا اس کے

سارے خیالات اس امر کی طرف متوجہ ہوئے کہ اپنی بہادری و دلیری سے اس قانونِ پاکِ صورت کی آنکھوں میں اپنی وقعت پیدا کرنی چاہیے۔ سی لیا اور روسی لائڈ کی درخواستوں کو اس نے ایسے لطیف و شالیتہ فقرات میں رد کیا۔ جس کے سننے سے بچے رنج و افسوس کو اور بھی ترقی ہوئی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ آپ لوگوں کی سی ذیِ اخلاق و مقول بیبیوں کی تعمیل ارشاد میں قاصر رہنے کا مجھے کمالِ افسوس ہے مگر آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنی خواہشوں اور نظروں کو میری کشتی دیکھنے کی طرف متوجہ کریں۔ حسین اگر میں مغلوب رہا تو وہ شرمندہ ہوں جو کبھی مغرر نہ ہوا اور مارا گیا تو وہ مردہ ہوں جو موت کا طلبگار تھا۔ دوسروں کے غم کا بھی خیال نہیں کیونکہ کوئی ایسا دوست میں نہیں کہتا جسے میری موت کی خبر سے صدمہ ہو۔ اور نہ میرے جانے سے دنیا کا کوئی ہرج جب میں دیکھتا ہوں کہ انہیں میرا کوئی حصہ نہیں۔ میں دنیا کے جس حصہ میں ہوں۔ وہاں میرے مرنے پر مجھ سے بہتر کوئی دوسرا آجائگا۔

غرض کہ ان دونوں میں اب کشتی ہونے لگی۔ گویا یہی چاہتی تھی کہ وہ نوجوانِ جنبِ مغلوب نہ ہو۔ لیکن روسی لائڈ اس سے زیادہ دلسوزی کے ساتھ اسکی کامیابی کی خواہش رکھتی تھی۔ اسکی بیکسی کی حالت سن کر جیسا کہ اس نے بیان کیا تھا اور اسے مرنے پر آمادہ دیکھ کر روسی لائڈ نے خیال کیا کہ یہ بھی میرا ہی سادہ بخت و کم نصیب ہی۔ اور بدرجہِ قنایت اسکی حالت زار پر اسے ترس آیا اور اس خطرہ جانگاہ میں اسے

اپنے آپ گرفتار ہونا دیکھ کر ایک عجیب طرح کی کیفیت اسکے دل پر طاری ہوئی کہ اگر اسوقت اسے عاشق زار کا خطاب دیدیا جاتا تو غیر فریب نہ تھا۔
 اُن شریف و ذوی اخلاق عورتوں کی باتوں نے اُس جوان اسمہ نامعلوم کو ایسی جرات و توانائی بخشی کہ جسے دیکھ کر سب کے سب متحیر رہ گئے۔ اور انجام کار وہ اپنے حریف پر پورے طور پر غالب رہا۔ جسکو اتنا صدمہ تھا کہ تھوڑی دیر تک حرکت سکون کی بھی طاقت نہ تھی۔

اس جوان اجنب کی طاقت و جرات دیکھ کر نواب فرڈرک بہت خوش ہوا۔ اسکا اور اُسکے خاندان کا نام دریافت کیا اور چاہا کہ اپنے ہی ساتھ اُسے رکھ لے۔ اُس جوان نے اپنا نام آرلنڈو بتلایا اور کہا کہ میں سرالینڈو می بائرن کا چھوٹا بیٹا ہوں۔

آرلنڈو کا باپ سرالینڈو می بائرن چند سال پہلے مر چکا تھا۔ مگر حالت حیات میں نواب منصوب سنہ کا دناوارا تخت اور پیارا دوست تھا۔ اسلئے نواب فرڈرک نے جب یہ سنا کہ آرلنڈو نواب منصوب سنہ کے دوست کا بیٹا ہے تو اسکا سارا تپاکِ نفرت کے ساتھ مبدل ہو گیا۔ اور ناخوش ہو کر اس تماشہ گاہ سے اٹھ گیا۔ ہر چند کہ اپنے بھائی کے دوست کا نام سننے سے اسکو کمالِ نفرت ہوئی مگر بھیج بھی اُس نوجوان نے ایسی بہادری نہ کی تھی جس سے نواب کو تعجب نہ آتا چنانچہ چلتے چلتے یہ بھی کہ بڑا کہ بہتر تھا کہ آرلنڈو کسی دوسرے آدمی کا لڑکا ہوتا۔

روسی لائنڈیہ سنکر بہت خوش ہوئی کہ اسکا نیا دوست اسکے باپ کے پرانے دوست کا بیٹا ہے۔ اور سنی لیا سے کہا کہ میرا باپ سرالینڈو می بائرن کو بہت چاہتا تھا اگر میں پہلے سے جانتی کہ یہ جوان اُسی کا بیٹا ہے تو میں اس قیمتِ آزمانی کے پہلے بگریہ و زاری اسے اس قصہ سے باز رکھنے کے لیے عرضِ منت کرتی۔

Arundel
Sir Arundel

اسکے بعد وہ دونوں نوجوان کے پاس گئیں۔ اور اسے نواب کے دفترؔ ناخوش ہو جانے سے نجلؔ پا کر نہایت مہربانی اور بڑھاوے کے فقر و ن مین اس سے متخاصم ہوئیں۔ اور باہر جا کر روسی لائڈ اس بہادر نوجوان کے پاس جو اس کے باپ کے پرانے رفیق کا بیٹا تھا تنہا ٹوٹ کر آئی اور پہلی مرتبہ سے زیادہ اطلاق کے ساتھ پیش آئی اور ایک طلائی زنجیر اپنے گمے کی آمار کر بولی کہ میان شریف زادے اسے پہن لو۔ اسوقت قسمت نے مجھے مجبور کر رکھا ہوں ورنہ میں اس سے کہیں زیادہ قیمت کی نشانی دیتی۔ جب وہ دونوں عورتیں تنہا بیٹھیں تو روسی لائڈ نے ارنلڈ کو کا ذکر شروع کیا جسے سن کر سہی کیا کہ یہ گمان ہوا کہ اسکی بہن اس خوبصورت و نوجوان پہلوان پر فریفتہ ہو گئی ہے۔ اور کہا بہن کیا یہ ممکن ہے کہ یوں دفترؔ کوئی کسی پر فریفتہ ہو جائے۔ روسی لائڈ نے جواب دیا کہ بہن میرا باپ اس کے باپ سے کمال درجہ کی محبت رکھتا تھا۔ سہی بیانے کہا یہ صحیح گراؤں سے یہ نہیں لازم آتا کہ تم اس کے لڑکے سے بھی محبت کرنے لگو دیکھو میرا بات اس کے باپ سے کتنی عداوت رکھتا ہے تمھاری تقریر سے لازم آتا ہے کہ میں بھی اس سے عداوت رکھوں اور حالانکہ میرے دل میں اسکی طرف سے ذرا بھی کدورت نہیں۔ فرڈرک نے کہ سر ارنلڈ ڈی بائز کے لڑکے کو دیکھ کر غصے میں آگیا تھا یہ خیال کیا کہ بہتر سے امرار اس دربار میں ایسے ہونگے جنکو نواب منصوب منہ کے ساتھ ابھی تک عقیدت باقی ہوئی۔ اور اس کے پہلے بھی کئی مرتبہ امرار دربار کو اپنی بھتیجی کی حسن طبعیت کی تعریف کرتے ہوئے اور باپس خیر خواہی اس کے باپ کے اس کے حال زار پر رحم کھاتے ہوئے دیکھ کر وہ متنفر ہو چکا تھا۔ ایسے اسکی طرف سے بھی اس کے دل میں کینہ جگہ کیا گیا۔ اور در حالیکہ روسی لائڈ اور سہی لیا دونوں بیٹھی ہوئیں ارنلڈ کا ذکر کر رہی تھیں نواب فرڈرک اس کے پاس آیا اور نگاہ غضب سے روسی لائڈ کی طرف دیکھ کر کہا کہ تو ابھی مکان چھوڑوے اور جہان

تیرا باپ چلا گیا ہے وہیں تو بھی چلی جا۔ سی لیانے بہتیری سفارش کی مگر اسنے ایک نہ مانی اور کہا کہ اتنے روز تک میں تمھاری سی خاطر سے اسے رکھے ہوئے تھا۔

سی لیانے کہا میں نے تم سے کب رکھنے کو کہا تھا کیونکہ اسوقت میں ایسی کم سن بھتی کہ اسکی قدر اچھی طرح پہچان نہیں سکتی تھی ہاں اب کہ میں اسکی خوبون سے اچھی طرح واقف ہو گئی ہوں۔ اتنے عرصہ تک ساتھ رہ آئی ہوں ساتھ کا سونا ساتھ کا جاگنا ساتھ کا پڑھنا ساتھ کا کھیلنا۔ ساتھ کا کھانا مجھے چھوٹ نہیں سکتا۔ فردرک نے یہ سنکر کہا کہ اسکا ساتھ رہنا تمھارے لیے مضرت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ اسکی شرمی اور خوشی و صبر و استقلال سے رہنا لوگوں کی توجہ و رحم کا باعث ہوتا ہے یہ تمھاری سادہ لوحی ہے جو تم اسکے رہنے پر اون مقرر ہو۔ کیونکہ اسکے چلے جانے پر تمھاری قدر و منزلت لوگوں کی نظروں میں زیادہ ہوگی تحصیل چاہیے کہ اسکے بارے میں اب لب نہ ہلاؤ کیونکہ جو حکم میں نے ایک مرتبہ دیدیا وہ ٹل نہیں سکتا۔

جب سی لیانے دیکھا کہ روسی لائنڈ کے بارے میں کوئی بات پیش رفت نہیں جاتی اور میرا باپ میری عرضداشت کی طرف مخاطب نہیں ہوتا تو یہ دلیری روسی لائنڈ کی بھڑکی کا قصداً اسنے اپنے دل میں ٹھاننا۔ اور کچھ رات گئے محل شاہی سے نکل کر روسی لائنڈ کو ساتھ لیے ہوئے آرون کے جنگل کی طرف اسکے باپ نواب منصوب منہ کی تلاش میں روانہ ہوئی۔

اپنے روانہ ہونے سے پہلے سی لیانے سوچا کہ ایسے لباس فاخرہ میں دونوں جوان عورتوں کو اتنے دور و دراز کا سفر کرنا اندیشہ سے خالی نہیں اسلئے ارادہ کیا کہ دیہات کی عورتوں کا سا لباس بدل کر اپنی علامات امارت کو ظاہر ہونے دے۔ روسی لائنڈ نے کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی مردانہ لباس بدلے تو اور بھی زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ فوراً ان دونوں میں یہ بات طے پائی کہ روسی لائنڈ جو کسی قدر سچ

Genius
Adams

لائی تھی نوجوان و بہتان کی صورت بنے اور سی زیادہ بہتان کی چھو کر یوں کا سا لباس پہنے اور دونوں اپنے کو بھائی بہن راستہ میں ظاہر کریں اور روسی لائڈ نے اپنا نام گمنام رکھا اور سی لیانے اپنے لیے ایلیٹا کا نام پسند کیا۔

وہ دونوں لباس بدلے ہوئے خرچ کے لیے روپیے و جواہرات ساتھ لیکر اس دور دورا سفر پر کمر بستہ باندھے گھر سے نکلیں۔ اس لیے کہ جنگل آرون مدد و رہا سے باہر وارا نکلو مدت سے بہت دور دورا زمانے پر تھا۔

روسی لائڈ (ایگنڈ جیسا کہ اب اسکو کہنا چاہیے) کے چہرہ پر مردانہ لباس پہننے سے مردوں کی طرح جرات و عیب بھی معلوم ہونے لگا۔ سی لیکی و ناداری و رفاقت جو استے دور دورا و تکلیف رسان سفر میں روسی لائڈ کا ساتھ دینے سے ظاہر ہوئی تھی اسے دیکھ کر اسکا کیا مصنوعی بھائی ایسا سچا دوست اور اسکی خوشنودی مزاج کے لیے ایسا کوشش کر تا ہوا معلوم ہوتا تھا گویا فی الحقیقت گمنام پاک طینت کاؤن کی چھو کر سی ایلیٹا کا ایک و بہتانی و دلیر بھائی ہے۔

آخر کار جب وہ جنگل آرون میں پہنچے تو نباتات اور مقامات کے جو رستہ میں ملنے گئے تھے نہ وہ ان کو فی مسئول ہمارے تھی اور نہ میل کا کوئی مکان۔ گمنام کی و بھینی سے بیابان ہو کر گمنام جو رستہ بھرائی بہن کو لطیف باتیں و خوش کن تقریریں سن کر بہلانا آتا تھا ایلیٹا سے کہنے لگا جی میں آتا ہے کہ لباس مردانہ کا پاس دل سے آتا کہ عورتوں کی طرح دل کھول کر شور مچاؤں۔ ایلیٹا نے کہا میرا بھی سفر بس یہیں تک تھا اب میں بھی ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتی۔ پھر گمنام نے سوچا کہ عورتوں کی تسکین و دلجمعی کرنی خاص مردوں کا کام ہے۔

چنانچہ یہ سوچ کر اپنے تئیں بہن کی دلجمعی کے لیے آئے کہا بہن ادھر آؤ خاطر جمع رکھو ہم لوگوں کا سفر ختم ہوا جنگل آرون میں داخل ہو چکے گئے مصنوعی مردانگی و زبردستی

جرات کمانتک انھین تو انانی بخشگی۔ کیونکہ گوجنل آرڈن مین وہ پہونچ گئے تھے گریہ تو نہیں معلوم ہوا کہ نواب سے کہاں ملاقات ہوگی۔ اور اب اس سفر میں ان تھکی ہوئی عورتوں کا انجام بد نظر آنے لگا کیونکہ مارے بھوک کے انکی حالت زار و ردی ہونے لگی۔ اسی حالت میں کہ وہ دونوں بحالت یاس گھاس پر پڑی ہوئی قریب برگ تھین کہ اتفاقاً ایک دہقان کا سامنے سے گذر ہوا گنڈ نے اسے دیکھ کر ایک مرہمہ اور چاہا کہ قسمت آزمائی کیسے۔ اور مردانہ آواز میں بد دلیری کہا بھی گزرے اگر براہ سلوک اشرفی خرچ کرنے پر اس دیرانے میں کوئی میری مہمان داری کرے تو براہ عنایت ہمیں وہاں پہونچا دو کہ ہمیں اس معیشت سے نجات ملے کیونکہ یہ عورت جو میری بہن ہے نہ لگات سفر سے خستہ اور شدت گرسنگی سے بدحواس ہے۔

اسے جواب دیا کہ میں صرف ایک گرڈ بے کا خدمت گزار ہوں۔ اور چونکہ میرے آقا کا مکان پتھوڑی دیر میں کئے والا ہے اسلئے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ لوگوں کا ساتھ ضیافت اچھی طرح چلوگوں سے مہیا ہو سیکے گا۔ مگر کچھ بھی اگر آپ لوگ میرے ساتھ چلیں تو حاضرین کچھ دریغ نہوگا۔ اس امید چارہ گری سے اسنے جسم و جان میں کسب قدر توانائی حاصل ہوئی اور اٹھکر اس آدمی کے ساتھ چلیں۔ اور وہاں پہونچکر بھیجے اور اس بکاؤر مکان کو خرید لیا۔ اور اس مرد نہما کو خدمت گزاری کے لیے رکھ لیا۔ اس طرح جو ایک تھرا جھوٹیزہ اسنے ہاتھ لگا اور کھانے پینے کا ٹھکانا ہو گیا تو انھوں نے چاہا کہ جب تک نواب کا پتہ نہ ملے کہ جنگل کے کس سمت میں وہ رہتا ہے تب تک یہاں کا قیام چھوڑنا چاہیے۔

مصائب سفری سے جو انھوں نے نجات پائی تو گذران زیست کا یہ نیا طریقہ انھیں بہت بھلا معلوم ہونے لگا۔ اور قریب قریب وہ اپنے کو گھڑیا اور گھڑیے کی بہن جیسا کہ وہ دیکھنے سے معلوم ہوتی تھیں قصور کرنے لگیں۔ لیکن کبھی کبھی گنڈ کو یہ ضرور خیال آتا کہ میں دھبی رومی لائڈ ہوں جو اپنے باپ کے دوست سر رائڈ ڈوی بارن کے لڑکے

آرٹھ وہ پلو ان پر سچے دل سے فریفتہ تھی۔ اور گو وہ سمجھتی تھی کہ آرٹھ وہاں سے بڑے فاصلے پر ہے اور نیز اس دشوار گزار فاصلہ کا خود بھی تجربہ کر چکی تھی مگر جب اسکی یاد اس کے ذہن میں آتی تو قوت تمیز ایسی غالب آجاتی کہ بکل آرٹھ میں آرٹھ کا بھی رہنا اسے یقین ہو جاتا چنانچہ کئی مرتبہ اس واقعہ میں وہ گرفتار ہو چکی تھی۔

آرٹھ دوسرا لٹڈ ٹی بائز کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا۔ جب وہ مرا تو آرٹھ کو رو کر کہ اس وقت وہ محض نو سال تھا اس کے بڑے بھائی آلویس کی ولایت میں چھوڑا گیا اور بہت سمجھا گیا اور تاکید کر گیا کہ اپنے بھائی کی تربیت و پرورش بہت اچھی طرح کرنا جس میں چار سے خاندان کی ناموری و عزت میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے۔ مگر اس کے مرنے پر وہ ایک دغا باز بھائی نکلا اور اپنے پدر متوں کی وصیت کا ذرا بھی پاس نہ کیا۔ اور کبھی اسکی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوا جس سے وہ بالکل جاہل و ناخواندہ رہ گیا مگر چونکہ اس کے اطوار و آفتاب طبیعت اپنے پدر خوش خصال سے بہت ملتی تھی اسلئے اسے دیکھ کر کوئی یا امتیاز نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ایک ناتربیت یافتہ نوجوان ہے۔ آلویس اپنے تعلیم بھائی کی خوش اطواری و سرفرازی دیکھ نہ سکتا تھا حتیٰ کہ اسکی ہلاکت کا ورپے ہوا اور چند آدمیوں کو ترغیب لو کر اسے ایسے مشہور پلو ان سے لڑوا دیا جس کا ذکر ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ اسے بہترین کوشش میں ہلاک کیا تھا اور اسی بھائی کی بے حیثی پر آرٹھ نے لڑتے وقت کہا تھا کہ مجھ ایسے بلکس کا مر ہی جانا بہتر ہے۔

جب بخلاف آلویس کی آرزو کو تہ اندیشی کے اس کے بھائی کو اس کشتی میں کامیابی حاصل ہوئی تو اس نے خیال کیا کہ اب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی اور باشتعال آتش رشک و حسد اس نے ارادہ کیا کہ آرٹھ کو جہاں رات کو سوتا ہے اس مکان میں آگ لگا دینی چاہیے یہ چرچا کرتے ہوئے اسے ایک ایسے ضعیف آدمی نے سن پایا جو آٹکے باپ کا ایک چیرا نا و فادار ضد شکار تھا۔ اور آرٹھ کو کو کہ اپنے باپ سر آرٹھ ٹی بائز کو بدتر کمال

شاہ تھا بہت پیارا کرتا تھا۔ جب نواب کے دربار سے ارنڈو لوٹا تو یہ مروضعیف کے پاس گیا اور اس خطرہ کو جس میں وہ غمگین رہتا رہا وہ نہ دیکھا خیال کر کے بحالت بے اختیار می و دسوزی شور مچایا۔ کہ او میرے آقا نامدار و مالک سادات اطوار اپنے باپ سر رائے دینی بائزر کے یادگار۔ تم ایسے نیک و شریف مزاج کیوں ہو۔ ایسے توانا و دلیر کیوں ہو۔ ایسے مشہور پہلوان سے قہیاب ہونے پر تم کیوں آؤ ہو کہ تمہاری تعریف تمہارے پہونچنے سے کہیں پہلے یہاں پہونچ گئی۔ یہ سب باتیں سنکر ارنڈو کمال متحیر ہوا اور پوچھا کہ ان باتوں سے تمہاری مراد کیا ہے۔ اس مروضعیف نے بیان کیا کہ لوگوں کو تمہاری طرف مائل و متوجہ دیکھ کر تمہارے غیبت انفس بھائی کی آتش رشک و حسد مستعل ہوئی تھی اور اب جو تم نے نواب کے دربار میں ایک کشتی ماری ہے تو اسکی شہرت سنکر وہ اس فکریں سے کہ تم کو یہ طرح ہلاک کرے چنانچہ تمہاری ہلاکت کے لیے اس نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ آج کی رات تمہاری محل سرزمین آگ لگا دی جائے اور اخیر میں یہ ہدایت کی کہ اس خطرہ سے بچنے کے لیے سوائے اسکے کہ تم دفعتاً یہاں سے بھاگ جاؤ اور کوئی صورت نہیں۔ اور یہ سمجھ کر کہ ارنڈو کے پاس خچہ نہوگا آؤم کہ اس پر خوش خصال کو لوگ اسی نام سے پکارتے تھے) اپنے ساتھ کچھ بھی لیتا آیا تھا۔ اور کہتا میرے پاس ساڑھے بارہ سو روپے ہیں جسے بہ کفایت تمہاری تمہارے باپ کے عہد میں میں نے جمع کیا تھا۔ اور رکھے ہوئے تھا کہ جب میرے ہاتھ پر چوباب آئیگی اور کسی کی خدمت کے قابل نہ رہیگی تو یہ روپے کام آئیگی خیر تم اسے لو جیگلی کو سے تک کو جو روزی پہونچا تا ہے کیا وہ میری خبر نہ لیگا۔ دیکھو یہ اشرافیان ہیں اور میں سب کی سب تحقیر دے دیتا ہوں بہتر ہے کہ سفر میں تم مجھے اپنے ساتھ لے لو۔ گو میں دیکھنے سے ضعیف معلوم ہوتا ہوں مگر تمہاری خدمت و رفاقت کے لیے جو انوں سے کم نہیں ہوں۔ ارنڈو نے تم کو ہلے میان تمہاری وفاداری و استواری کو بھلا کر اگلے زمانے کے لوگ یاد کرتے ہیں

تم میں اس زمانے کے لوگوں کے سے انداز و اطوار نہیں۔ میں تمہیں ضرور ساتھ لیجوں گا۔ اور دیکھو قبل اسکے کہ تمہاری جوانی کی کمائی ساری خرچ ہو جائے ہم دونوں کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ نرق نکل ہی آئے گا۔

وہ وفادار نوکر اور اس کا پیلا لٹاؤم اور آرنلڈ دونوں ساتھ روانہ ہوئے اور بے شک بونچھے انھوں نے ایک ایسا راستہ پکڑ لیا جو جنگل آڑوں کی طرف جاتا تھا جہاں پہونچ کر شدت گرنگی سے انھیں ویسی ہی تکلیف اٹھانی پڑی جیسی کہ گھنڈا اور الینا پر گذر چکی تھی وہاں پہونچ کر امیون کی بود باش کی جگہ انھوں نے بہتری تلاش کی مگر کچھ پتہ نہ ملا اور شدت گرنگی و مصائب سفری سے جان بلب ہونے کی نوبت آئی۔ اور آخر کار قیاب ہو کر آدم بولالہ میرے پیارے آقا مارے بھوک کے میری جان جایا چاہتی ہے اور ایک قدم آگے بڑھنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ اور یہ کہتا ہوا زمین پر گر کر میان صابروں سے اب بھی مقام میری قبر کا ہے۔ میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ کہاں سامان کرنا۔ آرنلڈ نے اسکی ایسی بُری حالت دیکھ کر ہاتھوں پر اٹھالیا اور ایک اچھے سایہ دار درخت کے نیچے لاکر لٹا دیا اور کہا۔ بڑے میان۔ تھوڑی دیر تک ہمیں چپ چاپ بیٹھے ہوئے آرام کرو۔ اور مرنے جینے کا کچھ خیال و لمین نہ لاؤ۔

یہ کہہ کر آرنلڈ دکھانے کی تلاش میں نکلا۔ اور اتفاقاً وہیں پہونچا جہاں نواب رہتا تھا۔ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھا تھا۔ جہاں اُس جلیل القدر نواب کو کسی سایہ دار درخت کے نیچے گھاس پر بیٹھا ہوا آرنلڈ نے دیکھا نہ وہاں کوئی شایانہ تھا نہ کوئی سائبان۔

آرنلڈ وہ شدت گرنگی سے بیباک ہو رہا تھا خبر بکف انکی طرف لپکا کہ بہ زور اُنکا کھانا چھین لے اور کما زیادہ نہ کھاتے جاؤ۔ چھوڑ دو۔ میں تمہارا کھانا ضرور لوں گا۔ نواب نے پوچھا کہ مصیبت نے تمہیں ایسا دلیر بنا دیا ہے یا واقع میں تم ایسے ہی بدخلق و آدمیت ہو

خارج ہو۔ اسپر ارنڈو نے کہا مجھے بھوک ایسی شدت سے معلوم ہوتی ہے کہ دم نکلا جاتا ہے یہ سنکر نواب نے کہا بہت بہتر آئیے آپ بھی شریک ہو جائیے۔ نواب کی شیریں کلامی سے ارنڈو نے اپنی تلواریں مین کر لی۔ اور اپنے اُس نازک طریقے سے پوچھ طلب غذا میں اُس نے استعمال کیا تھا بہت نجل و پشیمان ہوا۔ اور کہا۔ مین آپ لوگوں سے معافی چاہتا ہوں۔ مین یہ سمجھا تھا کہ اس دیرانے مین ایسے مہذب و شالیتہ لوگ ہونگے۔ ورنہ ایسی کڑنگی سے مین کبھی گفتگو نہ کرتا۔ مگر تم کی طرح اس دیرانے مین ان خون افزا و سودا خیز شاخوں کے سایہ مین اپنی اوقات غریبہ سے غافل زندگی خراب کرتے ہو۔ اگر کہیں اچھے و نون کو آپ دیکھے ہوتے۔ گر جاؤں مین جا کر گھنٹوں کی آوازیں سنیں ہوتیں۔ کسی بھلے آدمی کے جلسے مین شریک ہوئے ہوتے۔ بلکون سے آئو گرائے ہوتے۔ کبھی کسی کے حال زار پر رحم کھائے ہوتے۔ یا ایسی حالت مین گرفتار ہوئے ہوتے کہ دوسرے کی امداد کی ضرورت پڑتی۔ تو البتہ میری سنجیدہ باتیں آپ کا دل ہلا دیتیں۔ اور اپنی حیثیت و قومی ہمدردی پر آپ کو مجبور کیے بغیر رہتیں۔ نواب نے کہا۔ بدیشک مین و سیاہی آدمی ہوں ارجیا کہ تم کہتے ہو کہ مین نے اچھے دن دیکھے ہین۔ اور گو مین بالفعل اس دیرانہ جنگل مین رہتا ہوں۔ مگر قصبوں اور شہروں مین بھی مین رہ چکا ہوں۔ اور پاک گھنٹوں کی آواز سپر بار ہا کر جا مین گیا ہوں۔ اور اپنی آنکھوں سے وہ قطرے بھی گرائے ہین جو پاک رحم دلی نے آنکھوں مین جمع کیے تھے۔ اسی لیے مین کہتا ہوں کہ مٹیو۔ کھانا موجود ہے جتنا تم سے کھایا جائے کھاؤ۔ ارنڈو نے کہا میرے ساتھ ایک بٹھا بھی ہے جسے خالص محبت سے میری ہر ہر مین اتنے دور و دراز سفر مین اپنے پیر تھکا دہین اور اب گرنگی و دپریری و دو کمزوریوں سے دفعتاً اُسکی حالت تغیر ہو گئی ہے۔ جب تک وہ آسودہ ہو کر کھانے مجھے کھانا نہ چاہیے۔ نواب نے کہا اچھا جاؤ اسے بھی لاؤ ہم انتظار مین بیٹھے ہین۔ جب تک وہ آنہ لیا کہ ہم کھانا شروع نہ کر نیکیے۔ یہ سنکر ارنڈو طرح

چلا جیسے ہرنی دو دو پلانے کو اپنے بچے کے کھوج میں چلتی ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں آدم کو ہاتھ پر لیے ہوئے پھرا۔ نواب نے کہا۔ (بھین ہاتھ سے اتار کر بیٹھو۔ آج یہاں تم دونوں کی ضیافت ہے۔ غرض کہ اٹھون نے اس بڑھے کو خوب کھلایا اور خوش کیا جس سے از سر نو اسے تندرستی و توانائی حاصل ہوئی۔

جب دریافت کرنے سے نواب کو معلوم ہوا کہ ارنلڈ و اس کے یار قدیم سرالندھی بانکا بیٹھے تو اسے اپنے پاس رکھ لیا اور اس طرح ارنلڈ و اور اسکا بڑھانوکرو دونوں نواب کے ساتھ اس جنگل میں رہنے لگے۔

گنڈ اور الینا کے پونچھے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) اور گرڑیے کا جھونپڑہ صید کے تھوڑے ہی دنوں بعد ارنلڈ و کا اس جنگل میں آنا ہوا تھا۔

گنڈ اور الینا نے تمام درختوں پر روسی لائنڈ کا نام کھرا ہوا دیکھ کر اور اسکی شان میں غولین اور قیصدے آدینان دیکھ کر تعجب کیا۔ اور اسی حالت استعجاب میں وہ دونوں اسکی حقیقت دریافت کر رہی تھیں کہ ارنلڈ و سامنے سے آیا اور روسی لائنڈ کی دی ہوئی زنجیر اسکی گردن میں دیکھی گئی۔

ارنلڈ و نے ذرا خیال نہ کیا کہ گنڈ وہی روسی لائنڈ نواب زادی ہے جسکی شرافت و علم مہربانی اس کے ولین ایسی جگہ پکڑ گئی تھی کہ تمام دن درختوں کے چھلکوں پر اسکا نام کھوڑا اور اس کے حسن کی تعریف میں غولین لکھتا پھرتا تھا۔ لیکن اس نوجوان گرڑیے کی طرحاری دیکھ کر بہت خوش ہوا اور نہایت مسرت کے ساتھ ہم کلام ہوا۔ گو اپنی مشوقہ روسی لائنڈ سے گنڈ کو آنے بالکل مشابہ پایا مگر اس نیک بخت عورت کا ساحل و بردباری اس میں نہ دیکھی۔ کیونکہ گنڈ نے وقت کلام قصداً ایسی شوخیان کیں جو غفلان شباب میں امر و نہی کو ہوتی ہیں اور بڑی ظرافت و فحش طبعی سے ارنلڈ و اپنے عاشق صادق سے گفتگو کی اور کہا کون ہمارے جنگل میں شکار کھیلتا ہے۔ اور ہمارے جنگلی و شترن کو انکے چھلکوں پر

روسی لائڈ کا نام لکھ کر خراب کرتا ہے۔ اور کانٹے دار جھاڑیوں میں اسکی تعریف میں غزلین
 و مصائب بھرن کے اشعار لکھ کر آدین کرتا ہے۔ اگر اس عاشق سے مجھ سے ملاقات
 ہو تو میں ایسے اچھے طور سے اسے نصیحت کروں کہ فوراً مرض عشق سے وہ صحت پائے۔
 آرنلڈ و گنڈ کے کہا کہ میں روسی لائڈ پر سجدے فرمیتا ہوں اگر تم مجھے اس بلا سے
 نجات دو تو بت اچھا ہے۔ گنڈ نے کہا کہ جو دوا میں نے تمہارے واسطے تجویز کی ہے
 یا جس طریقے سے میں تمہارا عشق کھو یا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ روز میرے اس
 جھوٹے میں جہان میں اپنی بہن آئنا سمیت رہتا ہوں آیا کرو۔ اور میں اپنے کو
 روسی لائڈ کی شکل میں ظاہر کروں اور تم مجھ سے ایسے اختلاط و پیار سے باتیں کرو
 اور ملاقات رکھو گویا فی الحقیقت میں روسی لائڈ ہوں۔ اور میں اس کے بدلے میں
 ایسی بے پروائی کا برتاؤ رکھوں گا جیسا کہ اپنے عاشقوں کے ستانے کے لیے
 متلون المزاج عورتوں کا دستور ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ میری کج خلقی و کج آوازی
 دیکھ کر تمکو اپنے فعل پر ندامت و عشق کے نام سے نفرت ہو جائے میرے نزدیک
 کوئی دوسری تجویز اس سے زیادہ تمہارے لیے مفید نہ پڑے گی۔ گو اس دوا کا
 آرنلڈ و معتقد نہوا اگر اسے تفریح طبع کے لیے یہ روز کا معمول باندھا کہ گنڈ کے جھوٹے
 میں جا کر ہنسی دل لگی میں دن گزارتا اور سارے دن بیٹھا ہوا گنڈ اور آئینا کی صورت
 دیکھا کرتا اور گنڈ کو روسی لائڈ لکھ کر پکارتا اور ویسی ہی بے تکلفانہ ہنسی مذاق کی
 باتیں کرتا جیسا کہ لوگ عورتوں سے کیا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہوا اگر اس سے اس
 محبت میں کسی قسم کا فرق نہ آیا جو آرنلڈ و کو روسی لائڈ کے ساتھ تھی۔ اور جسکے
 دفع کرنے کے لیے یہ تدبیر آرنلڈ و کو بتائی گئی تھی۔

گو آرنلڈ و جانتا تھا کہ سوائے خوش طبعی اور دل لگی کے تمہیں اور کچھ نہیں ہے
 دیکھو کہ اسے کیا معلوم تھا کہ گنڈ فی الواقع روسی لائڈ ہے تاہم ان سب باتوں سے

اُسکے دل کا حوصلہ کھل گیا۔ اور اسے ویسا ہی لطف حاصل ہوا جیسا کہ گند کو حاصل ہوا جو جانتا تھا کہ یہ راز و نیاز کی باتیں اُسی شخص کے مقابلے میں ہو رہی ہیں جو فی الواقع اُسکا سزاوار ہے۔

غرض کہ اسی طرح بہت دن گزر گئے اور آئینا خوش خصال نے جو دیکھا کہ اس سے گند کی دل بستگی رہتی ہے تو وہ بھی چکی رگھی اور اُن نقلی راز و نیاز پر کچھ معترض نہ ہوا اور نہ گند کو یہ یاد دلایا کہ جب روسی لائنڈ کے باپ کا پتہ آرلنڈ کی زبانی معلوم ہوا کہ وہ کس جگہ رہتا ہے تو روسی لائنڈ کو اس سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے جو مصممہ کے بعد ایک دن گند اپنے باپ نواب کے پاس ملاقات کو گیا۔ بعد وہ وچار باتوں کے نواب نے اس سے پوچھا کہ تم کس خاندان سے ہو۔ گند نے جواب دیا کہ میں اسی عالی و شریف خاندان سے ہوں جسکی نسل سے حضور بھی ہیں۔ یہ سنکر نواب کو ہنسی آگئی کیونکہ اسے کیونکہ اعتبار آ سکتا تھا کہ یہ گڑیا شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور پھر نواب کو مسرور اور اپنے حال پر متوجہ پا کر تھوڑے دنوں تک گند نے شوخی سے اپنا بچپن وانا اور اپنا حال گزارش کرنا موقوف رکھا۔

آرلنڈ و ایک دن صبح کے وقت حسب دستور گند کے مکان کی طرف جاتا تھا۔ راستہ میں دیکھا کہ ایک آدمی پڑا گھاس پر سو رہا ہے اور ایک بڑا سا سبڑ ساپ اُسکی گردن کے پاس گند کی مار سے سوئے بیٹھا ہے۔ آرلنڈ کو آتے دیکھ کر وہ ساپ جھار می میں بھاگ گیا۔ آرلنڈ کی کیفیت دیکھ کر اُس آدمی کے پاس گیا جانے پر آنے دیکھا کہ ایک مادہ شیر سبز میں پر رکھے اس طرح چپ چاپ بیٹھی جو جسطح بلقان شکار کے وقت بیٹھتی ہیں اور اُس آدمی کے جاگنے کا انتظار کر رہی ہے کیونکہ یہ بات مشہور ہے کہ مرے ہوئے پر یا سوتے ہوئے پر شیر حملہ نہیں کرتا اس وقت آرلنڈ کو کا پوچھ جانا ایسا معلوم ہوا کہ گویا خدا نے اس آدمی کو ساپ اور شیر کے

منہ سے بچانے کے لیے خاصکڑا سیران جنگل میں لے گیا تھا۔ ارنلڈ کو کونہ دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سونے والا جو اس طرح دو دو بلا لڑا دو امین مبتلا تھا خاص اسکا بھائی الیور تھا جس نے اسکے مقابلے میں اس طرح بے دردی کو کام فرمایا تھا اور گھر میں اگل لگا کر اسکی ہلاکت کی فکر کی تھی یہ دیکھ کر ارنلڈ کے جی میں آیا کہ اسکو یہیں چھوڑ دینا چاہیے جس میں اس مادہ شیر کا شکار ہو۔ مگر فوراً برادرانہ محبت اور اسکی فطرتی نیک نہاد ہی نے اسے اس ارادے سے باز رکھا۔ اور تلوار سٹوت کر اس مادہ شیر کا مقابلہ کرنے اور اسکے ہلاک کرنے پر آمادہ کیا ارنلڈ نے اپنے بھائی کی جان نہ ہر لیے سانپ اور غضبناک مادہ شیر سے اس طرح بچائی تو سہی مگر اس مادہ شیر پر غالب آنے سے پہلے اسکے تیز پنجوں سے اپنا ایک ہاتھ بھی زخمی کرایا۔

ارنلڈ اور مادہ شیر سے لڑائی ہو رہی تھی کہ آئیو کی آنکھ کھلی۔ اور اپنے بھائی ارنلڈ کو جسکے مقابلے میں اس نے اس طرح بے دردیان کی تھیں۔ اس طرح اپنی جان پر کمیل کر اس دھڑکی دھڑکی سے اسکی جان بچانے پر مستعد دیکھ کر بہت جھل و شرمندہ ہوا۔ اور اپنی بے انصافی ویرجی یاد کر کے بہت نادم ہوا اور خواستگار معافی ہوا۔ ارنلڈ اسے نادم پا کر اپنے دلمین کمان خوش ہوا۔ اور اسی خوشی میں اسکا قصور معاف کر دیا۔ اسکے بعد دونوں آپس میں بھلا گئے۔ اور اسی تاریخ سے آئیو اپنے بھائی ارنلڈ کو کا سچا دوست و شفیع بھائی بن گیا گو کہ وہ اس جنگل میں اسی کی ہلاکت کی فکر میں آیا تھا۔

چونکہ ارنلڈ کے ہاتھ سے خون بہت نکل گیا تھا اور زخموں سے گند کے پاس جانے کے قابل نہ رہا تھا۔ اس لیے اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ جا کر تم گند سے جسے میں تفریحاً ہمیشہ روسی لائڈ کلمر پکارتا ہوں ملاقات کرو اور اس بلا ناگہانی کی کیفیت جس میں دفعہ مبتلا ہو گیا ہوں مفصل بیان کرو۔

پھر آئیو روہان گیا۔ اور پہونچ کر گند اور الینا سے اپنی جان بچنے کی کیفیت

پوری طرح پرکھ سناٹی۔ اور ارنلڈ کی بہادری اور اپنی خدا ساز نجات کی کیفیت سنانے کے بعد آسنے بیان کیا کہ میں ارنلڈ کا بھائی ہوں۔ اور ابتدا میں میں نے اُسکے ساتھ یہ یہ بُرائیاں کی ہیں مگر شکر ہے کہ اب ہمارے اُسکے درمیان اچھی طرح مصالحت ہو گئی۔

آلیور نے اپنی خطاؤں پر نادم و پشیمان ہونا اس طرح ظاہر کیا کہ اُس سے رحم دل کے قلب پر ایک خاص اثر ہو نچا جس سے فوراً اُسکا دل اُسکی طرف مائل ہو گیا۔ آلیور نے جو دیکھا کہ میری مصیبت اور پشیمانی پر اُس عورت نے کتنا رحم کھا یا تو اُسکے دلمیں بھی اُسکی الفت اُسی وقت جگہ کیڑ لگی۔ اور پھر آلیور اور الینا کو دونوں میں محبت اپنا رنگ جما رہی تھی۔ اور پھر گندہ کی کسی نے خبر نہ لی جسے ارنلڈ کی مصیبت کی خبر سننے سے کہ وہ مادہ شیر سے زخمی ہو گیا ہے غش آگیا تھا۔ بعد افاقہ کے اُس نے یون حیلہ بازی کو راہ دیا کہ یہ میرا غش مصنوعی تھا۔ کیونکہ جب میں اپنے کو روسی لائڈ ظاہر کرتا ہوں تو مجھ کو ضرور تھا کہ اس خبر کے سننے پر میں ویسی ہی صورت بناؤں جیسی اُس حالت میں ہوتی کہ جب میں فی الواقع روسی لائڈ ہوتا۔ اور آلیور سے منطاب ہو کر بولا کہ تم اپنے بھائی ارنلڈ سے بھی اُس مصنوعی غشی کی کیفیت بیان کر دینا۔ یہ سب کچھ سنا۔ مگر آلیور کو اُسکے چہرے کی زردی دیکھنے سے یہ یقین نہیں ہوا کہ اُسکی غشی مصنوعی تھی۔ اور اُسکی ناتوانی پر کمال متحیر ہو کر بولا کہ اگر ایسا ہی اختیار ہی امر ہے۔ تو اس حالت کو جو اس وقت تم پر طاری ہے بدل دو اور دل سخت کر کے مرو نہ جاؤ تو جانوں۔ گندہ نے جواب دیا اچھا اس حالت کو بدل ڈالتا ہوں مگر عورت بننے کا حق بھی مجھے ہے۔

آلیور دیر تک وہاں ٹھہرا رہا۔ اور آخر کار جب لوٹ کر اپنے بھائی کے پاس آیا تو اُسکے دل میں بہتیری باتیں اُس سے کہنے کو تھیں۔ کیونکہ علاوہ گندہ کی غشی کے جو

اُس پر لائنڈ کے زخمی ہونے کی خبر سننے سے طاری ہوئی تھی اسے یہ بھی بیان کرنا تھا کہ اُس گڈریے کی خوبصورت بہن پرین کیونکر فرقت ہو گیا۔ اور کس درجہ کو وہ میسری طرف تفت ہوئی حالانکہ یہ پہلی ملاقات تھی۔ اور اُس بات کو اسنے عندالظہار ایسے طور پر بیان کیا کہ گویا دنیا کی محبت پر اسے وثوق کامل ہے۔ اور اخیر میں کہا کہ مجھے اس سے ایسی محبت ہو گئی ہے کہ میرا جی بے اختیار چاہتا ہے کہ اس سے عقد کروں اور گڈریا بیکر اسی کی جھوٹری میں رہوں اور گھر کی ساری دولت و تناع تمھارے حوالہ کر دوں۔ آرنلڈ نے یہ سنکر کہا بہتر ہے۔ کل ہی اپنا عقد کر ڈالو۔ میں مجلس عقد میں نواب اور اسکے رفقا کو بھی بلا لاؤنگا۔ جاؤ اور آئینا کو مستعد کرو اسوقت وہ تنہا ہے۔ کیونکہ دیکھو اسکا بھائی یہاں آ رہا ہے۔ آلیور تو آئینا کی طرف ادھر چلا گیا۔ اور گنڈھے آتے ہوئے آرنلڈ نے دیکھا تھا اپنے زخمی دوست کے دریافت حال کے لیے یہاں آکر بیٹھا۔

گنڈھ اور آرنلڈ وین آلیور اور آئینا کے یکے با دیگرے دفعۃً عاشق ہو جانے کا جرحہ ہونے لگا۔ آرنلڈ نے کہا میں نے تو اپنے بھائی سے کہا ہے کہ تم باکر آئینا کو آٹا کرو تو کل تمھارا عقد ہو جائے۔ اور پھر کہا کہ کیسا خوشی کا مقام تھا اگر اسی دن جبکہ آئینا ایور کے ساتھ بیاہی جاتی۔ میرا بھی عقد روسی لائنڈ کے ساتھ ہو جاتا۔ گنڈھ نے اس انتظام کو بہت پسند کیا۔ اور کہا کہ اگر تکو روسی لائنڈ کے ساتھ فی الحقیقت ویسی ہی محبت ہے جیسا تم ظاہر کرتے ہو تو تمھاری آرزو بر آنے میں کوئی مقام تعجب نہیں۔ کیونکہ کل میں روسی لائنڈ کو ظاہر کر دوں گا۔ اور تمھارے ساتھ بیاہ کر لینے پر اسے راضی کر دوں گا۔

گنڈھ نے کہ خود ہی روسی لائنڈ تھی جب اس طرح روسی لائنڈ کے حاضر کر دینے پر اپنی آماوگی ظاہر کی تو آرنلڈ کو کمال حیرت ہوئی کہ ایسا مشکل کام کیونکر ایسی آسانی سے

یہ انجام دے سکتا ہے۔ گنگند نے اسکی حیرت کو یہ انکار ہی کیا۔ کہ یہ کام مین سحر کے زور سے انجام کو پہونچا دینگا کیونکہ مین نے علم سحر اپنے ایک چچا سے جو اس فن مین مہارت کا مل رکھتا تھا اچھی طرح سیکھا ہے۔

اس عاشق زار ارلنڈ کو اس کلام پر کچھ تو اعتبار آیا اور کچھ شک باقی رہا۔ اور پوچھا کیا فی الواقع تم صحیح کہتے ہو گنگند نے کہا مین قسمیہ کہتا ہوں۔ تم جاؤ اور اچھے اچھے کپڑے بدلو۔ اور مجلس عقد مین شریک ہونے کے لیے نواب اور اس کے مصاحبوں کو مدعو کرو۔ کیونکہ جب بھین رومی لائنڈ کے ساتھ عقد کرنے کی خواہش ہے تو کل وہ یسان ضرور موجود ہو جائیگی۔

اگلے دن صبح کو الیور اور آلینا دونوں باہم راضی ہو کر نواب کے حضور مین حاضر ہوئے۔ اور ان کے ساتھ ارلنڈ بھی آیا۔

سب کے سب حجب ہو کر دونوں کے بیاہ پر خوشی و خرمی ظاہر کرتے تھے لیکن اس امر پر سب کو تعجب تھا اور ہر ایک اپنی اپنی رائے مجاہدانہ ظاہر کرتا تھا کہ اب تک ایک عروس کا کچھ تپا نہیں۔ اور کثرت رائے اس قیاس پر ہوئی کہ گنگند نے محض ارلنڈ کے ساتھ نہیں کی ہے اسکی کچھ اصل نہیں ہے۔

نواب نے یہ سنکر کہ وہ عروس جسکی بابت اس حیرت افزا طریقے سے لانے کا وعدہ کیا گیا ہے خاص اسی کی لڑکی ہے۔ ارلنڈ سے پوچھا کہ آیا تم کو سب بات پر وثوق کامل ہے کہ اس کڑی کے لڑکے نے جو وعدہ کیا ہے اسکا ایفا کریگا۔ ارلنڈ نے جواب دیا کہ اس بارے مین مین کچھ اپنا قیاس ظاہر نہیں کر سکتا اور نہ ہی بتا ختم ہونے پائی تھی کہ گنگند سامنے سے آیا۔ اور نواب سے پوچھا کہ اگر مین تمہاری لڑکی کو بیان حاضر کروں تو تم ارلنڈ کے ساتھ اسکا عقد کر دینے پر اپنی خوشی ظاہر کرو گے۔ نواب نے کہا ہاں مین اس کے عقد سے راضی ہوں حتیٰ کہ اگر اس وقت

پادشاہت میرے قبضہ میں ہوتی تو اپنی لڑکی کے ساتھ اسے بھی ارنڈو کے حوالے کر دیتا۔ پھر گنڈ نے ارنڈو سے پوچھا۔ تم کہو اگر میں اسے لاؤں تو نکاح کرنے میں تمہیں کچھ تامل تو نہ ہوگا ارنڈو نے کہا اسوقت تو کیا اگر میں شہنشاہ بن جاؤں تو مجھے تامل نہوتا۔

پھر گنڈ اور الینا دونوں ساتھ باہر گئیں۔ اور گنڈ نے اپنا مردانہ لباس چھپک کر زمانہ جوڑہ بدلا۔ اور بلا مدد سحر فوراً خاص روسی لائڈ بن گیا۔ اور الینا اپنے ملک کا سا امیرانہ لباس بدل کر جسے ساتھ لیتی آئی تھی۔ فراسی تکلیف میں خاتون سی لیا کی صورت میں آگئی۔

انہی کے باہر جانے پر نواب نے ارنڈو سے کہا کہ میرے نزدیک یہ گڑیا گنڈ میری لڑکی روسی لائڈ سے بہت مشابہ ہے۔ ارنڈو نے کہا مجھے بھی اسکا بارہا خیال آیا ابھی وہ اچھی طرح تعجب بھی نہ کرنے پائے تھے۔ کہ روسی لائڈ اور سی لیا دونوں اپنی اصلی وضع میں سامنے سے آئیں۔ اور روسی لائڈ اپنے طور کو قوت سحر پر محمول کرنا زیادہ عرصہ تک بے موقع سمجھا کر اپنے باپ کے سامنے دوزانو بیٹھ گئی۔ اور اسکی دعا خیر کا پتہ بھی ہوئی۔ اس کے ایسے جلد طور پر پیر ہو جانے پر سارے حضار حلقہ کو تعجب ہوا۔ اور وہ سمجھے کہ بلا امداد سحر یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی۔ لیکن روسی لائڈ نے اس فعل عبث کو اپنے باپ کے مقابلے میں گوارا نہ کیا۔ اور شروع سے آخر تک اپنا سارا حال کہیں کس طرح محل شاہی سے نکال دیگی اور پھر کس طرح اس جنگل میں پہنچ کر گڑیوں کی طرح بود و باش اختیار کی۔ اور کیوں کہ حقیقی بہن بن کر میری عمر زہن سی لیا نے اس سفر میں میرا ساتھ دیا تو مجھ کو کہہ سنایا۔

نواب نے جو نکاح کے بارے میں ابھی اپنی رضامندی ظاہر کی تھی اس سے سخن نہوا اور ارنڈو کا روسی لائڈ کے ساتھ اکیور کا سی لیا کے ساتھ اسی وقت عقد ہو گیا۔

گو اس دیران جنگل میں کوئی اسباب شادی و خرمی یا سامان شوکت و احتشام جو ایسے مواقع پر ضروریات سے ہے مہیا نہ ہو سکا۔ تاہم جو خوشی و تکلف اس بیاہ میں تھا کبھی ایسا دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ اسکے بعد درختوں کے ٹھنڈے سایہ میں بٹھکر وہ اپنے شکار کیے ہوئے ہرن کے گوشت کو کھانے لگے۔ نواب اور ان عاشقان صادق کے بشرے سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ انکی خوشی و خرمی کی تکمیل کے لیے کسی شے کی احتیاج ہے۔ اسی اثنائے میں ایک پنیامبر اچانک وارد ہوا۔ اور نواب کے پاس یہ خوشخبری لایا کہ آپ کی ریاست پھر آپ کو واپس ملی۔

غاصب ریاست اپنی لڑکی سی لیا کے نکل بھاگنے سے بہت طیش میں آیا۔ اور اس سنسنے سے کہ امرادر بار روز جنگل آرتون میں نواب جلا وطن کی ملاقات کو آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اسے کمال رشک اس امر کا ہوا کہ اس تباہی میں بھی لوگ اسکی رفاقت سے باز نہیں آتے۔ اور اپنے دلیں یہ ٹھان لیا کہ جنگل آرتون میں چلکر اپنے بھائی کو گرفتار کرے۔ اور مع اسکے وفاق و ارسامیوں کے اسے قتل کر ڈالے لیکن قدرت پروردگار ایسی ہوئی کہ اس بد ذات بھائی کے خیالات فاسد جنگل آرتون میں پہنچنے کے بعد بالکل تبدیل ہو گئے۔ کیونکہ حاشیہ جنگل پر ایک خدا ترس گوشہ نشین فقیر سے ملاقات ہوئی۔ اور بعد بسیار وعظ و نہد کے اس فقیر نے نواب کا دل ارادہ بد سے پوری پوری طرح سے پھیر دیا۔ اور نواب کے دلیں یہ بات آئی کہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اور حجاب سلطنت سے دل اٹھا کر بقیہ حقہ زندگی کا اسی فقیر کے عبادت خانہ میں بسر کرے۔ چنانچہ توبہ کرنے پر آئے پہلا کام یہ کیا کہ ایک قاصد (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) اپنے بھائی کے پاس روانہ کیا۔ کہ جس پست پر میں اپنے روز تک غاصبانہ قابض رہا میں چھوڑ دیتا ہوں کہ تم آکر حکومت کرو۔ اور اپنے وفاق و رفا کی جاگیر و جائداد جو سرکار میں ضبط ہو گئی تھی انھیں اس پر

تالیف کرادو۔

یہ خوشخبری جسکی ہرگز امید نہ کی جاتی تھی۔ ایسے وقت پر مٹنے میں آئی کہ ان نواب
مرا دیوں کے بیاہ کی خوشی و شادمانی اس سے دو بالا ہو گئی۔ سی قیام نے روسی لائڈ کو
اسکے باپ کی اس خوش قسمتی پر مبارکباد دی۔ اور گویہ جانتی تھی کہ میرے باپ نے
جب ریاست روسی لائڈ کے باپ کو دیدی تو میں وارث ریاست باقی نہ رہی بلکہ وہی
کی طرف وراثت منتقل ہوئی۔ مگر پھر بھی اس کا ردوائی پر آنے سے دل سے اپنی خوشی
ظاہر کی کیونکہ ان بہنوں کے باہمی برتاؤ ایسے اخلاص و محبت کے ساتھ تھے کہ رشک و
بدظنی انہیں ذرا بھی گمبائش نہ پاسکتی تھی۔

اب نواب کو یہ موقع ہاتھ لگا کہ اپنے رشتہ کو جنھوں نے جلاوطنی میں اسکا ساتھ
دیا تھا انکی وفا و ارمی کا صلہ عطا کرے اور ان پاکباز ساتھیوں کے ساتھ جنھوں نے
صبر و استقلال سے اسکی تباہی میں ساتھ دیا تھا بستر و کامیابی تمام نہایت
آرام سے اپنی ریاست کی طرف لوٹ کر آئے۔

خاتمہ الطبع

احمد مدد کہ مجموعہ افسانہ دہلی کے پیش تصویب میں کا دسواں قسط کہ جو اس سے
پہلے مطبع اودھ اخبار مقام لکھنؤ مملوکہ جناب تعالیٰ القاب منشی نول کشور صاحب
سی۔ آئی۔ اے میں چھپا تھا اب شائع مطبع موصوف الصدوق واقع شہر کانپور
ماہ فروری ۱۸۹۵ عیسوی میں پہلی مرتبہ بکمال محنت چھپکے ہیں ناظرین ہوا

میں شاعر و مکار فضل خلام روز ما
نہیں شاعر مکیں ن وین و مین ن

یہ انگریزی کتاب خطیں و رسم سلیس کی مجموعہ آفسانہ کو پند پرست کے ہیں تصور میں
ایک جوان دلچسپ فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموزی کا خزانہ ہے موسوم ہے



جسکو علامہ ارباب مولوی محمد احسان اللہ صاحب چیر یا کوئی دیگر مکتبی بائس کا نون
منبع کو رکھو رہے یا ہمارے منبع اودھ اخبار ہمارے سلیس انگریزی و اردو میں ترجمہ کیا

مطبع می نشی نوک شوق کا پوڑی بہ چھپا
مطبع می نشی نوک شوق کا پوڑی بہ چھپا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

محل می سینا میں دو عورتیں بہیر و اور بڑک نامے تھیں۔ بہیر و کا محل می سینا کی لڑکی اور بڑک اسکی برادر لڑکی تھی۔

بڑک ایک بے شوق دل عورت تھی۔ اور اپنی چھانرا دہن بہیر و کو جو نہایت سنجیدہ عورت تھی اپنی خوش طبعی سے ہمیشہ محفوظ رکھتی۔ کچھ ہی بہیر و تا اگر خوش دل بڑک اپنے دل بہلاؤ کی صورت اس سے نکال ہی لیتی۔

اعین دنوں میں چند نوجوان و مغز عمدہ داران فوج کا۔ جو کوئی بڑی لڑائی آ رہی ہے چلے آتے تھے می سینا کی طرف سے گذر ہوا۔ اور اُنھوں نے چاہا کہ لیونٹیو حاکم می سینا سے ملتے چلیں۔ آئین و ان پھر و نواب ارگن اور اسکا دوست کلاؤ لیونٹلہ وارفلو رنس بھی تھے۔ جنکے ساتھ حاضر جواب و مسخر انداز بڑک تعلقہ دار یا ڈا ہی آیا تھا۔

بڑک نے پوچھتے ہی لیونٹیو اور نواب سے مسخر اپن کی باتیں شروع کیں بڑک جو کسی گفتگو میں اپنا ساکت رہنا پسند نہ کرتی تھی۔ بڑک کو یہ لکھنا مسخر کرنا چاہا کہ

Masuma
Shero
Buntic
Jemoto
Gompeds
Musidlo
Bundic
Bundic

نبڑک بولتے ہی رہو گے۔ تمہاری باتوں پر کوئی دھیان بھی کرتا ہے۔ ہر چند کہ نبڑک کی طبیعت بڑک ہی سی واقع ہوئی تھی۔ مگر اسے بڑک کی انوکھی صاحب سلامت پسند نہ کی اور خیال کیا کہ ایسی زبان دراز عورت ہرگز نیک اہلدار نہ لگی اور پھر اسے یاد آیا کہ اس سے پہلے ہی میں ہی سینا میں آیا تھا تو بڑک بھی کو بھاتی تھی۔ دستور ہے کہ سحرے حاضر ہوا اسبات کو گوارا نہیں کرتے کہ انکو کوئی بنائے۔ چنانچہ یہی کیفیت نبڑک اور بڑک کی تھی کہ یہ دونوں پہلے بھی جب کبھی ملتے تو پورا جھگڑا مذاق و طعنہ زنی کا اٹھین شروع ہو جاتا اور آخر کار برنجیدگی و دونوں علیحدہ ہوتے۔ غرض کہ جب بڑک اسکی بات کاٹ کر بولی کہ کوئی تمہاری باتوں پر دھیان بھی دیتا ہے تو اسے سُنکر اسنے ایسا ظاہر کیا کہ گویا پہلے سے اسکا خیال نہیں کیا اور کھامی و سنڈین ابھی تک تم زندہ ہو۔ یہ کنناٹ کہ غاصی لڑائی شروع ہو گئی اور دیر تک آپس میں بحث مباحثہ جاری رہا۔ اٹنا رنگشکو میں بڑک نے ہر چند کہ اس حال کی لڑائی میں جو شجاعت اسنے کی وہ جانتی تھی۔ یہ کہا کہ جنہیں تھے وہاں ہلاک کیا ہے انہیں تو میں کچا کھا جاتی۔ اور یہ دیکھا کہ نبڑک کی باتوں سے نواب خوش ہوتا ہی اسنے نواب کا مسخر اخطاب دیا۔ یہ بات بہ نسبت اور باتوں کے زیادہ نبڑک کو ناگوار گذری۔ اسکا یہ کہنا کہ جنہیں تمہنے وہاں ہلاک کیا ہے انہیں تو میں کچا کھا جاتی۔ جس سے اسکی زبردنی نکلتی تھی۔ اسے چند ان ناگوار سنوا۔ تھنا نقال و مسخر اکہنا۔ کیونکہ ستان کبھی قریب قریب امر واقعی کے ہو جاتا ہے۔ اسلئے جب بڑک نے اسے نواب کا مسخر اکھا تو اسنے ولین بڑک کی طرف سے سخت عداوت بیٹھ گئی۔

خمیر وار ہیر و اپنے مہانوں کے سامنے بے بسکوت بیٹھی تھی۔ اور کھلا ڈیو توجہ تمام اسکے خدا داد حسن کا نظارہ اسکی زالی دج سچ پر غور کرتا تھا۔ کیونکہ وہ ایک مرغوب صورت عورت تھی۔ نواب نبڑک اور بڑک کی باتوں کو بڑے نطف سے سنتا تھا۔ اخیر میں نواب کیونٹیل کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ بڑک تو بڑی خوش مزاج عورت معلوم ہوتی ہے

بنڈک سے کہیں اسکا بیاہ ہو جائے تو کیا خوب چوڑ تھا۔ لیونٹیو نے اسکی سرگوشی کا جواب دیا۔ نہیں نواب صاحب اگر یہ دونوں ایک ہفتہ بھی ساتھ رہیں تو بلا گل ہو جائیں۔ گو لیونٹیو نے یہ نسبت نامناسب ٹھہرائی مگر نواب کے ذہن سے اُن دونوں حاضر جواب کے باہم عقد ہو جانے کا خیال نہ گیا۔

نواب جب کلاڈیو کو ساتھ لیے اس محل سے باہر آیا تو اسے معلوم ہوا کہ صرف بنڈک اور بٹرک ہی کے باہمی عقد کا خیال ایسا خیال نہیں ہے جو اسوقت کی صحبت کو پیدا ہو ا کیونکہ کلاڈیو کے طرز سخن سے اس کے بطون کی کیفیت نواب سے چھپی نہ رہی اور ہر سرت تمام کلاڈیو سے پوچھا۔ کیا تمہیں بہر و پسند ہے۔ کلاڈیو نے اس کے جواب میں کہا جناب اس کے پہلے میں جب ہی سینا میں آیا تھا تو آپس پر ایک سپاہیانہ نگاہ میری پڑی تھی جس سے وہ مجھے پسند تو ہوئی مگر عشق بازی کی مہلت کسے تھی۔ ہاں اب زمانہ امن و آمان کا آیا خیالات جنگ نے اپنی جگہ ولیمین خالی کی۔ اور اسکی جگہ نفیس و نازک خیالات نے آگھیر لی۔ اور بہر و حسن و جمال کی طرف ترغیب دینا شروع کیا۔ اور یہ یاد دلایا کہ لڑائی پر جانے سے پہلے یہ آنکھ پر چڑھ گئی تھی۔ کلاڈیو کی ان باتوں کا نواب کے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ کلاڈیو کی والدہ میں قبول کرنے کی بابت لیونٹیو کی رضامندی حاصل کرنے میں اسنے فوراً تاخیر نہ کی۔ لیونٹیو نے اس تجویز سے اتفاق رائے کیا۔ اور چونکہ بہر و ایک نہایت نچہ کار و نادر روزگار عورت تھی اسلئے کلاڈیو کی درخواست سننے کے لیے اسے متوجہ کرنے میں نواب کو کوئی وقت اتھانی نہ پڑی۔ اور اس مہربان حال نواب کے ذریعے سے بہت جلد کوئی قریب ماریج کلاڈیو نے عقد کے لیے لیونٹیو سے مقرر کرالی۔ گو کلاڈیو کو اپنے عقد سے پہلے بہت ہی قلیل عرصہ تک انتظار کرنا پڑا۔ پھر بھی طوٹ ایام ہجران کی شکایت اسکی زبان پر آئی۔ جیسا کہ اکثر نوجوانوں کی بے صبری کی کیفیت دیکھنے میں آئی۔ جب انھیں کسی مقصد دلی کے حصول کا انتظار کرنا پڑا۔ نواب

کلاڈیو کی دل بستگی کے لیے ایک تفریح کی صورت نکالنے کی فکر میں ہوا اور چاہا کہ کسی تدبیر سے بٹرک اور بندک کے دلوں میں فریقگی پیدا کرے۔ نواب کے اس سوچ پر کلاڈیو بہت خوش ہوا۔ اور لیونیٹو نے اسے اپنی اعانت کا وعدہ کیا اور سیرو نے کہا میں بھی کوئی ایسی حکمت کر دنگی جس سے میری بہن کی طبیعت بندک کی طرف مائل ہو جائے۔

نواب نے جو حکمت سوچی وہ یہ تھی کہ کلاڈیو کسی طرح بندک کو یہ باور کرائے کہ بٹرک کو اسکے ساتھ الفت ہے۔ اور مہر کی صورت سے بٹرک کے دلوں میں جمائے کہ بندک کو اسکے ساتھ کمال محبت ہے۔

پہلے نواب۔ لیونیٹو اور کلاڈیو نے اپنا کام شروع کیا۔ ایک روز بندک ایک مشجر کے کچ میں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا کہ یہ موقع نواب کو مستقیم معلوم ہوا۔ اور صبح اپنے ساتھیوں کے جا ایک درخت کی اوٹ میں مشجر کے پاس اس طرح کھڑا ہوا کہ بندک انکی ساری باتیں سن سکے۔ نواب نے وہاں ادھر ادھر کی چند باتیں کر لیونیٹو سے کہا۔ ہاں جی وہ تم کو کتے تھے۔ کہ میری بیٹی بندک کی طرف مائل ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ یہ عورت کسی پرفزیتہ ہو۔ لیونیٹو نے جواب دیا۔ نہیں جناب۔ میں کیوں کہنے لگا۔ یہ بات بڑی ہی تعجب کی ہے کہ وہ بندک ایسے شخص پرفزیتہ ہو جائے جسکے ظاہری اطوار کو وہ ہمیشہ سے ناپسند کرتی ہے۔ اس پر کلاڈیو بولا نہیں میں اپنی طرح جانتا ہوں۔ یہ سیرو کہتی تھی کہ بٹرک کو اس درجہ بندک کے ساتھ عشق ہے کہ اگر چہ بٹرک کے تغافل کی یہی کیفیت رہی۔ تو غم جو ان اسکا کام ہی تمام کر دیگا۔ اور وہ تمام حسین عورتوں اور خاصکر بٹرک سے اس درجہ کو غلات رہتا ہے جس سے یہ غیر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ بندک اور بٹرک کسی زمانے میں مکمل ہو کر رہیں۔ نواب نے بڑی دسوزی سے یہ باتیں سنیں۔ اور اخیر میں کہا بہتر ہوتا کہ بندک کو کسی طرح اسکی اطلاع دی جاتی۔ کلاڈیو نے کہا جھڑپا حاصل کیا۔ اسے سنکر وہ اور بھی چھیڑنا شروع کر دیگا۔ اور ناحق کی اذیت اس سچا سچا کو بچھڑا

نواب نے کہا ہاں۔ اُسکے سننے سے تو بڑک کا پھانسی دیدینا اچھا ہے۔ بون دیکھنے میں تو وہ عورت بڑھی باعصمت و قبول صورت اور بجز فریفتگی کے ہر بات میں ہوشیار ہے۔ نہ معلوم بڑک کے ساتھ اسے کیونکر محبت ہو گئی۔ اسکے بعد نواب نے ساتھیوں سے کہا اب ہم یہاں سے چل دیں۔ اور بڑک نے جو باتیں ہماری تخیل میں اُنپر اُسے غور کرنے دیں۔

بڑک اُنکی باتیں بڑے غور سے سُنتا تھا۔ اور اپنے دلیں سوچتا تھا کہ بڑک کا مجوزہ فیض ہونا ناممکن ہے۔ کیا یہ بات دل میں بیٹھتی ہے۔ اور جب وہ چلے گئے تو اپنے آپ دل سے جیتن تا نام نہ کرنے لگا۔ اور خیال کرنے لگا کہ یہ اُنکی فطرت پر محول نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ بڑے درنی ہیں۔ بیشک اُنھیں تہیرو سے اس بات کی صداقت معلوم ہوئی۔ اُنکی باتوں سے ظاہر تھا کہ اُنھیں اس چاری عورت کے حال پر حرس ہے۔ اس عشق کا کچھ شہریہ لگا۔ مجھے تو کبھی شادی بیاہ کا خیال نہیں آیا میں نے یہ خیال کیا تھا کہ سحر وہی میں زندگی بسر کر لیا۔ یہ کیا خیر تھی کہ اس طرح بیاہ کی صورت کل آئیگی۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑھی باعصمت و قبول صورت عورت ہے۔ بیشک ایسی ہی ہے۔ اور بجز فریفتگی کے اور سب باتوں میں ہوشیار۔ میرے نزدیک عاشقی کوئی دلیل حماقت نہیں۔ وہ بڑک آ رہی ہے۔

آج سے مجھے یہ عورت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ نشانات عشق بھی پیدا ہیں۔ اُنہیں بڑک اُسکے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بخلان اپنی طیب خاطر کے بھدین کھانے کے لیے بلانے پر مجبور کی گئی ہوں۔ بخلان عادت بڑے تپاک سے بڑک نے اُسکے جواب میں کہا۔ بی بڑک آپ کے تکلیف فرمانے کا شکر یہ میں ادا کرتا ہوں مگر خدا کے وہ تو دین بخت سست باتیں کرو ہاں سے چلی گئی۔ مگر اُنھیں ناشائستہ کلمات سے تعلق کے معنی بڑک نے مستنبط کیے۔ اور باوازا بلند کہا۔ کہ اگر میں اُسکی طرف اپنا اُفتاد نہ ظاہر کروں تو میری بدزاتی ہے۔ اور محبت سے پیش نہ آؤں تو یہودیوں سے بھی بدتر ہوں مجھے ایک تصویر اُسکی ضرور لانی چاہیے۔

تبدلک اُس حال میں جو آسکے لیے بچایا گیا تھا اچھی طرح چھنسا۔ اور اب
ہیرہ کی طبع آزمائی کی نوبت آئی چنانچہ اس غرض کے لیے آئے یہ رسولہ اور مرگرٹ
اپنی سکھین کو طلب کیا اور مرگرٹ کی طرف متوجہ ہو کر بولی اچھی آواز دیا اونٹن میں
توجہ دو وہاں میری بہن بزرگ نواب اور کلاڈیوس سے باتیں کر رہی ہے۔ اُسکے کامین
کہنا کہ ہیرہ اور یہ رسولہ معلوم کیا تندرکہ تمھارا کنج شیخ میں بھی کر رہی ہیں۔ اور پھر
آسے چھپ کے آنے کی اسی شیخ کی طرف ترغیب دو جہاں اپنی مجلس کا پھول وھوپے
ایک کرنا شکر گزار قرقم کی طرح آفتاب کی گرمی کو اندر جانے سے روکتا ہے۔ یہ
کنج جسمیں ہیرہ بڑک کو بلانا چاہتی تھی وہی کنج باغ تھا جہاں فی الحال تبدلک کو بڑک کے
عشق کی کیفیت سنانی گئی تھی۔ مرگرٹ بولی۔ بہت ستر بھی جا کر میں آسے لائی۔
ہیرہ و رسولہ کو ساتھ لیے کنج باغ کی طرف چلی اور وہاں پہونچکر اُس سے بولی۔
دیکھو یہ رسولہ جب بزرگ بیان آئے تو ہلکوا سکی کے پاس ٹھلنا چاہیے۔ اور صرف
تبدلک کا ذکر ہمیں کرنا چاہیے۔ اور تمھارا خاص کام یہ ہے کہ تیب میں اُسکا نام اون تو
تمھارے زیادہ اُسکی تعریف کرو۔ اور میں یہ بیان کر دوں گی کہ تبدلک کو کس درجہ بزرگ
سے الفت ہے۔ اب شروع کر دو کیونکہ دیکھو وہ طار کی طرح دبے دبے ہمارے بائیں
سنتے کو بڑک آ رہی ہے۔ انھوں نے شروع کیا۔ اولی ہیرہ نے بطور جواب کے
اگر گویا یہ رسولہ کچھ پہلے کہ چلی تھی اُسکی طرف مخاطب ہو کر کہا سچ ہے وہ بہت ذلیل
عورت ہے۔ اور پہاڑی پر ندون کی طرح اُسکی طبیعت میں بڑک ہی۔ یہ رسولہ بولی
لیکن کیا تھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ فی الواقع تبدلک کو بڑک کے تھامہ الفت ہی۔
ہیرہ نے جواب دیا کہ نواب اور کلاڈیو کا تو یہی بیان ہے بلکہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا
کہ بڑک کو اُس سے آگاہ کر دینا مگر میں نے انھیں سمجھایا کہ اگر تھیں تبدلک کے ساتھ
محبت ہی تو یہ بات بڑک پر مشکلف نہوے دو۔ یہ رسولہ سنکر بولی۔ بیشک بڑک پر

اُسکا شکست ہونا اچھا نہیں۔ ورنہ اُسے تو چھڑنے کا موقع ملتا لگ جائیگا۔ ہیر نے لڑکپنا
تو یہ ہے کہ بڈک ساعیتل شریف و شکیل مرد دیکھنے میں نہیں آیا مگر بڈک کے نہ پسند کیلئے
کیا کیا جائے۔ برسولانے کہا مان بے وجہ عیب لگانا تو ہرگز تحسن نہیں۔ ہیر نے جواب
دیا کہ پھر اس سے کون کسے۔ اگر میں کمون تو منس کے مال دیگی۔ برسولانے کہا یہ
تمہارا سو زلمن ہے میں کیسے کمون کہ وہ ایسی بے سمجھ ہے کہ بڈک سے خاصے جوان
کو نہ پسند کر لگی۔ وہ بڑا ہی نامور و نیک آدمی ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ پیار بڑا دکھاؤ کیو
کہ پھر کوئی اٹلی میں ہے تو وہی ہے۔ اب ہیر نے اشارہ کیا یہ وقت طرز سخن
کے بدل دینے کا ہی چنانچہ برسولانے پوچھا اچھی کبھی تمہارا بیاہ کس دن ٹھہرا۔ ہیر نے بولی
کہ میرا بیاہ کلاؤ کیو کے ساتھ ہو گا اور کہا آؤ چلیں تعین اپنے کپڑے دکھلائیں۔
دیکھیں کل کے لیے تم کو نہ لکڑا تجویز کرتی ہو۔ بڈک اٹلی باتیں دم چرائے ہو بڑے شوق
سے سنتی رہی اور جب وہ چلی گئیں تو کہنے لگی کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے۔ توہین۔ تحقیق نہوت
دو شیرگی رخصت خدا حافظ۔ بڈک تو میرے ساتھ محبت رکھ۔ میں اسکا عوض تجھے
دو لگی۔ اور دل جی تیرے دست عشق کے حوالہ کر دکھا دوں گی۔

ایسے پڑانے دشمنوں کا ایک ملت ہو عشق و محبت کا از سر نو اختیار کرنا قابل دید
تماشہ تھا۔ اور نواب کی چال و فطرت نے جو اُمنین اس طرح ملاپ کرایا تو فریقین کے
سرمالو و دشمن کی یہی بات بڑے تکلف کی تھی۔ لیکن اب ہیر و کے انقلاب زمانہ
کی کیفیت سننی چاہیے کہ اگلے دن جس روز تاریخ عقد مقرر ہوئی تھی ہیر و اور اسکا
باپ ایو میٹو کے دل پر کیسا سخت صدمہ پہونچا۔

نواب کے ایک سوتیلے بھائی تھا جو لڑائی سے ساتھ ہی اسکے می سینا میں آیا تھا۔
یہ بھائی جب کا نام و ان جان تھا، ایک مردہ دل دماغی صورت کا آدمی تھا اور
اسکی طبیعت سودا بازی کی طرف میلان ہر وقت ظاہر تھا نہ اپنے بھائی نواب سے

Continued

وہ عداوت رکھتا تھا۔ اور چونکہ کلاڈیو اسکا دوست تھا اسلئے اسکا جی بہلنا چاہتا تھا اب محض نواب اور کلاڈیو کے دل دکھانے کے لیے وہ اس نگہ میں ہوا کہ کسی طرح کلاڈیو اور ہیرو کے نکاح میں بل ڈالنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جتنا کلاڈیو کو اس بیاہ کی خواہش ہے اتنا ہی نواب بھی اسکی طرف بدل مستعد ہے۔ چنانچہ اس غرض کے لیے پورے شیونہ نامے اپنے ہی کو ایک خراب آدمی کو ہوا رکھا۔ اور بہت کچھ انعام و اکرام کا وعدہ کیا۔ ڈان جان کو معلوم تھا کہ ہیرو کی سہیلی مرگرٹ سے پورے شیونہ اتحا در کھتا ہوا اسلئے اس کو کہا کہ تم مرگرٹ کو اس امر پر راضی کرو کہ جب ہیرو سو جائے تو وہ اسکا کپڑا پہن در پچھ سے منہ نکال آدھی رات کو تم سے بائین کرے۔ تاکہ کلاڈیو کو دیکھنے پر ہیرو کا دھوکا ہو اور سمجھے کہ وہی بائین کر رہی ہے۔ کیونکہ میں اپنی سازش پر کامیاب ہونے کو اس سے اچھی کوئی دوسری حکمت نہیں پاتا۔

ڈان جان اس کے بعد نواب اور کلاڈیو کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ہیرو بھی کیا بے امتیاز عورت ہو کہ یہ آدھی رات اور وہ در پچھ سے منہ نکال لوگوں کی بائین کر رہی ہے۔ یہ رات بیاہ کی رات تھی۔ ڈان جان نے چاہا کہ انگو ساتھ لے اس کے گھر کی طرف چلے۔ اور ایک مرد اجنب سے اسے بائین کرتے ہوئے دکھا دے۔

نواب اور کلاڈیو اس کے ساتھ چلنے پر راضی ہوئے۔ اور کلاڈیو نے کہا۔ اگر میں نے آج رات کو کوئی ایسی بات دیکھی جس سے عقد کرنے سے میرا دل پھر گیا۔ تو کل بھری مجلس میں جو شادی کے لیے منعقد ہوگی۔ دیکھنا میں اسے کیسا خجل کرتا ہوں۔

نواب نے یہ سن کر کہا کہ جب طرح اس کے عقد کے لیے میں تمہارا مددگار تھا ویسا ہی اسکی رسوائی میں بھی تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔

جب انھیں ڈان جان ہیرو کے محل کے پاس لایا تو انھیں پورے شیونہ ہیرو کے در پچھ کے پاس کھڑا ہوا دکھائی دیا جان ہیرو کا لباس پہنے ہوئے مرگرٹ اس سے

گفتگو کر رہی تھی۔ جسے دیکھ کر نواب اور کلاڈیو کو خود سہرہ کا گمان ہوا۔
 یہ کیفیت دیکھ کر حسب خیال اپنے (جبنا عقدہ کلاڈیو کو ہوا اسکا پایا بنین
 عصمت شمار سہرہ کی محبت فوراً عداوت سے متبدل ہو گئی۔ اور اس نے چاہا کہ اس
 بات کو اگلے دن جو بیاہ کے لیے مقرر ہوا تھا اگر جا میں کھوے۔ نواب نے بھی اس سے
 اتفاق رائے کیا اور خیال کیا کہ اس بد ذات عورت کے لیے جو عین شب عروس کو آدمی کا
 ڈھلے غیر مرد سے یوں گفتگو کرے اس سے بڑھ کر کوئی دوسری سزا نہیں۔
 اگلے دن مجلس عقدہ منعقد ہوئی۔ کلاڈیو اور سہرہ پاڈری کے سامنے کھڑے تھے
 پاڈری خطبہ نکاح پڑھا چاہتا تھا کہ کلاڈیو نے بڑی زور بخشی کے ساتھ بیٹھا سہرہ
 کی خطا کا اظہار کرنا شروع کیا جس نے یہ حیرت انگیز باتیں سن آہستہ سے کہا۔ جناب سہرہ
 ہے یہ کیا متوحش باتیں آپ کر رہے ہیں۔ اور لیونٹیو نے باضطراب تمام نواب کو
 کہا۔ حضور آپ کچھ کیوں نہیں فرماتے۔ نواب نے جواب دیا۔ یہ بڑی بھیمتی کی بات ہے
 کہ ایک ایسی نالایق عورت کی طرف میں اپنے دوست کے میلان خاطر کا باعث
 ہوں۔ میں قسیمہ کتا ہوں۔ کہ میں۔ میرے بھائی اور بھاریے کلاڈیو نے اپنی
 آنکھوں آدمی رات کو کل ایک اجنبی آدمی سے کھڑکی پر گفتگو کرتے اسے دیکھا ہے۔
 تب تک یہ باتیں سن گھبرا ایا اور کہنے لگا۔ نکاح کے طور بے طور نظر آ رہی ہیں۔
 سہرہ کے منہ سے صرف اتنی ہی آواز نکلی۔ خدایا چ ہے اور غش آ گیا۔ جسے
 دیکھ کر ایک کوہ جانی کا گمان ہوا۔ نواب اور کلاڈیو گر جا سے چل دیو اور ذرا بھی
 سہرہ کی غشی یا اس اندر کا خیال نہ کیا کہ ہماری باتوں سے بیچارہ لیونٹیو کس قدر
 متاثر ہے۔ آواز ہے کیونکہ فراطع نے آغوش میں بڑا ہی سنگ دل بنا رکھا تھا۔
 بزدل و سہرہ نے گھبرا گیا کہ سہرہ کے فکر افادہ میں بڑک کا ساتھ دے۔ اور کہنے لگا
 اب اسکی کیا کیفیت ہے بڑک نے سجن تمام جواب دیا۔ میں تو ایسا خیال کرتی ہوں

کہ اسکی جان بچ گئی۔ بڑک کو اپنی بہن کے ساتھ بدرجہ کمال محبت تھی۔ اور چونکہ اسکی حسن طبعیت سے وہ اچھی طرح آگاہ تھی ایسے جتنی باتیں اسکی عصمت کے خلاف اسنے سنی اُنہیں سے ایک کا بھی یقین اُسے نہ تھا۔ مگر اُسکے بڑے باپ کا خیال ایسا نہ تھا۔ اپنی لڑکی کی بے عصمتی پر اُسے یقین آگیا اور پھر اوپر سے اُسکا ملامت کرنا اور بھی غضب تھا۔ وہ اُسکے سامنے پڑی کلمات درشت سنتی تھی اور یہ دعا کرتی تھی کہ اگر مجھے اُٹھنا یہاں سے نصیب نہ تو کیا خوب بات ہے۔

لیکن بدبھا پاڈری ایک ہوشیار آدمی تھا۔ فطرت انسانی سے بخوبی واقفیت رکھتا تھا اس اتمام کے سننے سے جو کیفیت ہیر کی ہوئی اُسے بخوبی اُسپر غور کیا۔ اور دیکھا کہ یکا یک آثار شرم و خجالت اُسکے چہرے پر نمایاں ہو گئے۔ اور پھر وہ خجالت کے آثار دفعۃً سفیدی چھا جانے سے جا ڈر ہے۔ اور آنکھ میں آگ سی روشن ہو گئی۔ جسے اُن تمام الزامات کو جھٹلایا جو نواب نے اُسکی عصمت کے مقابلہ میں قائم کر رکھے تھے اور اس غلین باپ کی طرف مخاطب ہو بولا اُسھے بیوقوف کو۔ میرے پڑھنے کا اعتبار نہ کرو۔ میری عمر میری زندگی میری باتوں کا وقر اٹھا دو۔ میرے لقب کا خیال آج سے نہ کرو اگر یہ بات صحیح نہ نکلے کہ اس حلیم المزاج عورت کے بارے میں کوئی مغلطہ واقع ہوا۔

جب ہیر کو عشی سے افاقہ ہوا اُسکے باپ نے اُس سے پوچھا کہ وہ کون آدمی ہے جس سے تمہیں متہم کرتے ہیں۔ ہیر نے جواب دیا وہی خانتے ہوئے جو کہتے ہیں۔ میں کیا جانوں۔ اور پھر اپنے باپ کی طرف متوجہ ہو کہنے لگی۔ بابا جان اگر آپ کو کسی طرح ثابت ہو کہ میں ناوقت کسی مرد سے بولی۔ یا یہ کہ کل میں کسی سے باتیں کیں تو مجھے نکال دیجئے برا سمجھے مار ڈالیے۔

پاڈری نے کہا کہ نواب اور کھلاڈیو کو بیشک کوئی مغلطہ ہوا۔ اور پھر سوینٹو کو یہ صلاح

دی کہ آپ ہمیر کی موت کی خبر بہتر کر دیجیے اور چونکہ اسکی غشی قریب قریب موت کے قریبی
 ایلے آسانی اسکی موت کا یقین لوگوں کو آجائیگا۔ اور میں خود بھی آپ کو سامان تہذیبی
 و درستی قبر کی فہمائش کرونگا۔ چاہیے کہ معنی رسوم تہنیر و تلفین سے متعلق میں انکی
 تیاری کیجائے۔ لیونٹیون نے کہا پھر اس سے فائدہ۔ پاڈری نے جواب دیا کہ اس
 اشتہار سے یہ فائدہ نکلیگا کہ بد کوئی ترس کے ساتھ مبدل ہو جائیگی۔ اور اُسین کچھ اور
 بہتری بھی ہے۔ گو ایسی پوری نہ سی جسکے ہم امیدوار ہیں۔ کیا معنی کہ جب کلاڈیوننگا
 کہ میری باتوں سے وہ مر گئی۔ تو اسکی طرف سے اچھے خیالات اسکے تخیلہ میں جگہ پڑیگی
 اور اگر کبھی کی کچھ محبت اسکے دل میں ہوگی تو ضرور اسے رنج ہوگا اور دل میں کہیگا۔
 اسے کاش میں آپس پر اتہام نہ لگاتا ہاں ہر چند اپنے اتہام کو صحیح تصور کرتا رہا۔
 بندک نے یہ سنکر لیونٹیون سے کہا کہ آپ پاڈری کی باتوں کا خیال کیجیے۔ گو آپ
 جانتے ہیں کہ مجھے نواب اور کلاڈیو سے کیسی محبت ہے مگر میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ راز
 آپنہ فاش نہ کرونگا۔

لیونٹیون اس طرح ترغیب دیے جانے پر راضی ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ اسوقت غم سے
 میرا یہ حال ہے کہ ایک ذرا سا اشارہ میری ترغیب کو کافی ہے۔ پھر لیونٹیون اور ہیرو
 کو وہ مہربان حال پاڈری تشفی و تسلی دینے کے لیے ایک طرف اٹھائے گیا۔ اور
 وہاں صرف بڑک اور بندک رہ گئے۔ اب یہ بڑک اور بندک کی وہ ملاقات ہو جسکے لیے
 انکے دوستوں نے کیا کیا تدبیریں کی تھیں اور کس کس طرح کی دل لگی و تماشے کی
 آرزو میں انکے دونوں میں یقین مگر دیکھیے۔ اسکے ظہور کے پہلے ہی ان دوستوں نے
 رشتہ الفت توڑ ڈالا۔ اور انکے دونوں سے دل لگی و تماشے کے خیالات دھوئے
 جاتے رہے۔

پہلے بندک مخاطب ہوا۔ اور کہنے لگا۔ بی بڑک کیا تم رورہی ہو۔ بڑک نے کہا یہ کیسا

ابھی تم دیکھنا کہ مین کب تک روتی ہوں۔ بڈک نے کہا بیشک مجھے یقین ہے کہ تمہاری بہن پر یہ بھتان لگایا گیا۔ بڈک نے کہا اے ہے میری نظروں میں کیسا پایا راہ شخص ہے جو اسکا انصاف کرے۔ بڈک نے اس پر کہا کہ پھر اظہار دوستی کا کوئی طریقہ بھی ہے۔ مین تو یہ سمجھتا ہوں کہ تمہارے سوا مجھے کوئی شے دنیا کی پیاری نہیں۔ تمہیں میری اس سمجھ پر استعجاب تو نہیں۔ بڈک نے کہا۔ نہیں۔ یہ ممکن ہے۔ کیونکہ مین اپنے دل کو بھی تو ایسا ہی پاتی ہوں کہ آئین تم سے زیادہ کسی دوسری شے کی محبت نہیں۔ لیکن میرا اعتبار نہ کرو۔ اور پھر مین نو بھی نہیں کہتی نہ تو مین کسی بات کا اسوقت اقرار کرتی ہوں نہ کسی بات سے انکار۔ کیونکہ مجھے اپنی بہن کا سخت صدمہ ہے۔ بڈک نے کہا قسم ہے مجھے اپنے خجری کی کہ تم مجھ سے محبت کرو اور مین تمہاری محبت کا قول و قرار کرتا ہوں پاس آ جاؤ۔ جو کہو۔ مین تمہارے لیے تعمیل کو موجود ہوں۔ بڈک نے کہا اچھا مین چاہتی ہوں کہ تم کلاڈیو کو ہلاک کرو۔ بڈک نے کہا۔ نہیں۔ ایسی لعید بات نہیں۔ مجھے اپنے دوست کلاڈیو سے بہت محبت ہے۔ اور مین اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس خصوص میں آسے کسی نے بیشک دغا دی۔ بڈک نے جواب دیا کہ ایسی حالت میں کہ آسے میری بہن پر ناحق اتہام لگایا۔ بھری مجلس میں آسے رسوا و ذلیل کیا۔ کیا تمہارے نزدیک وہ تنفیٰ نہیں ہے۔ کیا کون آج مین مرد نہوئی۔ بڈک نے کہا سنو تو سہی۔ لیکن بڈک نے کلاڈیو کی صفائی کی ایک نہ سنی۔ اور اپنی بہن کا بدلہ لینے کے لیے برابر بڈک پر تھاناکرتی رہی۔ اور کہتی تھی۔ این۔ کھڑکی پر ایک مرد اجنب سے باتیں کرتی۔ یہ بات۔ بیچاری ہیرو کی شان میں۔ اسپر یہ بھتان صریح ہے اُس نا کردہ گناہ پر یہ ناحق کا اتہام لگایا جاتا ہے۔ او ہے آج مین کلاڈیو کے لیے مرد نہوئی یا کوئی ایسا دوست میرا نہو جو میری خاطر سے اپنی مردانگی دکھاتا لیکن کیا کہیے بہادر ی تو اخلاق و ظاہر داری میں کھی جاتی ہے۔ مین اپنی خواہش مرد تو نہیں خجساتی

ہاں غم سے مرنے کے لیے البتہ عورت ہی ہو کے کام دے سکتی تھی۔ بندک نے کہا مٹھوڑ بڑک
قسم ہے مجھے اپنے ہاتھ کی کہ میں تلو دل سے چاہتا ہوں۔ بڑک نے کہا کہ اس ہاتھ کی قسم
کھانے سے کیا فائدہ۔ بلکہ اسے میری محبت میں کسی دوسرے طور پر کام میں لاؤ۔
بندک نے کہا اچھا غور کرو اپنے دل میں سوچو۔ کیا کلاڈیو نے ہیرو کے ساتھ بیونائی
و دغا بازی کی۔ بڑک نے کہا بیشک مجھے اچھی طرح یقین ہے اور میں خوب سپین چکی
ہوں بندک نے کہا اچھا بس ہو چکا۔ میں مستعد ہوں اور میں ضرور لڑونگا۔ دیکھو تمہارا
ہاتھ جو کم کر ابھی چلا۔ اور اسی ہاتھ سے کلاڈیو کو ایسا حساب سمجھایا ہو گا کہ وہ بھی کیا یاد
کر لگا۔ میں جو کہتا ہوں کرو دکھاؤں گا۔ جاؤ اپنی بہن کی تسلی و تشفی کرو۔

ادھر تو بڑک یوں شد و مد سے بندک کے ساتھ بحث کرتی تھی۔ اور نہایت جان بڑی
و تیر خنی سے غصہ بھرے الفاظ میں ہیرو کے بارے میں گفتگو کرتی تھی۔ اور اس کے
بیارے دوست کلاڈیو کے ساتھ لڑنے پر اسے ترغیب دیتی تھی۔ ادھر تو بیونائی نواب
اور کلاڈیو کے پاس پہونچا اور کہنے لگا۔ ہیرو کا تو رنج و غم نے کام تمام کیا۔ مگر میں
اُس کے بارے میں تلو اسے سوال و جواب کیا چاہتا ہوں۔ لیکن انھوں نے اسکی ضعیفی
و رنج کا خیال کیا۔ اور کہا کہ بڑے میان آپ ہمارے ساتھ جنگ کا خیال نہ کیجیے
یہ باتیں ہورہی تھیں کہ بندک بھی آن پہونچا۔ اور کلاڈیو سے کہنے لگا کہ تم نے جو
فساد ہیرو کے مقابلہ میں قائم کیا میں اسکا عوض تلو اسے تمہیں دنیا چاہتا ہوں
نواب اور کلاڈیو یہ کیفیت دیکھ آپس میں کہنے لگے کہ بیشک بندک نے ہمارے
ساتھ لڑنے پر برا فیصلہ کیا ہے۔

نواب اور کلاڈیو میں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ سانسے سے کو تو والی شہر پوریشیو کو
گرفتار کیے نواب کے پاس لایا جائے اُسے کسی شخص سے اس فساد کی کیفیت بیان
کرتے سن پایا جو دن جان کی ترغیب سے اُسے کیا تھا۔

تور شیونے رو برو کلاڈیو کے پوری کیفیت نواب سے بیان کی کہ مرگڑٹ اپنی بی بی کا کپڑا اپنے کھڑکی کے پاس بائین کرتی تھی جسکو آپ نے خود سیر و سمجھا۔ جسے شکر نواب اور کلاڈیو کے ولیمین ہیرو کی عصمت میں ذرا بھی شک باقی نہ رہا۔ اور اگر کچھ ہوتا بھی تو وہ ڈان جان کہ بھاگ جانے سے جاتا رہا۔ جو اپنی بزدلتی کے کھل جانے پر تھی سینا سے بھاگ جانا اور اپنے بھائی کی نظروں سے مل جانا مناسب سمجھا۔

جب کلاڈیو کو معلوم ہوا کہ ہیرو پر اسکا اتنا مہیا تھا اور وہی اسکی ملاکت کا سبب ہوا تو اسے کمال صدمہ ہوا۔ اور اسکی مشوقہ ہیرو کا خیال اسطرح اسکے ولیمین آیا اور نظروں میں اسکی صورت چھا گئی گویا کبھی کا بگڑا نہ تھا۔ اور نواب کے پوچھنے پر کہ یہ بائین جو تم نے اسوقت میں تمہارے دل پر خنجر دیکھان کا کام نہیں کرتی۔ وہ بولا کہ تور شیو کی بائین میں نے کیا سنیں آپ یہ جانیں کہ ایک ایک بات پر زہر کا گھونٹ پینا پڑا۔ کلاڈیو اپنی اس حرکت سے پشیمان ہو مرد ضعیف لیونیٹو سے خواستگار معافی ہوا اور کہنے لگا کہ جو کفارہ آپ اس خطا پر کہ میں نے اپنی لستہ بی بی کے مقابلہ میں ایک غلط بات کو صحیح مان لیا تجویز فرمائیں میں اسکے ادا کرنے کو موجود ہوں۔

کفارہ جو لیونیٹو نے اسکے لیے تجویز کیا وہ یہ تھا کہ وہ ہیرو کی ایک چار اوہن کے ساتھ جواب لیونیٹو کی وارث ہے اور صورت میں بالکل ہیرو کے مشابہ ہے اگلے دن اپنا بیاہ کرے۔ کلاڈیو نے حسب الوعدہ لیونیٹو کی یہ گفتگو سنکر کہا بہت بتر میں اسس نادانہ عورت کے ساتھ نکاح کرونگا۔ گو وہ عیش ہی کیون نہو۔ یہ سب تو ہوا مگر کلاڈیو کے دل سے غم نہ گیا۔ اور رات بھر اس قبر مصنوعی پر جسے لیونیٹو نے ہیرو کی ظاہر کر رکھی تھی پڑا رہتا رہا۔

نواب جب صبح ہوئی کلاڈیو کو ساتھ لے کر جائین پونجا جان پاڈری مع لیونیٹو اور اسکی برادر زادی کے اس دوسرے نکاح کے لیے پہلے سے موجود تھا۔ لیونیٹو نے

ایک مہرے پوش عروس کہ اسکا منہ کلاڈیو نہ پہچان سکا اُسکے سامنے پیش کی۔ جسے دیکھ
آئے ہاتھ بڑھایا اور کہا اور برق پوش عورت پاڈری کے سامنے تو مجھ سے ہاتھ ملا۔
مین تیرا شوہر ہوں اگر تو منظور کرے۔ اُس عورت نے جواب دیا کہ مین زندہ رہی تو
تھاری دوسری عورت ہونے میں کیا شک۔ اور پھر اپنا نقاب اٹھا ظاہر کر دیا کہ وہ
برادرزادی (جیسا بیان کیا گیا تھا) نہیں۔ بلکہ یونیٹو کی لڑکی خاص ہیرو ہے۔
یہ ماجرے دیکھ کلاڈیو کو عجب حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ اُسے مردہ جانتا تھا۔ اور مارے
خوشی کے اُسے عرصہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ اسکی نظر غلطی نہیں کرتی۔ اور نواب جسے
اُس سے کم تعجب نہوا گھبرا کے بولا۔ این۔ کیا یہ ہیرو نہیں ہے۔ ہیرو کی تو موت کی
خبر سننے میں آئی تھی۔ یونیٹو نے جواب دیا ہاں مری تو تھی مگر جب ہی تک کہ اسکی
اہانت کے چرچے زندہ تھے۔ خلیہ نکاح ختم ہونے پر پاڈری نے چاہا کہ اُسکا نکاح
بھی بڑک سے ہو جائے۔ بڑک نے کچھ تامل کیا۔ اور نڈک تکرار کو مستعد ہوا اور کہو لگا
کہ بڑک کو جیسی محبت میرے ساتھ ہے ہیرو خوب جانتی ہے۔ اُسکے بعد اُنہیں بڑے
لطف کی باتیں ہوئیں اور اخیر میں اُنہیں معلوم ہوا کہ ہم دونوں کو اسبارے میں
فریب دیا گیا اور ایک دوسرے پر جو عشق ظاہر کیا گیا۔ اسکی کچھ بھی اصلیت نہ تھی۔
اور نہ ہی منہ میں فی الواقع ایک دوسرے پر دل دے بیٹھا۔ لیکن پھر بھی وہ محبت حسین
ہو دغا بازی سے طور پر وہ پھنسائے گئے تھے نہایت مستحکم آنکے دلوں میں بیٹھ گئی
جیسے نڈک کے دلمین عقد کا خیال سمایا۔ کوئی کچھ ہی کہتا مگر وہ کان نہ دیتا۔ اور
مذاق کی باتوں کو منہ میں ڈال دیتا۔ اور بڑک سے قسمیں کھاتا اور کہتا کہ میں نے
معتدین محض تمہارے حال پر رحم کھا کر قبول کیا کیونکہ مجھے سننے میں آیا کہ تم میرے
عشق میں جان بلب ہو جسکے جواب میں بڑک بھی ویسا ہی کہتی کہ میں نے بھی محض تمہاری
حالت کا پاس کیا اور تمہاری جان بچائی جب لوگوں سے سننے میں آیا کہ غم قریب تم

مذوق ہوا چاہتے ہو۔ غرضکہ دو حاضر جواب سخنوں میں یوں صلح ہوئی اور ہیر و اور
کلاڑیو کے عقد کے بعد اٹکا بھی نکاح ہو گیا۔ ڈان جان کا حال صرف اتنا ہی بیان کرنا
باقی رہا کہ وہ بد ذات تنغنی راستہ ہی میں پکڑا گیا۔ اور سی سینا میں اسے پھر لائے
جہان اس آداس و ماتمی صورت شخص کو اس جشن و طرب کا دیکھنا جو اسکے قریب کی
کھل جانے سے محل می سینا میں منعقد ہوا تھا گویا اسکے اعمال بد کی پوری نمر اتھی۔

خاتمۃ الطبع

خدا کا شکر ہے کہ انسانہ دلپذیر کے بین تصون میں کا گیارہواں قصہ کہ جو اس سے
پہلے مطبع اودعہ اخبار واقع کلفو مملو کہ غالبینا بعلی القاب منشی نول کشور صاحب
سی۔ آئی۔ بی۔ میں چھپا تھا اب شلخ مطبع موصوف الصدرو واقع کانپور صالہ الشریعہ نے القاب منشی
باہتمام جناب منصرم باکمال منشی بھگواندال صاحب پہلی مرتبہ چمپکیر مطبع طبائع خاص عام ہوا۔



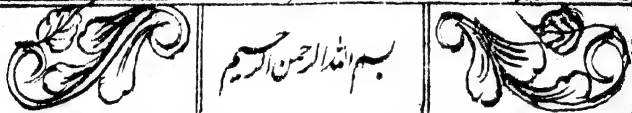
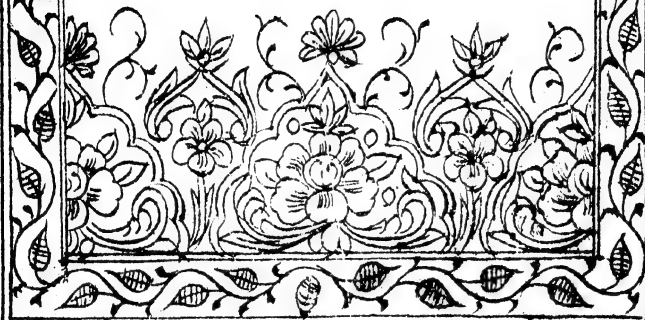
بنی سنی و مکی فضل خلاہ زوزما
بنی سنی و مکی بن ول و مین

یہ انگریزی کتاب تیس فرام سلمیہ کی مجموعہ ایسا نادر ہے جس قصوں میں کتابچہ
دیکھ چکے ہوں۔ حقیقت میں حکمت آموز کاغذ خانہ بہت موسوم ہے۔

قصہ ہر ایک کا

جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب چربا کوئی وکیل سفلی بائیں زبان
ضلع گورکھپور نے پایا و مطلع او وہ خیرا می اور اسے طبعی امر تری کی درود میں کیا

مطبوع می نمیشود و کتب مشرق و کتب مغرب هر دو در این مطبعه چاپ میشوند



شہر اے شخص میں ایک قانون تھا جس سے باشندگان شہر کو اپنی لڑکیوں پر یہ اختیار حاصل تھا کہ جس سے چاہیں انھیں بیاہ دیں۔ کیونکہ موافق اس قانون کے باپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر لڑکی حسب خواہش باپ کے بیاہ کرنے سے انکار کرے تو اسکا باپ اس لڑکی کو جان سے ہلاک کر سکتا ہے۔ مگر چونکہ الفت پدری کب اس قتل کو گوارا کرتی ہے ایسے اس قانون کی تعمیل عموماً کیا بلکہ قطعاً مسدود تھی گو کبھی کبھی لڑکیاں اپنے باپ سے اس بارے میں اختلاف و سرکشی بھی کرتیں۔ ہاں شاید یہ ہو کہ اس شہر کی نوجوان لڑکیوں کو ان کے والدین اسکا خون اکثر دلاتے رہے ہوں۔

پھر بھی ایک بدھاسے جس نامے اس شہر میں ایسا نکلا جسے تھی سس کے پاس جو اسوقت ریاست اے شخص کا نواب تھا جا کر یہ اتہاس کیا۔ کہ میں نے اپنی لڑکی ہرمیا کو ایک نوجوان و شریف خاندان کے لڑکے ڈمی می ٹرس نامے کو نکاح کرنے کو کہا مگر چونکہ اسی شہر کے ایک دوسرے لڑکے کی سند رکھ ملن وہ اہل ہر

*Attens
Gears
The
Gears
Gears
Gears
Gears
Gears*

ایسے آنے میری تجویز سے اتفاق نہ کیا اور میرا کہنا ٹال دیا۔ میں انصاف کے لیے حضور
میں آیا ہوں کہ میری لڑکی کے ساتھ پورا پورا قانونی برتاؤ کیا جائے۔

ہرمیانے اپنی بے جرمی کے لیے یہ جبت پیش کی کہ ڈی می ٹرس نے پہلے میری ایک
پیاری جدید بلینا سے بیاہ کے لیے بات چیت کی تھی۔ اور گو وہ اب کسی قدر کشیدہ
ہو گیا ہے مگر بلینا بدستور اسکے عشق و محبت میں پریشان ہے۔ گو ہرمیانے اپنے
باپ کے حکم نہ آنے کی اتنی قوی علت بیان کی۔ مگر اس سخت دل باپ پر ہنگامہ بھی اثر نہوا۔
تھی جس کو عمدہ اور نرم دل نواب تھا۔ لیکن اس قانون کو کیسے بدل سکتا تھا جو
اسکے ملک میں مدت سے نافذ تھا۔ ایسے اس حالت میں وہ سوائے اسکے اور کوئی
رعایت نہ کر سکا کہ اس معاملہ میں غور کرنے کے لیے چاروں کی مہلت ہرمیا کو عطا کی۔ اور
کہا کہ اگر اس چاروں کے بعد بھی آنے ڈی می ٹرس کے ساتھ نکاح کرنے میں اپنی
ہمارا مندی ظاہر کی تو ضرور قتل کی جائیگی۔

جب اس طرح نواب کے حضور سے ہرمیا کی رہائی ہوئی تو وہ سیدھی اپنے
عاشق زارلی سنڈر کے پاس چلی گئی۔ اور اپنی مصیبت کی کیفیت بیان کی اور کہا کہ
ان دو باتوں میں مجھے چارہ نہیں تو یقیناً چوڑ کر ڈی می ٹرس کی ہوبون۔ یا چاروں کے بعد اپنی جان و
یہ خبر سن کر لی سنڈر کمال زحمت میں پڑا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اسے یہ خیال آیا۔ کہ
میری ایک چچی یہاں سے تھوڑے فاصلے پر رہتی ہے جہاں اس قانون خلاف
معدلت پر عمل درآمد نہیں ہے (کیونکہ وہ قانون حدود و شہر کے باہر نافذ نہ تھا) اور میرا
سے آنے کہا کہ آج رات کو تم چپکے سے اپنے گھر سے نکل کر میری چچی کے مکان کا راستہ
پکڑو جہاں پہونچ کر بے تکلف تمہارے ساتھ میرا نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اسی جگہ میں
سے ہو کر چلنا جو اس شہر سے تھوڑے فاصلہ پر ہے اور جہاں اکثر ہم تم بلینا کو لیکر
ماہ می کی فصل بہار میں ہوا کھانے جاتے تھے۔ اور جب وہاں پہونچو تو میرا انتظار کرنا

کہ مین ٹکودہ میں ملے گا۔

ہر مینا نے اس تجویز سے بخوشی اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا۔ اور سوسائے اپنی بارہ
بلیاں کے کسی سے اسکا چرچا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن بلیاں نے (جسکا کہ عورتوں کا دستور
ہے کہ محبت کے واسطے وہ کیا کچھ نہیں کرتیں) اسوقت نہایت ہی انسانیت کے
خلاف کام کیا۔ کہ دُئی جی ٹرس کو جاکر اس راز سے مطلع کر دیا۔ اور اسہنے دوسرے
کاراز ناخش ہونے کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ ہر چند کہ اس کہنے سے وہ کچھ اپنا فائدہ
نہ سمجھتی تھی۔ صرف اس ذرا خوشی کے لیے آئے ایسا کیا کہ جنگل تک اپنے معشوق
بیرون کے ساتھ چلنا نصیب ہو گا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ خبر سنکر ہر مینا کے
تقاب میں وہاں تک دُئی جی ٹرس ضرور جائیگا۔

وہ جنگل جہیں ٹی سندر اور ہر مینا نے اپنا ملنا ٹھہرایا تھا پر یون کی آمد و رفت کا مقام تھا۔
پریون کا شاہ او برن اور ٹی ٹی ٹا دونوں مع اپنے چند صاحبوں کے
اُسی رات کے وقت آکر وہاں حدیث و نشاط کیا کرتے تھے۔

آن دونوں کچھ اُمینین باہم رنجش آگئی تھی۔ دونوں جی الوسع اُس خوش نما جنگل کے
نیچے سیر کرتے۔ لیکن جب کبھی اتفاق سے وہ چاندنی مین آجاتے اور ایک دوسرے
کو دیکھ لیتا تو ضرور جھگڑا قضیہ اُمینین شروع ہو جاتا۔ حتیٰ کہ تمام آنکے ساتھ کی پر یان
نارے خون کے تنم بلوط مین چاہتے ہیں۔

سبب اس نا اتفاق کا یہ تھا کہ او برن کو اُس لعل مبدل صورت کے دینے سے
ٹی ٹی ٹا انکار کرتی تھی جسکی ان سے اور ٹی ٹی ٹا سے غایت درجہ کی محبت تھی اور اُسکے
مر جانے پر وہ اُسکے رشتے کو دایہ کے پاس سے چپکے سے اٹھا لاتی تھی۔ اور اُس
جنگل میں رکھے ہوئے تھی۔

جس رات کو وہ عاشق جنگل مین ملنے والے تھے۔ اُسی رات کو اتفاق سے ٹی ٹی ٹا

Chelon
Sittania

سج اپنی سیلیوں کے سیر کرتی پھرتی تھی کہ سامنے سے آوہرن بھی اپنے مصاحبوں کو لیے ہوئے نمودار ہوا۔ اور دونوں میں خاموشی نہ بھیر ہوئی۔

بادشاہ نے کہا اور فرامج دارائی فی نابہ وقت ملی۔ ملکہ نے جواب دیا۔ کیا بھرن آوہرن تم ہی ہو۔ اور پھر اپنی سیلیوں سے کہا۔ اب یہاں سے چلتا جاہیے۔ کیونکہ سین نے اسکی صحبت سے تم کما لیا ہے۔ آوہرن نے کہا اور فرامج پر ہی ذرا دم تو لو۔ میں کیا تمہارا سردار نہیں ہوں۔ تی گئی ناؤ کیونکہ تم اپنے آوہرن کو ناحق برا لکھتے کرتی ہو۔ اپنا طفل مبدل الصورت میری غلامی میں رہنے کے لیے میرے حوالے کر دو۔

ملکہ نے جواب دیا۔ خاطر جمع رکھیے۔ اپنی ساری سلطنت کا خراج اس لڑکے کی قیمت کے لیے غیر کفایتی ہے۔ عرض نہ کہ بادشاہ کو حالت غضب میں چوڑ کر دہو بلکہ اسے کھسکی۔ آوہرن نے یہ دیکھ کر کہا خیر جاؤ صبح ہونے سے پہلے اس نافرمانی کا نتیجہ پا جاؤ گی۔

اسکے بعد آوہرن نے ایک اپنے یار غار و شیر سلطنت کے پاس آؤمی بھیجا۔

پتہ دے کبھی کہی راجن کھڑے ملو بھی کہتے تھے ہم ایک نہایت مکار و دغا باز

پلید تھا۔ اور غریب پاس کے گاؤں میں جا کر اکثر مسخرہ اور شرارت کیا کرتا تھا۔ کبھی تو شیر خاناہ میں گھس کر دودھ کی بالائی نکالنے لگتا۔ اور کبھی اپنی ہوائی صورت میں آکر

کھن کی ہنڈیا میں جا رہتا تو دودھ والہین کو گھسی نکالنا دشوار کر دیتا۔ اور ایسے ہی

دودھ والے بھی آسکے ہاتھ سے تنگ رہتے۔ جب کبھی پتہ کو عرف کشی میں اپنی جولانی

کمانے کی خواہش ہوتی تو ساری شرب پر بانی پھیر دیتا۔ بہت جلد آؤمی اپنے خدایہ میں

بیٹھ کر بادہ جان فرا کا استعمال کرتے تو وہ سلطان برہان کی صورت میں ہوا کر

جام شراب میں دکھلائی دیتا۔ اور جب کوئی نیک بڑھیا شراب پیے بیٹھتی تو آسکے

مہنگوں کے پاس آکر لیتا۔ اور آسکے خشک ٹھوڑی پر شراب گرا دے بغیر نہ رہتا اور

پھر جب وہ جا کر ہسپتال میں پڑھائی کی شہر کر اس عاجز و کم ہوش و غافل برہان کو قتل کر دیا اور

پہونچا۔ اور اُسکے نیچے سے تپائی کھینچ کر اُس غریب بڑھیا کو زمین پر لگا دیتا۔ جسے دیکھ کر یہودہ
گوڑھیسیان باجی اپنی نشست گاہ پر مستحکم ہو کر بیٹھتین اور ہنسکر قسین کھاتین کہ ایسا تاشہ کمی
دیکھنے میں نہیں آیا۔

ادبرن نے اس منہ سے بات کو دیکھ کر کہا یہاں آؤ اور وہ گردن ب۔ مجھی اسوت
اس پھول کی ضرورت ہے جسے حوتین گل محبت کہتی ہیں۔ اور اُسکی خاصیت یہ ہے کہ سونے والے
کی آنکھ پر دو ایک قطرے اُسکے عرق کے چسکا دیئے جائیں تو جاگنے پر جس چیز کو وہ پہلے
دیکھے اس پر غیبتہ و از خود غیبتہ ہو جائے۔ دو چار قطرے اُسکے عرق کے بحالت خواب
ٹی ٹی نالی پلکوں پر چسکا دوں گا۔ جسکے اثر سے بیدار ہونے پر وہ جس چیز کو پہلے دیکھی
اس پر عاشق ہو جائیگی۔ گو وہ شیر یا بھیجہ یا شریر لنگور یا بن مانس ہی کیون نہو۔ اور اُسکی
آنکھ سے اس طلسم کے دفع کرنے کے پہلے کہ اس طلسم کا روک ایک دوسرے طلسم
مجھے معلوم ہے۔ اُسکے لڑکے کو غلام بنا کر اپنے پاس رکھنے کے لیے اُس سے مانگ لوں گا۔
پک بک کا دل ایسی ایسی شرارتوں میں بہت لگتا تھا اپنے آقا کے اس کھیل میں
شریک ہونے کو بخوشی راضی ہو گیا۔ اور پھول کی تلاش میں نکلا۔ ادبرن بیٹھا ہوا پک
کے لوٹنے کا انتظار کر رہا تھا کہ سامنے سے ڈی می ٹرس اور ہلینا ساتھ ہی جنگل میں آئی۔
اور ادبرن کے کان تک ڈی می ٹرس کے زجر و ملامت کے الفاظ پہونچے جو
ہلینا کے ساتھ آنے پر وہ غفا ہو کر ستمہ سے نکالتا تھا۔ اور یہ بھی سننا کہ ڈی می
ٹرس کے ستمہ سے نا ملائم کلمے سن کر جو تقریر ہلینا نے کی وہ بالکل اگلے زمانہ کے
عشق و محبت و وعدہ ہاسے وفا کے یاد دلانے پر مبنی تھی۔ اور بعد اُسکے دیکھا کہ
ڈی می ٹرس نے اُسے و زندگان صحرائی کا قہرہ بنانیکے لیے وہیں جھوڑ کر ایک طرف کو
راستہ پکڑا مگر وہ کب تک سکتی تھی جانتک ممکن تھا وہ بھی اُسکے پیچھے دوڑتی رہی۔

اُس شاہ پر نیا دکان نے کہ عاشقان صادق سے وہ کمال الفت رکھتا تھا بلنہا کا محل
وکیہ کر بہت رحم کھا یا۔ اور کچھ بعد بنین (جیسا کہ آئی سندھ نے کہا تھا کہ وہ شب
ماہ میں اُس خوش نہایت کی سیر کو اکثر جاتی تھی) اور برن نے اس وقت میں بھی
جلینا کو دیکھا ہو جبکہ اُس کے دن اپنے تھے اور ڈی می ٹرس کی نظر اتفاقات نسکی
طرف سے پھری نہ تھی۔

بہر کیف جب پاک وہ گل ارغوانی لیکر لوٹا تو اس سے اور برن نے کہا میں نے
ابھی ایک اُسے شخص کی رہنے والی عورت دیکھی ہے جو ایک ذلیل آدمی پر بد رجحانیت
خوفیتہ وار خود رفتہ ہو رہی ہو۔ وکیہ اس بھول کی ایک نیکٹری لیاؤ۔ اور اس آدمی کی
اکٹھ میں دو ایک قطرے عرق محبت کے بحالت خواب چھڑو۔ مگر چھڑنے کے پہلے
اُس کا بندوبست کر لینا کہ وہ عورت اُسے پاس ہی رہے تاکہ جاگنے پر اسکی نظر پہلے اُسی
بیچارے پر پڑے۔ اُسے شخص والوں کی پوشش سے تم اُس آدمی کا پتہ لگا لو گے کہ نہ
وعدہ کیا کہ اس کام کو میں بہت ہوشیاری سے انجام دوں گا۔ اور پھر اور برن اُس نگہ میں
ہو نیا جہان ٹی ٹی نا اپنے سونے کی تیاری کر رہی تھی۔ مگر اس طرح چھپ کر گیا کہ کسی نے
اُسے نہ دیکھا۔ وہ بنگہ ایک ٹیلہ تھا جہاں بختہ۔ کوسلپ۔ اگلن ٹائن خود رنگلاب
دیگرہ وغیرہ کے درخت بکثرت جمے ہوئے تھے۔ اور وہاں ہمیشہ رات کو تھوڑی دیر تک
ٹی ٹی نا آرام کیا کرتی تھی۔ اور سچاے چادر کے سانپ کی ابلق کھال کا استعمال کرتی
جو پروں کے سے ہوائی جسم کے چھپانے کے لیے بہت تھی۔

جب یہ ہو نیا اس وقت ٹی ٹی نا اپنی پروں کو حکم دے رہی تھی کہ میرے سونے پر
تعمین کیا کیا کرنا چاہیے۔ چنانچہ بعضوں کو تو اُس نے حکم دیا کہ تم گلاب کی نیکٹریوں کے
کپڑوں کو مارو۔ اور بعضوں کو تعینات کیا کہ تم جیگا ڈرون کو مار کر اُس کے بازوؤں
کی کھال چھوٹے چھوٹے بڑاؤں کے کوٹ بنانے کے لیے جمع کرو۔ اور بعضوں کو

اُنہوں کے ہانکنے پر مقرر کیا کہ اُنکی بولی کان تک نہ پہنچے پائے اور پھر کیا
لیکن سب کے پہلے تم سب گاتی جاؤ تا مجھے جلد نیند آجائے۔ چنانچہ
اُنہوں نے ملکہ کے سلاتنے کے لیے ایک گیت شروع کیا جسکا
مضمون یہ ہے۔

ادامتی و دوزبان والے سانپ۔ اوجار وار سا ہی تم سامنے نہ آنا چھپکی
اور اندھے کیمرے تم سب اسوقت کچھ نقصان نہ کرو۔ اور نہ میری حسین ملکہ کو سامنے
آؤ۔ بلبلو کوئی ایسا خوشحال نہ تھا کہ ملکہ کو فوراً نیند آجائے۔ اسوقت تکلیف ہی باہر
حکیم کا موقع نہیں ہے۔ ذرا اور قریب آجاؤ۔ اور نیند خواب آورین اس تھوڑی سی
رات کو مبرک دو۔

ملکہ کے سو جانے پر وہ پران اپنی اپنی خدمات موقوفہ کے انجام دینے کو اُلٹ گئیں
اور آوہن موقع پا کر ٹی ٹی نا کے پاس چلا گیا اور دو ایک قطرے عرقِ محبت کے اُسکی
ہلک پر چھڑکا کر ایک شعر اس مضمون کا پڑھا۔ کہ جاگئے پر جو چیز تجھے۔ دکھائی دے اسپر زرار
ہاں سے فریقہ ہو جانا۔

اب ہر سیا کا حال نیبے۔ جسے سزائے قتل سے بچنے کے لیے جو اسکے واسطے ڈیڑھی
سڑیس کے ساتھ نکاح نہ کرنے پر مجبور ہونے والی تھی۔ اپنے باب کے مکان سے نکل کر اُسی رات
جنگل کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور جنگل میں پہنچ کر لی سنڈر سے ملی جو اپنی جی کے مکان پر
اُسے لیجانے کے لیے عرصہ سے بیٹھا اسکا انتظار دیکھ رہا تھا۔ غرض کہ دو دنوں وہاں سے
ساتھ ہو کر چلے۔ اور منہورا اُنہوں نے نصف یعنی آدھا جنگل بھی طے نہ کیا تھا کہ ہر مہیا کے پیر
تھک گئے۔ اور لی سنڈر نے کہ اُس پیاری عورت کی از بس خبر داری رکھتا تھا۔ داور
عورت بھی ایسی کرا سکی محبت کے پیچھے اپنی جان خطرہ میں ڈالتے کچھ باک نہ کیا، سو اُسے
اُسکے اور کوئی چارہ نہ دیکھا کہ ایک اُونچے ٹیلے پر صاف جگہ تجویز کر کے اُسے

لیجا کر سٹایا۔ اور زور اٹھا حیلے پر اس کے نیچے آپ بھی لیٹ رہا۔ اور راستہ کی ماندگی سے لیٹنے کے ساتھ ہی انھیں نیند آگئی۔ اسی حالت میں پک کا آدھ سے گزرا ہوا۔ اور اس نے ایک لڑکا جو ان مرد کو جبکہ لباس اس کے نفس والوں کا ساتھ دہاں سوتا ہوا اور یہ دیکھ کر کہ ایک مبین عورت بھی اس کے قریب سو رہی ہے۔ یہ قیاس کیا کہ بیشک یہ وہی ذلیل عاشق ہے جس کے لیے اوہرنے نے مجھے بھیجا ہے۔ اور ان دونوں کے سو اسی دوسرے کو دہاں نہ دیکھ کر یہ خیال کر کے کہ جب اسکی آنکھ کھلی تو خواہ مخواہ پہلے اسی عورت پر پڑ گئی بے تکلف گل ارغوانی کے دو ایک قطرے اسکی آنکھوں میں ڈال دیے۔ لیکن اتفاق سے ہلینا کا دہاں گزر ہو گیا۔ اور بجائے ہر سیا کے پہلے اسی پر آئی سندر کی نظر پڑی۔ اس علم عشق کی سچ لائتیری پر حیرت آتی ہے کہ آنکھ کے کھلتے ہی ہر سیا کی طرف سے اسکا دل بالکل بکھلا اور ہر باربان سے ہلینا پر فریفتہ ہو گیا۔

لی سندر اگر اپنے جاتے پر پہلے ہر سیا کو دیکھتا تو البتہ پک کے پھول سے اس عشق پکائے کا کچھ نتیجہ نہ نکلتا۔ کیونکہ جتنی محبت اس عورت سے اسے تھی اس سے بڑھ کر کوئی ممکن نہ تھی۔ لیکن اتفاق کو کیا کیجیے کہ پہلے ہلینا پر اسکی نظر پڑ گئی۔ جس سے وہ اپنی خاص محبوبہ ہر سیا کو رات میں تنہا سوتا ہوا اس جنگل میں چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ ہلینا نے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) ڈی ڈی می ٹرس کو دہفتہ بھاس گئے دیکھ کر اس کے تعاقب میں خود بھی دوڑنا چاہا۔ مگر عموماً عورتوں سے زیادہ دور تک بھاگ سکتے ہیں۔ غیر مادی رفتار میں وہ کمان تک ساتھ پہنچ سکتی تھی۔ تھوڑی دور جاتے جاتے ڈی ڈی می ٹرس تو نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور وہ بیچاری دایوس ہو کر ادھر ادھر سے بھاگنے لگی۔ پھرتے پھرتے اتفاق سے اُدھری اٹھلی جان لی سندر پہور ہا تھا۔ اور دیکھ کر کہا۔ ہیں۔ لی سندر

یہاں کہاں بیٹا ہے۔ بے سوتا ہے یا مریا گیا۔ اور پھر آہستہ سے ہلا کر کہا۔ جناب زندہ ہوں تو اٹھیں۔ اسپرٹی سنڈرس نے آنکھیں کھول دیں۔ اور طلسم محبت کے اثر سے غوراً غلاف دستور کلمات و میرت کے فقرے سمجھ سے نکالنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ ہر سیا کو تیسے حسن و خوبی میں وہی نسبت ہو جو فاختہ کے ساتھ بہاڑی کو تے کو ہوتی ہے۔ میرے دل میں تمہاری محبت کی یہ کیفیت ہو کہ اگر میرے آگ میں کو دھڑلے سے تمہاری کچھ تھوڑی دیکھو ذرا ایک نین۔ غرض کہ اسی طرح کی بہتری باتیں کر گیا۔ بلینا بخوبی جانتی تھی کہ میری ہسپتلی ہر سیا سے یہ نکاح کرنے کا پورا وعدہ کر چکا ہے۔ اور اسی کی فکر میں ہسپتلی آئے اپنی طرف یوں تسفت باکر کمال افرودنہ ہوئی۔ اور (جہاننگ اسکی سمجھ میں آیا) سمجھی کہ لی سنڈرس اسوقت مجھے مانتا ہے۔ اور آرزو وہ ہو کر بولی جب ہر کسی کی نظر میں دلیل و خوار ہوئی بلکہ مجھے رہنا تھا تو میرا وجود ہی کیا ضرورت تھا۔ کیا یہ کم کر ڈی می ٹرس کی نظر اوقات اپنی طرف میں ایک مرتبہ بھی نہیں بھیر سکتی۔ اسکے سمجھ سے ایک ایسی بات بھی نہیں سن سکتی۔ جو آپ اس طرح دلیل طور پر میرے ساتھ دل لگی رو اور کہتے ہیں۔ غلطی میں تھی جو انکے آپ کو سنڈرس کا سردار سمجھے ہوئے تھی۔ غرض کہ حالت غضب میں یہ سب کتنی ہوئی وہ ایک طرف کو چل نکلی۔ اور اُسے جاتے دیکھ کر لی سنڈرس بھی ساتھ بولیا۔ اور اپنی ہر سیا کا جواب بھی تکس دین سو رہی تھی فوراً بھی خیال نکلا۔

ہر سیا کی جب آنکھ کھلی تو اپنے کو تنہا پا کر بہت ڈری۔ جھجک میں ادھر ادھر سے تلوڑھو نہ تھا کہ چہ نہ ملا کہ لی سنڈرس کہاں ہے اور کہہ کر مجھے اسکی تلاش میں جانا چاہیے۔ اسی اثناء میں ہی می ٹرس ہر سیا کے رقیب کے ملنے سے ایوس ہو کر ادرا لکی تلاش بے سود میں پیر بھکا کے سو رہا تھا کہ ادبرن کی آسیرنگا پیری۔ ادبرن نے چند سوالات کر کے دریافت کر لیا تھا کہ پک نے طلسم محبت کے استعمال میں غلطی کی۔ اور کسی دوسرے شخص کی آنکھ میں وہ عرق پڑا۔ اسلیے اب ڈی ٹری کے بسکے واسطے پہلے قن محبت کی تجویز کی گئی تھی سوتا پا کر ادبرن نے خود اپنی ہاتھ سے اسکی آنکھ میں عرق محبت کے

وہ ایک قطرے ٹپکا دیے۔ آنکھ کھلنے پر پہلی چیز جو اسے دکھائی دی وہ ہلینا تھی۔ اسلئے مثل آئی سنڈر کے اسکی نشان میں یہ بھی عشق و محبت کے فقرے مہا بننے کے ساتھ منہ سے نکالنے لگا۔ اسی حالت میں آئی سنڈر بھی گھومتا پھر تاد بان پہنچا جسکے پیچھے لگی ہر سیا بھی (کیونکہ ایک کمبخت کی غلطی کا یہ نتیجہ تھا کہ ہر سیا اپنے عاشق کے پیچھے دوڑی چلی آتی تھی) آرہی تھی۔ چونکہ آئی سنڈر اور ڈی می ٹرس دونوں ایک ہی طلسم سخت میں گرفتار تھے اسلئے ہر ایک انہیں سے اپنی ہلینا پر فریقہ ہونے کا لطف بیان کرنے لگا۔

اُنکی حرکتیں دیکھ کر ہلینا کو کمال حیرت ہوئی اور وہ سمجھی کہ لی سنڈر۔ ڈی می ٹرس اور پیار ہی ہر سیا یہ سب کے سب ملکر مجھے بنا یا جاتے ہیں۔

ہر سیا کچھ ہلینا سے کم متوجہ نہ تھی۔ اور غور کرتی تھی کہ آئی سنڈر اور ڈی می ٹرس جو پہلے دونوں میرے عاشق زاکر تھے وفتہ گیون ہلینا پر یوں فریقہ ہو گئے اور ہر سیا اس معاملے کو مسخرا بن نہیں سمجھتی تھی۔

آن عورتوں میں کہ پہلے غایت درجہ کا اخلاص تھا۔ اب ان اسباب نا اتفاقی سے باہم کھٹکوتنخس آمیز شروع ہوئی۔

ہلینا نے کہا۔ نامہ زبان ہر سیا۔ یہ یحییٰ نے آئی سنڈر کو لگا دیا ہے کہ میری ہجومیج مناسا کر مجھے چھڑتا ہے۔ تمہارا دوسرا عاشق ڈی می ٹرس جو مجھے یا پوش کے برابر بھی نہیں سمجھتا تھا کہیں آئے میرے بنائے پر آمادہ نہیں کیا ہے جو دی۔ نیف۔ کم باب بیش بہا۔ اور بہشتی۔ ایسے ایسے الفاظ کے ساتھ مجھ سے خطاب کرتا ہے اگر تھیں ہر سیا چھڑنے پر اسے برا لگتی نہ کیا ہو تو مجھ ایسی کی نشان میں جس سے وہ کمال نفرت رکھتا ہے ہر گز وہ ایسے کلمے منہ سے نہ نکالتا نہ زبان ہر سیا اپنے غریب و دوست کے چھڑنے میں مردوں کا ساتھ دینا یحییٰ ہر گز زیب نہیں دیتا۔ کیا ہماری طالب علمی کی رفاقت کو تھنے دل سے تھلا دیا بارہا ہم نے ایک ہی

مکیہ سے اُلتنگ کرتیں گا فی ہونگی۔ اپنی سہیون سے ایک ہی طرح کے بھول
یکساں محنت و سرگرمی کے ساتھ بندے ہونگے۔ باد کر و کسی خوش دلی خوش
حالی کے ساتھ ہم تم ساتھ پرورش پاتے تھے۔ کہ ہیشکل ہم تم و معلوم ہوتے
تھے کیا تمہیں یہ سب باتیں یاد نہ ہیں۔ ہر سیاہ شایان دوستی و مقصدائے انسانی
نہیں ہے کہ تم اپنے غریب و دوست کی حقارت کرنے میں مردوں کا یوں ہونا
دینے لگو۔

ہر بیانے کہا کہ میں تمہاری زور و رنجی سے سخت حیران ہوں۔ میں تو کیا تمہاری
حقارت کی روادار ہونگی۔ ہاں تم البتہ مجھے حقیر سمجھتی ہو۔ کہینا نے کہا اچھا جو بیٹا ہے کر
تمہارا کر و کیجو۔ اور جب میں مٹاؤں پھر بھی ہوں تو تمہے بگاڑ کر میری طرف دیکھو۔ اسپسین
چنگین کر و تسخیر میں مجھے اڑاؤ۔ اگر تم میں کچھ بھی رحم خجیدگی امتیاز ہو تا تو میرے
ساتھ ایسا برتاؤ تمہیں پسند نہ آتا۔

ادھر ملینا اور ہر مہا میں شکر رنجی کی باتیں ہوئے ملگین۔ اُدھر ڈی جی ٹرس اور آئی سڈر
اسپسین ملینا کے لیے لڑنے کو اسی گل میں ایک طرف چلے گئے۔

جب ان عورتوں نے دیکھا کہ ہمیں چور کر و چل دیے تو اس کا جھگڑا بند کیا۔ اور غریب
ہو کر ایک بار پھر اپنے عاشقوں کی سبجیوں میں انوروی اختیار کی۔

انکے جاننے کے ساتھ ہی شاہ پر یزاد گان نے جو پک کو بیس یہ سب جھگڑے
دیکھ کر اتھاڑاں سے کہا۔ پک یہ سب تمہاری ہی غفلت کا نتیجہ ہے یا تم نے شرارت سے یہ سب
کیا۔ پک نے کہا بادشاہ سلامت تعین انیسے میں نے قصداً ایسا نہیں کیا۔ آبی انصاف جیسے آپسے
نہیں کہتا کہ اسے شخصوں کی پوش سے تم اس می کا پتا لگا لو گے۔ غیر اسکا کچھ فوسوں بھی جیسے نہیں ہو۔
کیونکہ کچھ جگہ ہے فقیر میرے نزدیک مدح سے خالی نہیں ہیں۔ اوبہن نے کہا نے ابھی دیکھا ہے کہ ڈی
جی ٹرس اور آئی سڈر اسپسین لڑنے کا موقع تلاش کرنے گئے ہیں۔ میں حکم دیتا ہوں کہ

تم اس رات کو ایسا تاریک کرو تا کہ یہ عاشقان جنگجو اور صحرادور بھٹکتے پھریں۔ اور ایک کو دوسرے سے ملاقات نہو۔ اور ایسی حکمت کرو کہ ہر ایک کے کان میں دوسرے کی آواز بخوبی پہنچے۔ اور اس طرح انھیں اپنی تندہی و غضب کی آوازیں سناؤ کہ ہر ایک کو اپنے مخالف کی آوازیں معلوم ہوں اور دونوں ہتھارے پیچھے لگ چلیں اور یوں ہی پھر کر انھیں یہاں تک حیران کرو کہ تنگ کر بیٹھ جائیں۔ اور جب دیکھو کہ وہ سو گئے تو اس دوسرے پھول کا عرق لی سندھ کی آنکھوں میں ٹپکا دینا جہیں جا گئے پر وہ ہلنیا کے عشق و محبت کو بالکل بھول جائے۔ اور بدستور سابق ہر سیٹیا کا عاشق ہو جائے۔ اور پھر وہ عورتیں اپنے عاشقوں سے مل کر لطف اٹھائیں۔ اور واقعات گذشتہ کو خواب پریشان تصور کریں۔ پکت دیکھو عجلت سے یہ کام انجام دو۔ اتنے میں جا کر ٹی ٹی نا کا حال دیکھتا ہوں کہ وہ کس پر فریفتہ ہوئی۔

ٹی ٹی نا ہنوز خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئی تھی کہ او برن وہاں پہنچا اور دیکھا کہ اُس کے قریب ایک دہقان بھی جو راستہ بھول کر کہیں سے وہاں آ گیا تھا، پڑا سو رہا ہے۔ او برن نے اسے اچھی طرح دیکھ کر سوچا کہ یہ شخص ضرور ٹی ٹی نا کے عشق کے قابل ہے۔ اور گدھے کا ایک سر لا کر اُس کے سر پر اس صفائی سے جمادیا گویا وہ قطرہ گدھے کا سا سر لیکر پیدا ہوا تھا۔ گو اس سر کے جانے میں او برن نے بہت ہی ہمتگی سے کام لیا۔ مگر پھر بھی اس دہقانی کی آنکھ کھل گئی۔ اور اٹھ کر اسی ٹیلے کی طرف چلا جہاں ملکہ پر ہی رخاں پڑی سو رہی تھی۔ لیکن او برن نے جو اس کے ساتھ کیا تھا اس کا کچھ خیال نہ کیا۔

ٹی ٹی نا کی آنکھ کھلتے ہی اس گل ارغوانی کے عرق نے اپنا اثر دکھلایا۔ وہ بولی ہیں۔ میں فرشتہ تو نہیں دیکھتی۔ اور اس سے پوچھا۔ کیا تم میں جتنا حسن ہے۔

اتنی ہی عقل و ہوشیاری بھی ہے۔

اُس احمق دہقان نے جواب دیا۔ کہ اگر اس جنگل کے باہر نکلنے کے لائق مجھ میں عقل ہوتی تو کیا میں اپنے گھر نہ لوٹ جاتا۔

ملکہ کہ آپس میں بد بختی و نفرت ہو گئی تھی یہ سنکر بولی۔ جنگل سے باہر جانے کا ارادہ نہ رکھو۔ میں کچھ ایسی ویسی پرہیزگار بنیں ہوں میں تمہیں چاہتی ہوں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ کتنی پرہیزگاری خدمت کو مقرر کر دیتی ہوں۔

اسکے بعد اُسے چار پرہیزگاروں کو آواز دی جنکے نام پیس بلاسم۔ کوئب مانتھ۔ مسٹر ڈیڈ تھے۔ اور اُن سے کہا تم سب اس آدمی کی خدمت کے لیے مقرر کیا جاتی ہو۔ کہ جب اسکا جی گھبراتے تو ہوا کھلا لانا۔ تمہارے ہاڑی و ہلا دینا۔ انکو روز ردا تو ہمیشہ اسے لالا کر کھلانا۔ اور کبھی کبھی شہد کے چھتے بھی اُسکے

واسطے توڑ لا دیا کرنا۔ اور پھر اُس دہقان سے کہا۔ قریب آکر بیٹھو تمہارا روئین وار چہرہ مجھے بہت ہی بھلا معلوم ہوتا ہے اور بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہتا ہے میرے خوبصورت گدھے تمہارے لیے بے کان چوسنے میں اپنی غایت مسرت سمجھتی ہوں۔

اُس گدھے دہقان نے پہلے پیس بلاسم کو پکارا کیونکہ ملکہ کی راز و نیاز کی باتیں اُسے ایسی بھلی نہین معلوم ہوتی تھیں۔ جیسے کہ نئے خدمتگاروں پر اُسے حکومت جتاتے اچھا معلوم ہوتا تھا۔

پیس بلاسم اپنا نام سنکر حاضر ہوئی۔ اور اُس دہقان نے سر کھجائے کی خدمت اُسے تفویض کی۔ پھر اُسکے بعد کوئب کو بلایا۔

جب وہ آئی تو کہا دیکھو وہ سانپ اپنے پر ایک مُرخ کھینچ بیٹھ ہے جاکر مارو اور شہد کا چھتا توڑ لاؤ۔ اُسکی تلاش میں بہت وقت نہ اٹھانا۔ لیکن اس بات کا

Dearest
to
ob-well
moth
mustard

ضرور لحاظ رکھنا کہ وہ پیشے نہ پائے۔ کیونکہ اگر وہ تھے ٹوٹ گیا اور سارا تمہارا جسم شہیدین بھر گیا تو میری آرزو کی کاسبب ہوگا۔ اور دیکھو سٹر ڈیڈ کہاں ہے۔

سٹر ڈیڈ حاضر ہوئی اور پوچھا کیا حکم ہے۔ دہقان نے کہا کہ میں نے تمہیں ایسے بلایا ہے کہ پتیس بلاسم کے ساتھ تم بھی بیٹھ کر میرا سر کھجلاؤ۔ اور پھر کہا سٹر ڈیڈ ابھی مجھے جہام کے پاس جانا ہے۔ نہ معلوم یہ کیسے روئین میرے چہرے پر جم آئے ہیں۔

ملکہ نے پوچھا۔ پیارے کیا شے کھانا چاہتے ہو۔ میرے پاس ایک ایسی جان باز پرسی ہے کہ اگر اس سے کہا جائے تو گلہری کی رکھی چیز بھی وہ اٹھا کر لاسکتی ہے۔ اگر کو تو کچھ بادام داخلہ و غیرہ اس سے منگوادیے جائیں۔

گدھے کے سر جا دیے جانے سے اس دہقان کی بھوک و خواہش بھی کچھ ویسی ہی ہو گئی تھی ایسے اسنے کہا۔ کچھ نہیں تو تھوڑے سے خشک سٹری چاب لو لکھا۔ اپنے آئینہ کو میرے لیے حیران کر دو۔ اسوقت مجھے نیند آرہی ہے۔

ملکہ نے کہا نیند آتی ہے تو آرام کرو۔ آؤ پٹنا کر تمہیں سلاٹون۔ میں کہ نہیں سکتی کہ تمہیں پیار کرنے کو میرا کس قدر جی چاہتا ہے۔ اور تمہارے عشق میں کس درجہ میں از خود رفتہ ہو رہی ہوں۔

ملکہ جب اس دہقان کو اپنی گود میں لیکر سوئی۔ تب او برن کہ اسی وقت کا منتظر تھا اس طرح کہ وہ دہقان نہ دیکھ سکے اپونچا۔ اور بہت کچھ محنت و ملامت کی اور کہا تم پرسی اور یہ گدھا۔ تمہارا اس درجہ اسپر کمقت ہونا ہرگز زیب نہیں دیتا۔

ایسی حالت میں وہ او برن کی باتوں کا کیا جواب دیتی۔ جبکہ دہقان صریح اسکی گود میں سر سے پھولوں کا ہار پہنتے ہوئے آرام کر رہا تھا۔

اس طرح محنت و ملامت کرنے کے بعد او برن نے پھر اس لعل مبدل صورت کا ذکر چیرا سچو نکا اپنے نئے مشوق کے دیکھ لیے جانے سے ٹی ٹی نا اسوقت سخت

نخل و شہرندہ تھی اسلئے اپنے سردار سے اسکے نہ دینے پر جرات نہ کر سکی۔

ادب بن نے جب اس طرح وہ لاکھ غلام بنانے کے لیے جسکا عزمہ سے خواہشمند تھا پالیات بتی ٹی ناکی حالت ذلیل چرمین اسی کی حکمت و مخراپن سے وہ مبتلا ہو رہی تھی نجات دینے کی فکر میں ہوا اور ایک دوسری قسم کا پھول لاکر اسکا حرق اسکی آنکھوں میں ٹپکا دیا جس سے اسکی طبیعت حالت اصلی پر آگئی اور اپنے فریقہ میں جانے پر اسے کمال حیرت ہوئی۔ اور کہا۔ ہین۔ مجھے کیا ہوا کہ اس عفریت سے مجھے دقت و نفرت ہو گئی۔

پھر ادب بن نے اس و ہقان کے سر سے گدھے کا سر اتار پھینک دیا۔ اور جس طرح وہ سوتا تھا اسی طرح چھوڑ دیا۔ گراتنا فرق ہوا کہ گدھے کے سر سے آدمی کا سر ہو گیا۔

غرض کہ ادب بن اور ٹی ٹی نامین اب اچھی طرح مصالحت ہو گئی۔ اور ان عاشقوں کی کیفیت اور ادھی رات کا آنکھ جھکنا ادب بن نے ٹی ٹی نا کو سنایا جسے سنکر اسنے کہا چلو ہم بھی چلیں۔ دیکھیں انمین اب کیا ہوتا ہے۔

پادشاہ اور اسکی ملکہ نے اگر دیکھا کہ میدان میں وہ چاروں ذرا ذرا فاضلے گھاس پر پڑے سو رہے ہیں کیونکہ ایک مرتبہ دعو کا اٹھانے سے اس مرتبہ پک کو بڑی احتیاط نظر تھی۔ اور بڑی محنت و مستعدی سے اسنے سب کو یکساں کیا تھا۔ اور اس بات کا بھی خیال رکھا تھا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ پائے۔ اور نہایت ہوشیار می و صفائی سے۔ جیسا کہ اثر طلسم کے زائل کرنے میں اسے پادشاہ نے ہدایت کی تھی۔ لی سنڈر کی آنکھوں سے اثر جادو کا کھو چکا تھا۔

سب کے پہلے ہر میاکی آنکھ کھلی اور اپنے لی سنڈر کو اپنے پاس سوتا پا کر بڑے غور سے دیکھا۔ اور اسکی بے ثباتی طبیعت پر کمال متحیر ہوئی اسکے حقوڑی ہی ویر بہ

لی سندر نے بھی آنکھ کھول دی اور اپنی پیاری ہرمیا کو اپنے نزدیک بیٹھے دیکھ کر
محبت سے پیش آیا۔ اور اسکی باتوں میں اب پیوں کے جادو کا کچھ بھی اثر پایا گیا
اسکے بعد اُمین سے ہر ایک نے دوسرے سے رات کا اجرا بیان کیا اور کہا یہ بات
کیسی واقعی تصور کی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تم دونوں نے ایک ہی خواب
پیریشان دیکھا ہے۔

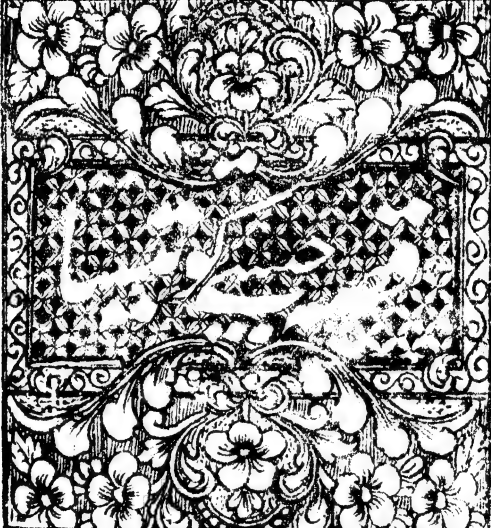
اسکے بعد ہلینا اور ڈی می ٹرس بھی اُٹھے۔ اور چونکہ خواب نوشین نے ہلینا کی
جھنجھلاہٹ و آخر وختگی کم کر دی تھی۔ اسلئے اُس نے نہایت مسرت و اطمینان سے
ڈی می ٹرس کے عشق و محبت کی باتیں سُنیں۔ گو اُس خوشی کے ساتھ کسی قدر حیرت
بھی ملی ہوئی تھی۔ مگر اس بات کا اُسکے دل میں ذرا بھی گمان نہ تھا کہ ڈی می ٹرس ظاہر داری
کی باتیں کر رہا ہے۔

اُن عورتوں میں اب رقابت ذرا بھی باقی نہ رہی اور جیسی دوستی تھی ویسی ہی
پھر قائم ہو گئی۔ اور جتنی بے لطفیاں اُمین ہوئی تھیں وہ سب دونوں سے بھلا دی گئیں
اور باطمینان بیٹھ کر اب اُمین یہ مشورہ ہونے لگا کہ باعتبار وقت و حالت ہمیں کیا کرنا
چاہیے۔ سمجھوں نے اس راے سے اتفاق کیا کہ جب ڈی می ٹرس نے ہرمیا کو
لاوا اسکی اختیار کی تب اسے چاہیے کہ ہرمیا کے باپ کو جا کر اس امر کی غیب
دے کہ وہ اپنی بیٹی کے خون سے جو اُسکے لیے تجویز ہو چکا ہے باز آئے۔ ڈی می ٹرس
اس کار خیر کے لیے اسے تحفہ نوٹ جانے کی تیاری ہی میں تھا کہ اسے جس پر
ہرمیا کے دکھائی دینے سے جو اپنی دختر مغرور کی تلاش میں جھگ کی طرف آتا تھا
سب کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

جب اسے جس نے دیکھا کہ ڈی می ٹرس میری لڑکی سے نکل نہ کرے گی تب
اُس نے لی سندر کے ساتھ اُسکے نکل ہونے میں مخالفت کرنا مناسب نہ تصور کیا۔

سمناسکرم کا فضل خلاصہ روزنامہ
بن شمس مبین بن ولین و مبین بن

یہ انگریزی کتابیں فرام کیسیر کی مجیدہ انسانہ و پذیر کے بمثل قصوں میں کیا تیر جوان
و عجیب فسانہ جو حقیقت میں حکمت آموزی کا ذخیرہ ہے موسوم بہ

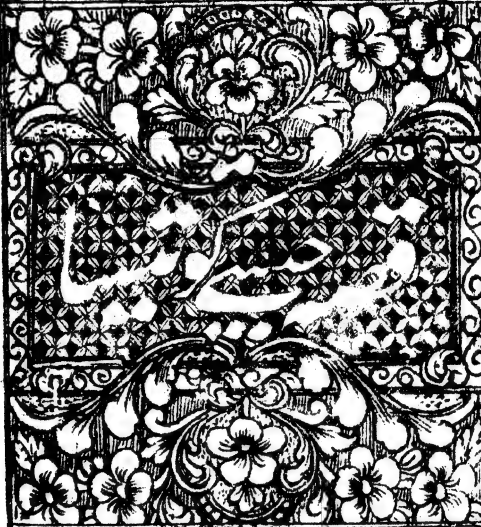


بسمو علیہ السلام مولوی محمد احسان اللہ صاحب چریاکوٹی وکیل منصفی بانس کاٹون
تخلیہ نو رکھنے بایا و طبع او دم اخبار مجاورات سلیس انگریزی پر اردو میں ترجمہ کیا

مطبع میٹھی نوشی نوکشی و اس کا پوڑی بہ طبع
مطبع میٹھی نوکشی و اس کا پوڑی بہ طبع

سورج صبا کے رسم کا فضل خلاۃ روز ما
بن پانچ مکین ان ویش و مین ان

یہ انگریزی کتاب تیس فرام حکیم کی مجموعہ فسانہ و لہجہ کے میل تصور میں کا تیرھواں
و عجیب فسانہ حقیقت میں حکمت آموزی کا اثر انداز ہے موسوم ہے



اسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب چر یا کوئی وکیل منصفی بانس کا تون
سے لے کر کچھ دے پایا ہو علیچ اودم اخبار مجاورات طلسم انگریزی ہزار وین تر کر کیا

مطبع می نشی نوک شومع ان کا پور مہر بہ طبع

اسکی رعایت ضرور کرنی چاہیے۔ لیکن انگلو نے ان باتوں پر ذرا ہی ملاحظہ کیا اور جواب دیا کہ میں تانوں کو شیر چربی بنانا ہرگز نہیں پسند کرتا جس سے اولیٰ اول تو مرغان شکاری کو ڈراتے ہیں۔ مگر جب وہ دیکھ لیتے ہیں کہ یہ بے ضرر چیز ہے تو جیسے اسکے کہ وہ اسے دیکھ کر دین اور بھاگین اُس پر ان کو میٹھتے ہیں۔ میرے نزدیک جب وہ مجرم ہے تو اُس پر ہرگز رعایت نہیں ہو سکتی۔

کلاؤٹو کا ایک دوست لیدیوائس سے ملنے کو قید خانہ میں گیا۔ عند الملاقات اسنے لیدیوائس سے کہا کہ میں ایک کام تمھارے تعلق کرتا ہوں براہ عنایت تم اسے مجھ سے تمام انجام دو۔ اور وہ کام یہ ہے کہ میری بہن اہل کے پاس جاؤ۔ غالباً سٹیٹ کلیئر کی خانقاہ میں اس سے ملاقات ہوگی۔ اور جب ملاقات ہو تو میری ساری کیفیت بیان کرو۔ اور میری طرف سے بات چیا اس سے کہو کہ نواب کے قائم مقام سے وہ رابطہ پیدا کرے۔ اور اپنے سامنے ہی اسے انگلو کے پاس بھیجا۔ مجھے اُس پر بہت بھروسہ ہے کیونکہ انھار انگلو میں وہ بخوبی متصدیر براری کی صورت نکال سکتی ہے اور اپنی باتوں سے نواب کو اچھی طرح مانسی کر سکتی ہے۔ اسوار اس کے فوجیوں کے سرخ و اہل میں ایک عجیب اثر پہنان ہوتا ہے جو بے کے منے مرووں کے دل اپنی طرح پھیر لیتا ہے۔

اہل اُس روز احکام مذہبی سکھنے کے لیے ابتدا خانقاہ میں (جیسا کہ اسکے بھائی نے کہا تھا) داخل ہوئی تھی۔ اور مدرسہ مذہبی میں داخل ہو کر وہاں کے قاعد کے موافق شریک ہونے کے فکر میں تھی۔ اور استاینون سے وہاں کے ضوابط و قواعد دریافت کر رہی تھی۔ کہ سیوکی آواز اسکے کان میں پہنچی۔ جس نے اُس خانقاہ میں داخل ہو کر کہا یہ بھی کیا امن کی جگہ ہے۔ اہل نے کہا یہ کس کی آواز ہے۔ استانی نے کہا یہ ایک مرو کی آواز ہے۔ جاؤ تو سہی دیکھو کیوں آیا ہے۔ تم تو

ملکہ
Saintclair

جاسکتی ہو مگر میں نہیں جاسکتی لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ جب تم بیان شریک ہر یک میں تو بلا جھجکا
 سرور خانقاہ کے متعین اس سے باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اور اگر بولو بھی تو متوجہ چھاؤں
 ورنہ ستم کھولنے پر بولنا حرام ہے۔ اسل نے کہا۔ اُستانی کیا اس سے زیادہ اختیار
 نہیں ہے۔ اُستانی نے جواب دیا کیا اتنا غلط ہے۔ اسل نے کہا آپ بجا کہتی ہیں مگر
 مجھے اس سے زیادہ کی خواہش نہیں ہے۔ میرا دریا یافت کرنا صرف اسلے ہے کہ
 یہاں کے دستور سے بخوبی واقفیت ہو جائے۔ اور معلوم ہو جائے کہ عورتوں کو
 یہاں داخل ہونے پر کن کن باتوں کی پابندی لازم ہے۔ پھر سبکی آواز سنیں سنائی دی
 اور اُستانی نے کہا دیکھو چھ آواز آئی جاؤ سُنو کیا کہتا ہے غرض کہ اسل کے پاس گئی
 اور اُسکے سلام کے جواب میں بولی۔ یہ کون کھڑا اسن و کامیابی مناتا ہے۔ سیو پنکر
 کمال اوب سے اُسکے پاس آیا۔ اور کہا واہ رمی و دینگری رخسارے کیا ہیں گلاب کے
 پھول ہیں۔ اور پوچھا کیا تم مجھے کلاؤ دیو بد بخت کی بہن اسل سے ملا سکتی ہو جو آج ہی
 کل یہاں داخل ہوئی ہے۔ اسل نے یہ شکر کہ بد بخت کیا سنے۔ اسل اسکی بہن تو
 میں ہی ہوں۔ اُسے جواب دیا کہ تمہارا بھائی قید میں ہے اور وہیں سے سلام لیکر تمہارے
 پاس آیا ہوں۔ یہ شکر اسل کو کمال حیرت ہوئی اور پوچھا کہو تو سی قید میں کیوں ہی
 لیٹوئے کہا کسی کی جان لڑکی کو بھگائے گیا تھا اسلے قید میں ہے۔ اُسے کہا مجھے
 ڈر ہے کہ وہ میری بہن جو کیٹ نو۔ جو کیٹ اور اسل میں کوئی قربت نہ تھی بلکہ
 ایام طالبہ امی کی محبت قائم رکھنے کے لیے ایک دوسری کو بہن لکھ کر نکالتی تھیں۔
 اور چونکہ اسل جانتی تھی کہ کلاؤ دیو کو جو کیٹ سے تعلق ہے اسلے اس خبر کے سننے پر
 ساتھ اسے کھٹکا ہوا کہ کہیں جو کیٹ ہی کی محبت نے اسے اس آئین ٹکٹی پر مجبور نہ کیا ہو
 سیو نے کہا ہاں وہی ہے۔ اسل نے اسپر کہا پھر وہ اسکے ساتھ نکاح کیوں نہیں
 کر لیتا۔ سیو نے جواب دیا کہ کلاؤ دیو تو بخوشی اس سے نکاح کر لیتا۔ مگر اُسکا

موقع کہاں ہے جب نواب نے اسی تصویر اسکی جان مارے جانے کا حکم دے دیا ہو۔
تاہم اگر تم مستعد ہو جاؤ اور نواب سے جا کر التجا کرو کیا بعید کہ کچھ اسکا دل ملائم ہو جائے۔
اور تمھارے بھائی نے مجھے صرف اسی لیے تمھارے پاس بھیجا ہے۔ اسلئے تم نے کہا
مجھ میں کیا ایسی قابلیت ہے کہ میں اسکی بھلائی کر سکتی ہوں۔ مجھے یقین نہیں کہ میری
طلاقت سانی سے کلاؤیک کا دل پھر جائیگا۔ لسیو نے کہا شک ہی سے تو ہم سب خراب
جاتے ہیں۔ اسی کی بدولت ہم بہتر سے فائدہ من سے محروم رہ جاتے ہیں اور محبت
سے بچنے کے لیے کرتے نہیں۔ نواب کے پاس تم ضرور جاؤ۔ عورتوں کی آرزو و
وگر یہ وزاری سے خواہ مخواہ مردوں کے دلوں پر اثر ہوتا ہے۔ اسلئے کہا اچھا
جاتی ہوں۔ جو کچھ مجھ سے ہو سیکے گا وہ دیکھنے ہی میں آئیگا۔ اتنی ہی دیر مجھے ہوگی کہ سردار
خانقاہ کو اپنے جانے سے اطلاع دیدن۔ تم چلو انگلو کے پاس میں پہنچتی ہوں۔
بھائی کو میری طرف سے بہت کچھ کہ سن دینا۔ رات ہوتے ہی میں اپنی کامیابی سے
آسے مطلع کر دوں گی۔

اسلئے عجلت تمام محل شاہی کی طرف روانہ ہوئی اور وہاں پہنچ کر دوزانو نواب کے
پاس بیٹھ گئی۔ اور کہا کہ میں ایک مصیبت زدہ ہوں اگر حضور میری عرضداشت کی طرف
توجہ ہوں۔ انگلو نے پوچھا تمھاری کیا درخواست ہے۔ اسپر اسنے اپنے بھائی
کی جان بخشی کے لیے نہایت ہی بجا جت سے درخواست کی۔ انگلو نے جواب دیا۔
اب کچھ سوچیں سنا کیونکہ اس کے قتل کی تجویز ہو چکی۔ اسکی گردن ضرور ماری جائیگی۔
اسلئے تم نے کہا۔ او مصنف عادل نہایت سخت قانون ہے۔ میرے ایک ہی بھائی
تھا خیر۔ اللہ آپ کا جاہ و حشم قائم رکھے۔ اور یہ لکڑوہاں سے چلی۔ لسیو کہہ سکے
ساتھ ہی تھا اسے اس طرح پھرتے دیکھ کر لولا۔ بس ہرچکا۔ پھر جاؤ۔ خوب اچھی طرح
التجا کرو۔ دوزانو اس کے سامنے بیٹھ جاؤ اس کے کپڑے سے چمٹ جاؤ۔ ٹکڑا بالکل

ڈھنگ نہیں معلوم اگر ایک سوئی بھی کوئی کسی کے پاس مانگنے جاتا ہے تو ایسی ہی ہوتی آواز سے درخواست نہیں کرتا۔ اسلئے یہ سنگ پیر کلاڈیو کے سامنے دوڑا تو جا بیٹھ گئی۔ کلاڈیو نے کہا کہ اُسکے واسطے حکم نہ اسے موت مار دو چکا اب کیا ہو سکتا ہے۔ اسلئے نے کہا کیوں نہیں۔ میں جو بات منہ سے نکالوں کیا پھر اسکے رو کر دینے پر قادر نہیں ہوں۔ حضور انکو خوب خیال فرمائیں۔ استقلال امر ارتاج شاہی تلوار علامت شاہی۔ مارشل کا عصا اور ججون کا جتہ۔ سرداروں پر اتنا ضرب نہیں معلوم ہوتا جتنا ہم کو سے پیش آنا آپر بھلا معلوم ہوتا ہے۔

ہنگو نے کہا براہ مہربانی آپ تشریف لیجائے کہ اسلئے نے اسپر بھی اپنی تقریر ختم نہ کی اور کہنے لگی کہ اگر میرا بھائی آپ سا ہوتا اور آپ میرے بھائی سے ہوتے۔ تو ممکن تھا کہ آپ سے تصور ہو جاتا جیسا کہ اس سے ہوا۔ گروہ آپ کی طرح ہرگز سخت گیر نہ ہوتا۔ خدا سے ہوتا آپ کا اقتدار مجھے مل جاتا اور آپ اسلئے ہوتے۔ تو کیا اسوقت بھی ایسا ہی ہوتا جنہیں میں آپ سے اسوقت کہتی کہ حاکم ہونا کیسا ہوتا ہے اور قیدی ہونا کیسا۔ یہ سن کر ہنگو نے کہا عورت صبر کر کچھ مین نے اپنی طرف سے حکم نہیں دیا ہے۔ یہ قانون کا حکم ہے۔ میرا کوئی رشتہ دار یا بھائی یا لڑکا ہوتا تو اُسکے ساتھ بھی ہی ہوتا و کیا جاتا۔ کل وہ ضرور قتل کیا جائیگا۔ اسلئے نے کہا میں کل ایسی عجلت کیا ہے۔ اسے چھوڑ دو یہ بھی مرنے کی تیاری اس نے ابھی تک نہیں کی ہنگو گٹھ جوگ کے لیے کوئی جانور زنج کرتے ہیں تو اسکو بھی سمجھ بوجھ کر محل موقع دیکھ کر۔ نہ کہ خدا کے لیے ہم اتنی بھی احتیاط نہ کریں جو ہم اپنے خراب کاموں میں ہمیشہ کرتے ہیں۔ بہت بہتر حضور۔ مگر اتنا خیال رکھیے کہ آج تک میرے بھائی کے سے قصور میں کوئی بھی مارا نہیں گیا ہر چند کہ بتیروں نے ایسا کیا۔ چنانچہ آپ وہ پہلے شخص ہیں کہ ایسا حکم دیتے ہیں اور میرا بھائی پہلا وہ شخص ہے جس پر حکم نافذ پندیر ہوتا ہے۔ حضور والا اپنی طبیعت پر قیاس کریں۔ اور دوسرے

غور کریں اور دیکھیں کہ اُسکے افعال بالکل میرے بھائی کے سے ہیں اگر اُسکے نزدیک میرے بھائی کا فعل ایک فطرتی جرم پر مبنی ہو تو اُسکو اس امر کی اجازت نہ دینی چاہیے کہ کوئی ایسا خیال جو میرے بھائی کی عافیت کو مضر ہو اس میں جگہ پڑنے پائے۔ نسبت اور تمام تھریڈوں کے اہل اخیر کے جملہ نے انگلو کے دل پر زیادہ اثر کیا۔ کیونکہ اہل کے حسن و جمال سے خیالات فاسد اُسکے ولیمین پیدا ہو چکے تھے۔ اور کھاڈیلو کی طرح ارتکاب فعلِ شنیعہ کیا چاہتا تھا اس خیال فاسد سے اُس نے چاہا کہ اسٹیل کے پاس سے چلا جائے۔ لیکن اُس نے جانے نہ دیا اور پکارا آقا نامدار لوٹ آئیے۔ سُنئے تو سہی کیا نے میں آپ کے لیے پیش کش کرتی ہوں۔ میرے اچھے سردار لوٹ آئیے۔ اٹھو یہ سُنکر متبہ ہوا کہ مجھے یہ راشی سمجھتی ہے اور بولا پیش کش کرنا کیسا اہل نے کہا کہ ایسا تحفہ پیش کش کروں کہ خدا بھی اُسکے لینے میں آپ کا شریک ہو۔ کوئی طلائی آبا نہیں ہے اور نہ کوئی چمکیلا پتھر ہے جسکی قیمت پسند پر کھڑی جڑھتی رہتی ہے بلکہ وہ تحفہ سچے دل کی دعا ہے جو خدا کی بارگاہ میں طلوع آفتاب سے پہلے پہنچ جائیگا۔ اور دعا بھی کسی کی روزہ وار و ریشیزہ کی محفوظ دل سے جسکی طبیعت کو دنیاوی امور سے یکجہ بھی تعلق نہیں۔ انگلو نے یہ سُنکر کہا اچھا کل تم آنا۔ کسی قدر مہلت جو اُسکے بھائی کے قتل کے جتنے میں لی اور اُسکی عرضداشت کے پھر سماعت ہونے کا وعدہ ہو گیا تو وہ خوش خوشی وہان سے روانہ ہوئی اور امید کی کہ انگلو کے سخت دل پر مین اخیر میں ماب آؤ گی۔ اور چلتے وقت دعائیں دیتی گئی اللہ تمہارے آپ کی عزت بنائے رہے وار و درہ قائم رکھے۔ جسے سُنکر انگلو نے اپنے ولیمین کا تم سے اور تمہاری فطرت سے پناہ میں رکھے۔ اور پھر اپنے خیالات فاسد سے دہشت زدہ ہو کر کہنے لگا این یہ کیا ہے۔ مین اسپر فریقہ ہوں کہ پھر اُسکی گفتگو سُننے کا اشتیاق رکھتا ہوں۔ اور اُسکی آنکھیں دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ مین خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ کبھی کسی بدچلن عورت نے

بھی تو ایسا میرے دل کو بے اختیار نہیں کیا جیسا کہ یہ عورت پاک دامن ہو کر بالکل مجھے اپنے قابو میں کیے لیتی ہے۔ حالانکہ میری ابھی تک یہ کیفیت تھی کہ لوگوں کو عاشق ہونے پر مین ہنستا اور تعجب کرتا تھا۔

غرض کہ انہیں خیالات بد میں وہ تمام رات پڑا رہا۔ اور وہ رات اسپر اس قیدی سے بھی زیادہ بھاری تھی جسکے لیے اسنے ایسا سخت حکم سنایا تھا۔ کیونکہ قید خانہ میں کلاؤ کو پاس اصل نواب فقیرانہ لباس میں آیا۔ اور راہ خدا کی باتیں اسے تعلقین کیں۔ تو بہرہ استغفار کرنے کی ہدایت کی۔ اب انکو اس فعل بد پر شدت آمادہ ہوا۔ اور اسل کو جاوہ حرمت و پاک دامن سے پھر نہ پا رہا۔ مگر اب بھی کچھ سہیت و دیشانی عمدہ اپنے دلیں مستقر کیے ہوئے تھا۔ لیکن آخر کار اسکا خیال بد سب پر غالب رہا۔ اور کمان تو رشوت کے لفظ پر ابھی ایسا چونکا تھا اور کمان یہ کہ وہ اس عورت کو اتنی بڑی رشوت دینے کی ترغیب کی فکر میں ہوا کہ وہ تاب فراحت نہ لاسکی اور جسکے ساتھ بھائی کی جان کی ہی غریزہ شے انعام میں آئے دینا ٹھہرایا۔

جب اسل صبح کو آئی انکو نے اسے تنہا پاس بلایا اور کہنے لگا کہ اگر تم اپنی بد لوٹ عزت مجھ پر مباح کرو اور جیسا فعل بد جو کثیت نے کلاؤ کو سے کیا دیا ہے تم میرے ساتھ کرو۔ تو میں تمھارے بھائی کی جان بخشی کروں۔ لیونکہ میری طبیعت تمھاری طرف مائل ہو گئی ہے۔ اسل نے کہا۔ میرے بھائی کی طبیعت ہی تو جو کثیت پر آگئی تھی جسکے کو ابھی تک آپ کہہ رہے ہیں کہ اسکی گردن ماری جائیگی۔ انکو نے کہا۔ لیکن اگر رات کو چٹکے سے آکر میری ملاقات کرنا تم قبل کرو جیسا کہ جو کثیت اپنے باپ کے گھر سے چپ کلاؤ کو کے پاس آئی تھی۔ تو کلاؤ کو قتل نہ کیا جائیگا۔ اسل کو اسکی گفتگو سے کمال تعجب ہوا کہ جس جرم میں میرا بھائی لائن گردن زردنی قرار پایا اسی جرم کے ارتکاب کی مجھے غریب دینا بتائی ہے۔ اور بتولی کہ اپنے پیارہ بھائی کے لیے میں اتنا ہی کرونگی جتنا کہ اپنی

ذاتِ خاص کے لیے کرتی کیا مہنتی کہ اگر میرے لیے قتلِ تجویز کیا جاتا تو مضبوط کوڑوں کے
ساتھ کومین یا قوتِ مجتہدی اور قتلِ مین یون جاتی۔ جیسے بچھونے کی طرف ہمارا خوشی سے
ووڑتا ہے۔ اگر اس طرح بے شرم ہونا گوارا کرتی۔ اور پھر اس سے کہا کہ مین ایسا
خیال کرتی ہوں کہ یہ سب باتیں صرف میری طبیعتِ آنسانے کے لیے آپ کرتے ہیں
آسنے جواب دیا یقیناً ناو۔ مین اپنی عزت سے کہتا ہوں کہ میری باتیں میرے دلی
مقامد کا اظہار کرتی ہیں۔ بے عزتی کی باتوں مین عزت کا لفظ استعمال کرنے سے
اسبل اپنے ولین بہت کڑھی۔ اور کہنے لگی اے واہ۔ ذرا سی عزت کے
لیے بہت ساتیقین اور کوئی بہت ہی عمدہ غرض ہونی چاہیے۔ انگلو دیکھو تو سی
مین تعین کیا مشہور کرتی ہوں ابھی میرے بھائی کے لیے معافی لکھ دو۔
ورنہ مین تمام خلعت پر ظاہر کر دوں گی کہ تم ایسے آدمی ہو۔ انگلو نے
جواب دیا۔ اسبل تمہاری باتوں پر یقین کون کرے گا۔ میری مشہور
پاک داسنی۔ میرا سخت گیری کے ساتھ بسر کرنا۔ میری باتوں کا بہ نسبت تمہارے
زیادہ قابلِ اعتبار ہونا تمہاری شکایت کرنے کو بے اثر کر دیگا۔ میری مرضی کے
تاج ہو کر اپنے بھائی کو چھڑاؤ ورنہ کل وہ مار ڈالا جائیگا۔ جو کچھ چاہو اپنے لیے کہو
میرے جھوٹ کے سلسلے تمہاری سچی بات کو وقعت نہو گی۔ خیر جاؤ سمجھو اس کا جواب
کل دینا۔

اسبل نے اپنے ولین کہا مین کس سے فریاد کر دوں گی۔ مین نے یہ کہا بھی۔ تو
پتہ ہے کون یقین لایگا۔ اور اس خطرناک محبس کی طرف چلی جان اس کا بھائی
قید تھا۔ وہاں پہنچی تو دیکھا کہ نواب اور کلاڈیو مین کچھ دین کی باتیں ہو رہی ہیں۔
نواب اس کے پہلے اسی نیرانہ لباس مین جو کیت سے بھی مل چکا تھا۔ اور ان دونوں
بدکار عاشقوں کو اچھی طرح سے آنکھ کے تصور پر متنبہ کر چکا تھا اور عند الملاقات

کبکھت جو لکھت بہت پیشان ہوئی اور آب دیدہ ہو کر کھنے لگی کہ کلاڈیو سے زیادہ میں اس
 خصوص میں قابل الزام ہوں۔ اور کلاڈیو کے ذلیل اتماس کا بہ طیب خاطر اقرار کر دیا۔
 جب اسل اس کرے میں داخل ہوئی جہاں کلاڈیو قید تھا تو بولی۔ یہاں تو امن مہینا چاہیے
 کہ نجات و بہتری یہاں موجود ہے۔ نواب نے کہا کون ہے چلا آئے خواہش مرچا
 کہنا چاہتی ہے۔ اسل نے کہا مجھے وہ ایک باتیں کلاڈیو سے کرنی ہیں۔ اسپر نواب نے اُن
 دونوں میں غلیہ کر دیا۔ اور حاکم شہر سے جکے تحت اہمام میں اسوقت مجلس محاکم دیا
 کہ اسکو ایسی جگہ پر لپکا کر ملاؤ کہ میں انکی گفتگو اوٹ سے سن سکوں۔
 کلاڈیو نے کہا بہن کوئی صورت تسلی ہے۔ اسل نے کہا کل کے مرنے پر کمر بستہ
 ہو رہو۔ کلاڈیو نے پوچھا کوئی چارہ کار ہے۔ اسل نے جواب دیا کہ ان چارہ کار تو
 لیکن ایسا ہو کہ تم راضی ہوے اور آئے لباس شرافت تپیر سے اتار کر ٹکڑی کر دیا
 کلاڈیو نے کہا جھلا تباہ تو سہی وہ کیا ہو۔ انکی بہن نے کہا کلاڈیو میں مدتی ہوں اور کتھو
 رگتی ہوں۔ مبادا۔ زلیست کو تم مقدم جانو۔ میں ڈرتی ہوں۔ مبادا تم جینے کی
 خواہش کرو۔ اور بہ نسبت اپنی قدیمی شرافت کے پانچ چھ برس کی ناقدر زلیست کو زیادہ
 معزز تصور کرو۔ تمہیں مرنے کی جرات ہوتی ہے۔ خیال مرگ نہایت کڑا ہے۔ گبر ورا
 جسے ہم اکثر پیر سے مل دیتے ہیں۔ جان نکلتے وقت اسے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی
 دیو کو مرتے وقت ہوتی ہے۔ کلاڈیو نے یہ سنکر کہا بہن تم مجھے کیوں شرم دلاتی ہو۔ کیا تم
 سمجھتی ہو کہ ان باتوں سے میرے دل پر کچھ اثر ہوگا۔ اگر مجھے مرنی ہی پڑیگا تو میں بڑی خوشی
 سے جان دوں گا۔ قبر کی تاریکی کو عروس سمجھ کر بہ مسرت تمام اس سے ہم آغوش ہوں گا
 اسل نے کہا۔ جس مقام کا تم ذکر کرتے ہو وہاں میرے باپ کی آواز بھی تمہیں سنائی
 دیگی۔ میں بھی یہی سمجھتی ہوں کہ تم خوشی جان دو۔ لیکن انگلو نے مجھ سے جو باتیں کہیں
 وہ بھی تپیر ظاہر کیے دیتی ہوں۔ لیکن وہ مجھے بے عزت کرنے پر تمھاری جان بخشی کا وعدہ

کرتا ہے۔ غرت کا معاملہ بڑا سبیرا ہے۔ کاش تھاری جان کے بدلے میری جان لیتا تو مجھے کچھ تامل نہ تھا۔ کلاڈیو نے کہا۔ پیاری اسبل مین تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسپر اسبل نے کہا مرنے کے لیے تیار بیٹھے رہو۔ کلاڈیو نے کہا مرنے کا نام سنکر خوف آتا ہے۔ اسکی بہن نے جواب دیا۔ لیکن بجیلی کی زلیست سے بھی تو نفرت معلوم ہوتی ہے۔ خیال موت نے کلاڈیو کے دل سے بالکل استقرار اٹھا دیا تھا۔ اور کچھ ایسا خوف اسپر مستولی ہو گیا تھا جیسا کہ دقت سزا موت مجرموں کی کیفیت ہوتی ہے۔ کہ وہ یہ سنکر کہنے لگا۔ پیاری بہن مجھے کسی طرح بچاؤ۔ بھائی کے بچانے کے لیے اگر تم کوئی گناہ کر دگی تو نفرت اسے ایسا جلد مان کر دیگی گویا وہ گناہ نہیں کوئی کار ثواب تھا۔ اسبل یہ گفتگو اسکی سکر بولی۔ نبول بیوفا۔ نجست بدویانت۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنی بہن کی رُو سیاہی سے اپنی جان بچاؤ۔ حیف صد حیف۔ بھائی مین تو یہ سمجھتی تھی کہ تم مین ایسی مردانگی ہے کہ اگر تمہارے دس سر ہوتے اور ہر ایک سر کے الگ الگ کائے جانے کا حکم دیا جاتا تو تم انکا کٹ جانا گوارا کرتے مگر اپنی بہن کو ایسی بی غرتی کے ساتھ دیکھنا پسند کرتے۔ کلاڈیو نے کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ سنو تو سہی۔ اور اُسکے بعد اس اپنی پاک دامن بہن کی بے حرمتی گوارا کرنے کی بابت اپنی حماقت کی کچھ حجت پیش کیا جاتا تھا کہ نواب کے آجانے سے رُک گیا جس نے آتے ہی کہا کلاڈیو تم دونوں بھائی بہن مین جو باتیں ہوتی تھیں مین نے سب اُسی انگلو نے اُسکے ساتھ کوئی بدینتی نہ کی جو کچھ کہا صرف اُسکی پاک دامن کا استحسان لینے کے لیے کہا۔ چونکہ وہ اپنی غرت و حرمت مین ثابت قدم تھی ایسے اُس نے بہ لطافت اپنی طرف سے انکار ظاہر کیا جسے سکر وہ اپنے دلمین بہت خوش ہوا۔ پس اب تمکو بات کی ذرا بھی امید نہ رکھنی چاہیے کہ وہ تمہارا قصور معاف کر دے گا اور مناسب ہے کہ اپنی اذیتا کو یاد آئی و سفر آخرت کی تیاری مین صرف کرو۔ کلاڈیو اپنی حماقت پر پشیمان ہوا۔

اور کہنے لگا مجھے بہن سے معافی چاہئے دور۔ اب مجھے اپنی اریست کی ذریعہ تدریس میں
اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ یہ باگردن سے اتر جانے تو اچھا اور اپنی غلطی پر کچھ شکر
اور کچھ تکلیف ہو کر وہاں سے ہٹ گیا۔

نواب نے اب اسل کو تنہا پا کر اسکی خدا ترسی و استقلال کی تعریف کی اور کہہ کر
جس ہاتھ نے تعین خود بصورت بنایا اسے نیک سیرت بھی بنایا۔ اسل نے کہا۔ دیکھو
تو میں نواب نے انگلو کی شناخت میں کیسا مبالغہ کھایا ہے توٹ کر نواب آیا اور
مجھے موقع گفتگو ملا تو دیکھ کر کیسی اسکی حکومت نکالتی ہوں اور یہ تمہی کہ جسکی غلطی بیان
کرتی ہوں اسی سے گفتگو ہو رہی ہے۔ نواب نے کہا اے میں کوئی ہرج تو نہیں مگر مت
ایسا آن پڑا ہے کہ انگلو کے سامنے تمہاری بات قابل وقعت نہو گی اسلے میں جو کہنا
آئے غور سے سنو مجھے یقین ہے کہ تم اپنی راست بازی سے ایک واجب الرعایت
عورت پر احسان بھی کرو گی۔ اپنے بھائی کو بھی چھڑا لولی۔ اپنی عصمت میں بھی دلغ
نہ لگاؤ گی اور اگر نواب نے کبھی توٹ آنے پر اسے سنا تو وہ بھی بہت خوش ہو گا۔
اسل نے کہا فرمائیے میری ایسی طبیعت ہے کہ جو کچھ آپ کی رائے ہو بشرطیکہ میں
کوئی بڑائی نہ دیکھ سکے کرنے میں کچھ تامل نہو گا۔ نواب نے کہا۔ سچ ہے جب
عصمت سے کام کرنا ہے تو اس میں کس بات کا ڈر ہے۔ اور پھر اسے پوچھا۔
تم نے کبھی منیر کا نام سنا ہے فریڈرک ایک سپاہی آدمی تھا جو دریا میں ڈوب کر
مرا۔ اسل نے کہا سنا ہے وہ ایک نیک نام عورت ہے۔ ٹولیوک نے کہا وہ عورت
انگلو کو بیاہی ہوئی ہے۔ اسکے جنیر کا سارا اسباب اسی جہاز پر تھا جس میں فریڈرک
غرق آب ہوا۔ دیکھو اس شریعت زادی پر یہ کیسا سخت و اتو تھا کہ عورت کا وہ اپنی
حالی قدر و انداز بھائی کی موت کے جسکو اسکے ساتھ کمال آس تھا۔ اپنی بد بختی سے
آئے انگلو کی توجہ بھی کھوئی۔ جس نے کوئی عیب لگا کر لگا حاصل وجہ جنیر کا نہ تھا

اسے روتی ہوئی چھوڑ کر الگ ہو گیا اور تسلی کے لیے فوراً اسکے آنسو بھی نہ پونچھ دیے۔
 گو سبکی نامہ رانہوں نے محبت کو اس طرح خراب کر رکھا جیسے آب جاری میں کوئی ٹوکا ڈال دیا جائے۔ لیکن میرنیا کو اتناک اسکے ساتھ اتنی ہی محبت ہے جتنی پہلے تھی۔
 اسکے بعد نواب نے اپنی تدبیر بعراحت بیان کرنی شروع کی۔ کہ اسبل جا کر انگلو سے اپنے آدھی رات کے آنے کی نسبت رضامندی ظاہر کر آئے اور ساتھ ہی اپنے بھائی کی جان بخشی کا پکا وعدہ بھی اس سے کرا لے۔ اور وقت سہوہہ پر بجائے اپنے تیرنیا کو بھیجے جو بالکل اسبل کے عہس میں انگلو سے ملاقات کرے۔ لڑکی اہمیں کچھ دور نہیں گئی کہ انگلو آگیا شوہر ہے۔ اور زن دشو کا کیا کر دنیا کوئی گناہ نہیں۔ اسبل اس حکمت سے بہت خوش ہوئی۔ اور حسب ہدایت نواب انگلو کے گھر کی طرف روانہ ہوئی اور نواب ان ارادوں سے آگاہ کرنے تیرنیا کی طرف چلا۔ نواب اسکے پہلے بھی ایک مرتبہ تیرنیا سے مل چکا تھا جیسا کہ آٹھ شہرہ اختیار کر رکھا تھا اور بہت کچھ دینی تلقین۔ و مشفقانہ تسکین کر دی تھی اور اسی ملاقات میں یہ اسکی حکایت غمناک خاص اسی کی زبان کو سنی تھی۔ اب اس وقت تیرنیا نواب کو برومہد پاکر فوراً اسکی ہدایت کے مطابق کار بند ہونے پر راضی ہو گئی۔
 اسبل جب انگلو سے ملکر تیرنیا کے گھر پہنچی (جہاں نواب نے آئے کو کھدیا تھا) تو نواب نے اس سے پوچھا۔ کہ ملاقات ہوئی۔ موقع ملا۔ کیا کیا باتیں ہوئیں۔ اسبل نے کہ سنایا کہ کس پر تو پر اس سے تقریر ہوئی۔ اور کہا کہ انگلو کا ایک باغ ہے جسکے چاروں طرف اینٹوں کی دیوار کھڑی ہے۔ اور جسکی مغربی سمت کو انگلو کی ٹٹیاں ہیں اور آئین ٹٹیاں کے پاس ایک دروازہ ہے۔ اور پھر نواب میرنیا کو دو کنیاں دکھلا کر کہا کہ انگلو نے یہ دی ہیں جنہیں سے یہ بڑی ٹٹیاں والا دروازہ کھولنے کو کہتے ہیں اور یہ دوسری جو اس سے چھٹی ہے ایک دوسرے چھوٹے سے دروازے کو کھولنے کی ہے۔ جسکی راہ سے ٹٹیاں سے باغ میں راستہ جاتا ہے اور اسی باغ میں رات کو

جانے کا مجھ سے وعدہ ٹھہرا ہے۔ اور بھائی کی جان بخشی کے لیے اُس سے اچھی طرح قرار کر لیا ہے۔ میں نے اُس جگہ کا نام وِشان اچھی طرح دریافت کر لیا ہے اور اُسے گھر سے کر رہا ہستہ آہستہ مجرمانہ احتیاط سے راستہ کا پتا بتایا ہے۔ نواب نے پوچھا۔ اور تو کچھ باتیں نہیں چکا جانتا تیرا کوئی ضروری ہو۔ اہل نے کہا نہیں۔ بس یہی کہ اندھیرا ہو کر پر جانا چاہیے۔ اور میں نے یہ بھی کہ رکھا ہے کہ میں دیر تک نہیں ٹھہر سکتی۔ کیونکہ میرے ساتھ ایک نوکر بھی روز آتا ہے اور جانتا ہے کہ میں بھائی کی جان بخشی میں کوشش کرنے آتی ہوں۔ نواب نے یہ سُن کر اُسکے حسن انتظام کی تعریف کی اور پھر وہ تیرا کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ چلتے وقت ذرا یہ بھی کہ لینا اگر نہایت طاقتور ہستی کے کہ میرے بھائی کا بھی اب خیال رہے۔

تیرا نیارات کو اُس مقام محمودہ پر بذریعہ اہل کے پہنچی۔ جسے اس بات کی نہایت خوشی اور کمال مسرت تھی کہ میں نے حکمت عملی سے بھائی کی جان اور اپنی آبرو دونوں بچائی۔ مگر نواب کو اُسکے بھائی کی جان بچنے پر اطمینان کامل نہ تھا۔ اس لیے وہ آدھی رات کو بھر محبس میں پہنچا۔ اور اُسکا پہنچنا کلاڈیو کے لیے خیر گزری ورنہ اُس رات کو اُسکا سر کٹ ہی چکا تھا۔ کیونکہ محبس میں نواب کے داخل ہونے کے ساتھ ہی انگلو بے رحم کا یہ حکم ہو چکا کہ کلاڈیو قتل کر دیا جائے اور صبح پانچ بجے اُسکا سر میرے ملاحظہ کو آئے۔ لیکن نواب نے حاکم شہر سے کہا کہ تم کلاڈیو کو نہ مارو اور انگلو کے پاس ایک دوسرے آدمی کا سر جو آج صبح قید خانہ میں مر گیا ہے بجاے اُسکے کاٹ کر بھیج دو۔ اور اتفاقاً اسے پر اسے مجبور کرنے کو نواب نے جسے حاکم شہر یہ نہیں سمجھتا تھا کہ بخلاف اسلوب ظاہری یہ فقیر کوئی پاک گاہ جلیل رکھتا ہے۔ ایک توشہ جیسے نواب کے دستخانہ مہر ثبت تھی حاکم شہر کے سامنے پیش کیا۔ جسے دیکھ کر اُس حاکم نے سمجھا بیشک یہ فقیر کوئی خفیہ حکم نواب کے پاس سے لایا ہے اور اسے

انگلو کی جان بچانے پر وہ راضی ہو گیا اور اس ٹروے کا سرکٹ کرنواب کے پاس بھیجا۔ پھر اس کے بعد نواب نے اپنے نام سے ایک خط انگلو کے پاس اس مضمون کا بھیجا۔ کہ میں کسی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا کل صبح شہر و آنامین میں داخل ہونگا۔ تلو چاہیے کہ در شہر پر مجھ سے ملو۔ اور وہیں سے اپنے کو مطلوب الاختیارات تصور کرو۔ اور نواب نے یہ حکم بھی دیا کہ شہر میں اس مضمون کی منادی کر دی جائے کہ جن لوگوں کو کسی بے انصافی کی شکایت کرنی ہو وہ نواب کے شہر میں داخل ہوتے ہی راستہ میں اپنی عرضیاں پیش کریں۔

اسبل ترکے آٹھ گھنٹے میں پہونچی۔ جہاں نواب کہ بیٹھا اسکا انتظار دیکھ رہا تھا کسی وجہ سے یہ کہنا مناسب سمجھا کہ کلاڈیو قتل ہو چکا۔ چنانچہ اسبل نے آتے ہی پوچھا کہ انگلو نے میرے بھائی کی رہائی کا حکم بھیجا۔ اور نواب نے چھوٹے ہی کہا۔ اس قیدی کیا قیدستی سے بھی وہ رہائی پا چکا۔ ابھی اسکا سرکٹ کر انگلو کے ملاحظہ کو روانہ ہو چکا یہ سنکر اس غم زدہ بہن کو کمال صدمہ ہوا۔ اور وہ یہ کہہ چلا اٹھی۔ او بد قسمت کلاڈیو کہ بخت اسبل سبے انصاف دنیا۔ حبیب انگلو۔ اس مصنوعی نقیر نے اسکی تسلی و تسنی کی اور جب دیکھا کہ ذرا اسکی طبیعت سنبھلی تو کہا۔ کہ پادشاہ کے غم قریب ٹوٹنے کی خبر ہو اور پھر اسے بتایا کہ انگلو پر درخواست دینے میں کس طریقے پر اسے کار بند ہونا چاہیے اور کہا کہ اگر ذرا دیر کے لیے اثنا تحقیقات رو واد مقدمہ آئی نظر آئی دے تو اس کو تبدیل ہو جاتا۔ اسبل کو اچھی طرح سکھلا پڑھا کر پھر تیرنیا کے پاس پہونچا۔ اور بتایا کہ اسے کیا کارروائی کرنی چاہیے۔

نواب لباس فقیری بدن سے اتار۔ شاہانہ لباس زیب بدن کر۔ خیر خواہان دولت کے ساتھ جو اسکی پیشوائی کو آگے تھے و آنامین داخل ہوا جہاں انگلو نے اسی وقت بطور مناسب اپنے کو مطلوب الاختیارات قرار دیا۔ اور اسبل نے داد و خواہی سب کی

حاضر ہو کر عرض کیا کہ غریب پرور میں کلا تو یوناسے ایک شخص کی بہن ہوں۔ جو ایک نوجوان عورت کو خراب کرنے سے قتل کیا گیا۔ میں نے اپنے بھائی کی جان بخشی کے لیے انگلو کی خدمت میں درخواست گزاری تھی۔ اب حضور کے سامنے اس امر کا اظہار فضول ہے کہ میں نے کیا کیا آرزو منت کی۔ اس نے میری بات کیونکر روکی۔ اور پھر میں کیونکر جواب دیتی رہی۔ کیونکہ اس میں بہت لول کا کام ہے۔ میں صرف اس فعل قبیح کو نہایت رنج و شرم سے بیان کرتی ہوں جس پر انگلو نے میری بھائی کی جان بخشی کا وعدہ کیا تھا۔ اور بعد بہت سے بحث و مباحثہ کے بھائی کا دردِ عصمت پر غالب آیا۔ اور میں نے اس فعلِ شنیعہ کا ارتکاب کیا۔ لیکن دوسرے دن صبح کو انگلو نے اپنے قول و قرار کا ذرا بھی پاس کیا اور میرے بھائی کا سر کاٹ کر بیچ دینے کا حکم بھیجا۔ نواب نے یہ کیفیت سن کر انجی بے المینائی ظاہر کی۔ اور انگلو نے کہا کہ بھائی کے غم سے جس پر قانون کا پورا پورا برتاؤ کیا گیا ہے۔ اس کی عقل میں فتور آ گیا ہے۔ اب ایک دوسری سائلہ میری نیا سامنے آئی اور کہنے لگی۔ جناب۔ نواب صاحب جسطرح آسمان سے نور کا آنا و صداقت کے سینے سے ظاہر ہونا یقینی ہے اور جسطرح راستی میں اثر اور عصمت میں راستی کا ہونا متیقن ہے اسی طرح حضور یہ تصور فرمائیں کہ میں اس مرد کی عورت ہوں۔ اور اس بل محض غلط بولتی ہے۔ کیونکہ جس رات کو وہ اپنا انگلو کے ساتھ رہنا بیان کرتی ہے اس رات میں انگلو کے ساتھ خانہ باغ میں تھی۔ خدایا۔ اگر میں بچ بولتی ہوں تو اسٹون ہین تو قبر کا تھرہین لٹب کیا جائے۔ اسبل نے اپنے ثبوت و دعویٰ میں لٹوک فقیر کو پیش کرنا چاہا۔ کیونکہ نواب نے جس میں بدینے پر لوگوں سے اپنا یہی نام ظاہر کیا تھا۔ اسبل اور میری نیا دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ فقیر لٹوک جو بیان کر چکا ہم دونوں کو منظور ہوگا۔ اور نواب بھی چاہتا تھا کہ عام طور پر تمام دانہا میں اسبل کی عصب و پاکدہ کی شہرت ہو جائے۔ مگر انگلو کو کیا خبر کہ ان کے اختلاف بیان کا کوئی خاص سبب ہے۔

وہ سمجھا کہ ان دونوں کی اختلافات بانی مجھے اس شکایت سے جو مجھے ہوئی صاف بری کر دی گئی۔ اور ایک مصنوعی شرم و عفت کی نظر سے دیکھ کر کہا۔ اتنا تو میں بھی نہ شاک تھا مگر حضور والا۔ اب مجھ سے ضبط نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہ بچاری گھبرانی ہوئی عورتیں کسی بڑے شخص کی اٹھانی ہوئی ہیں۔ اگر مجھ کو حکم ہو تو اس کا پتہ نکال چھوڑوں۔ نواب نے کہا یہ تو میرے دل کی کمی۔ اور انکو بھی مجھ درست بھی کرنا لاڈ اسکل۔ لاڈ انکلو کے ساتھ تم بھی بیٹو۔ اور اس بدسلوکی کی تکلیف سراسر غریبی میں اسکا ساتھ دو۔ فقیر جو انکو ترغیب دینے کی علت میں طلب کیا گیا ہے۔ جب آئے تو خوب اچھی طرح سے گوشمالی دینا۔ میں ذرا دیر کے لیے کہیں جاؤں۔ مگر لاڈ انکلو دیکھنا جب تک اس پر اچھی طرح سے ثابت ہوئے شور و غل شروع نہ کر دینا یہ کہ نکر نواب وہاں سے رخصت ہوا۔ اور انکلو نے جواب اپنے کو حاضر اپنے مقدمہ میں قائم مقام جج و ثالث پایا کمال مسرور ہوا۔ لیکن نواب نے وہاں سے اٹھنے کے ساتھ ہی لباس شانہ اتار کر فقیرانہ لباس میں آگیا۔ اور اسی صورت سے انکلو اور اسکل کے سامنے آن موجود ہوا۔ اسکل نے جبکہ نزدیک وہ شکایت نامی کو نشی پر مبنی تھی۔ اس فقیر مصنوعی سے کہا کہ آئیے جناب کیا آپ جانتے ہیں عورتوں کو لاڈ انکلو کے مقابلہ میں برا سمجھنا کیا ہے۔ فقیر نے جواب دیا۔ نواب کہاں ہیں میں انھیں سے سوال وجواب کروں گا۔ اسکل بولا۔ ہمیں لوگوں میں نواب بھی ہیں جسے بتاؤ۔ لیکن ٹھیک ٹھیک۔ فقیر نے نہایت نرمی سے جواب دینا شروع کیا۔ اور کہنے لگا کہ نواب کو ایسے شخص کے ہاتھ سے مقدمہ کی تحقیقات کرانی جو خود آئین لازم قرار دیا گیا ہو کس درجہ ناملائم ہے۔ اور بھی بہت سی بے انتظامیوں کا تذکرہ کیا جنہیں شہر و آستان میں رکھنا آئے دیکھا تھا۔ اسکل نے انتظام ریاست پر اسکو اعتراض کرتے اور نواب کے فعل پر الزام قائم کرتے دیکھا اسے بہت ڈانٹا

اور محبس میں بھیجے کا حکم دیا۔ اتنے میں تمام حضرات تھر تھر ہونے لگے۔ اور انگلو تو بالکل ہی گھبرا گیا۔ جب اس معنوی فتنے نے اپنے فتنہ انگیزوں کو اتار کر ذلت سب پر ظاہر کر دیا تو وہ نواب ہے۔ نواب پہلے اسل کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ اسل ادھر آؤ۔ تمہارا فقیر اسدم تمہارا نواب ہے۔ لیکن یہ نہ سمجھنا کہ ہدایت کے بدلنے سے دل بھی بدل گیا ہو گا میں اب بھی تمہاری خدمت کو موجود ہوں۔ اسل بولی میں خوش آگیا معافی ہوں کہ بنادانگی حضور والا کو میں ایک ادنیٰ تاہدار نے سنی و کلیت دی۔ نواب نے کہا۔ مجھے البتہ تم سے معافی چاہنی زیب ہی دیتی ہے کہ میں نے تمہارے بھائی کی جان بخشی کا فرائض نہ خیال کیا سیکر انکے نواب نے بھائی کی ازیت سے اسے مطلع نہ کیا تھا اور حضور خاطر یہ تھا کہ اسکے حسن سیرت کا کچھ اور بھی امتحان کر کے انگلو کو اس کو سامم ہو گیا کہ بیشک نواب نے غفیت میرے سارے افعال بردیکھے ہیں۔ اور نواب سے کہا کہ میں اپنی خطاؤں سے بھی زیادہ خطا دار ہوں اگر میں یہ خیال کر دوں کہ میرے افعال ظاہر نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت میں کہ خود حضور کو میں اپنی افعال کا نگران پاتا ہوں۔ براہ عنایت اب میری التجا یہی ہے کہ آپ مجھے زیادہ رسوا نہ کیجیے اور اب مجھے زیادہ سے زیادہ جس بات کی تناسل وہ یہ ہے کہ میں ہلاک کیا جاؤں نواب نے جواب دیا۔ انگلو تمہاری خطاؤں ظاہر ہو گئیں۔ مجھے ضرور عہد کہ تمہیں اسی کمندے پر پہنچاؤں جہاں کلاڈیو کی گردن ماری گئی۔ اور میر نیاسے کہا کہ تم خاطر جمع رکھنا میں اس سے اپنا شوہر تھیں دھونڈو دنگا۔ میر نیاسے یہ سنکر کہا۔ حضور والا۔ میں دوسرا نہیں چاہتی۔ اور نہ کسی اچھے آدمی کی مجھے تمنا ہے۔ اور پھر دوزانو بیٹھ کر بطرح اسل کلاڈیو کے لیے التجا کرتی تھی اسس با وفا عورت نے اپنے بیوفا شوہر انگلو کے واسطے آرزو منت گزنی شروع کی اور کہنے لگی کہ فل بھائی میرے مال پر رحم کریں۔ اسل تم میرا ساتھ دو میرے

ساتھ دو زانو بیٹھ کر التجا کرو۔ اس وقت تنے میرے حال پر رحم کیا تو مجھ پر ہر کوئی تھاری
 زندگی ہو جاوے گی۔ نواب نے اس پر کہا یہ کیا بیوقوفی بات ہے اسل اگر اسکی جان بخشی
 کے لیے مجھے اتنا کدے تو اس کے رادہ مقتول کی روح بسے اگر سنائے۔ سونے
 مین اسکا بھونٹا لٹ دے۔ بھلا یہ ایسا کر سکتی ہے۔ تیرہ نے پھر کہا۔ اچھی اسل
 صرف تم میرے ساتھ بیٹھ کر ہاتھ اٹھا دو۔ منہ سے کچھ نہ کہو۔ مین سب کلموں کی تنے
 شاہینن کہ انسان مرکب من الخطا و النسیان۔ وہ کون بزرگ ہے جس سے کوئی خطا
 نہیں ہوتی۔ بلکہ ابرار ہونے کے لیے اکثر دیکھا گیا ہے کہ کچھ برائی کا ہونا بھی لازم ہی
 ہوتا ہے۔ اسل کیا ایسے وقت مین تم میرا ساتھ نہ دو گی۔ نواب بولا۔ کلاؤ لو کے
 قصاص مین وہ اب مارا جاتا ہے۔ اس نیک نیت نواب کو یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ
 اسکی اسل نے جس سے تمام نیک و شریفانہ افعال کی اسے چشمداشت تھی خود دست
 ہو کر عرض کی کہ بہترین فیاض دلان دیکھیے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس مجرم پر رحم
 کیجیے۔ اور میرے بھائی کو بھیجے کہ گویا زندہ ہی ہے۔ میرے دل مین یہ بھی خیال
 آتا ہے کہ میری طرف شفقت ہونے سے پہلے جو کچھ کارروائی اسنے کی تھی بہانہ تھی
 جب ایسی صورت ہے تو اسکی جان نہ لیجیے۔ میرے بھائی پر جو کچھ ہوا خلاف انصاف
 نہ تھا۔ جیسا اسنے کیا دیا پایا۔

اس شریف سالک کا جواب اپنے دشمن کی جان کی امان مانگتی تھی عمدہ سے عمدہ جواب
 وہ تھا جو نواب نے دیا مین اسنے کلاؤ لو کو قید خانہ سے بلوایا جان وہ حالت یاس مین پڑا
 تھا۔ اسکی بہن کے پاس آسے زندہ کھڑا کیا جیسو وہ نو پیٹ پکی تھی۔ اور کہا اسل ہاتھ
 تو لاؤ۔ دیکھو صرف تمھاری خاطر سے مین نے اسکی جان بخشی کی۔ آج سے تم میری
 ہو کے رہو اور اسے میرا بھائی سمجھو۔ یہ دیکھ کر لاؤ انگلو کو اپنی حالت پر دلجمعی ہوئی۔ ساو
 نواب نے فرما آٹھ بنا کر اس سے کہا۔ انگلو دیکھو تم بی بی کے ساتھ اچھی طرح رہا کرو

یہ اسی کی لیاقت کا نتیجہ ہے کہ تمھاری جان بخشی کی جاتی ہے۔ میری جاؤ ہنسی خوشی سے رہو۔ انگلوب تلکو پیار کر گیا۔ میں تم سے خوب واقف ہوں اور تمھاری عصمت بھی معلوم ہے۔ اب جا کر انگلو کو معلوم ہوا کہ ذرا سا اختیار مل جائے پر وہ کیسا شعلی قلب ہو گیا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ رحم دل بھی کیا عمدہ شے ہے۔

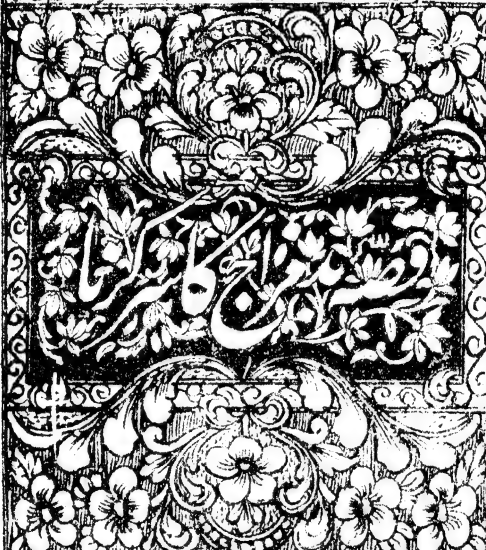
نواب نے کلاڈیو کو جو کرٹ کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا۔ اور اسبل کی طرف اپنے میلان خاطر کا دوبارہ اظہار کیا۔ جسکی عصمت و شریفانہ الحوار نواب کے دل کو بھانپ گئے تھے۔ اسبل کو چونکہ اب تک اسکا نام خانقاہ میں داخل نہ ہوا تھا نکاح کرنے میں کچھ عذر نہ ملتا تھا اور اس دوستانہ برتاؤ نے جو فیضی لباس میں اس کے ساتھ نواب نے کیا تھا نہایت خوشی کے ساتھ رضامندی ظاہر کرنے پر اسے المودہ کیا اور وائیکا کی بیگم ہونے پر اسبل کی عصمت کی عمدہ تذکروں نے اس شہر کی نوجوان عورتوں کی تمذیب و شائستگی میں ایسا اچھا اثر پیدا کیا کہ اس وقت ہو کلاڈیو کی نو تمذیب یافتہ بی بی جو کرٹ کی کسی بے ضابطگی کسی سے نہ ہوئی۔ اور رحم دل عاشقی نواب وائیکا کو اپنی مشوقہ اسبل کے ساتھ ہنسی خوشی سے حکم ران رہا۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ افسانہ دلپذیر کے پیش تصویب میں کا تیسرا ٹھکانہ جو اس سے پہلے مطبع اودھ اخبار دلق لکھنؤ محلہ علیہ بنجاب محلہ القاب منشی نو لکھنؤ صاحب سی آئی کی میں چھپا تھا اب شلخ مطبع موصوف الصدر دلق کانپور میں اہتمام منصرم بالکمال جناب منشی بھکواندیا ل صاحب اول مرتبہ بکمال صحت چھپکر بریہ ناظرین ہوا۔

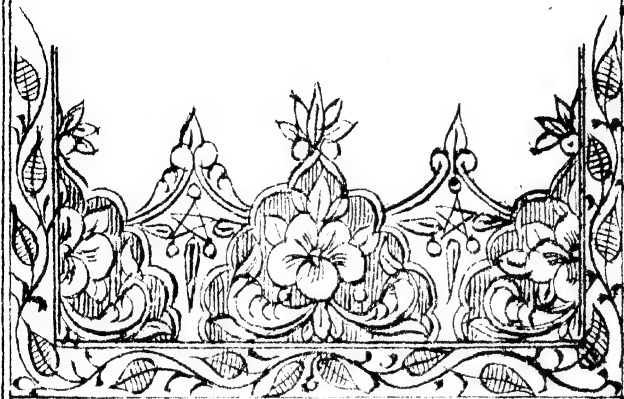
سچا کرم کا فضل خلاہ روز ما
بن شمع مبین ن ویش و مین ن

یہ انگریزی کتاب تیس فرام سلیسیر کی مجموعہ افسانہ و لطیفہ کے بیس نمونہ ہیں
جو ہر جوان و محبوب و ناز و حقیقت میں مکمل اسواری کا خزانہ ہے ہر سوداگر



جس کو ملا و سران کو نوی محمد احسان اللہ صاحب پیرا بولی وین شمس اس کا تون
تعلیم کو رکھنے بابا و مطبع او و ہر پنجاب و رات سلیسیر کے ہر اردو میں

شونانہ می نشی نوک شمع و لہ کا پوڑی بہ طبع
در طبع می نشی نوک شمع و لہ کا پوڑی بہ طبع



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پٹنہ کے ایک مالدار رئیس سب ٹٹا کی بی لڑکی کا نام کتھرین بد مزاج تھا یہ عورت کچھ ایسی بے لگام اور تند مزاج تھی۔ برا بھلا کہنے کی کچھ ایسی عادی ہو گئی تھی کہ پٹنہ میں عام طور پر اسے بد مزاج کتھرین کہنے لگے تھے۔ ایسے یہ امر ابید از قیاس کیا غیر ممکن خیال کیا جاتا تھا کہ کوئی شریف زادہ اس عورت کو ساتھ بیاہ کر کے پر جرات کر لیا چنانچہ سب ٹٹا کو اس بارے میں لوگ قابل الزام ٹھہراتے تھے جب لوگوں کی طرف سے اسکی چھوٹی لڑکی بیاہنے کا کہہ لیا گیا تو اس نے اسے دوسرا ہوتی اور وہ یہ کہنا کہ جب تک بڑی لڑکی خیر سے بیاہ نہ جائے چھوٹی کے لیے کسی کو درخواست نہ کرنی چاہیے۔

اتفاق سے پٹنہ میں کچھ نامے ایک ایسا شریف زادہ تلاش کر رہے پٹنہ میں آہی گیا۔ جسے کتھرین کے مزاج کی کیفیت سنکر ذرا ہی اپنی ہمت میں فرق نہ آیا اور اسے حسن و دولت کی شہرت سنکر اسنے اس کے ساتھ بیاہ کر لیا چاہا۔ اور دلیں

*Madua
Baptista
the
Baines
Destructive*

سوچا کہ بعد نکاح کے اس زبان دراز کو سلیم الطبع و فرمانبردار بنالینا کیا بڑی بات ہے حق تو یہ کہ اس سخت محبت کے گوارا کرتے میں پیڑ پھوپھو سے زیادہ کوئی دوسرا لائق نہ تھا جسکی طبیعت کتھرائن سے کم تیز نہ تھی۔ اور جو بڑی حاضری و مسخراتھا۔ اور ہلکے ساتھ ہی نسیم و صائب الراسے بھی بڑا تھا۔ موقع پر تند و غضبناک بن جانا ایسی حالت خوش مزاجی میں کہ خود اسکو اپنے مصنوعی غضب پر اندر ہنسی آتی ہو۔ اکیونکہ وہ فطرۃً نیک و سلیم الطبع تھا، وہ خوب جانتا تھا۔ کتھرائن کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد جو تندرستی و آسائش اختیار کی وہ بالکل ازراہ حکمت تھی یا یوں کہے کہ کتھرائن بد مزاج کو خود اس کے اپنے طریقہ میں سر کرنے کی اس خوش امتیاز شہرہ ملے صرف یہی ایک تدبیر سوچی۔

چنانچہ پیڑ پھوپھو اور خواست نکاح کے لیے بد مزاج کتھرائن کے گھر پہنچا اور پہلے جا کر اس کے باپ سے التجا کی کہ مجھے اپنی نیکیت لڑکی کتھرائن سے ملاقات کرائیے۔ اور ضبط افت کہا۔ کیونکہ اسکی حیاد پاک و امنی و سلامت روی کی خبر سنکر میں ویر و مانا سے اس کے نکاح کے لیے درخواست کرنے آیا ہوں۔ اسکا باپ گوارا کیا بیاہ جانا ضروری امر تصور کرتا تھا۔ مگر اس اقرار پر وہ مجبور کیا گیا کہ کتھرائن ایک بد سلوک عورت ہے کیونکہ پیڑ پھوپھو کے پوسنتے ہی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ کس انداز کی وہ عورت ہے۔ جبکہ اسکا علم و سبق سکھانا بیوقوفانہ آستاد یہ فریاد دیکھ کر سے میں آیا۔ کہ کتھرائن نے بڑے سے میرا سہرا لے کر ڈالا کہ اس کے نزدیک اپنے گانے میں کچھ غلطی معلوم ہوتی تھی پیڑ پھوپھو نے یہ سنکر کہا۔ بہادر عورت ہے۔ اتوار بھی میں پیار کر دوں گا۔ اس کے اور بھی آرزو سے حکم بڑھی۔ اور پھر ایک عجلت کے ساتھ جواب صاف ملنے کے لیے اس نے کہا۔ مگر می بپ لٹا مجھے فرصت کم ہے۔ روز روز میں آئینہ سکتا۔ باپ کا حال سننا ہی ہو گا کہ وہ حاملین فوت کر گیا ہے۔ اور صرف میں ہی اسکی جائد اور

و اباب کا وارث ہوں۔ پھر اب آپ یہ بتلائیے کہ اگر میں نے آپ کی صاحبزادی سے نکاح کیا تو اس کے ساتھ کتنا جہیز آپ دینگے۔ بپ ٹٹانے گوا کے انداز عشق بازی کو انوکھا پایا۔ گر لڑکی بیاہ جانے کی خوشی میں کچھ اسپر لٹا مانہ کیا۔ اور کہا کہ میں نہ رار و پیر تو اب بروز کالج اور نصف جائیداد میں نے پختہ بینک کی۔ غصہ کیا اسپر وہ راضی ہو گیا اور بپ ٹٹانے اپنی مزاج دار لڑکی کو جا کر اس کے عاشق کا بیخام سنایا۔ اور پیر پیر سے دوہرہ باتیں ہر سنے کے لیے اُسے بھیج دیا۔

اس عرصے میں پیر پیر نے اپنے ولیمین ٹھہرایا۔ کہ کس پر تو پیر اسے کتھرائے گشتگوار و دنیا زکی شروع کرنی چاہیے۔ چنانچہ اُسے ولیمین سوچا کہ خوشی و مذاق سے باتیں کرنی مناسب ہیں اگرچہ دیکھو لگا کر وہ سخت کلامی کرتی ہے تو کون لگا کیا مرے میں بلبل چمک رہی ہے۔ اگرچہ میں مجسمین ہوئی تو کون لگا تھا راتا کہ ایسا بھلا معلوم ہوتا ہو جیسا شبنم کا وصل ہوا پہول دیکھنے میں اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اگر دیکھو لگا کہ کچھ نہیں بولتی اسکی فصاحت بیانی کی تعریف کرو لگا۔ اگر یوں کہے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ تو میں اس طرح سے شکریہ ادا کرو لگا گویا ایک ہفتہ تک ٹھہرنے کو کہتی ہے۔ اب عالی و مانع کتھرائے ہوئے جیسا دیکھتے ہی اُسے کہا کیٹ۔ تسلیم۔ میں نے سنا ہے تمہیں اسی نام سے پکارتے ہیں۔ کتھرائے کو ایسی صاحب سلامت جلد بک پند آتی ہے اسکا راہ تمام اُسے کہا مجھ سے جب کوئی بولتا ہے تو کتھرائے کہہ دیتا پرتا ہے۔ پیر پیر نے کہا تم غلط کہتی ہو۔ کیا میں نہیں جانتا کہ لوگ تمہیں کیٹ نہ بولتے۔ کیٹ چکرار اور کبھی کبھی کیٹ بد مزاج لگا کر نکالتے ہیں لیکن کیٹ مجھے پوچھو تو تمام فرقہ عیسائیوں میں شاید ہی تم سا کوئی دوسرا حسین نکلتے۔ کیٹ ہر جگہ تعاریف نیکاطی کا چرچا ہے جسے سنکر مجھے شوق پیا ہوا کہ چل کر تمہیں زوجیت میں قبول کروں۔

ایک نئے طور سے امن راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ کتھرائے ب بلند آوازی

بہالت غضب اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ لفظ بفرج اس کے لیے کتنا مناسب ہے۔ اور پیٹر بچہ اس کی شیریں کلامی و لطافت بیانی کی تعریف کر رہا تھا۔ کہ سانسے اس کا باپ آیا۔ جسے آتے دیکھ کر اسے کہا رگو یا کہ حتی الامکان بہت ہی جلد وہ نکاح کیا جاتا ہے، پیاری کتھرائن ان فضول باتوں کو جانے دو۔ تمھارے باپ نے میرے ساتھ تمھارا نکاح کرنا منظور کر لیا۔ جہیز و نہیر بھی طے ہو گیا ہے۔ تم مانو یا نہ مانو مگر میں تم سے بیاہ کیے بغیر نہیں رہنے کا۔

بپ لٹا سے پیٹر بچہ نے کہا کہ آپ کی بیٹی نے میری خوب آؤ بھگت کی۔ اور کہتی ہے کہ اگلے اتوار کو نکاح ہو جائے تو اچھا۔ کتھرائن نے اس پر چل کر کہا۔ اتوار کو تمہیں پچاسی مین نکا دیکھوں تو اچھا۔ اور اپنے باپ کی طرف مخاطب ہو کر بولی یہ کس وحشی و بے ڈول کو آپ نے میرے لیے تجویز کیا ہے۔ پیٹر بچہ نے کہا آپ انکی کرخت باتوں پر نہ خیال کیجئے گا۔ میری آنکی یہ صلاح ہو چکی ہے کہ اپنے باپ کے سامنے یہ اپنی کشیدگی خاطر ظاہر کریں۔ لیکن جب ہم دونوں تنہا تھے تو انکی طرف سے عشق و محبت کا خوب اظہار ہوا (اور پھر کتھرائن کی طرف متوجہ ہو کر بولا) کیت باقہ تولوؤ۔ دیکھو بیاہ کے اگلے ہی دن تمھارے لیے کیسی اچھی پوشاک خریدتا ہوں۔ حضرت آپ بایں سا ان شادی مہیا و مہمانوں کی طلبی کا سامان کیجیے۔ میں بھی جا کر چھلون کی فکر اچھے و بیش بہا کپڑوں کا تہہ کرتا ہوں جسے کتھرائن پہن کر اچھی معلوم ہو۔ کیت ذرا ایک بی تو دلوؤ آخر اتوار کو تو نکاح ہوتا ہی ہے۔ اتوار کو بہت سے لوگ شادی کی خبر سنکے جمع ہوئے اور عرصہ تک انھوں نے پیٹر بچہ کے آنے کا انتظار کیا۔ کتھرائن کو اس انتظار سے بڑی کوفت تھی۔ کیونکہ اسے یہ دور تھا کہ مین پیٹر بچہ نے تمسخر نہ کیا ہو۔ پس اس انتظار بسیار وہ آیا بھی تو سامان عرس جس کے واسطے کا در نہ کر گیا تھا کچھ بھی نہ لایا۔ اور نہ خود نہ شام نہ کرایا۔

جیسا کہ بیاہ شادی کا دستور ہے۔ بلکہ ایک ایسا خراب پکڑا پنکڑا آیا جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا غلطیم کی تفصیل جسکے لیے وہ آیا تھا اسکا دل منشا تھا۔ خادم اور گھوڑے ہمیں وہ سدا رہے یہ سب بھی کچھ ویسے ہی معمول و بے رونق تھے۔ پیڑ پیر پچوسے کپڑے پہنے کو بیترا کہا گیا مگر اسے ایک نہ سنا۔ اور کہا کتھران کا میرے ساتھ بیاہ ہوگا۔ کپڑوں کے ساتھ نہیں ہوگا۔ اسپر بحث کرنا فضول سمجھ کر اسے گرجا میں لگے۔ وہاں بھی اسے اپنا دیوانہ پن کم نہ کیا۔ پادری کے پوچھنے پر کہ کتھران کے ساتھ تمہیں نکاح قبول ہے اسے زور سے پکار کر قسم کھائی کہ ہاں ہمیں قبول ہے۔ جسے ٹکڑوں گھبرا گئے اور پادری کے ہاتھ سے کتاب گر گئی۔ جب وہ جھک کر اسے اٹھانے لگا تو اس مجنوں الحواس دولہا نے ایسی زور کی ایک چپت رسید کی کہ پادری کتاب لیے ہوئے منہ کے بھل کر گیا اور جب تک رسوم بیاہ ہو اکین وہ پائونٹ پٹیا اور قسین کھاتا رہا جسے دیکھا کر عالی دماغ کتھران فرط غضب سے کپ گئی۔ خطبہ ہو چکنے پر کہ ہنوز وہ گرجا سے باہر نہ ہوئی تھی اسے شہر آج طلب کی اور سب کو خوب آسودہ ہو کر پلائی اور گلاس میں سے بھگی۔ روٹی نکال لاسے منہ پر چسک دی اور اس حرکت مجنونا نہ کے لیے بجز اس کے اور کچھ نہ بیان کیا کہ ملاکی وارثی بہت ہی دلی وفا تہ مست ہو رہی تھی۔ پتے وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مجھ سے بھگی روٹی مانگتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ایسا انوکھا بیاہ دیکھنے میں نہ آیا ہوگا لیکن پیڑ پیر ایسی مجنونا نہ حرکت نکلتا تو کیا کرتا جب اپنی بد مزاجی و غور کے سیدھا کرنے کے لیے اس سے بترا اسے کوئی دوسری ترکیب نہ پائی۔

بپٹا نے کھانے کا خوب سامان کر رکھا تھا لیکن جب وہ گرجا سے لوٹے تو پیڑ پیر پچو نے کتھران کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ میں اپنی بی بی کو اسی وقت گھر لے جاؤں گا۔ اور اپنے سسرال کی شکایت یا براہیغہ کتھران کے غصہ کی باتوں سے ذرا بھی اپنا

ارادہ نہ بدلا اور یہ حجت پیش کی کہ شوہر کو اس بات کا استحقاق حاصل ہوتا ہے کہ جس طرح چاہے اپنی بی بی کو رکھے غرض کہ یہ کہہ کر وہ فوراً کتھرائن کو لیکر چلتا ہوا اور اس وقت کچھ ایسی دلیری اور مستقل مزاجی اپنی ظاہر کی کہ کسی کو اس کے روک کر سہجرات نہ ہوئی۔

پتیر سچو نے اپنی عورت کو ایک ذلیل و بے پلے گھوڑے پر سوار کر لیا جسکو اس غرض سے اُسے پہلے سے منتخب کر رکھا تھا اور خود بھی کچھ ایسا اچھا گھوڑا اپنی سواری میں نہ رکھا۔ اور اُس کے نوکر نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور اپنے نیچے گندے راستے سے ہو کر وہ چلے اور جب کبھی کتھرائن کا گھوڑا اٹھو کر لیتا تو اُس بے دُم گھوڑے پر جو بے شکل اسکا بار اٹھاتا تھا غصہ ہو کر تمسین کھاتا ارباب کے اظہار کے لیے کہ وہ بڑا ہی سہل الفط آدمی ہے۔ آخر کار بعد اُن مصائب سفر کے جہیز کتھرائن نے بجز پتیر سچو کے نوکر و گھوڑوں پر غضب ناک دہر نہ کوئی کے اور کچھ نہ سنا گھر تک پہنچی پتیر سچو نے اپنی بی بی کو گھر پر لیا کہ ظاہر تو اسکی بڑی خاطر و وضع کی۔ مگر زمین یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات کھانا یا کسی قسم کی آسائش اُسے نہ دینی چاہی میر پر نور اُکھانا تو چنایا گیا۔ مگر پتیر سچو نے اس بہانے سے کہ کوئی کھانا اچھا نہیں پکا ہے۔ کھانے کو تمام فرش پر پھینک دیا۔ اور نوکر و ن سے کہا بڑھاؤ۔ اور یہ ظاہر کیا کہ میں نے صرف کتھرائن کی خاطر سے ایسا کیا کہ خراب کھانا اسے کیا کھلاؤں۔ اور جب کتھرائن تھکی و بھوک کی خواب گاہ کی طرف چلی پتیر سچو کو بچھونا اچھا نہ معلوم ہوا اور تو شک و تکیہ سب ادھر ادھر اُسے پھینک دیا اور کتھرائن مجبوراً ایک کرسی سے لگ کر اونگھ گئی۔ اور وہی اسکی آنکھ لگ چلی تھی کہ اپنے شوہر کے شور و غل سے چونک پڑی اور دیکھا کہ وہ نوکر و ن پر اسوجہ سے غیظ میں ہے کہ انھوں نے اسکی بی بی کی خواب گاہ کو اچھی طرح آراستہ نہیں کیا۔

اگلے روز بھی پیڑ پھونچنے ایسا ہی کیا۔ کہ مزے مزے کی باتیں اُس سے کرتا رہا۔
 لیکن جب ناشتہ ترکھا گیا اور وہ اُسے کھانے چلی رات کی طرح سے اس وقت بھی اپنے
 ویسا ہی کیا۔ اور کھانے کو فرش پر خفا ہو کر بھینک دیا۔ اور کہا کہ تم سب کیوں ایسا
 خراب کھانا پکاتے ہو۔ اب اُس مغرور کتھرائن کا بھونک سے یہ حال ہوا کہ اُس نے نوکروں
 سے بالتجہا کہ وہ چپکے سے ایک نغمہ کھانا اُسے لا دیں۔ مگر انھوں نے بایا پیڑ پھونچ
 یہ جواب دیا کہ ہم کوئی پیڑ بلا علم اپنے آقا کے آپ کو نہیں دے سکتے۔ اُس نے کہا کیا بھوکوں
 مارنے کے لیے اُسے میرے ساتھ بیاہ کیا ہے۔ میرے باپ کے دروازے پر
 نفیر و گدگد آتے ہیں تو وہ بھی بھوکے نہیں رہتے۔ اور میں کہ اب تک یہ بھی نہ جانتی تھی
 کہ کسی سے درخواست کیونکہ کیجاتی ہے شدت گرنگی سے جان بلب و ساری رات کے
 اُجاک سے بچیں ہوں۔ اور نطف تو یہ ہے کہ اُس کے ساتھ وہ محبت کا بھی دم بھرتا ہے۔
 اور ایسا ظاہر کرتا ہے کہ گویا یہ کھانا یا سونا رنگ مفاجات ہے۔ پیڑ پھونچ کے آنے سے
 اُسکی یہ خود کلامی بند ہوگئی۔ جو اپنے ساتھ تھوڑا سا گوشت لیتا آیا کیونکہ بالکل ہی ماروا
 اُسکا اسے منظور غلط نہ تھا۔ اور کہا کیٹ کیا نقشے ہیں۔ دیکھو تمھاری لیے میں نے کیسی
 محنت کی ہے کہ خود میں نے اپنے ہاتھ سے یہ گوشت پکایا۔ این چپ کیوں ہو۔ شاید
 تمہیں یہ گوشت ناپسند ہے۔ میری ساری محنت اکارت گئی۔ اور پھر آدمی کی طرف اشارہ
 کیا کہ رکابی سامنے سے اٹھایا شدت گرنگی نے جس سے کتھرائن کی ساری خود بینی
 خاک میں مل گئی تھی۔ اُسے اس کہنے پر مجبور کیا۔ (گودلین بہت کڑھی) کہ براہ مہربانی
 رہنے دیجیے۔ مگر صرن آنا کتنا پیڑ پھونچ کے نزدیک اُس گوشت کے پھر رکھ دیے جانے
 کے لیے کافی نہوا۔ اور اُس نے کہا کہ تھوڑی سی خدمت پر بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے نہ کہ
 میں تمھارے لیے ایسی محنت کر کے لاؤں اور تم ذرا بھی شک نہ کرو۔ اس پر کتھرائن نے
 اوپر ہی دل سے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ جسے شکریہ پیڑ پھونچنے کا اچھا تھوڑا سا کھانا۔

کھانا بڑا مفید ہے۔ مگر جلدی کرو۔ پیاری۔ میں تمہارے باپ کے گھر بھی چلنا ہے
 جہاں ریشمی کرتے۔ ٹوپیاں۔ طلائی انگوٹھیاں۔ دلائی۔ اور زمی چٹکے۔ دوسرے
 زیورات سمیت چلکر خوب جشن کریں گے۔ اور پھر اس امر کے یقین کرانے کے لیے
 کہ وہ بیشک یہ چیزیں اسے منگا دیگا۔ ورنہ می دربرہ فروش کو طلب کیا۔ جو
 حسب الحکم اس کے کپڑے لیکر حاضر ہوے۔ آدھی بھوک بھی وہ نہ کھانے پانی بھی نہ
 اس کے سامنے سے رکابی اٹھا کر خدشہ نگار کے حوالہ کی اور کہا۔ این تم نے تو کچھ کھایا
 نہیں۔ اتنے میں ریزہ فروش نے ایک ٹوپی نکالی کر دکھائی کہ حضور کی فرمائش کے
 مطابق یہ ٹوپی بنی ہے۔ پیڑ بچو وہ ٹوپی دیکھ کر آگ ہو گیا۔ اور کہنے لگا تم نے یہ ٹوپی
 پیالے پر تو نہیں بنائی ہے۔ ایسی چھوٹی کیوں بنائی جسے دیکھنے میں گھونگھایا اخوت
 کا چھلکا معلوم ہو۔ جاؤ دوسری اس سے بڑی بنالاء۔ کتھرائن بولی شرمنا کی عورتیں
 ایسی ہی ٹوپیاں اور زمی ہیں منجھے ہی پسند ہے۔ پیڑ بچو نے کہا تم بھی تو شریف گھر
 کی ہو۔ کوئی ایسی ٹوپی تمہارے پاس ہے۔ میں تو نہیں دیکھتا۔ کتھرائن کہ کھانے
 سے کسی قدر اسکی طبیعت میں زور آ گیا تھا۔ یہ سنکر بولی کیوں صاحب میں اپنی گھنگو
 کیوں ترک کروں۔ میں ضرور بونوگی۔ میں کچھ لڑکی نہیں ہوں مگر تو یہ ہے کہ جو کچھ
 میں کہوں اُسے آپ سنیں۔ اور اگر آپ کو اسکی برداشت نہیں تو کان بند رکھائیے
 پیڑ بچو ایسی کرخت باتیں کب سننے والا۔ اُسے تقدیر سے ایسی حکمت ہاتھ لگ گئی تھی کہ
 بلا جھگڑے وقفہ کے اپنی بی بی اُسے راہ پر لگالی۔ چنانچہ اس کے جواب میں وہ بولا۔
 کیوں۔ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ ٹوپی اچھی نہیں ہے۔ تم نے یہ ٹوپی ناپسند کی۔
 تو میں ضرور تمہیں پیار کر دوں گا۔ کتھرائن بولی۔ مجھے پیار کرو یا نہ کرو۔ میرے نزدیک
 یہی ٹوپی اچھی ہے۔ لونگی تو یہی لونگی نہیں تو لینے ہی کی نہیں اس پر پیڑ بچو نے اُسے
 الجھانے کے لیے پوچھا۔ این کیا کہا۔ سایہ دیکھو لگی یہ سنکر ورنہ آگے بڑھ آیا۔ اور

کہا دیکھیے یہ سایہ میں آپ کے لیے بنالایا ہوں۔ پیڑ پھونچنے کے اسکا اصل نشاویہ تھا کہ اسوقت کوئی شے خریدی نہ جائے اسے دیکھ کر اس میں ہی نقص نکالا۔ اور کہا خدا سے پاک یہ کیا سامان ہے۔ این کیا تم اسے آستین کتے ہو۔ خاصہ توپ کا آٹھا ہے۔ اپل ٹارٹ کی طرح اور پیچھے دونوں طرف برابر۔ اسے سُکر درزی بولا آپ نے فرمایا تھا کہ جیسا لوگ پہنتے ہیں بنالانا اور کتھرائن نے کہا میں نے تو اس سے اتنا سایہ کبھی نہیں دیکھا کتھرائن کے تنگ کرنے سے عرض تھی ورنہ انہیں ان شاہ کی قیمت دیکھی۔ اور اس میں منوعی غضب و بے اعتنائی کا انداز لے کر لیا گیا تھا۔ چنانچہ درزی ورنہ فرش و دونوں کہ اس نے بدسلوکی و بدگوئی کے ساتھ کمرے سے باہر کھڑا کیا اور کتھرائن سے کہا ادھر آؤ کیٹ۔ کیا کریں۔ انہیں کپڑوں سے جواب پہنے ہیں تمہارے۔ ایک چلینگ۔ اور سورون کے کھینچنے کا حکم دے کر کہا باپ ٹٹا کے گھر کھانے کے وقت تک پہونچ جائینگے کیونکہ اب سات بجے ہیں۔ یہ صبح کا وقت نہ تھا بلکہ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ اس لیے امتیاز کے ساتھ کہ اس کے سخت برتاؤ سے کسی قدر دب چکی تھی۔ اس لیے اس کہنے پر جرات کی کہ جناب میں آپ کو اچھی طرح یقین دلا سکتی ہوں کہ دو بجے ہونگے اور رات کے کھانے کا وقت ہمارے پہونچنے سے پہلے پہونچ جائیگا۔ لیکن چونکہ پیڑ پھونچ کا یہ مطلب تھا کہ اپنے باپ کے گھر جانے سے پہلے اسے کامل طور پر یہ میری تاج ہو جائے کہ جو کچھ میرے منہ سے نکل جائے اس کے تسلیم کرنے میں اسے غدر نہ ہو۔ اس لیے اس نے کہا گویا کہ آفتاب کا یہی مالک ہو اور گھنٹوں پر یہی حکومت کر سکتا ہے۔ کہ اپنے چلنے سے پہلے میں جسوقت کا نام کوں لگا اور چاہو لگا وہی وقت ہو جائیگا۔ اتنا کہ تم نے میرے قول و فعل کا رد کرنا نہ چھوڑا۔ میں آج نہیں جانے کا۔ اور جب کبھی جاؤں گا بھی تو اسی حالت میں کہ چلتے وقت میں جو وقت چاہوں وہ ہو جائے۔ ایک دن پھر اس نے وٹنگ کی طاعت میں

پیٹیر پچو نے کتھرائن کا امتحان لیا۔ اور ارادہ کیا کہ جیتک اسکی متکبر طبیعت اسطرح
 سر نہوے کہ میرے خلاف کسی بات کا خیال بھی اسکے دلیں نہ آنے پائے تب تک
 اسے میکے نہیں جانے دینے کا۔ چنانچہ ایک دن محض اسوجہ سے کہ اسنے کہا دیکھو آفتاب
 تو چمک رہا ہے ایسی حالت میں کہ پیٹیر پچو پہلے کہ چکا تھا کہ آج شب ماہ جو ہے تو آفتاب
 کیسا روشن ہے قریب تھا کہ وہ راستہ سے لوٹا دیو جاسے۔ اور پیٹیر پچو نے کہا مجھے
 ابن الامین نے اپنی قسم ہے کہ تمھارے میکے چلنے کے پہلے ضرور ہے کہ چاند یا ستار
 یا جو کچھ مین پسند کر دن یہ ہو جائے۔ اور یہ کہ اسطرح منہ پھیرا گویا اپنے گھر کی طرف
 پھر چلا۔ کتھرائن نے کہ اب کتھرائن بد مزاج نہ رہی تھی۔ اور خاصی ایک فرمان بردار
 عورت ہو گئی تھی یہ دیکھ کر کہا۔ آگے بڑھے۔ میری التجا قبول کیجئے۔ اب ہم سب بہت
 دوزخ کیل آئے ہیں چاند یا سو بج یا جو تم چاہو یہ جائیگا۔ اور اگر اب سے آپ اسے
 قندیل روشن کیں تو میرے واسطے قندیل ہی ہے۔ پھر امتحان لیا۔ مین تو مانتا ہی
 جانتا ہوں۔ کتھرائن نے کہا۔ ٹیک۔ مجھے بھی ایسا ہی دکھائی دیتا ہے۔ پیٹیر پچو نے
 کہا تم غلط کہتی ہو آفتاب ہے۔ کتھرائن نے کہا آفتاب ہی ہے۔ اور اگر آپ کہیں
 نہیں ہے تو بیشک نہیں ہے۔ جس نام سے آپ اسے تعبیر کریں وہی ہے اور
 وہی کتھرائن کے لیے ہوگا۔ غرض کہ اسکے بعد وہ آگے بڑھے۔ مگر پیٹیر پچو کے
 دلیں ایک بار پھر اسکی فرمانبرداری اسکے امتحان لینے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ ایک بار
 کو راستہ پر چلتا دیکھ کر خطاب کیا۔ بی صاحبہ تسلیم عرض کرتا ہوں۔ جیسے کوئی نوجوان
 عورت سے گفتگو کرتا ہے۔ اور پھر اس پر مڑو کے سرخ و سفید رخساروں
 کی تعریف کر کے کتھرائن سے پوچھا تم نے ایسی حسین عورت بھی کبھی دیکھی ہے
 آنکھیں ستاروں کی طرح روشن ہیں۔ اور ایک بار پھر اسکی طرف متوجہ ہو کر کہا
 چہرہ تسلیم عرض کرتا ہوں پیاری عورت اور اپنی بی بی سے کہا اچھی کیسٹ، ذرا جا کر

گلے تو لگا تو کسی بھی عورت ہے۔ کٹھن کہ اب اپنے شوہر کی بالکل ہی مطیع ہو گئی تھی۔ یہ سنتے ہی اس کے خیال کے مطابق باتیں کرنے لگی۔ اور اس پر مرد سے پوچھنے لگی اُونچوڑا ناشگنتہ حسین و تر و تازہ و خوش نما عورت۔ کہاں گھر ہے اور کہہ کر ارادہ ہے۔ ایسی خوبصورت لڑکی کے والدین کو آفرین ہے۔ پیڑ پھوپھو نے کہا۔ کیٹ۔ خیریت ہے۔ دشمن پاگل تو نہیں ہو گئے۔ بڑھا آدمی جھڑپاں پڑیں بدن آترا۔ اور تم کتنی بوکو دشمنہ ہے۔ کٹھن نے اس پر کہا۔ بڑے میان معاف فرمایگا۔ آفتاب کی چمک سے میری آنکھیں ایسی بگڑ رہی ہیں کہ جو چمپیز دیکھتی ہوں تر و تازہ معلوم ہوتی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ آپ تو میرے باپ کے ہم سن ہیں۔ میں امید کرتی ہوں کہ اس غلطی پر مجھے آپ معاف فرمادیں گے۔ پیڑ پھوپھو نے کہا بڑے میان اب بہن یہ بتلایے کہ آپ کس طرف تشریف لے جاتے ہیں اگر آپ اُسی طرف چلتے ہیں جدھر ہم تو آپ کی میت سے جین کمال مسرت ہے پیڑ مرد نے جواب دیا کہ آپ دونوں صاحبوں کے نئے انداز کی ملاقات سے تو جین کمال متحیر ہوا۔ میرا نام ورن سن ٹیو ہے۔ اور میں اپنے لڑکے کی ملاقات کو جو بیٹو میں رہتا ہے جاتا ہوں۔ اس پر پیڑ پھوپھو نے پچا نا کہ یہ پیڑ مرد جو جان لسن کا باپ ہے جسکی شادی بپ ٹٹا کی چھوٹی لڑکی بیبا کا سے ہونے والی ہے اور پھر اس پیڑ مرد کو اس کے بیٹے کی ایسے الدار گھر میں نسبت ہو جانے کا حال سنا کر بہت خوش کیا۔ اور تینوں ہنسی خوشی آگے بڑھے اور ساتھ ہی بپ ٹٹا کے گھر پہنچے۔ جہاں بیبا کا اور لسن ٹٹا کی برات کے لیے اہل براوری جمع ہو کر خوشیاں کر رہے تھے۔ اور کٹھن کو دیکھ کر بپ ٹٹا نے بخوشی بیبا کا کے نکاح جوہانہ کی اجازت دی۔

پچھلے بپ ٹٹا نے آئے دیکھ کر چھ برات میں لپکا کر بٹھایا۔ جہاں ایک

Amelia
Guicciardini
Bianca
Bianca

اور مئے بیا ہے ہوئے میان بی بی بھی بیٹھے تھے۔

بیانکا کے شوہر سن یٹو اور ہارٹن سیلو دونوں نے کچھ تمسخر شروع کیا جس سے پیٹر یچو کی بی بی کی بدنما جھکی طرف اشارہ ہوتا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ ان دونوں کو اپنی بی بیوں کے علم پر کمال نازش ہے۔ اور پیٹر یچو کی بری پسند پر طعن ہے۔ پیٹر یچو مغز سخن کو تو پوچھ گیا مگر جب تک عورتیں کھانا کھاتی رہیں وہ خاموش بیٹھا رہا اور بعد اُسکے جب وہ آرام کرنے لگیں تو اُس نے بھی کچھ کچھ تمسخر شروع کیا۔ اور بپٹا کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ بہ نسبت اُنکی بی بیوں کے میری بی بی سیر سی زیادہ میٹھ ہے۔ جسے سنکر بپٹا نے بافسردگی جواب دیا نہیں بیٹے پیٹر یچو اسکا مجھے بھی اندیشہ رہتا ہے کہ تم نے سب سے زیادہ بڑبڑ عورت پائی۔ پیٹر یچو نے کہا انا سننا فضول ہے۔ تصدیق بیان کے لیے میرے نزدیک عمدہ تدبیر یہ ہے۔ کہ ہم مین سے ہر ایک اپنی اپنی بی بی کے بلانے کو آدمی بھیجے۔ جسکی بی بی سب سے پہلے آنے سے اپنا زیادہ میٹھ و فرمانبردار ہونا دکھاوے وہ کچھ زلفہ جو آپس کی تجویز سے ملے ہو دوسروں سے بطور شرط کے جیب لے۔ آپر وہ دونوں بخوشی راضی ہو گئے کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اُنکی بیبیاں بہ نسبت سرکش کٹھرائن کے فرمانبردار سی مین کہیں زیادہ ہیں۔ اور کہا کہ اچھا میں روپیہ کی شرط ہم لگاتے ہیں۔ پیٹر یچو نے ہنس کر کہا کہ اتنا تو مین اپنے بازو میںکھاری کبترون پر لگاتا ہوں۔ ہاں اگر اسکا پس گو نہ ہو تو مضائقہ نہیں غرض کہ سن یٹو اور ہارٹن سیر سو روپیہ تک بڑھے۔ پہلے سن یٹو نے اپنی بی بی کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ آدمی جواب لایا کہ بی بی صاحبہ کتنی ہیں۔ اسوقت مین کام مین ہوں آہنیں سکتی۔ پیٹر یچو نے یہ سنکر کہا۔ این۔ کیا کتنی ہر اسوقت مین کام مین ہوں آہنیں سکتی۔ کیون صاحب عورتوں کو ایسا ہی جواب دینا چاہیے۔ دونوں یہ یہ سنکر ہنسے۔ اور کہنے لگے جب اس سے بدتر جواب کٹھرائن کھلا بھیجی اسوقت

معلوم ہو گا۔ اسکے بعد ہارٹن سیو کی باری آئی جس نے اپنے آدمی سے کہا کہ میری بی بی کے پاس جاؤ اور درخواست کرو کہ میرے پاس اس وقت آئے۔ یہ سنکر پیٹر بچو نے کہا دادہ درخواست کرو تب تو پھر ضرور آئی۔ ہارٹن سیو نے کہا مجھے تو یہ اندیشہ ہے کہ تمہاری بی بی درخواست بھی نہیں منگی۔ یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ ہارٹن سیو کا رنگ آدمی کو تنہا ٹوٹے دیکھ کر نفی ہو گیا۔ اور بولا۔ کیوں۔ وہ کہاں ہیں۔ آدمی نے کہا۔ بی بی صاحبہ کئی ہیں۔ وہ ہنسی سے بلاتے ہوئے گئے۔ اب اس وقت کون جائے۔ آنے کو خود ہی کیوں نہیں چلے آتے۔ پیٹر بچو نے یہ سنکر کہا۔ بس یہیں قہر برد۔ اور پھر اپنے آدمی کو بکارا۔ سہراہ اپنی بی بی کے پاس تو جاؤ اور میسما نام لو کہ تعین یاد کرتے ہیں۔ لوگوں نے اچھی طرح یہ بھی نہ خیال کرنے پایا ہو گا کہ بھلا وہ یہ حکم کب سننے والی کہ بہت لٹا نے شجب ہو کر کہا۔ لو کھڑا تو آ رہی ہے اور آنے آکر اسے سے پوچھا۔ کیا مرضی ہے۔ آپ نے یاد فرمایا ہے۔

پیٹر بچو نے پوچھا تمہاری ہمشیرہ اور ہارٹن بیوہ دونوں کہاں ہیں۔ کھڑا نے کہا آتش خانہ والے کمرے میں بیٹھی ہیں۔ پیٹر بچو نے کہا انھیں جاکر بلا لاؤ۔ یہ سنکر وہ چپ چاپ پھر چلی گئی۔ سن بیوہ نے کہا اگر دیکھو تو یہ بڑی حیرت کا مقام ہے۔ ہارٹن سیو نے بھی کہا کہ ان مجھے بھی حیرت ہے کہ اسکے کیا سنی۔ پیٹر بچو نے کہا مجھ کو اسکے سنی کی تفصیل سنئے۔ امن و امان۔ محبت۔ خوش گذرانی۔ ریاست۔ غرض کہ سنی اچھی اور جلی جیز ہیں۔ اپنی لڑکی کی یہ تہذیب دیکھ اسکا باپ بہت خوش ہوا۔ اور کہا بیٹے پیٹر بچو آفرین ہے تمکو۔ تم نے بیشک شرط جیت لی۔ اور میں علاوہ اس میں اس کے جکا تم سے عہد ہو چکا ہے میں نہرا اور تمہارے سہجین میں بڑھاؤں گا کیونکہ اسکی طبیعت کو مننے ایسا بدل دیا کہ گویا وہ دوسری ہو گئی۔ پیٹر بچو نے کہا۔ نہیں۔ ابھی دیکھئے تو میں اور عمدہ طور پر اپنی بات کو ثابت کرتا ہوں۔ اور اسکی نئی تربیت و فراہمی

کتنے طریقوں سے دکھاتا ہوں۔ کٹھن کو مع ان دونوں عورتوں کے آتے دیکھ کر کس
 دیکھو وہ آ رہی ہے اور تم دونوں کی گستاخ عورتوں کو بھی قیدیوں کی طرح ساتھ
 لیے ہوئے ہے۔ کٹھن تمہاری ٹوپی سر پر ٹھیک نہیں ہے آتا رکے پھینک دو
 پیرٹلے مسل ڈالو۔ کٹھن نے فوراً ٹوپی اتار کر پھینک دی۔ ہارٹن سیوے اسکی
 بی بی نے ان کو کہا کیوں فضول اتنی دو روڑا یا۔ ناحق میں آئی۔ اور ایسا ہی
 بیانکا نے بھی کہا۔ واہ خواہ مخواہ بیٹھے بٹھائے حیران کیا۔ بیانکا کے شوہر نے
 کہا۔ نہیں۔ آپ کی عقلندی نے البتہ مجھے خواہ مخواہ زیر بار کیا۔ کہ آپ کی وجہ کھانا
 کھانے سے اور اب تک اتنے ہی عرصہ میں سو روپیہ مجھے دینے پڑے۔ بیانکا نے
 کہا۔ واہ یہ سب سے بڑھکے رہے کہ آپ نے دوسرے کے خود اختیار فیصل
 پر شرط لگائی۔ پیئر پچو نے اپنی بی بی سے کہا۔ تم ان سرکش عورتوں کو تباہ و دک
 عورتوں کو مقابلہ اپنے شوہروں کے کہان تک غیر خود مختار رہنا چاہیے۔
 جب اس تربیت پذیر بد مزاج عورت نے سب کے سامنے یہ نصاحت تمام یہ
 بیان کرنا شروع کیا کہ عورتوں کو کس طرح اپنے شوہروں کے مطیع بن کر رہنا چاہیے
 جسکی مشاقی آنے پیئر پچو کی بلا غدر تاجداری میں اچھی طرح حاصل کر لی تھی۔
 تو ساری مغل ذنگ ہو گئی۔ اور نئے سرے کٹھن کی شہرت پیڑ و میں شروع
 ہوئی۔ ایسی شہرت نہیں جیسی پہلے بد مزاجی کے ساتھ تھی۔ بلکہ یہ مشہور ہوا کہ
 کٹھن نہایت ہی تاجدار عورت ہے۔ اور پیڑ و میں اس سے بڑھکر کوئی
 دوسری عورت فرائض شوہری کی جاننے والی نہیں ہے۔

خاتمہ الطبع

ہزار ہا رشک خداے پاک کا ہے کہ مجموعہ افسانہ دلپذیر کے میں قصہ نمین کا

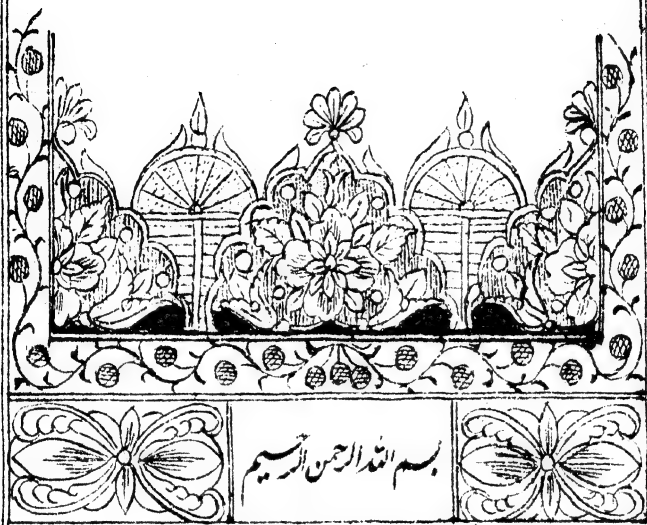
معجزات و مکاتیب فضل خلائق روزگار بنام مکیان و مکیان و مکیان

بر اثر تیری کتابت بیست و نهمین کیلومتر از افسانه و لید پر کے میں قصوں میں
ہندوستان کی سب سے زیادہ حقیقت میں مکت آموزی کا خزانہ و موسم ہے



سیکھو علمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب چری کوئی دیکھ لے نفی بانس کا نون
منطق گر کہ پورے باہر سطح اور وہ آریہ مہاراجہ سلیم اگر یہی ہو اور دین تر جہاں

مطہ نانا می نشی لو کشو واقع ان میں مطہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبا سٹن اور انکی بہن و اولاد دونوں جان مرد و عورت مسی لاسن بن نوام
 پیدا ہوئے تھے اجرا ایک تعجب کی بات تھی اور عین ولادت سے وہ دونوں
 باہم ایسے متشابہ صورتوں کے تھے کہ بجز اپنے اختلاف وضع لباس کے
 اور کسی طرح ممتاز نہ ہو سکتے تھے۔ اتفاق دیکھیے کہ جب طرح وہ ایک ہی وقت پیدا
 ہوئے تھے اسی طرح ایک ہی وقت ساحل الیمیر یا بحر ہی سفر کرتے ہوئے نظر
 جانکاہ میں دونوں مبتلا ہی ہوئے۔ ہوا آمد نے اس جہاز کو جکے ایک تھے
 یہ دونوں بھی سوار تھے ایک چٹان سے جا بھرا یا جکے صدے سے اس
 جہاز والوں میں سے اکثر مر گئے۔ اور چند لوگ جو زندہ بچے انھیں کپتان ہزار
 نے ایک چھوٹی سی کشتی میں بٹھا کر کنارے لا آتا رہا۔ اور اسی کشتی میں واولا
 بھی جو اس صدے سے بحر ہی تھی مبتلا رہا۔ حفاظت تمام خشکی پر چلی آئی۔ جہان بجا
 اس کے کہ وہ اپنے صحیح و سالم نکل آئے پر خوشی کرتی بھائی کے ضائع ہو جانے پر

سبا سٹن اور انکی بہن و اولاد
 دونوں جان مرد و عورت مسی لاسن بن نوام
 پیدا ہوئے تھے

اسے روزنا پڑا۔ مگر جب کپتان نے اسے تسلی دی اور کہا کہ جب جہاز متباہ ہوا تھا تو میں نے دیکھا تھا کہ تمہارا بھائی ایک بڑے تختے سے لپٹا ہوا بہا چلا جاتا تھا۔ اور جہاز تک میری نظر نے کام کیا میں نے یہی دیکھا کہ بحفاظت تمام وہ تختہ موجوں پر چلا جاتا ہے اس کے ٹھٹھنے سے واولا کو کسی قدر تسکین ہوئی اور بھائی کے پھر ملنے کی ایک تھوڑی سی امید دل میں پیدا ہوئی۔ اب اتنی یہ فکر یہ اہلی کہ اس دور ورائز و اجنبی ملک میں میرا جی کیونکر لگے گا۔ اور کپتان سے پوچھا کہ عم الیریا کی کچھ کیفیت جانتے ہو۔ کپتان نے جواب دیا۔ لڑکی۔ میں خوب جانتا ہوں کیونکہ میرا مقام واولا و رہان سے تین گھنٹہ کی بھی راہ نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ یہاں کا حکمران کون ہے کپتان نے کہا اس الیریا پریشانیان حکومت علیم المزاج نواب اور سینو حکمران ہے۔ واولا نے کہا میں نے اپنے باپ سے بھی اور سینو کا نام سنا ہے مگر یہ اس وقت کی بات ہے کہ اور سینو کا بیاہ نہیں ہوا تھا۔ کپتان نے کہا کہ اسکا بیاہ تو ابھی تک نہیں ہوا ہے کیونکہ ایک نینے کی بات ہے جب میں یہاں سے گیا تھا تو اس وقت یہ خبر عام مشہور تھی (جیسا کہ دستور ہے کہ امیرون کی خبر بہت جلد عوام میں شہرت پکڑ جاتی ہے) کہ اور سینو ایک امیر کی حسین لڑکی اولیو یا نام سے بیاہ کرنا چاہتا ہے جس کے باپ کو سال بھر کا عہد ہوا کہ اسے اس کے بھائی کی ولایت میں چھوڑ کر رگمدا سے ملک عدم ہوا اور اس کے تھوڑے دنوں بعد وہ بھائی بھی چلتا ہوا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی کی موت کا اسے ایسا صدمہ ہے کہ مردوں کی صحبت میں اسکا جی نہیں لگتا۔ مردوں کی صورت دیکھنے سے اسے نفرت ہے۔ واولا کہ خود بھی بھائی کے رنج و غم میں گرفتار تھی یہ سنکر بولی۔ کپتان۔ اگر کسی طرح تم مجھے اس عورت کو پاس پہنچا دیتے تو بہتر تھا۔ میں بہ کمال خوشی اسکی خدمت کرتی اور وہیں چہنی رہتی۔ کپتان نے کہا یہ نہایت دشوار امر ہے کیونکہ بھائی کی تار منج وراثت کو

وہ کسی کو اپنے گھر میں آئے نہیں دیتی تھی کہ نواب شہر کو بھی باریابی خدمت کی اجازت حاصل نہیں ہے۔ واولانے اب دوسری حکمت یہ سوچی کہ مردانہ لباس بدل کر نواب اور مہینوں کی خدمت میں چلنا چاہیے۔ زمانہ لباس اتار کر مردانہ لباس زیب کرنا اور اپنے کو مرد ظاہر کرنا یہ ایک نئی بات تھی جو اس عورت کے دلمیں آئی۔ سچ ہو وہ بکس نہ کوئی دوا لی نہ وارث باین حسن و خوبی تن تہنا لوگ غیر میں رکھ حفظ آبرو کے لیے ایسا کرتی تو کیا کرتی۔

داولانے کپتان کو کہہ کر اسے نیک خصلت آدمی جانتی تھی اور دیکھ چکی تھی کہ کپتان کن وسائل سے آنے اپنی دوستی کا اظہار کیا اور میرے غم کی تخفیف کا بیڑا باعث ہوا اپنے اس ارادے سے مطلع کیا اور کہا کہ اس کاراہم میں تنہا سی امانت و امداد ضرور ہے۔ اور کچھ روپیہ دیے کہ نہایت نفیس اور خوش اسلوب مردانہ پوشاک منجے ہو اور جو اپنی قطع و برید و اپنی رنگت میں سبائسن کے لباس سے ہمہ فرق نہ رکھتی ہو۔ اور جبکہ نینے سے میں بالکل سبائسن معلوم ہونے لگوں تھی کہ اگر کوئی اتفاق سے ہم دونوں کو یکجا دیکھ لے تو اسے فرق کرنا مشکل پڑ جائے۔ جیسا کہ آگے چلکر اسکا بیان آئیگا کہ سبائسن میں بانی میں سے صحیح سالم باہر نکلا اور دونوں بھائی بہن میں ملاقات ہوئی۔

داولا کے سچے دوست کپتان نے اسکا لباس بدل کر اور اس حسین عورت کو خاصہ مردانہ کرسی سیر نو نام رکھا۔ اور کسی ذریعہ سے اسے پادشاہ تک پہنچا دیا۔ پادشاہ نے اسے ایک حسین و خوبصورت جوان پا کر اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ اور یہی رہ چاہتی تھی۔ داولانے اپنے کار منصبی کو ایسی عمدگی و پھرتی و چالاکی سے انجام دیا اور اسکی ہوا خواہی و نفاذ داری میں ایسی مستعدی ظاہر کی کہ شورشے نون میں مقرب بارگاہ سلطانی ہو گئی۔ اور سینو اسے اپنا ہوا خواہ تصور کر کے

ساراحال اولیویا کے عشق و محبت کا اُس سے بیان کر گیا۔ اور اپنی ناکامیابی کی پوری کیفیت کہہ سنا لی کہ وہ اپنی نظروں میں مجھے بہت ہی حقیر سمجھتی ہے اور میرے پاس رہنا منظور نہیں کرتی حتیٰ کہ وہ اسے بھی ناروا سمجھتی ہے کہ میں اُسکے گھر جا کر اُس سے مل آیا کروں۔ اس بد معاملہ نامہربان عورت کے پیچھے نواب کا عجب حال ہو گیا تھا کہ تمام سیر و تسکین و انسانی مذاق جمیں منہی خوشی سے اُسے اپنی زندگی بسر کرنی چاہیے تھی ترک کر کے سست و کمال بنا ہمیشہ پڑا رہتا۔ اور بجز گیت کے کسی اور شے سے اُسے واسطہ نہ تھا۔ اور سو اسے خوش امان و دوسو غولون کے اور کچھ اُسے مرغوب طبع نہ تھا۔ حکماء و علماء و امراء سے جسے اُسے کمال اُنس تھا کنارہ کش ہو کر تمام دن پڑا ہوا سی سیر لو (یعنی وادلام سے بائیں کیا کرتا۔ اور بد معین درباری سیر یو کو اپنے ولی نعمت نواب اور سینوں کی محبت کے قابل نہ خیال کرتے۔

کنواری عورتوں کا خوش رو و نوجوان نوابوں کے پاس ہر از ہنکر رہنا کسی طرح خطرہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اولیویا کے عشق و محبت کی باتیں سن کر وادلا کو کمال تا مسف ہوا اور ایک خاص اُنس بادشاہ کے ساتھ اُسکے ولیمین پیدا ہو گیا۔ اور اُسے کمال حیرت ہوئی کہ میرے ایسے لاثانی سردار و بے مثال آقا کو جسکے حق کا تمام بین شہرہ ہے اس طرح اولیویا اپنی نظروں میں بے وقعت و قابل نفرت تصور کرتی ہے۔ اور نواب سے رفر و کنایہ کی باتیں کرنی شروع کیں کہ بادشاہ سلامت کو ملی عورت اگر آپ کے ساتھ ویسا ہی عشق رکھتی ہو جیسا آپ کو اولیویا کے ساتھ ہے (خیالی بات نہیں بلکہ فی الواقع کوئی ایسا ہو مگر آپ کو ایسی ہی طرف توجہ نہ تو کیا آپ یہ نہ کہیں گے کہ اُس عورت کو میرے ساتھ اُلفت نہیں ہے۔ اور کیا وہ آپ کا جواب صاف سنکر صبر نہ اختیار کر لیگی۔ یہ محبت سنکر بادشاہ نے جواب دیا۔ مکن نہیں کہ میرا ایسا عشق کسی عورت کے ولیمین جگہ پکڑ سکے کیونکہ عورتوں کے

دلوں میں عشق و محبت کی برواشت کی قابلیت نہیں ہوتی اور نہ اتنی وسعت ہوتی ہے کہ کہیں کسی کی سچی محبت کی گنجائش ہو۔ پس ایسی صورت میں میں کیونکر کہہ سکتا ہوں کہ انکے عشق کو میرے عشق سے نسبت دینی غلط نہیں ہے۔ گویا شاہ کی تردید بیان میں واولا اصرار نہ کر سکی مگر اپنے خیال کو بھی غلط نہ سمجھی۔ اور کیونکہ غلط سمجھتی جب اسکے پاس خود اپنے ہی دل کی ایک نظیر موجود تھی اور دیکھتی تھی کہ تپنی الفت نواب کو اولیو یا کے ساتھ ہے کسی طرح مجھے نواب کے ساتھ اس سے کم الفت نہیں۔ اور کہا کہ میں تو جانتا ہوں اور سنیوں نے پوچھا سی سیر یو تم کیا جانتے ہو اسے جو اب وہاں اپنی طرح جانتا ہوں کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ کتنی محبت ہوتی ہے۔ عورتیں بھی صدق دل سے مردوں کے ساتھ الفت رکھتی ہیں۔ میرے باپ کی ایک لڑکی تھی جو ایک مرد پر فریفتہ ہو گئی تھی شاید اگر میں عورت ہوتا تو حضور کے ساتھ میرے عشق کو ٹھیک ٹھیک وہی نسبت ہوتی جو میری بہن کے عشق کو اس مرد کے ساتھ تھی۔ اور سنیوں نے کہا پھر اسکا حال بیان کر دیا ہوا۔ واولا نے کہا اسکے حال سننے میں کچھ لطف نہیں ہے۔ کیونکہ اُس نے کبھی اپنے عشق کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔ بلکہ غنجہ کے کپڑے کی طرح اپنے عشق کو چھپائے ہوئے جال و درخساروں کی بہار گنوا یا کی۔ اور آپ ہی آپ بیٹھی ہوئی مڑ جایا کرتی۔ و خفقان و نومین مبتلا ہو کر نشان قبر پر صبر کرنے والوں کی طرح خموش اپنی حالت پر مال پر مسکرایا کرتی۔ نواب نے پوچھا کیا وہ عورت اُسی غم میں مر گئی۔ مگر واولا نے کھل کے اسکا جواب نہ دیا اور بادشاہ کو باتوں میں بہلا دیا۔ غالباً اور سنیوں پر جو اسکی طبیعت آگئی تھی اُسی کے رنج و غم کو درپردہ اظہار کرنے کے لیے اُس نے اپنی بہن کا یہ چھوٹا مال دل سے گٹھ لیا تھا۔

یہ بائیں جو رہی تھیں کہ ایک مرد شریف نے جسے نواب نے اولیو یا کے پاس بھیجا تھا آکر بادشاہ سے کہا کہ گو میں آپ کی معشوقہ تک نہ پہنچ سکا مگر آپ کے

پنچام کا جواب مجھے یہ مل گیا۔ کہ رات برس تک تو اور بوجہ عناصر بھی میری صورت نہیں دیکھ سکتے اس عرصہ میں میں بجز اسکے اور کوئی کام نہ کر دوں گی کہ اپنے برادر متونی کے نام میں ہفتہ پر ہفتہ ڈالے تمام مکان کو آنسوؤں سے بھگوئی پھرون۔ نواب یہ سن کر ٹوٹا کہ جب اپنے برادر متونی کا ماتم اس نازک مزاج عورت کے لیے گویا تفرقہ ادا کرنا ہے تو جب اسکا دل تیرون سے چھب جائیگا تو میری محبت کی گنجائش اس میں کیسے ہوگی۔ اور پھر وادائی طرف مخاطب ہو کر بولتی ہی رہی تو کم خوب جانتے ہو کہ میں نے اپنے سارے بھید سے انھیں واقف کر دیا۔ ایسی حالت میں اولیویا کے گھر تھا رہا پنچام لیجانا انسب ہے اگرچہ وہ لوٹاٹے تو لوٹ نہ آنا اور کہنا کہ جب تک میری بات پر کان نہ دوں گی میں نہیں جانے کا گو گھر سے گھر سے میرے پرچم ہی کیون نہ جائیں۔ وادلانے کہا اگر میں اس کے باتیں کروں تب۔ اور تینوں نے کہا پھر اس سے کیا بتم میرے غم کی پوری کیفیت سے اسے آگاہ کرنا میری زنا شناسی کی بابت جہاں تک ہو سکے بڑھا کر بیان کرنا۔ مگر میرے عشق کی کیفیت بیان کرنے کا خوب موقع ہاتھ آئیگا کیونکہ بہ نسبت اوروں کے وہ تھا محبتا توں کو زیادہ توجہ کے ساتھ سن لگی۔

وادلا روانہ تو ہوئی مگر خوشی سے روانہ نہ ہوئی کیونکہ اس عورت کے پاس ایسے شخص کے ساتھ نکاح کی ترغیب دینے کے لیے وہ بھی کئی مہی جسکے ساتھ اسے خود نکاح کرنے کی آرزو تھی۔ لیکن اس کام کے اٹھانے کے بعد اس نے نہایت دیانت داری و راست بازی سے انجام دینا چاہا۔ اولیویا کے نوکر نے جا کر اطلاع کی کہ ایک فوجوان دروازے پر کھڑا باصرہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ پہلے تو میں نے آپ کے ہمارے ہونے کا حیلہ کیا تو اس نے کہا میں اسی وجہ سے آیا ہوں کہ وہ یار ہیں۔ اور پھر میں نے آپ کے سونے کا بہانہ کیا تو اس نے ایسا جواب دیا کہ گویا وہ عالم الغیب ہے کہ میں یہی مسئلہ آیا ہوں کہ وہ سو رہی ہیں۔ کوئی حکمت

میری پیش رفت نہیں جاتی آپ جو کمین میں اُس سے جا کر کہہ دوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اُس سے باتیں کریں یا نہ کریں گروہ ضرور آپ سے آکر گفتگو کر گیا۔ ایسے لارڈ قاصد کے دیکھنے کا اولیو یا کو اشتیاق پیدا ہوا اور آسنے کی اجازت دیدی۔ اور منہ پر نقاب ڈال کر بولی۔ میں جانتی ہوں کہ سوا سے اور تینو کے اور کون تھیں بھیج گیا۔ خیر کہو کیا کہتے ہو۔ ایک مرتبہ اور اُسکا پیغام سن لیا جائے۔ واولا اتراتی ہوئی مکان میں داخل ہوئی۔ اور درباری انداز سے امرار کے نوکروں کی طرح بسنجیدگی تمام کہا۔ اور نقاب دار سر ابا حسن و محبوبی و او خاتون بہ تن جلوہ و خوبی میں بالتجارت سے استفسار کرتا ہوں کہ آیا خاتون اس مکان کی تھیں ہو۔ کیونکہ اگر کسی دوسرے کو میں نے اپنی باتیں سناوین تو منھے کمال افسوس ہوگا۔ کیونکہ علاوہ اسکے کہ یہ عمدہ طور پر ضبط تحریر میں آئی ہیں میں نے اسکے کچھ مین بہت کچھ محنت اٹھائی ہے۔ اولیو یا نے پوچھا۔ آپ کہاں سے آتے ہیں۔ اسے شکرو واولا بولی جتنا میں نے سیکھا ہے اُس سے کسی قدر زیادہ بیان کرو دوں گا۔ مگر اس سوال کا جواب میرے اختیار سے باہر ہے۔ اولیو یا نے کہا آپ نقال یا بہروپے تو نہیں ہیں۔ واولا نے جواب دیا میں نہ نقال ہوں نہ بہروپا لیکن ہاں جیسا کہ میں نے اپنے کو ظاہر کر رکھا ہے ویسا نہیں ہوں جس سے اسکی مراد یہ تھی کہ دیکھنے میں میں مرد معلوم ہوتا ہوں مگر حقیقت میں مرد نہیں ہوں اور پھر وہی سوال کیا۔ کہ آیا خاتون خانہ تھیں ہو۔ آسنے کہا۔ ہاں میں ہی ہوں۔ اب واولا کو اپنے آقا کے پیغام پہنچانے سے زیادہ اُس عورت کی صورت دیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور کہا اپنا شتم ذرا منھے دکھلائیے۔ اولیو یا کو اُس بیباکانہ درخواست کے منظور کر لینے میں کچھ تامل ہوا۔ اور جس عورت پر اور سنیو بدت سے عاشق تھا اور وہ ہاتھ نہ آتی تھی اسکے غریب خدمتگار فرضی سی میریو پردہ بیک نگاہ فریفتہ ہو گئی۔ واولا نے جب اس کے منہ دیکھنے کی تمنا ظاہر کی تو آسنے کہا کیا تم نے اپنے

آقا سے میرے سٹو دیکھنے کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ اور پھر ان تمام باتوں کو جسے سات برس تک منہ چسپا نے کا مضمون مترشح ہوتا تھا اپنے دل سے بھلا کر اور یہ کہہ کر چھپا دیکھو میں اپنا سٹو کھولتی ہوں۔ منہ سے نقاب اٹھا دی اور کہا دیکھو میں کیسی ہوں۔ واولا نے کہا چر تو یہ ہے کہ تمہارا حسن قابل تعریف ہے۔ رخساروں کی سرخی و سفیدی جو دست قدرت نے اپنے ہاتھ سے جمائی ہے عجب لطف دکھا رہی ہے۔ یہ سب کچھ کر گرتھارے بے رحم ہونے میں بھی کچھ شبہ نہیں۔ میرے نزدیک تم اس خصوص میں کسی کو ہمسر نہیں رکھتیں۔ اوکیو یانے کہا۔ حضرت میں کچھ ایسی برحم تو نہیں ہوں۔ اور حسن کو جو کہتے ہو تو ہزاروں مجھ سی دنیا میں ایسی کلنگی جنکے میرے ہی سے مختلف ہونٹھ اور پلکوں سے چھپی ہوئی و و بھوری آنکھیں اور میری ہی سی ناک و ٹھوڑیاں وغیرہ ہونگی۔ آپ یہ تو بتائیے کہ میرے پاس آپ پیغام لیکر آئے ہیں یا مجھے بنانے آئے ہیں۔ واولا نے کہا میں بنانا نہیں بلکہ بغور دیکھتا ہوں کہ تم کیسی ہو۔ تم تو بہت کچھ سمجھتی ہو گی مگر اس میں شک نہیں کہ ایک اوسط درجہ کا حسن تم میں ضرور ہے جو میرے آقا کی فرقیگی و میلان خاطر کا باعث ہوا۔ اس سے کیا بحث تم کشور حسن کی ملک ہی کیوں نہ ہو مگر مقتضائے انسانیت یہی ہے کہ نواب کے عشق و دلسوزی پر تم خیال کر کے اس کو جملوس پیش آؤ۔ کہ تمہارے عشق میں اسکی عجب حالت ہو رہی ہے۔ یہ دل زار و چشم اشکبار ہمیشہ مٹھا ہوا تمہاری یاد کرتا ہے اسکے نالے اور آہ آئین میں رعد و برق کا لطف آتا ہے۔ اوکیو یانے کہا کہ تمہارے آقا میرے دل کو بخوبی واقف ہیں اور انھیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے آنے کچھ انس نہیں۔ بلکہ مجھے اسکا بھی یقین نہیں ہے کہ آقا میرے ساتھ الفت ہے۔ البتہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ ایک مرد شریف عالی مرتبہ و سخیل جوان صالح ہیں۔ اور تمام شہر کے مہذب و شریف لوگ انھیں ذی علم و خوش اخلاق و مہار و جانتے ہیں۔ مگر میں اپنے دل کو مجبور ہوں جس میں انکی ذرا سی الفت سامانین سکتی ہیں نے

بار ہا اُسکے پاس جواب صاف کھلا بھیجا پر نہیں معلوم کیوں وہ میرے پیچھے پڑے ہوئے
 ہیں۔ واولانے کہا یہ کیا اگر کہیں میں آپ پر عاشق ہوتا تو آپ دیکھتیں کہ ایک جھوٹری
 ڈال کر میں آپ کے دروازے کے سامنے آن پڑتا اور دن رات آپ کا نام لیا کرتا۔
 اور آپ کے عشق میں دل سوز غزلیں اپنے حسب حال بنا کر رات کے سناٹے میں پڑھتا
 اور پہاڑوں میں آپ کا نام لے لے کر چلاتا جس میں آپ کے نام کی صدا لوٹ پھیر کر پڑتی
 کا فون تک پہنچتی۔ کیا مجال کہ بائیں لیل و نہار آپ کو میرے حال پر رحم نہ آتا۔ اور
 میری آہ اپنا اثر نہ دکھاتی۔ اور آپ کا دل ملائم کیے بغیر رہتی۔ اولیویا نے کہا کہ آپ
 تو سب کچھ کرتے۔ یہ تو بتلایئے کہ آپ کس خاندان سے ہیں۔ واولانے کہا گو اس وقت
 اقبال مجھ سے رونا فتنہ ہو مگر میرے نجیب الطرفین ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا
 اولیویا نے اُسے بے دلی سے رخصت کیا۔ اور کہا کہ اپنے آقا کو سمجھا دو کہ جب مجھے
 اُس سے محبت نہیں ہو تو پھر کیوں وہ اپنے آدمیوں کو تکلیف دیتا ہو۔ لیکن ایک
 درخواست میں کرتی ہوں کہ جب کبھی تمہارا ادھر سے گزرتو مجھ سے مل لینا تا مجھے ملنا
 ہو کہ نواب نے میرا جواب سن کر کیا کہا۔ واولانے اُسے سنگ دل حسین سے تعبیر کر کے
 کہا نواب میں رخصت ہوتا ہوں۔ واولا کے چلے جانے پر دیر تک اولیویا مکر رہ کر
 یہی عبارت رٹا کی۔ گو اس وقت اقبال مجھ سے رونا فتنہ ہو مگر میرے نجیب الطرفین ہونے
 میں کوئی شک نہیں۔ اور آپ ہی آپ قسم کھائی کہ ضرور وہ ایک شریف آدمی معلوم
 ہوتا ہے کیونکہ اسکی گفتگو۔ صورت۔ تناسب اعضا۔ اطوار و افتاد و طبیعت سے
 صاف نجات و شرافت آشکارا ہے۔ اور اپنے دلیں سمجھی کہ اگر کہیں کا آفت زدہ
 نواب زادہ ہو تو بعید نہیں۔ اور پھر آپ ہی آپ اپنے منیدہ ہونے پر کہ ایک مرد اجنبی
 بیک نگاہ دل دے بیٹھی کسی قدر ناوم بھی ہوئی۔ لیکن ندامت جو قصور کے بعد اچھے
 لوگ اٹھاتے ہیں وہ بالکل بے سمجھوتی ہے اور مکافات ماضی ہرگز اُس کو ممکن نہیں ہونا

الحاصل اپنے حالی مرتبہ ہونے اور اس قاصد کے ادنیٰ خدمتگار ہونے کا فرق و درمیان سے جدا کر دیا۔ حالانکہ عورتوں کو اسکا بہت کچھ بخانا ہوتا ہے اور ایسا امتیاز کرنا اپنا جوہر ذاتی تصور کرتی ہیں۔ اس بن بیابھی لڑکی نے ان سب خیالات کا فریاد پاس نہ کیا اور اسکا حکام نسبت کی تکوین ہوئی۔ اور ایک سیر سے کی انگوٹھی بائین حیلہ کہ پادشاہ نے نظر بامحکام نسبت میرے پاس بھیجی تھی مگر مجھے اسکا لینا منظور نہیں ہو اپنے خدمتگار کے حوالہ کی اور کہا کہ پادشاہ کا قاصد بھی راستہ ہی میں ہو گا دوڑ کر دیدو۔ اور اس حکمت سے مقصد دلی یہ تھا کہ سی سیر ہو ایک جو شیر آردی ہے میری انگوٹھی پاکو میرے دلی ارادہ کو سمجھ جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انگوٹھی کے پانے سے آؤلا کو حیرت ہوئی کہ نواب نے کب مجھے انگوٹھی دی تھی۔ اور پھر اولیو یا کی حیرت فریفتگی کی نظریا ذکر کے خیال کیا کہ شاید اس انگوٹھی بھیجے سے اسکا یہ مطلب ہو کہ نواب تو نہیں لیکن اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو مجھے منظور ہے اور صداقت بیان کے لیے میرے ہاتھ کی انگوٹھی موجود ہے۔ اور پھر افسوس کیا کہ میرے ساتھ اس عورت کا عشق کرنا بھی نہیں خواب کی سی مثال ہو کہ اپنے مشوق سے ملے ہیں مگر لطف حقیقی نہیں اٹھا سکتے۔ دیکھتی ہوں تو یہ تبدیل وضع میری زسیت خراب کیا جاتی ہے۔ اور حی طرح آہ سرد بلا سو درمیان نواب کے لیے کھینچتی ہوں دیا ہی اولیو یا میرے لیے کھینچنا چاہتی ہے۔

آؤلا لوٹ کر اور سینو کے پاس آئی۔ اور اس معاملے میں اپنے ناکامیاب رہنے کی کیفیت بیان کی کہ اولیو یا نے کہا کہ نواب سے کہہ دینا کہ مجھے زیادہ تکلیف نہ دے۔ اس سننے پر بھی نواب کی یہ امید قائم رہی کہ ایک نہ ایک روز سی سیر خوش خصال اس قابل ہو جائیگا کہ اسے مجھ پر رحم دل کر دے۔ چنانچہ نواب نے اخیر میں آؤلا سے کہا کہ کل صبح ایک مرتبہ اور جاؤ اور دیکھو کہ اب کیا جواب دیتی ہے۔ اور پھر وہ دن کاٹنے کے لیے ایک گیت جو اسے کمال مرغوب تھا گائے جانے کا حکم دیا اور کہا۔ بیارے سی سیر یو شب گذشتہ میں جو گیت میں نے سنا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسکا سننا میری بقیارسی و بھینسی رخ کرنے کے لیے بہت

مناسب ہے۔ سی سیر یوں خوب خیال کرو۔ یہ چرانے وقتوں کا گیت ہے اور نہایت صاف ہے۔ چھوکر یاں جب سوت کا تنے اور کشیدہ کاڑھنے و صوب میں بیٹھتی ہیں۔ یا بالی بننے کے لیے سوت اور بڑی دیکھتی بیٹھتی ہیں اسوقت اس گیت کا لطف دیکھئے۔ گو اس میں کوئی مضمون نہیں ہے مگر مجھے بہت ہی پسند ہے کیونکہ اس کے وقتوں کی پاک محبت کا یہ میں کر کے مضمون اس گیت کا یہ تھا۔ موت آ اور سن سان قبر میں مجھے لیجا کر سلا۔ دم جلدی سے نکل جا کہ میں ایک بے رحم مشوقہ کا کشتہ ہوں۔ میری قبر خیمہ بنا کر بونکے درخت تمام لگا دو کیونکہ میرے نزدیک اُس سے بڑھ کر کوئی دوسرا رفیق بدرم نے کے نہیں ہوتا۔ میرے سیاہ کفن پر پھول نہ لکھو۔ اور نہ کوئی دوست میرے ساتھ قبر تک چلے جہاں میری ہڈیاں ڈالی جائیں گی۔ اور ایسی جگہ مجھے رکھو کہ کوئی آواں عاشق میرا فرار روئے کو نہ پاسکے۔

داؤلانے بڑے غور سے اس پرانے گیت کو سنا جس سے بے سود محبت کی کلفتوں کا پوری پوری طرح سے انکشاف ہوتا تھا۔ اور اس کے سننے سے جو کیفیت اُس کے دل پر طاری ہوئی اُس کے چہرہ سے صاف نمایاں ہوئی۔ چنانچہ نواب نے اسے مایوس داؤاں دیکھ کر کہا۔

جانم فدا ت۔ سی سیر یو۔ کہ تم محض کم سن لڑکے ہو مگر تجھاری آنکھیں اسوقت ایسی ہیں جیسے کوئی اپنے مشوق کو نگارہ کر رہا ہو۔ تم ہی بناؤ گیا ایسا نہیں ہے۔ داؤلانے کہا کچھ آپ کی عنایت سے کیوں نہیں ہو۔ اور سینہ نے یہ چھا کہ جس عورت پر تجھاری طبیعت ہو۔ اُس کی کیا عمر ہے۔ اور کیسی شکل ہے۔ داؤلانے جواب دیا کہ مجھ سے آپ ہی کی سی صورت اور آپ ہی کی سی عمر ہے۔ نواب یہ سن کر ہنساکہ ایسا خوبصورت نوجوان اور اپنے سے زیادہ عمر والی عورت اور مردوں کی سی سانولی صورت کی مشوقہ پر زلفیہ ہو۔ لیکن درپردہ داؤلا اپنے بیان سے اور سب کی ذات مراد لیتی تھی۔ اُسکی ہمشکل عورت مراد نہ تھی۔

جب داؤلانے دوبارہ اویلیویا سے ملنا چاہا تو اسے کوئی وقت اٹھانی نہ پڑی۔

تو کرون کو بہت جلد معلوم ہو جایا کرتا ہے جب اُنکی یہ بیان کسی آنے جانے والے سے

محبت پیدا کر لیتی ہیں۔ واولا کے پونچنے کے ساتھ ہی دروازے مکان کے کھل گئے اور بڑی عورت سے اوتیویا کے کمرے تک یہ نواب کانور ہو چکا گیا۔ واولا نے کہا کہ آج پھر میں اپنے آقا کے بارے میں کچھ گفتگو کرنے آیا ہوں۔ اس عورت نے کہا کہ میں چاہتی ہوں کہ نواب کا ذکر تم سے نہ سنوں۔ ہاں اگر کچھ اور بات کرنی ہو تو میں تمہاری درخواست کو دلیل کے نغمہ سے بھی کسی قدر زیادہ توجہ سے سنوں گی۔ گو اس تقریر پر اوتیویا کا مافی الضمیر ظاہر ہو گیا مگر اس نے فوراً ہی اور بھی وضاحت کے ساتھ اسے بیان کیا جس سے صاف صاف اس کی فہم بگھڑ گئی۔ یہ بات واولا کو ناگوار گذری اور کسی قدر انتشار اس کے چہرے پر پیدا ہوا۔ جسے دیکھ کر اوتیویا نے کہا کہ مجھے حقیر سمجھ کر اپنا عقد و کھانا اس کے ہونٹوں پر کیا بھلا معلوم ہوتا ہے۔ سی سیر لو۔ قسم ہے مجھے موسم بہار کے پھولوں کی۔ اور قسم ہے مجھے کنوارپن کی پاکدامنی کی اور قسم ہے مجھے راست بازی کی کہ میں تم سے کمال محبت رکھتی ہوں۔ تمہاری طرح نہ مجھ میں نخوت ہے اور نہ اتنا فہم و شعور کہ عورت کو چھپائے رہے مگر اوتیویا کی یہ ساری ماز و نیاز کی باتیں بے سود گئیں۔ واولا نے نہ ٹکا سکے پاس تو آگاہ ہوئی۔ اور کہتی ہوئی پہلی کہ اور سینوکے بارے میں گفتگو کرنے میں اب کبھی نہیں آنے کا خیال کر لو۔ اوتیویا کی درخواست واولا اشتیاق پر اسے جو کچھ کہا اس سے یہی بات نکلی کہ اسے ہرگز کسی عورت سے عشق و محبت پیدا کرنی منظور نہیں ہے۔

اوتیویا کے مکان سے نکلے ہی واولا ایک آفت میں گرفتار ہو گئی۔ ایک مرد شریف اوتیویا کے عاشق ناکامیاب کو کسی طرح یہ خبر مل گئی کہ اوتیویا نواب کے پیغام سبکی طرٹ میلان طبعیت رکھتی ہے۔ اور یہ سنکر اس پیغام بر کے ساتھ وہ خانہ جنگی کرتے کو استعداد ہوا۔ ایسی حالت میں چاری واولا کا کچھ بس نہ چلا۔ جسے گور دانہ جیس بدل رکھا تھا مگر اپنی نہانی طبعیت کو کیا کرتی کہ اپنی ہی تلوار دیکھنے سے اسے خوف آتا تھا۔

ایک خوفناک حریف کو نہ خبر کیف اپنی طرٹ حملہ آور دیکھ کر واولا کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

قرب تھا کہ وہ اپنا عورت ہونا اسپر ظاہر کر دے کہ ایک راہ چلے شخص اجنب نے اسے
 اس تکلیف اور راز فاش ہونے کی شرم سے نجات دی۔ اور اُن دونوں کو اس طرح الگ
 کر دیا گویا وہ مرد اجنب اسکا پیارا دوست اور مددگار فریق تھا۔ اور اس کے دشمن سے
 کہا کہ اگر اس نوجوان نے تمہارا کوئی قصور کیا ہے تو اسے میں اپنے سر لیتا ہوں۔ اور
 اگر تم اس کے ساتھ بڑی طرح پیش آؤ گے تو میں تم سے لڑے بغیر نہیں رہنے کا۔ قبل
 کہ واولا اسکی دستگیری کا شکریہ ادا کر قیام اسکی مہربانی کا سبب پوچھتی اسکا وہ نیا دوست
 ایسے دشمنوں کے ہاتھ پڑا جہاں اسکی بہادری کچھ کام نہ کر سکی۔ یعنی واولا کے نجات
 پاتے ہی عہدہ داران دربار کا اس طرف سے گزربوا۔ جنہوں نے اس مرد اجنب
 کو جو ابھی کے لیے کہ اسے کی برس پہلے کوئی بھرم کیا تھا نواب کے پاس بے جا
 کے لیے گرفتار کر لیا۔ گرفتار ہونے کے بعد اسے واولا سے کہا کہ تمہاری ہی
 تلاش کی بدولت میں گرفتار ہوا۔ اور پھر ایک کیسہ زر اس سے مانگ کر کہا کہ موت
 ایسی ضرورت آن پڑی ہے کہ میں تم سے اپنا کیسہ مانگتا ہوں۔ مجھے اپنے گرفتار
 ہونے سے زیادہ تمہارا خیال ہو کہ میں اسوقت تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ تمہارا
 چہرہ سے انتشار پیدا ہو گیا۔ وقت تسکین و دلجمعی کا ہے واولا کچھ خنداں تشریف لے
 گئی اسکی باتیں سن کر البتہ اسے انتشار پیدا ہوا۔ اور اس کو اپنی اجینیت ظاہر کر کے کوئی
 نہ میں تھک جاتا اور نہ کبھی تم سے کوئی کیسہ پایا۔ مگر اس مہربانی پر خیال کر کے جو اسے
 اس کے مقابلہ میں ابھی ظاہر کی تھی۔ کسی قدر روپیہ جو اس کے پاس تھا اسے حوالہ کیا
 واولا کا یہ انداز دیکھ کر اس مرد اجنب نے بہتیری باتیں کہیں جس سے اسکی لشکر گزاری
 و نامہربانی کی شکایت مٹتی ہوئی تھی۔ اور عہدہ داران دربار سے کہا دیکھیے یہ
 وہ شخص ہے جسے میں نے موت کے منہ سے چھڑایا تھا اور صرف اسی کی خاطر سے
 میں اقرار ہاں آیا جہاں یوں معرض زوال میں گرفتار ہوا۔ لیکن انہوں نے

اسکی بات پر ذرا بھی کان نہ دیا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھے کہ میں اس کو کیا بحث
 اسکا اصل جب اسے پکڑ کر وہ لوگ لیچلے تو اسنے داولا کو باسٹن کے نام سے مخاطب کیا
 اور راستہ میں جہاننگ آواز سنانی وی فرضی باسٹن کی توہین و احسان فراموش ہونے
 کے کلمات اسکی زبان پر جاری تھے۔ داولا نے اسکے منہ سے اپنا نام باسٹن سنکر
 گواہی عجلت میں یہ موقع نہ پایا کہ اس لفظ کی توضیح کرائے۔ مگر اتنا سمجھی کہ بھائی کے
 مشابہ ہونے سے یہ معاملہ اگر وقوع پذیر ہوا تو کچھ بعید نہیں ہو اور اسے یہ امید
 پیدا ہوئی کہ وہ میرا ہی بھائی ہوگا جسکی نسبت یہ آدمی اپنا موت کے منہ سے چھڑانا
 ظاہر کرتا ہو۔ اور فی الواقع ایسا ہی تھا۔ اس مردِ واجب کا حال سننے کے استکانام
 این تھانیو تھا اور بھری کپتان کا عمدہ رکھتا تھا۔ باسٹن مستول کے سہارے سے
 جھٹکنا ہوا جسے طوفان میں اسنے ذریعہ زیست سمجھا تھا بھلا جاتا تھا اور مانگی سے
 بالکل بے دم ہو رہا تھا کہ این تھانیو نے اسے دیکھ کر اپنے جہاز میں اٹھا کر رکھ لیا۔
 اور پھر کچھ ایسی دوستی اُن دونوں میں ہو گئی کہ باسٹن کا چیمپا وہ نہ چھوڑتا اور جہان
 کمین وہ جانا چاہتا وہ ساتھ ہوتا۔ جب باسٹن نے اور تھانیو کے دربار دیکھنے کا
 ارادہ کیا تو این تھانیو بھی اسکے ساتھ ایمریا میں آیا۔ اور سرچند کہ وہ جاتا تھا کہ اگر
 منہ کسی نے پہچان لیا تو میری جان نہیں بچنے کی کیونکہ ایک مرتبہ بھری لڑائی میں
 نواب کے برادر زادے کو اسنے سخت زخمی کیا تھا مگر پھر بھی اسکا ساتھ چھوڑنا اسکو
 گوارا نہ کیا۔ چنانچہ وہ یہی جرم تھا جسکے سبب سے عمدہ واران دربار نے اسے
 دیکھ کر گرفتار کر لیا۔

این تھانیو اور باسٹن جہاز سے ساتھ ہی اترے مگر دو تین گھڑی پہلے این تھانیو
 اور داولا میں ملاقات ہوئی۔ کیونکہ جہاز سے اتر کر این تھانیو تو سر اسے میں چلا
 اور باسٹن سے کہا میں سراسے میں چلا کر ٹھہرتا ہوں تم شہر کی سیر دیکھ بھال کر آنا۔

اور دیویوں سے بھری ہوئی ایک قیصلی اسکے حوالہ کی اور کہا اسے اپنے ساتھ لیتے جاؤ
شہر کی جو چیزیں تعین پسند آئے اسے خریدنا۔ وقت معہودہ تک شہر کی سیر دیکھ کر سب باسٹن
جب نہیں ٹوٹا تو آپن تھانویاں اسکی تلاش میں نکلا۔ اور چونکہ داد لاپاس اور صورت شکل میں
بالکل سب باسٹن کے ہمشکل دکھائی دی اسلئے اسنے تلو از نکال کر اسکے بچانے کے لیے
اسکے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور جب سب باسٹن اوجیا کہ وہ خیال کیا گیا تھا اسکے احسان سے
کڑ گیا اور خاص اشی کے زبانت کے دینے میں اسے قائل ہوا تو کوئی نصرت کا مقام نہیں
جواں اسکی احسان فراموشی کا شکوہ این تھانویاں کی زبان پر آیا۔

این تھانویاں کے پکڑ جانے پر راول کو دوبارہ اپنے خطرہ میں پڑنے کا خوف پیدا ہوا۔
اور قدم پر چاکو موت جلد اس موقع سے نکل گئی۔ وہ بہت دور نہ نکل گئی ہوگی کہ اسکے
دشمن کو وہ پھر کھنٹے ہوئے نظر آئی دی۔ مگر اب یہ اسکا بھائی سب باسٹن تھا جسکا اتفاقہ اوجہ
سے گزر ہوا۔ اسے دیکھ کر وہ لولا۔ کیون صاحب۔ اب تو ملے۔ آپ کی موت معلوم ہوتا ہے
یہیں لکھی ہوئی ہے۔ اور یہ لکھ ایک ڈگ مچ کیا۔ سب باسٹن ایک بہادر آدمی تھا اسے
اسکی کمان تاب۔ اسنے بھی ایک ڈگ مچ کر کے اپنی تلوار نیام سے کھنٹ لی۔

اولیو یا اس لڑائی کے فرد ہونے کی باعث ہوئی۔ شور و غل سنکر وہ اپنے مکان سے
نکل آئی اور سب باسٹن کو سی سیر لویہ جھگڑ میں لگی۔ اور اس سخت بلا میں گرفتار ہونے پر
بہت کچھ افسوس ظاہر کیا۔ ہر چند کہ سب باسٹن کو اس عورت کے اخلاق پر پیش آنے پر اتنا ہی
تعجب نہ ہوا جتنا اس ناشناس دشمن کی جہالت سے مگر اسکے مکان میں بخوشی چلا گیا۔ اولیو یا
اپنے سی سیر لویہ کو اوجیا کہ اسنے سمجھا تھا اپنی توضع و تکیم پر رضامند پا کر بہت خوش ہوئی
کیونکہ انکی عورتیں گو ایک سی تھیں۔ مگر اسکے چہرے پر وہ خندہ دکھانے اور حقیر سمجھنے کا
کچھ بھرا نہ دکھائی دیا۔ جیسا کہ اسے اسکے پہلے رنج کو سی سیر لویہ کا عاشق کہنے پر ممتاز ہوا تھا
اس عورت کے اظہار عشق و محبت پر سب باسٹن بالکل معترض نہوا۔ بلکہ نہایت مخطوط ہوا۔

لگا اس امر کا نتیجہ اسے ضرور پہنچا کہ یہ عورت کیرن اس طرح خاطر داری سے پیش آتی ہے۔
 اور کسی قدر اس کے فتور عقل کا شبہ بھی اس کے دل میں گزرا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس امر کا بھی
 خیال آیا کہ یہ بڑے گھر کی لڑکی ہے اور تمام اپنے کاروبار کو درست کر رکھا ہے۔ معلوم
 ہوتا ہے کہ اپنی ہوشیاری سے تمام گھر کے لوگوں کو اس نے ہوا کر لیا ہے۔ اور محض مجھ پر
 وقت فریفتہ ہو جانے کے اسے اس طرح بے قابو بنا رکھا ہے اور پھر میری توجہ سے راز و نیاز
 کی باتیں اس سے کیے لگا۔ اولیویا نے اپنے حال پر سیسیر لورینی باسٹن کا اس طرح
 مخاطب ہونا بہت منتقم سمجھا اور اس خیال سے کہ تھوڑی دیر بعد کمین اس کا دل بدل بن جائے
 ہوگی۔ کہ میرے گھر میں ایک پادری موجود ہے۔ بہتر ہے کہ اسی وقت ہم تک نکاح کر لیں۔
 باسٹن نے اس تجویز سے اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا اور غلطیہ نکاح کے ختم ہونے پر تھوڑی
 دیر کے لیے باہر گیا کہ اپنے دوست این تھائیو کو تلاش کر کے اس اپنی خوش قسمتی کا شہرہ
 سنائے۔ باسٹن کے جاتے ہی خود اور سینوا اولیویا کی ملاقات کو آیا اور اولیویا کے
 گھر کے پاس پہنچا ہی تھا کہ عہدہ داران دربار اپنے قیدی این تھائیو کو لیے ہوئے نواب
 کے حضور میں پیش کرنے کے لیے آن موجود ہوئے۔ نواب کے ساتھ واولا بھی آئی تھی
 جسے دیکھ کر این تھائیو کو پھر باسٹن کا دھوکا ہوا اور سمندر کے خطرہ سے اس کی جان بچائے
 کی کیفیت نواب سے بیان کی اور پھر اخیر کے جھگڑے کا پورا حال بیان کرنے پر اپنا شکوہ
 اس امر کے اظہار کے ساتھ ختم کیا کہ تین مہینے تک یہ جوان میرے ساتھ رہ چکا ہے۔ مگر اولیویا
 کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھ کر نواب نے این تھائیو کی بات کا کچھ ایسا خیال نہ کیا۔
 اور کہا کہ ہم صاحب چلی آتی ہیں یا ملک زمین پر سیر کرنے کو اتر آیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد
 این تھائیو کی بات کا جواب دیا۔ کہ بھی تمہارے ہی سخن سے تمہارا دیوانہ پن ثابت ہوتا ہے
 کیونکہ تین مہینے سے تو یہ جوان میرے ہی پاس ہے۔ اور پھر اپنی تھائیو کے الگ کیے
 جانے کا حکم دیا۔ مگر اولیویا اس امر کی سبب ہوئی کہ این تھائیو کے حسب بیان واولا کو

نواب احسان فراموش ہونے کا اتمام لگا سکر کہ نواب کے سامنے اولیویا نے تہنی باتیں کیں سب سے سی سیر یو کے حال پر اسکا مہربان ہونا لگتا تھا۔ نواب اپنے نوکر کی ایسی عزت اولیویا کے نزدیک دیکھا کہ امت ناخوش ہوا۔ اور اولیویا کے سامنے وہیں اسے لعنت لامت کی اور اپنے تازہ رنج کے بدلے لینے کے لیے اپنا بہت کچھ غصہ دکھایا۔ اور چلتے وقت واولا کو اپنے ساتھ لیتے جانے کو پکار کر لگا۔ لڑکے۔ یہاں آئے۔ مین تھاری شہارت کو بخوبی جان گیا۔ گو نواب کی بدگمانی اور غصہ واولا کو یقین کا ل تھا کہ پہنچتے ہی مین ہلاک کیجا رنگی۔ مگر جو شش عشق مین وہ بڑبڑا کر بولی کہ اگر نواب کو میری موت ہی مین راحت ہے تو مجھے اسکے بخوشی قبول کرنے مین کوئی تال نہیں۔ اولیویا نے اپنے شوہر کو یوں ضائع ہوتے دیکھا کہ شرمچا یا کہ میر سے سی سیر یو کہاں جاتے ہو۔ واولا یہ سنکر بولی کہ مین ایسے شخص کے ساتھ جاتا ہوں جسے مین اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز جانتا ہوں۔ یہ سنکر اولیویا نے پکار کر کہا کہ سی سیر یو میرا شوہر اور پادری کو پیش کیا جس نے نواب سے بیان کیا کہ دو گھنٹے بھی نہ گزرے ہونگے کہ مین نے یہ مین ان دونوں کا نکاح پڑھلایا ہو۔ یہ سنکر قورٹی دیر تک نواب ٹھہر گیا۔ بخلاں اسکے دیر تک واولا اپنے نہ بیا ہے جانے کی حجت پیش کیا کی مگر کوئی فائدہ نہ نکلا۔ اولیویا اور اس پادری کے بیان سے نواب کو یقین آگیا کہ بیشک اس چھو کرے نے اس خزانے پر ہاتھ مارا جسے مین جان سے زیادہ عزیز جانتا تھا۔ اور گزری ہوئی بات کے ذکر کو بے سود سمجھا اس بے وفاء عورت اور مدد رنغ گوجوان اسکے شوہر سے رخصت ہو کر کسی تہ نہ بختی واولا سے یہ لکڑ کہ تم کبھی میری نظر کے سامنے نہ آنا وہاں سے چلنا چاہتا تھا کہ ایک طرف ترا جبرا (جیسا کہ انھیں معلوم ہوا) یہ دکھائی دیا کہ دوسری طرف کو ایک دوسرے سی سیر یو نے اگر اولیویا کو بی بی لکڑ پکارا۔ یہ نیاسی سیر یو اولیویا کا اصلی شوہر باسٹن تھا جب لوگوں نے اپنا اظہار تعجب جو وہ شخصوں کو ایک ہی صورت

ایک ہی آواز ایک ہی سہبت کا پانے سے آئین لاتی ہوا تھا کسی قدر کم کیا۔ تو بھائی بہن نے ہاہم پوچھنا شروع کیا۔ کیونکہ واولانے تو یہ مشکل یہ معلوم بھی کر لیا کہ یہ میرا بھائی ہے جو کبسا بہن جس بہن کو غرق آب تصور کرتا تھا اسے مردانہ لباس میں دیکھ کر کیونکر پہچان سکتا۔ غرض کہ اخیر میں واولا کو صاف صاف بیان کرنا پڑا کہ میں تمہاری بہن واولا ہوں کہ یہ مصلحت مردوں کی سی پوشش اختیار کر لی ہے۔

جب ان توام بھائی بہن کے متشابہ ہونے کی بھول لوگوں پر ظاہر ہوئی تو اودیو یا کے دھوکہ کھائے پھر کہ ایک عورت پر وہ فریفتہ ہو گئی تھی وہ لوگ بہت ہنسے۔ اور اودیو یا اس معاوضے پر بدول نہوئی۔ جب اسنے دیکھا کہ بھائے ایک عورت کے میں نے اسکے بھائی سے نکاح کیا۔

اودیو یا کے نکاح ہو جانے سے ہمیشہ کے لیے اور ستینوں کی امیدیں منقطع ہو گئیں۔ اور امیدوں کے ساتھ تمام اسکے بے سود عشق کے ونوے بھی جاتے رہے اور اب سارے خیالات اسکے عزیز و نوجوان سی سیر کو کی طرف متوجہ ہوئے جو اسوقت مرد سے عورت بن گیا تھا۔ اسنے واولا کو بڑے غور سے دیکھا اور خیال کیا کہ یوں تو میں آتے خود بصورت ہمیشہ سے سمجھتا ہی ہوں۔ عورتوں کا لباس پہنتے ہر تو اور بھی حسین معلوم ہوگا۔ اور پھر واولا کی باتوں پر خیال کیا جو ہمیشہ نواب کے چاہنے کا دم بھرتی تھی۔ مروت تو اسکا اظہار محبت و فادار نو کردن کی معمولی عادات پر خیال کیا جاتا تھا مگر اسوقت معلوم ہوا کہ در پردہ اسنے کچھ اور مطلب ہوتا تھا۔ اور پھر تمام اسکی باتوں کا خیال کر کے جو وہ معینہ میں کہا کرتی تھی نواب نے اسنے نکاح کرنا اپنے دل میں ٹھان لیا۔ اور کہا (جیسا کہ اسنے تک سی سیر لویا لڑکا کہنے کی عادت چھوٹی نہ تھی) لڑکے تم نے مجھ سے ہزاروں بار کہا ہوگا کہ جیسی مجھے آپ سے محبت ہو ویسی آپ کو ہر کہ کسی عورت سے ہوگی اور تم نے نہایت وفاداری سے میرے کام انجام دیے اور بڑی شفقت اور نفاست سے

تم اتنے دنوں تک میرے ساتھ رہیں۔ ہر گاہ کہ اتنے دنوں تک تنہے مجھے میان کھل کر
 ٹیکارا ایسے مناسب معلوم ہوتا کہ آج سے تم اپنے میان کی بی بی اور اوریسیوں کی
 بیگم کہلاؤ۔

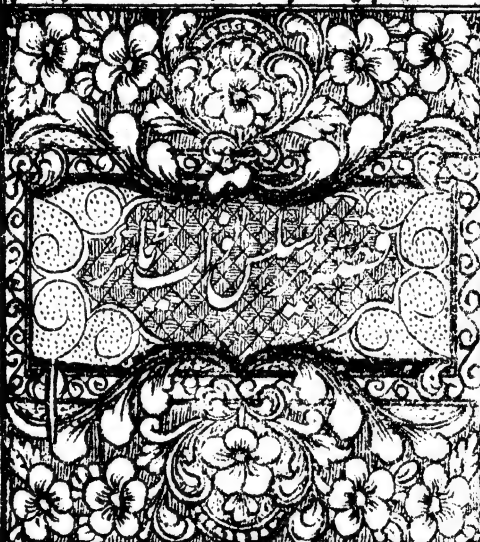
اوریسیا نے یہ دیکھ کر کہ نواب نے اپنے اس ارادے سے جیسے وہ مکروہ سمجھتی تھی
 انحراف اختیار کیا اور دواؤں کی طرح اپنا دل مائل کیا۔ اُن دنوں کو اپنے گھر میں بلایا
 اور اس نیک پادری سے مدد چاہی جس نے صبح اسکا نکاح باسنن سے پڑھایا تھا۔
 اور کہا کہ یہ جو دن باقی ہے گیارہویں اور تینوں کا نکاح دواؤں کے ساتھ کر دو۔ اس طرح دونوں
 توام بھائی بہن ایک ہی دن بیاہے گئے۔ طوفان کا اٹھنا اور جہاز کا تباہ ہونا جس سے
 وہ دونوں بچھڑ گئے تھے انکی بلند اقبالی اور مفرح احمالی کا باعث ہوا۔ دواؤں اور تینوں
 نواب الیریا کی بیگم ہوئی اور باسنن المار و شریف بیگم اولیویا کا شوہر ہوا۔

حسانۃ الطبع

احمد اللہ کہ افسانہ کو لپیڈیر کے میں قصتان میں کا پندرہواں قسط کہ جو اس سے پہلے
 مطبع اودھ اخبار واقع لکھنؤ مملوکہ خاں جناب متلی القاب منشی نول کشور صاحب سی۔ آئی
 میں چھپا تھا اب شاخ مطبع موصوف القدر رتنام کا پندرہواں قسط کہ تمام بالکمال جناب
 منشی بھگوان دیال صاحب سے ماہ مارچ سنہ ۱۲۸۷ میں پہلی مرتبہ مطبع ہو کر بریل
 ناظرین ہوئے۔

سچا کرم کا فضل خلاۃ روز ما
بن سچا مکینان دن وین

یہ انگریزی کتاب طبع فرام سلیم کا مجموعہ افشاء دیندہ کے ہیں جنہوں میں ان کا
سولہواں درجہ پختہ ہے حقیقت میں حکمت انگریزی کا خزانہ ہے جو ہر آدمی کے لئے



حاصل علمہ داران ہو تو ہی محمد احسان اللہ صاحب جہا کو فی ہر حال منصفی یا کسی کا ہونا
ضلع گورکھ پور کے بابا راجہ اودھ پراجا راجا اور ان کے طبع انگریزی کا اردو میں

مطبع می نشی نو کشتہ ولہ کا پو مہ بہ طبع
مطبع می نشی نو کشتہ ولہ کا پو مہ بہ طبع



بسم اللہ الرحمن الرحیم

پریکس نواب ٹائرنے یونان کے بد ذات شہنشاہ این فی کس کے
 دوسرے خود بخود اپنی ریاست سے جادوئی اختیار کی۔ کیونکہ نواب نے اس کے کسی
 فعل زہون کو افشا کر دینے سے جسے اس نے نفعیہ کرنا چاہتا تھا اپنے کو اس خون میں
 ڈال رکھا تھا کہ شہنشاہ یونان اس کی رعایا اور شہر ٹائرن پر غارت گری کوئی آفت ڈال لایا تھا
 معمولات سے جو کہ برون کے جرائم نفعیہ میں جاسوسی کرنا ہرگز خطہ سے خالی نہیں کی جا سکتا
 غرض کہ ایک لائق و فائق قائم مقام ملی کنس نام کو انتظام ریاست سپرد کر پریکس جہاز
 پر سوار ہوا۔ اور یہ سمجھا کہ جب تک این فی کس کا غصہ جو اس وقت نہایت بڑھا ہوا ہو
 کم نہوے اپنے کو یہاں سے غائب رکھنا مناسب ہے۔

پہلا مقام جہاں نواب جا کر ٹھہرنے کو تھا پریکس کے نام سے مشہور تھا۔ نواب
 نے یہ سن کر کہ شہر پریکس میں نہایت سخت قحط پڑا ہے اپنے ساتھ اس کے دفعیہ کے لیے
 بہت سی خوراک لے لی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ شہر واسے سخت تکلیف میں

Pericles
 the
 Athenian
 the
 Athenian
 the
 Athenian

گرفتار ہیں۔ کلین حاکم تھرسس نے اسکا اس طرح اعانت غیر مترقبہ کے ساتھ آنا ایک نیک
 غیبی سمجھی۔ اور غروب آد بجکت کی۔ پرسلس یہاں تھوڑے ہی دنوں تک ٹھہرا تھا۔ کہ اس کے
 وفادار تادم مقام کا خط اس مضمون کا پہنچا کہ تھرسس میں آپ کا ٹھہرنا خلاف مصلحت ہی
 کیونکہ ان میں تھرسس کو آپ کا پتہ لگ گیا۔ نفعیہ مخبروں سے جو اس غرض کے لیے
 تعنیات کیے گئے تھے۔ اسے آپ کا حال معلوم ہو گیا۔ جب اس مضمون کے چند
 خطوط پہنچے تو پرسلس نے پھر سفر بحریر کا سامان کیا۔ اور ان تمام رعایا کی دعائیں لیکر
 جنھوں نے اسے کرم و جود سے پرورش پائی تھی۔ جہاز پر سوار ہوا۔

کچھ بہت دور نہ پہنچا تھا کہ اسکا جہاز ایک ملذمان عظیم سے تباہ ہوا۔ اور بحر پرسلس
 کے تمام جہاز و افراد غرق آب ہوئے۔ جو موجود پر بیٹھا ہوا ایک کنارے جا لگا۔ جہاں
 پہنچ کر کچھ بہت دیر تک یہ عالم حیرت میں نہ تھا۔ کہ چند غریب ماہی گیروں کا گذر ہوا
 اور وہ اپنے گھر اٹھا کر اسے لینگے اور کھانے کیڑے سے اسکی خبر لی۔ ان ماہی گیروں نے
 سے پرسلس کو معلوم ہوا کہ اس ملک کا نام سن فی لولیس اور بادشاہ یہاں کا سی مونیٹیک
 ہے جسے باعتبار اسکی باا من حکومت و حسن انتظام کے نیک سی مونیڈس کہتے ہیں۔ اور
 انھیں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بادشاہ سی مونیڈس کے ایک نوجوان خوبصورت لڑکی ہی
 جسکی چند روز بعد سالگرہ ہونے والی ہے اور اسوقت ایک بڑی مصل دربار شاہی میں
 آراستہ ہوگی۔ بہت سے نواب اور امرا ہر طرف سے آکر جمع ہونگے۔ اور اس خوبصورت
 بیگم تھیساکے عشق میں اپنی اپنی مشاقتی فن سلاخ بازی میں دکھلائیگی۔ اسی حالت میں
 کہ نواب بیٹھایہ باتیں سن رہا تھا اور اپنے ولیم اپنے ہتھیار کے گم ہو جانے کا رنج
 کر رہا تھا۔ جسکی وجہ سے ان بہادر امرا کے ساتھ جا کر بیٹھنے کی قابلیت جاتی رہی تھی کہ
 ایک دوسرے ماہی گیر نے بالکل ساز و سامان ہتھیار کے جنگو آسنے ماہی جال میں
 دنیا کے اندر پایا تھا لاکھ نواب کے سامنے حاضر کیا۔ اور جسے دیکھ کر نواب نے کہا

یہ وہی ہتھیار میرا ہے جو چند رین ڈوب گیا تھا۔ اور پھر اپنے خاص ہتھیار کو پا کر اس نے کہا
تقدیر تیرا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ کہ بعد تکالیف کے اب تو کسی قدر میری موافقت کرتی
ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہے۔ جسے میرا باپ نشانی چھوڑا تھا۔ جسکی یاد میں میں اسکو ایسا
غریب سمجھتا ہوں کہ جہاں کہیں میں جاتا ہوں اسے ضرور ساقہ رکھتا ہوں۔ اب معجزہ زن
دریائے جس نے اسے مجھ سے جدا کر دیا تھا مطمئن ہونے پر مجھے پھر واپس دیا۔ جسکا شکر کرنا
مجھے چاہیے کیونکہ جیسے میرے باپ کی نشانی مجھے پھر ملگئی۔ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ جہاں
کی تباہی سے کچھ حرج نہیں ہوا۔

دوسرے دن پرسکس اپنے دلیر باپ کے ہتھیار لگاسی مونڈیس کے دربار عالی شان
میں پہونچا۔ جہاں اس نے تمام بہادر امرا و شجاع لوہوں کو جنہوں نے تھیساکے عشق میں
اسکے ساتھ سلاح بازی پر آمادگی ظاہر کی۔ نہایت آسانی سے مغلوب کر کے تمام حضار
جلسہ کو حیرت میں ڈال دیا۔ وہاں کا دستور تھا کہ مشق سلاح بازی میں جو سب پر
غالب رہتا اسکی طرف وہ بڑے خاندان والی عورت جسکے لیے وہ آپس میں لڑتے
ہمہ تن متوجہ ہوتی۔ چنانچہ ان بہادروں کی لڑائی ہو چکنے پر تمام مغلوب امراء و نواب و
متغیر ہو کر پرسکس کو اس شانہ اوسی نے قابل اعزاز تصور کیا۔ اور سہرا فیروز مندی کا
اسکے سر پر لایا۔ جسکے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس یوم طرب کا وہی
بادشاہ ہے۔ اور سر پرسکس کی بھی یہی کیفیت تھی کہ بیک نگاہ اس شاہ حسن پر فریفتہ
وازد خورد رفتہ ہو گیا۔

پرسکس کہ ایک بڑا ہی خوش خصال آدمی تھا اسکی بہادری و حسن اخلاق سے ہی سب
بہت مدد مند ہوا۔ اور اسکے عمدہ عمدہ فنون کو اس نے اچھی طرح دریافت کیا اور جب
اپنی لڑکی کے عشق و محبت کی کیفیت اسے معلوم ہو گئی تو اس اجنب پهلوان کو اپنی دامادی
میں قبول کرتے کوئی حقارت نہ سمجھی۔ باوجود اسکے کہ اس غریب الوطن شریف کے

درجہ سے وہ آگاہ نہ تھا۔ (کیونکہ این ٹی سس کے خون سے اس نے یہ بتایا تھا کہ مین
ٹھار کا ایک معمولی شریف زادہ ہوں)۔

تھیا کے ساتھ بیاہ ہونے کے تھوڑے ہی دنوں بعد پرسکس کو یہ خبر پہنچی کہ اسکا دشمن
این ٹی سس مر گیا اور تمام رعایا رٹا رٹا اس کے عومہ تک خیر حاضر رہنے سے گھبرائی ہوئی
ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے۔ اور چاہتی ہے کہ یہی لی کی کی نس کو بجائے اس کے
تحت نشین کرے۔ یہ خبر خود ہی لی کی کی نس کی بھی ہوئی تھی جس نے بہ سبب اپنے آثار نامدار
کی وفاداری کے اس امر کو گوارا نہ کیا کہ جو غرت اسے دیجاتی تھی اسے قبول کرے بلکہ
خود پیغام بھیج کر اسے رعایا کے ارادوں سے مطلع کیا۔ اور چاہا کہ وطن کی طرف لوٹ کر
وہ اپنے حقوق کی حفاظت کرے۔ جی مونیٹس کے لیے یہ بڑا ہی تعجب و خوشی کا مقام
تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اسکا داماد (پلوان اجنب) نواب ٹاٹا مارا ہو۔ تاہم یہ دیکھ کر
کہ اب مجھے اپنے داماد عالی وقار اور پیاری لڑکی جسکو حاملہ ہونے سے خطرات مندر کے
حوالہ کرتے ہوئے اسے ڈر معلوم ہوا تھا دونوں کو چھوڑنا پڑا۔ اسے یہ خیال آیا۔ اسے
کاش یہ وہی شریف زادہ ہوتا جو ہم پہلے سمجھے ہوئے تھے۔ پرسکس نے بھی چاہا کہ لڑکا
بچنے تک تھیا اپنے باپ کے پاس ٹھہرائے مگر اس غریب عورت نے ایسی سرگرمی
اپنے شوہر کے ساتھ ملنے کی خواہش ظاہر کی کہ آخر کار وہ سب اس بات پر راضی ہو گئے
اور سمجھے کہ قبل از ولادت ٹاٹا مین پہنچ جائینگے۔

بحری سفر چارے پرسکس کے لیے کچھ ایسا ناموافق تھا کہ ہنوز ٹاٹا کا پورنچا بہت دور
تھا کہ ایک دوسرا طوفان عظیم اٹھا۔ جسکی دہشت سے تھیا کے درو پیدا ہوا۔ اور ایک
لمحہ بعد مامالی چار ڈیا اپنے ہاتھ پر ایک لڑکا لیے یہ کہتی ہوئی پہنچی کہ اس بچے کے پیدا
ہوتے ہی بیگم صاحبہ کی جان نکل گئی۔ اور پھر اس بچے کو باپ کی طرف بڑھا کر کہا ابھی دن
پورے ہوئے تھے۔ دیکھیے بیگم صاحبہ کی یہی نشانی ہے اپنی بی بی کی موت کی خبر سن کر حبیبیا

سخت صدمہ پر سلس کو بھونپا کسی کی زبان میں یہ طاقت نہیں کہ اسکا اظہار کر سکے۔ یہ خبر سننے ہی وہ بولا اسے خدا تو ہم لوگوں کو ایسی چیزوں پر کیوں فریفتہ کر دیتا ہے جنکا پھر اٹھا لینا سخت مرکوز خاطر رہتا ہے۔ لی چار ڈیٹانے کہا۔ جناب والا صبر کیجیے یہ غمی بھی جو بگم مردہ کی نشانی ہے سب کچھ ہے۔ ذرا اس لڑکی پر خیال کر کے آپ اپنے دل کو روکیے۔ اور اس بے بہا امانت سے تسلی دیجیے۔ پرسلس نے اس لڑکی کو گود میں لیکر اس سے کہا اتو تیری زندگی امن و امان سے گزرنی چاہیے کیونکہ ایسی سخت حالت میں شاید ہی کوئی لڑکا پیدا ہو۔ کسی شاہزادی کی آمد ایسی پرخطر حالت میں نہوئی ہوگی۔ اس سے تو چاہیے کہ تو نہایت سنجیدہ و تیز واز رکھے۔ آب و آتش و خاک و باد کے اختیار میں جو سخت سے سخت طریقہ مرحم سے تیرے باہر لانے کا تھا اسے انھوں نے برتا جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آگے چلکر جو کچھ وقوع پذیر ہو وہ خالی از سرست و انبساط نہو۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ اول اول جو چیز تجھ سے جاتی رہی یعنی مان وہ تمام ان چیزوں سے بہتر ہے جنھیں تو بالآخر اس زمین پر پاسکتی ہے جسکو نئے نئے آکر کرنے دنیا میں دیکھا۔

طوفان کی یہ کیفیت تھی کہ ہر لمحہ وہ روتی تھی۔ اور ملاحون نے اپنے مذہب باطل کو یہ سمجھا کہ جب تک نوش جہاز میں پڑی رہی طوفان کم نہیں ہونے کا پرسلس سے کہا کہ آپ مردہ جہاز میں سے پھینک دیجیے۔ اس افسردہ دل نواب نے جواب دیا تم یہ کسے بزدل ہو اللہ حافظ حقیقی ہے۔ دل کڑا کیے رہو۔ اس طوفان نے میرا کیا کیا نقصان نہ کیا گرنے اس سے ذرا خون نہیں۔ ذرا اس مصروف مچی کی وجہ سے جسے پیدا ہوتے ہی ایسا سفر نصیب ہوا البتہ میں چاہتا ہوں کہ یہ طوفان کم ہو جائے۔ ملاحون نے یہ سنا کہ کہا۔ آپ کو ضرور چھینکا پڑیگا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ کیسی موجیں اچھلتی ہیں اور کیسی تند ہوا چلتی ہے۔ جب تک جہاز سے مردہ چھینکا نہ جاوے گا طوفان ہرگز نہیں ٹھنسنے کا۔ گو پرسلس خوب جانتا تھا کہ انکھیاں بالکل ضعیف و بے نیاوہے مگر کیا کرتا۔ آخر کار استقلال سے

کام لیا۔ اور کہا بہت مناسب اگر تمہارا ایسا ہی خیال ہے تو وہ گنجت جہاز میں بھی نہ رہنے پاگی۔ اور پھر وہ بیچارہ وہاں سے اٹھا کہ چل کر ایک نظر اپنی پیاری بی بی کو دیکھ آئے۔ اور دیکھ کر بولا۔ کس مصیبت میں تو لڑکی بنی۔ میری پیاری کہ نہ روشتی ہے نہ آگ۔ نامنراوار عناصر نے تجھے بالکل بھلا دیا۔ یہ موقع بھی نہیں کہ تیرے جنازے کے لیے قبر بناؤں۔ بلکہ یہ شکل کفن میں لپیٹ کر پانی میں پھینک دینا وقت ہے۔ جہاں گھونگھیوں سے لپٹا ہوا تیرا لاشہ بجائے کتبہ کے پتھر کے بانسوں پانی کے نیچے دبا ہوا پڑا رہیگا۔ اور پھر لی چارویا سے کہا کہ لستر سے کچھ خوشبودار چیزیں۔ ودا تلم۔ کاغذ۔ صندوق اور کچھ جواہرات منگواد اور نے سڈر سے کہو کہ ایک اگلس کا کفن لائے۔ لڑکی کو تکیہ پر رکھ کر تم اس کا سبب انتظام کر دینا اتنے میں کچھ نہ ہی گلے لکھ کر اپنی تھیس سے رخصت ہو رہتا ہوں۔

Next
Continued
in
the
next
chapter

انھوں نے ایک بڑا صندوق لاکر ساٹن کے غلاف میں منڈھا اور پریکس کے سامنے رکھ دیا۔ جمین اسے اپنی بیگم کا جنازہ رکھا اور آپر سے خوشبودار مصالحہ چھڑک دیے۔ اور علاوہ اسکے کچھ از قلم جواہرات اور ایک کاغذ بھی تحریر کر کے اٹھیں رکھ دیا جس سے یہ معلوم ہو جاسکتا تھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے اور جمین اس مضمون کی درخواست لکھی ہوئی تھی کہ اگر شاید یہ صندوق جمین میری بی بی کی لاش بند کسی کے ہاتھ لگ جائے تو قبر کھود کر دفن کر دے اور پھر اپنے ہاتھوں وہ صندوق اٹھا کر پانی میں چھوڑ دیا۔ ملوفان تھمنے پریکس نے ملاعون سے کہا کہ تمہیں میں لے چل کر جہاز کو لنگر دو۔ کیونکہ ہمارے ہمارے پونچھے تک یہ بحیرہ زندہ نہیں رہ سکتا تمہیں میں آسے چھوڑ دینا چاہیے۔ وہاں اچھی طرح اس کی پرورش ہوگی۔

شب قیامت جمین تھیس سمندر میں پھینکی گئی تھی۔ اس کی مکتوبہ میں ایسی کس کا

ایک رئیس و ہوشیار طبیب دریا کے کنارے کھڑا تھا کہ اُسکے نوکر دن نے ایک صندوق
اُسکے سامنے لا کر رکھا اور کہا کہ دریا کی موجوں نے اسے خشکی پر لا ڈالا تھا۔ انہیں
ایک بولادہ کیسی ہوج تھی جس میں آٹا بڑا صندوق ہے آیا۔ سری من وہ صندوق اپنے گھر
اُٹھو لایا۔ اور کھلوایا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک نوجوان وجہ بصورت عورت کی منش عین
رکھی ہے۔ خوشبودار مصالحہ و جواہرات کی باری سے اسے معلوم ہوا کہ یہ کوئی
بڑا آدمی ہے جو اس عجیب طور سے دفن کیا گیا ہے اس کے بعد ادھر ادھر ٹوٹنے سے
ایک کاغذ ہاتھ لگا جسکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ مردہ جو سامنے پڑا ہے بیکم پٹلس
نواب ناسر کی بی بی ہے۔ اور پھر اس ناگہانی موت پر تعجب اور اس شوہر کی حالت پر
جس سے ایسی اچھی عورت چھوٹ گئی افسوس کر کے بولا پٹلس اگر تم زندہ ہو گے
تو دلیں سولخ ضرور ہو گیا ہوگا۔ اور پھر جو بنور تھپسا کا چہرہ دیکھا۔ تو ترنازہ
تھا۔ مردنی ذرا بھی نہ چھائی تھی۔ یہ دیکھ کر اُس نے کہا بڑے جلد باز لوگ تھے جنہوں نے
تحصین سندر میں پھینک دیا۔ اسے یقین نہ آیا کہ یہ مر گئی ہے۔ ایسے اس نے آگ
روشن کرائی۔ اور مغمات کا استعمال کرایا۔ کچھ گانا بھی شروع کر دیا کہ اگر کچھ زندہ
ہوگی تو ان چیزوں سے اسکی روح پریشان کو تسکین ملے گی۔ اور پھر ان لوگوں کے
دیکھنے پر جو اس کے گرد آ جمع ہو گئے تھے متحیر ہو کر بولا براہ عنایت آپ ہوا چھوڑ کے کھڑے
ہوں۔ ابھی یہ بیکم آٹھ بیٹھی ہے۔ پانچ گھنٹے بھی اسے غشی میں نہ گذرے ہونگے۔
دیکھو کچھ کچھ سانس تو آنے لگی۔ بیشک جیتی ہے۔ وہ آنکھیں ہٹی میں۔ اپنی حکایت غم
سن کر عین رلانے کے لیے یہ ہر وضع ورجی اٹھ گئی۔ فی الحقیقت تھپسا مرئی نہ تھی بلکہ
لٹکا بننے پر اسے غش آگیا تھا جسے سب کسی نے موت خیال کیا۔ اور اب کہ اس
رئیس نیک مزاج کی تدبیر سے اسکے ہوش و حواس بجا ہوئے تو آنکھ کھول کر بولی
ابن میں یہاں کہاں۔ میرا شوہر کیا ہوا۔ اور یہ کون مقام ہے رفتہ رفتہ اسے

سرتی من نے آگاہ کیا کہ اسپر کیا کیا واقعات گذرے۔ اور جب دیکھ لیا کہ آنکھوں میں
چھٹی طرح طاقٹ آئی۔ تو اس کے شوہر کی تحریر اور جو اہرات لاسانے رکھ دیے۔

جسے دیکھ کر وہ بولی۔ بیشک یہ میرے شوہر کی تحریر ہے۔ اور پھر کہا یہ تو مجھے خیال
آتا ہے کہ میں جہان پر سوار ہوئی۔ مگر یہ امر کہ وہاں میں لڑکا جی نبھانکھے یا وہ نہیں۔

اور اخیر میں یہ کہا کہ جسکے ساتھ میرا بیٹا ہوا جنتک آسے دیکھو مکی بنین کنواری لڑکیوں
کا لباس پہنا کر ڈنگی۔ اور خوشی کے پاس بنائو مکی۔ سری من نے کہا جیسا تم کہتی ہو
اگر واقعی تمھارا ارادہ ہے تو عبادت خانہ ڈانٹا یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہے۔

وہاں تم کنواری عورت بن کر فرے سے قیام کر سکتی ہو۔ اور اسپر بھی اگر چاہو تو میری
بھانجی وہاں تمھارے ساتھ رہ سکی۔ یہ تدبیر تھیں کو بہت پسند آئی اور سری من کا شکریہ
اُس نے ادا کیا۔ چنانچہ جب وہ حالت اصلی پر آگئی تو سرتی من نے عبادت خانہ ڈانٹا میں

لیجا کر پہنچا دیا۔ جہاں جا کر وہ دیہی کی پروہتن بنی۔ اور اپنے شوہر کی فرضی موت کے
غیم میں اور نیز اس زمانے کے موافق مذہبی عبادت میں دن گزارنے لگی۔

پر سلس اپنی ننھی لڑکی جب کا نام مرنیا بننے دریا کی رکھا گیا تھا۔ اس اعتبار سے

کہ وہ دریا میں پیدا ہوئی تھی۔ تھوڑے دن میں اس غرض سے لیک گیا کہ وہاں کے حاکم
کلین اور اسکی بی بی ڈانٹا کے پاس آسے چھوڑ دے۔ اور یہ خیال کیا کہ ایام
نخط میں جو کچھ سلوک میں نے اُنکے ساتھ کیے ہیں اُنکی وجہ سے اس بے مان کی لڑکی
پر وہ بہت شفقت کرینگے۔ پر سلس کو کلین نے دیکھ کر اور جو مصیبت اسپر پڑی تھی اسے

سن کر کہا۔ افسوس خدا نے وہ دن نہ دکھایا کہ تم اپنی بگم کو ساتھ لاکر اُسکے ذمہ دار سے
میری آنکھوں کو تانگی پہنچاتے۔ پر سلس نے اُسکے جواب میں کہا۔ بہر حال اُس
قادر مطلق کے حکم کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اگر اُس سمندر کی طرح حسین تھیں پھینکی گئی

ہم غصہ کرتے و شور و غل مچاتے جب بھی یہی ہوتا جواب ہوا۔ میں تمھاری لطف و جان کو

Diana

Annam

Diana

اپنی اس لڑکی کے شامل حال کیا چاہتا ہوں اور یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ اسے یہیں تنہا رہے پاس چھوڑ جاؤں اور تم شانہ اویں کی طرح اسکی تربیت کرو۔ اور پھر کلین کی بی بی ڈیانا کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ اگر تم اس لڑکی پرورش کرو تو میں بہت خوش ہوں گا۔ آئیں جواب دیا کہ بہتر آپ چھوڑ جائیے۔ اپنی خاص لڑکی سے زیادہ میں اسکا خیال رکھوں گی۔ اور اسی طرح کلین نے بھی کہا کہ نواب صاحب آپ کی توجہ جو میری تمام رعایا کی پرورش پر تھی (جبکا وہ ایک شکریہ ادا کرتے ہیں) آپ کی لڑکی کی پرورش میں ضرور اسکا لحاظ کیا جائیگا۔ اور اگر میں غفلت بھی کروں گا تو تمام لوگ جہنم آپ کی عزت سے آرام پہنچاؤں مجھے کب غافل رہنے دینگے۔ علاوہ برین اگر میں کچھ حریف کو داخل کروں گا۔ تو میری اولاد کے آگے آئیگا۔ پرسلس کو جب اپنی لڑکی کی پرورش کا اچھی طرح اطمینان ہو گیا۔ تو اسے کلین اور اسکی بی بی ڈیانا کے پاس چھوڑ دیا اور اسی کے پاس مامی چارڈیا کو بھی رہنے دیا۔ پرسلس جب چلنے لگا تو تیرنیا کو تو کیا خبر ہوتی لیکن مامی چارڈیا بہت رونی اور پرسلس نے سمجھا یا لی چارڈیا روتی کیوں ہے۔ اس اپنی ننھی بی بی پر دھیان کر جسکے سہارے تجھے یہاں ہنا چو غرضکہ بمحاطت پرسلس نارمین پہنچ گیا۔ اور بہ امن و امان تخت حکومت پر رونق افروز ہوا۔ اور یہاں اسکی ماتم زوہ بی بی جسکو وہ مردہ خیال کرتا تھا۔ ایفی سنس میں دن گذارتی تھی اور اسکی ننھی بچی تیرنیا جسکو اس کمبخت مان نے کبھی دیکھا نہ تھا۔ انداز شاہانہ کلین کے پاس ترتیب پاتی تھی۔ کلین نے اسکی تعلیم بہت سعی کی تھی کہ چودھویں سال اسکے علم و فضل کی یہ کیفیت تھی کہ اسوقت کے اچھے اچھے عالم اس سے ٹکڑہ کھاتے تھے۔ کانے میں اسکی یہ کیفیت تھی جیسے فرشتہ بیسبت انسانی میں ناچنے کا ایسا ڈھنگ معلوم تھا جیسے کوئی دیسی کھڑی ناچ رہی ہو سونی کا کام بنانے میں پرند پھل پھل پھول کی اصلی صورت کھینچ کر رکھ دیتی تھی

فطرتی پھول بھی ایسے کیا باہم متشابہ ہو گئے جیسے وہ ریشمی سوت سے بنائی تھی۔ لیکن جب آنے سے یہ کمالات جس سے لوگوں کی عام توجہ اُسکی طرف ہونے لگی حاصل کی تو ڈیانا کلمین کی بی بی اسکی جانی دشمن ہو گئی۔ کیونکہ اپنی کند دہنی سے اُسکی خاص لڑکی نے وہ باتیں حاصل نہ کیں جو میر نیا مین پائی جاتی تھیں۔ اور وہ اس بات کو دیکھ نہ سکتی تھی کہ ساری خلقت میر نیا کی تعریف کرے اور وہیں اسکی لڑکی کی جسے میر نیا کے ساتھ ہی تربیت پائی تھی اور عمر میں بھی برابر ہی تھی بات بھی نہ پوچھی جائے۔ چنانچہ اُسکے ولیمین یہ آیا کہ میر نیا کو کسی طرح یہاں سے دفع کرنا چاہیے۔ غالباً اُسکی نصیحت میں میری سرکش لڑکی کی قدر کی جائے۔ چنانچہ آنے سے یہ بات ولیمین ٹھان کر ایک آدمی اُسکے قتل پر تعینات کیا اور اتفاق سے اس خبیث باطنی کا موقع بھی اُسے اچھا ملا کہ انھیں دنوں اُس وفادار ماما لی چار ڈیانے بھی دار البقا کا راستہ لیا۔ ایک روز میر نیا ماما لی چار ڈیا کے اتم میں رو رہی تھی کہ ڈیانا نے ایک آدمی کو بلوایا۔ اور اُس ارتکاب قتل ناحق میں اُس سے گفتگو کرنے لگی۔ ہر خد لیو لائن جسے آنے اس فعل بد کے ارتکاب کے لیے تعینات کیا تھا بڑا ہی خبیث النفس آدمی تھا۔ مگر میر نیا کے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف ایسا فریفتہ کر رکھا تھا کہ اسے بھی ایک مرتبہ اس حکم کی تعمیل میں تامل ہوا اور کہا وہ تو نہایت نیک لڑکی ہے۔ ڈیانا نے کہا اگر نیک ہو تو دیوتاؤں کے پاس جانے کے قابل ہے۔ دیکھو اپنی ماما لی چار ڈیا کے لیے وہ روتی چلی آتی ہے۔ کیون جیا میں کہتی ہوں منظور ہے لیو لائن اُسکے حکم کی نافرمانی سے مخوف ہو کر بولا مجھے کچھ عذر نہیں۔ غرض کہ ایک چھوٹے سے فقرہ میں اُس بے مثل لڑکی کی مرگ مفاجات تجویز ہو گئی۔ میر نیا اپنے ہاتھ میں بہت سے پھول لیے سامنے سے آئی اور کہا ماما لی چار ڈیا کے مزار پر چڑھانے جاتی ہوں۔ جب گرمیوں کے دن اخیر ہو گئے تو یہ نبغشہ اور

گیندے کے پھول غالیچہ کی طرح اسکی قبر پر خوش نما معلوم ہونگے۔ مجھ کنبخت و بکس عورت کی حالت بھی کیسی قابلِ تاسف ہے۔ پیدا ہوئی تو ایسی مصیبت میں کہ جتنے ہی مان نے کنارہ کیا۔ دنیا میرے لیے ایک طوفانِ آسمانی سمجھو جو اپنوں کو جلدی جلدی میرے پاس سے اڑائے لیے جاتا ہے۔ یہ سنکر کارو ڈیا نسا بولی۔ میرنیا کیا ہے کیون اکیلی رورہی ہو۔ آج کیا ہے جو میری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں ہے۔ لی چار لڑیا کا غم نکرو۔ تمہارے لیے میں کیا ماما سے کم ہوں۔ دیکھو اس ناحق کے ماتم سے تمہاری صورت کیسی گرگنی ہے۔ لاؤ یہ پھول مجھے دیدو۔ ہوا کے بحر میں اڑ جائینگے اور تم لیولائُن کے ساتھ ہوا کھاؤ دیکھو کیا اچھی ہوا ہے تمہاری طبیعت اس سے بہت بہل جائیگی اور پھر لیولائُن کی طرف مخاطب ہو کر بولی۔ لو انکا ماتہ پکڑ کر ہوا کھلا لاؤ۔ تیرنیا نے کہا نہیں بی اپنے نوکر کے ساتھ مجھے نہ بھیجو۔ نوکر اس لیے کہا۔ کہ لیولائُن ڈیا نسا کے ساتھ رہنا لو ن میں تھا۔ اس مکار کو تو یہ منظور تھا کہ کسی طرح لیولائُن کے ساتھ اسے تنہا بھیجے۔ اس لیے آنے کے ساتھ سنو۔ میں تمہارے باپ نواب ثار سے بڑی موانست رکھتی ہوں اور تم سے بھی انس ہے تمہارے باپ کے آنے کا روز انتظار رہتا ہے۔ اگر وہ آئے اور تم کو دیکھا کہ غم سے چہرہ آترا ہے اور وہ حسن و تازگی نہیں ہے جسکی اطلاع میں انکو دیکھی ہوں تو وہ بھی خیال کرینگے کہ میں نے اچھی طرح تمہاری داشت نہ کی۔ دیکھو کہنا، نوجا و طبیعت بہلا لاؤ۔ اس اپنے خوبصورت چہرہ کا جسے ہر پیر و بزم کا دل اپنی طرف مائل کر لیا ہے بہت خیال رکھا کرو۔ اس تقاضے پر تیرنیا نے کہا بہت اچھا جاؤ گی۔ لیکن طبیعت چاہتی نہیں۔ یہ کہلو ڈیا نسا وہاں سے چلی گئی اور چلتے وقت لیولائُن کی طرف مخاطب ہو کر کہتی گئی۔ میں نے جو کہا ہے اسکا خیال رہے۔ جبکہ یہ مطلب تھا۔ کہ تیرنیا کا قتل بھول نہ جانا۔

میرنیا نے اپنی جا سے پیدائش سمندر کو دیکھ کر کہا۔ کیا پھیا د ہوا چلتی ہو۔ لیولائُن نے

کہا نہیں۔ گوشتہ جنوب و مغرب سے آتی ہو۔ تیرنیا بولی۔ جب میں پیدا ہوئی تھی اسوقت شمالی ہوا چلتی تھی۔ اور پھر اسکے بعد گویا طوفان باپ کی مصیبت ان کی موت یہ تمام چیزیں آکے سامنے آگئیں۔ اور وہ کہنے لگی کہ اماں! چار ڈیا کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے باپ کو ذرا بھی خون نہ تھا۔ اور ملا حن سے برابر یہی کہتا تھا کہ میان حیرات کرتے جاؤ۔ اور خود اپنے ہاتھوں سے رستی پر دستوں کیسچتا تھا۔ اور اس سمندر کی موجوں سے گھبرااتا تھا۔

جسے قریب قریب تمام تختہ تہاز کے لے جاتے تھے۔ لیو لائن نے پوچھا یہ کب کا واقعہ بیان کرتی ہو۔ تیرنیا نے جواب دیا۔ جب میں پیدا ہوئی اسوقت کا کہ کچھ ایسی تذہوا و موجیں نہ تھیں مگر ملا حن کے طریقہ عمل کی تان کی سیٹی نا خدا کے شور و غل نے تمام جہاز و اون کو گھبرا دیا تھا۔ اماں! چار ڈیا اسکی ناسر اور پیدائش کا ذکر اکثر سنایا کرتی تھی جس سے یہ چیزیں اسکے متخیلہ میں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ لیو لائن نے اسکی بات یہ لکڑ کاٹ دی کہ کلمہ پڑھنا چاہو تو پڑھ لو۔ تیرنیا نے یہ نہ سمجھا اور بھیاک ہو کر پوچھا کیون کلمہ پڑھنا کیا منی۔ لیو لائن نے کہانی اگر کلمہ وغیرہ پڑھنے کے لیے کچھ مہلت چاہو تو میں منظور کر سکتا ہوں۔ لیکن سستی نہ کرو۔ دیوتاؤں کے کان بہت جلد سننے ہیں مجھ سے بہ عملت تمھیں ارشاد کرنے کی قسم لے لی گئی ہے۔ تیرنیا نے کہا کیا تم مارنا چاہتے ہو۔ کیون کیا وجہ۔ لیو لائن نے کہا محض مالک کے حکم کی تعمیل۔ تیرنیا نے کہا اچھا وہ جو میرے خون کی پیاسی ہے اسکا سبب۔ میری اتنی عمر ہوئی مگر میں خیال کرتی ہوں کہ کبھی مجھ سے اسے ایذا نہ پہونچی میں نے کبھی برسے الفاظ سننے سے نہ نکالے اور نہ کبھی کسی جائدار کو کسی طرح تکلیف پہونچائی۔ یقیناً انوین نے چوہیا تک تو کبھی ہار ہی نہیں۔ کبھی تک کو تو ستایا ہی نہیں۔ اتفاق سے کوئی کیڑا میرے پر تلے دب جاتا ہے تو ضرور میں رو دیتی ہوں۔ مجھ سے وہ نیرا ہوئی تو کیوں۔ اس قاتل نے جواب دیا کہ ارنگاب فعل سے مجھے

مطلب ہر اسکی علت سے کیا بحث۔ یہ لکروہ اُسے ہلاک کیا چاہتا تھا کہ چند روز ان بھرا
اس طرف سے گذرہوا جنھوں نے میرنیا کو دیکھا اور بطور غنیمت اٹھا کر اپنے ہزار
مین بٹھالیا۔

میرنیا کو دزدان بھرا بطور مال غنیمت مثلاً اُن مین لے گئے اور بطور جاریہ کے
مزدور کر ڈالا۔ میرنیا کو اسوقت ایک بُری حالت میں تھی پھر بھی اُسکے حسن و بے
کاشت جلد مثلاً اُن مین شہرہ ہو گیا۔ جس آدمی نے اُسے خرید لیا تھا اُسے تھوڑے
ہی دنوں مین اپنی کمائی سے اُسے مال مال کر دیا۔ گانا۔ ناچنا۔ سینا۔ یہ سب لوگوں کو
بتانی اور جو کچھ حق المحنت مٹامیان بی بی پاس لا کر کہہ دیتی۔ حتیٰ کہ اُسکے علم و منت کا چرچا
مثلاً اُن کے نوجوان و شریف عالم لی سماچس کے کان تک پہنچا۔ اور وہ خود اسکی
پاس آیا کہ دیکھیں ایسی کیا خوبی اِمین ہے۔ جسکی تمام شہرہ والے تعریف کرتے ہیں۔ اسکی
ملاقات سے لی سماچس کو حد سے زیادہ خوشی ہوئی۔ ہر چند کہ میرنیا کا شہرہ وہ بہت
سناتا تھا۔ مگر اسکا اُس درجہ کو ہوشیار۔ لائق و نیک ہونا جیسا کہ دیکھنے پر اُسے معلوم ہوا
پہلے سے خیال مین نہ آتا تھا۔ اور چلتے وقت کہا مجھے اُمید ہے کہ تم اپنے استقلال و
عصمت پر ثابت قدم رہو گی۔ اگر یہی کیفیت چندے رہی تو تمھارے حق مین بہتر ہو گا
حسن و دیگر خوبیوں کی طرح میرنیا کی عقل۔ تربیت۔ چال چلن بھی لی سماچس کو اعلیٰ معلوم
ہوئی۔ اور اُسکے ساتھ نکاح کرنے کی اُسے آرزو پیدا ہوئی اور گو وہ ذلیل حالت مین
تھی مگر لی سماچس نے اُسے دیکھ کر یہی خیال کیا کہ کسی بڑے شریف خاندان کی لڑکی ہے۔
لیکن میرنیا سے جب کبھی اُسکے باپ کا نام پوچھا جاتا تو وہ رونے لگتی اور کوئی جواب نہ دیتی
ادھر کی تو کیفیت ہے اب تھر سس کا حال سنئے کہ لیولا اُن نے دیا اُسکے خوف
سے اسکا اسطرح ڈاکوؤں کے ہاتھ لگنا ظاہر نہ کیا۔ اور کہا کہ مین نے ہلاک کر ڈالا
چنانچہ اُس مکار عورت نے میرنیا کو شہر کیا کہ مرنی اور ایک تربت اسکی بنا کر بڑا سا بھرا

یادگاری کا نصب کرویا۔ اُسکے تختہ پر ہی دنوں بعد پرتسکس مع اپنے وفادار مصاحب
 سسکی کی تس کے وہاں پہنچا۔ کہ اپنی لڑکی تیرنیا کو اپنے ساتھ گھر لے جائے۔ جیسے
 اس طفل شیر خوارہ کو کلین اور اسکی بی بی کی حفاظت میں وہ چھوڑ گیا تھا دیکھنے کا اتفاق
 اسے کبھی نہ ہوا تھا۔ اسلئے ظاہر ہے کہ اپنی بیگم مرہ کی اس نشانی کے دیکھنے کی اسے
 کس درجہ متاثر ہی ہوگی۔ یہاں آکر جو لوگوں کی زبانی اسے تیرنیا کی موت کی کیفیت
 معلوم ہوئی اور اپنی آنکھوں اسکی تربت بھی (جو لوگوں نے بنا رکھی تھی) دیکھی تو اسکے
 دل پر ایسا سخت صدمہ گذرا کہ وہ برداشت نہ کر سکا۔ اور اس مقام میں جہاں اسکی
 آخری آمید کا یہ نتیجہ نکلا اور جہاں اسکی پیاری تھنیا کی یادگار یوں تہ خاک و باد لگی
 اور ایک لفظ بھی ٹھہرنا گوارا نہ کر سکا۔ اور فوراً جہاز پر سوار ہو وہاں سے روانہ ہوا۔
 نواب کے لیے یہ ایسا سخت و جانکاہ صدمہ تھا کہ جس سے جہاز پر چڑھنے کے بعد
 اسنے گفتگو بالکل موقوف کر دی اور دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسمین قوت مدد
 بالکل باقی نہیں رہی۔

تھرس سے مارا جاتے ملائین کی راہ سے جہاں تیرنیا رہتی تھی اس جہاز کا
 گذر ہوا۔ وہاں کا حاکم لی سماجس ساحل بحرہ شامی جہاز آتا دیکھ ایک چھوٹے سے بحری
 پر سوار ہوا کہ چکر جہاز کے پاس دریافت کرے کہ اس جہاز میں کون ہے۔ جی کی تس
 نے اس حاکم شہر کی بڑی آؤجگت کی۔ اور کہا کہ یہ جہاز مارا کا ہے۔ ہم سب اپنے
 نواب پرتسکس کو امین چڑھائے مارا کو لے جاتے ہیں۔ جسکی کیفیت یہ ہے کہ تین مہینہ کا
 عرصہ گذرا کہ اسنے ہم بھون سے ایک بات بھی نہ کی اور نہ کچھ غذا کھائی۔ ہر دم اپنے
 غم و اہم میں ڈوبا رہتا ہے اسکی بد مزاجی کی پوری کیفیت بیان کرنے میں تو بڑا طول
 کلام ہے لیکن خلاصہ یہ ہے کہ ایک پیاری لڑکی اور بی بی کے ماتم نے اسے اس
 درجے کو پہنچایا۔ جی سماجس نے اس غم زدہ نواب کے دیکھنے کی اجازت چاہی۔ اور

جب قریب اُسکے پہنچا۔ تو دیکھ کر معلوم کیا کہ بیشک پرسکس کہی اچھا آدمی رہا ہوگا۔ اور اُسکی طرف مخاطب ہو کر کہا بادشاہ سلامت خدا آپ کو بہ حفاظت و بے ملامت رکھے۔ لیکن اسکا یہ کہنا کچھ سودمند نہ ہوا۔ کیونکہ اُسے شک نہ تو پرسکس نے کچھ جواب دیا اور نہ اُسکے بشرے سے یہ معلوم ہوا کہ کسی اجنبی شخص کے آنے کا اُسے کچھ علم ہوا۔ اب اس وقت لی سماچس کو اس لاشافی عورت مرنیا کا خیال آیا۔ اور سوچا کہ اگر وہ آئے تو کیا عجب کہ اپنی شیریں کلامی سے کچھ اس نواب ساکت کو بلائے مغرور نہ با تہ مزاج جیسی کی آئے مرنیا کے پاس آدمی بھیجا۔ اور جب وہ اُس جہاز میں داخل ہوئی جہاں اُسکا باپ شدت رنج و غم سے سکتے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ تو لوگوں نے اُسے اس تپاک سے بلایا کہ گویا اُصین یہ تسلیم تھا کہ وہ انکی شانہ راوی ہے اور سب کے سب اسکا بھر کیلپن دیکھ متعجب ہو گئے۔ لی سماچس انکی بڑائی کرنے سے بہت خوش ہوا۔ اور بولا بیشک یہ ایسی ہی ہے۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بڑے خاندان کی لڑکی ہے۔ اس سے ابھی میں کسی دوسری کو نہیں سمجھتا۔ مجھے بڑا خوش قسمت کہنا چاہیے جو ایسی بی بی نے مجھے ملی۔ اور پھر اُسے بڑے تپاک سے پکارا گویا کہ وہ عورت اُسکے نزدیک کسی بڑے خاندان کی شریفین راوی تھی۔ اور کہا اوصدین و خوبصورت مرنیا بیان تو آؤ۔ دیکھو کوئی بڑا نواب ہے۔ کسی رنج کی وجہ سے اُداس و نحوش ہے۔ اور پھر اس طرح پر کہ گویا خوشی و توانائی کا دنیا اسی کے اختیار میں تھا اُس سے کہا کہ تم کوئی ایسی حکمت کرو کہ اسکا رنج دور ہو جائے۔ مرنیا نے کہا بہت بہتر۔ اپنے مقدر پر گناہ رکھو انکی بشرطیکہ میں اور آپ صرف دہی شخص اُسکے پاس چلیں۔

اسرا خیال سے کہ اپنے ایسے مغرور خاندان کو کینز کہ بنکر کیا ہنسائے بڑی احتیاط سے وہ اپنی اصلی کیفیت ایک دلیین چھپائے ہوئے تھی۔ مگر اس وقت بہ مصلحت پرسکس سے اُس انقلاب زمانہ کی کیفیت بیان کرنے لگی جو خود اُسپر گزری تھی۔ اور

کئے لگی کہ ایک بڑے مغز خاندان سے مجھے تعلق ہے۔ غرض کہ اسے اس طرح بیان کرنا شروع کیا جس طرح اپنے باپ کے سامنے اپنی مصیبت کوئی کھڑا بیان کرتا ہو۔ اور جتنی باتیں اُسے کہیں وہ سب اُسی کے متعلق نظم کی حکایتیں تھیں اور وہ جہاں کی یہ تھی کہ دنیا سمجھی تھی کہ آفت زدوں کے مخاطب کرنے کے لیے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ انکو سامنے اپنے رنج و مصیبت کی باتیں شروع کر دے۔ چنانچہ دنیا کی خوش بیانی سے نواب کی طبیعت کچھ درست ہوئی۔ اور آنکھ جو ایک عرصہ سے بند و بے حس و حرکت تھی کھول کر دیکھنے لگا۔ اور تیر نیا کو کہ اپنی ماں سے وہ بہت مشابہ تھی اپنی بی بی کے ہنسی کی شکل دیکھ کر تیر ہوا۔ اور مہینوں بعد یہ الفاظ لوگوں نے اُسکے منہ سے سنے کہ میری پیاری بی بی اسی عورت کے ہنسی تھی اور میری لڑکی بھی ایسی ہی رہی ہوگی۔ جہنہ میری بسلم کی سی جو بہن ہیں اور قد میں ویسی ہی ہر ہر انچہ پر استقامت برستی ہے۔ آنکھیں دیکھو جیسے موتی چمکتا ہو۔ لڑکی تم کہاں رہتی ہو اور کس خاندان سے ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم ابھی کتنی تھیں کہ ظلم نے مجھے اندامین ڈال رکھا ہے اور یہ بھی کتنی تھیں کہ اگر آپ کے امور میرے دونوں کے مصائب بیان کیے جائیں تو میری مصیبت آپ کو کم نہ ملے گی۔ تیر نے جواب دیا ہاں کچھ ایسا ہی میں کتنی تھی اور جو کچھ میں نے کہا اپنے خیال سے ٹھیک ٹھیک کہا۔ نواب نے کہا اچھا تم اپنا حال بیان کر جاؤ۔ میں دیکھوں گا اگر میرے رنج سے ہزاروں حصہ بھی تھیں رنج پہنچتا ہے تو سمجھو نہ کہ رنج و غم کھانے میں تم مرد ہو اور میں عورت۔ اور ایسی صبر کی نگاہ سے کیوں دیکھتی ہو اور اتنا زیادہ مکرانا کسوچ رہے ہو۔ تمہارا زمانہ تم سے کیونکر بھر گیا۔ اپنا سارا قصہ کہ سناؤ۔ میں سننا چاہتا ہوں۔ آؤ اور بیٹھ جاؤ۔ جب اُس نے اپنا نام تیر نیا بتایا۔ بادشاہ کو کمال حیرت ہوئی اور اُس نے سوچا کہ ایسا کسی کا نام نہیں ہوتا میں نے البتہ یہ نام اپنی لڑکی کے لیے اُسکے دریا میں پیدا ہونے کی رعایت

مر نظر رکھ کر تجویز کیا تھا۔ اور کہا مجھے چھتری تو نہیں۔ معلوم ہوتا ہے دیوتا لوگ
 مجھے غفاریں اور انہیں کے حکم سے میرے بنانے کے لیے تم بیان آئی ہو کہ ساری
 خلقت مجھ پر ہے۔ تیریا نے یہ سنکر کہا حضور صبر کریں یا کہیں تو میں اٹھ جاؤں۔ پرستار
 کہا نہیں۔ تم کو میں اب نہیں بولنے کا۔ سچ ہے تھیں کیا معلوم کہ تمہارے تیریا نام
 بتانے نے میرے دل پر کیا اثر پیدا کیا۔ پھر میریا نے کہا اور یہ نام میرے باپ
 ایک دی اقتدار پادشاہ کا رکھا ہوا ہے۔ پرستار سنکر بولا کیا بادشاہ کی لڑکی اور
 میریا نام۔ ہو گوشت و خون سے تمہاری ترکیب ہے یا کسی اور شے سے۔ تم ارقم
 پر زیا تو نہیں ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم کس جنگہ پیدا ہوئیں اور تیریا کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔
 تیریا نے جواب دیا کہ مجھے تیریا ایسے کہتے ہیں کہ میں دریا میں پیدا ہوئی تھی۔
 میری ماں ایک پادشاہ کی لڑکی تھی جو میرے پیدا ہوتے ہی جان بحق تسلیم ہو گئی
 اور جسکا ذکر ماما چارو یا اکثر زورور کر کیا کرتی تھی۔ میرے باپ نے پرورش کے
 لیے مجھے تھرس میں چھوڑ دیا۔ جہاں کلین کی بے درد بی بی میرے مارنے کی فکر
 میں ہوئی۔ اور چند وزوان بچے نے مجھے اُس سے بچایا۔ اور اپنے ساتھ ٹھلاؤں
 میں لا اتارا۔ لیکن جناب عالی آپ روتے کیوں ہیں۔ آپ کو باور نہ آئے گا مگر میں
 سچ کہتی ہوں کہ شاہ پرستار میرا باپ ہے شاید جیتا بھی ہو۔ پرستار نے مارے
 خوشی کے گھبرا کر اور نیز کسی قدر مشکوک ہو کر کہ شاید یہ سچ ہی ہو زورور سو نو کروں
 کو آواز دی وہ اپنے نواب کی آواز سنکر بہت خوش ہوئے اور دوڑے چلے
 آئے۔ نواب ہی کی کی نس کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ مجھے خوب ٹھنکو چاہو زخمی بھی کرو
 بہر کیف جلدی سے مجھے درد پہونچاؤ کہ میں ایسا نو کہ یہ دریا سے فرط خوشی مجھے
 ساحل عدم تک پہونچا دے۔ اور پھر تیریا کی طرف مخاطب ہو کر بولا اے
 بدریا مولد و مدفن بہ تھرس سافہ بہ با زور دریا لقا تا ت تو شد اینجا بیابا

ہی لی کی نس خدا پاک کی درگاہ میں شکر کا سجدہ کرو۔ دیکھو یہ میر نیا ہے۔ اسکے لیے دعا وغیرہ کرو۔ اور میرے کپڑے لاؤ تو بیل ڈالون۔ یہ تھر سس میں مری۔ تھی۔ کمنٹ ڈیا نسانے غلط اسکی موت کی خبر مشہور کر رکھی تھی۔ جب اسکے پاس بیٹھو گے اور شانزادی لکھنیا پر دے تو آپ ہی یہ تحسے سب کیفیت بیان کر جائیگی۔ اور چھہ لی سماجس کی طرف دیکھ کر گویا اسکے پہلے دیکھا ہی نہ تھا پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ ہی لی کی نس نے کہا حضور یہ مثلاًن کے حاکم ہیں۔ آپ کے رنج و غم کا حال شکر آپ کو دیکھنے آئے ہیں۔ یہ شکر پرسلس نے کہا۔ ٹھہریے میں آپ سے ملتا ہوں۔ کپڑے تو میرے دیانا۔ آج اسے دیکھ کر مجھے کمال تو انائی ہوئی۔ خدا میری لڑکی کو سلامت رکھے۔ لیکن سنو تو یہ گانے کی آواز کہان سے آرہی ہے۔ یا تو کسی دیوتا یا اسوقت میرے حال پر رحم کھا کر بھیج دیا ہے یا فراطنبساط سے تخیل نے گانے کی صورت پیدا کر لی ہو رہی لی کی نس نے کہا حضور مجھے تو کوئی آواز سنائی نہیں دیتی پرسلس نے کہا نہیں کیوں۔ یہ کیا چرخ کی سی آواز آرہی ہے۔ چونکہ وہاں کوئی آواز آتی نہیں ایسے لی سماجس نے تصور کیا کہ دفتہ خوشی کے پہونچ جانے سے نواب کی عقل میں کچھ فتور آچلا ہے اور لوگوں سے کہا کہ اسوقت اسکی بات میں دخل دنیا مناسب نہیں ہے اسکو جس حالت میں یہ ہے رہنے دو۔ اور پھر ان سب نے کہا ہاں کچھ آواز سنائی دیتی ہے۔ اور پھر لی سماجس نے نواب کی آنکھیں چھپکتے اور کچھ ناک بولتے دیکھ کر کہا حضور اچھی طرح چار پانی پر آرام فرمائیں غرض کہ سر کے تلے ایک ٹکیہ رکھو وہ لیٹ گیا اور کثرت انبساط سے اسکی تمام قوتیں درست تو ہو ہی گئی تھیں ایسے لیٹے ہی سو گیا۔ اور میر نیا باپ کی چار پانی سے الگ کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ پرسلس نے سوتے میں ایک ایسا خواب دیکھا جس سے اسے فی سس جاگا

اُسکا ارادہ ہو گیا۔ خواب میں آئے دیکھا کہ ڈائنا بیغے اسے فی سس کی دیوی میرے پاس آئی ہے اور کہتی ہے کہ میرے بعد اسے فی سس کی طرف تم چلو اور وہاں پہنچ کر میرے مذبح کے قریب کھڑے ہو کر اپنے سرخ دھم کی حکایت بیان کرنی شروع کرو۔ قسم ہے مجھے کمان تقری کی کہ اگر تم میرے کہنے پر کار بند ہو گے تو عجیب طور کی خوشی تمہیں وہاں حاصل ہوگی۔ جب اُسکی آنکھ کھلی تو اس بشارت پر کمان خوش ہوا۔ اور اپنا خواب لوگوں سے بیان کر کے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ دیوی کے کہنے کے موافق میں اسے فی سس ضرور جاؤں۔

پھر اسکے بعد لی ساجس اسے تملائن میں لے گیا اور جہان تک ممکن ہو اُڑی دھوم دھم سے اُسکی ضیافت کی۔ اور اُسکی ضیافت پر سلسلے بڑی خوشی سے قبول کی۔ اور دو ایک روز تک مقیم بھی رہا۔ اب ہلکوارسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ جب تیرنیا کے برسے دنو منن وہ خلق و محبت سے پیش آیا تھا تو اب اُسکے عالی و تار باب کی تواضع و مدارات میں کیسے کیسے نہ کھانے پکوانے ہونگے اور کیا کیا نہ خوشی و تماشاں اسے کئے ہونگے۔ اسکے بعد لی ساجس نے درخواست نکاح پیش کی۔ جب پر سلس کو معلوم ہو گیا کہ اس نے میری لڑکی کے ساتھ بڑے بڑے سلوک کیے ہیں تو پھر اس درخواست پر اس نے کچھ برا نہ مانا۔ اور تیرنیا کو بھی اپنے اظہار رضا مندی میں کچھ مانا نہوا۔ مگر پر سلس نے صرف یہی ایک شرط لگائی کہ تم دونوں کو اس وقت بعد ایلفی سس تک ساتھ چلنا چاہیے اس کے بعد پھر جیسا تم کو۔ چنانچہ ایلفی سس کی طرف وہ تینوں روانہ ہوئے۔ اور دیوی نے خود وہاں جہاز میں ہوا موافق بھر کر چند ہفتوں بعد بغا ط تمام ایلفی سس میں پہنچا دیا۔

سہری من (جواب بہت بدھا ہو گیا تھا) جسے تھیسا زو جہ پر سلس کو زندہ کیا تھا اور خود تھیسا جواب اس معبد کی پروہتن نگئی تھی یہ دونوں مذبح کے پاس کھڑے تھے

کہ پرسلس مع اپنے ساتھیوں کے اس معبد میں داخل ہوا۔ ہر چند کہ تھیا کے رنج و غم سے جسے کھاتے برسوں گزر گئے تھے پرسلس کی صورت بہت تبدیل ہو گئی تھی مگر بھر بھی تھیا نے دیکھتے ہی اس کا چہرہ پہچان لیا اور جب مذبح کے قریب پہنچ کر حسب اشارت یہی کہے وہ بولنے لگا۔ تو تھیا نے اسکی آواز فوراً پہچان لی اور اس کے الفاظ نہایت حیرت و مسرت افزا اضطراب کے ساتھ سنے۔ الفاظ جو پرسلس نے مذبح کے قریب کھڑے ہو کر کھم سے نکالے یہ ہیں۔ مبارک ڈانٹا حسب الحکم تیرے میں اب اپنی رقم کہاں شروع سے بیان کرتا ہوں کہ میں نائرا کا نواب ہوں۔ کسی ڈر سے میں اپنے ملک سے چند روز تک غیر حاضر رہا اس ایام جلاوطنی میں تھیا نامے ایک حسین عورت سے بمقام پین ٹوپولس میں نے اپنا نکاح کیا۔ سمندر میں وہ ایک لڑکی تیر نیا نامے جینی اور لڑکی جنسنے کے ساتھ ہی اسکی جان بچ گئی۔ تیر نیا کو میں نے پرورش کے لیے ڈیانا سا کے حوالہ کیا۔ چودہ برس کی جب وہ ہوئی تو ڈیانا سا اس کے مارنے کی فکر میں ہوئی مگر اسکی قسمت اچھی تھی جو کسی طرح بچکر سٹلائن میں پہنچ گئی۔ اتفاق سے ساحل سٹلائن کی طرف سے میرا گزر ہوا اور وہ اپنی رہبری طالع سے میرے جہاز میں داخل ہوئی اور اپنے پورے پورے تھے دیکر اپنا لڑکی ہونا مجھے یاد کر لیا۔

اسکی باتیں سنکر جو ش تھیا کے دل میں پیدا ہوا وہ اسکی برداشت نگہبکی اور زور سے پرسلس تم ہو تم ہو کلمز ہو ش ہو گئی۔ پرسلس نے یہ دیکھ کر کہا۔ این۔ یہ عورت کیا کہتی ہے۔ سری من بولا حضرت اسکی خبر لیجیے کہیں مرجا گئے۔ مذبح ڈانٹا کے سامنے کھڑے ہو کر جو باتیں سننے کی ہیں اگر صحیح ہیں تو یہ تمہاری زن منکوحہ ہے پرسلس نے کہا نہیں جناب میں نے خود اپنے ہاتھوں اسے پانی میں پھینکا تھا۔ ابہر سر جی من نے ابتدا سے بیان کرنا شروع کیا کہ جس رات کو یہ پھینکی گئی اسکی صبح کو کونکر یہ ایفی سس میں پہنچی اور پھر کونکر کن کھول کر جلالت اور ایک کانڈ کا کھا ہوا لٹکا لایا گیا۔

اور پھر کیونکہ مین نے اسکی دلہیت کی حد میں لکین اور اچھے ہوئے پر مجبور ڈاکٹار مین لاپرواہ کیا
اتنے میں تھیا کو کبھی غشی سے افاقہ ہوا اور کئے لگی کیون صاحب کیا آپ پر سلس مین
ہیں۔ لہجہ گفتگو اور صورت شکل تو دوسری ہی ہے۔ ابھی تم لوہان زلاوت و موت کے
تذکرے نہیں کرتے تھے۔ پر سلس نے بجز تمام آنا جواب دیا آواز تو تھیا ہی کی سی
معلوم ہوتی ہے اسنے کہا ہاں میں تھیا ہوں جسے تم اب تک مردہ و معدوم سمجھتے تھے
اسپر ایک مقتدانہ جوش پر سلس کے دل میں پیدا ہوا اور چلا کر کہا بیشک ڈاکٹار صاحب
ہے اور پھر اسکے بعد تھیا بولی کہ میں کی تھیں اچھی طرح پہچان لیا۔ دیکھو تمھاری
انگلی میں جو انگوٹھی ہے اسے میں پہچانتی ہوں دسی انگوٹھی ہے جو میرے باپ نے
میں ٹوپولیس میں رخصتی کے وقت بچشم اشکبار تھیں دی تھی پر سلس بولا اے خدا
میری اسوقت کی عنایتیں گزشتہ زمانے کی پرشانیوں میں بھی ایک لطف دکھاتی ہیں۔
تھیا پاس آکر ذرا گلے سے تولگ جاؤ۔

میر نیانے کہا ہاں سے پیٹنے کو میرا بے اختیار جی چاہتا ہے۔ پر سلس نے اپنی
بی بی کی طرف متوجہ ہو کر کہا دیکھو یہ جو تمھارے پاس دوڑا نو میٹھی ہے تمھاری تخت جگر
ہے جو سمندر میں پیدا ہوئی تھی اور سمندر میں پیدا ہونے سے جب کا نام میر نیانہ رکھا گیا
تھا۔ تھیا نے کہا یہ وہی لڑکی ہے اور پھر فرط انبساط سے اچھل کر اسے گلے لگایا
اور صر وہ دونوں آپس میں لگنے لگیں۔ اور پر سلس مذبح کی طرف مٹو دب بیٹھ گیا۔
اور کہنے لگا۔ پاک ڈاکٹر مین تیری بشارت کا بہت شکر گزار ہوں اور اس عنایت
کو تیری ہمیشہ رات کو یاد کیا کرونگا۔ اور پھر باستر فرما تھیا عمدہ طور پر لی سما جس کو
جولا لٹ اسکے تھا واداری میں قبول کیا۔

پر سلس اور اسکی بی بی اور اسکی لڑکی کی خوبیاں آج تک ضرب الشل زمانہ میں
گو گوگوں کی تنبیہ و صبر و استقلال سکھانے کو خدا نے کچھ دلوں تک آنھیں مبتلا کئے

آفت رکھا مگر پھر دیکھو کس طرح دریائے رحمت جوش میں آیا۔ اور اُن آلفائی و خلات
قیاس صد مولا سے انھیں نجات دی ہی کی کی نس کی صداقت و وفا داری وغیرہ
آج تک مشہور ہے جسے بمقابلہ پریس اپنے آپ تحت سلطنت پر بیٹھنا اور سختی
سلطنت کو محروم کر لوگوں کے کہنے سے آپ بڑا بنگے رہنا پسند نہ کیا۔ پاکباز
سرمی من جسے تھپسا کی جان بچانی بنی نوع انسان کے انادہ کے لیے کیسی لیاقت
بہم پہنچائی تھی۔ جسکے دیوتاؤں کے سے فعل دیکھ میں سخت حیرت ہوتی ہے۔ مرن
یہ کہنا باقی رہ گیا کہ ڈیانا بد ذات زوجہ کلین کا انجام کیسا اسلے فعل قبیح کے موافق
ہوا۔ باشندگان تھرس کو جب وہ ظلم جو تیرنیا پر کیا گیا تھا معلوم ہوا تو انک کے می میں
آیا کہ اپنے محسن کی لڑکی کا عوض لینا چاہیے۔ چنانچہ اسنے محل شاہی میں آگ لگا دی انسا
اور اسلے شور کلین اور نیز تمام اسکے خاندان کو ہرباد کر دیا جو مالکاند کو بھی بھلا
معلوم ہوا ہوگا کہ اس قتل زبون کا اگوا اقدام ہی سی کہ از تکاب قتل کی کو بت نہائی
تھی اس طور پر عوض دیا گیا جو اس گناہ کبیرہ کے نہایت مناسب تھا۔

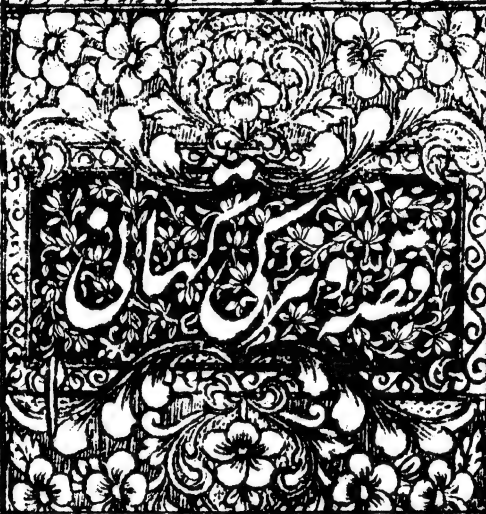
خاتمہ الطبع

شکر خدا کا ہے کہ افسانہ ولینڈیر میں کا سولہواں قصبہ جو اس سے پہلے مطبع اور دھار
ملو کہ کمالیہ محلی القاب منشی نول کشور صاحب سی آئی ای لکھنؤ میں چھپا تھا اب
شاخ مطبع مومرت الصدر وائی کاچور میں اہتمام منصرم باکمال جناب منشی بھگوان دیا
صاحب سے طرح نسخہ میں پہلی مرتبہ محکم چھپکر ہدیہ ناظرین ہوا۔



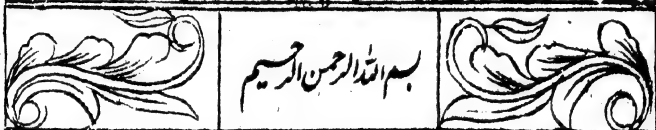
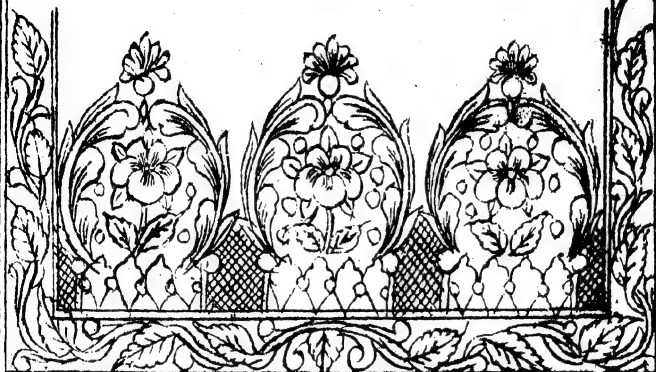
سجود شاکر کیمین کا فضل خلاہ روز ما
بن پرچم کیمین کا دل و مہین کا

یہ اگر کوئی کتاب میں درج ہے اس پر ایمان نہ لے کرے جس شخص میں کما
ستخوان و نجیب فیاض و حقیقت میں حکمت آموزی کا خزانہ ہے موصوفہ



سکھو مائے زمان مہربانی محمد احسان اللہ صاحب چریا کوئی کوئی انصافی بانس کا دھن
سجود گو کہ کچھ نہ پایا اس طبع اور صاحب پر محاورات سلیس انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا

مطالع می نشی نوکشو واک کا پورے چھپا
سجود می نشی نوکشو واک کا پورے چھپا



کسی زمانے میں لٹن ٹس شاہ سی سیلی اور اسکی حسین دینک بنت بیگم ہر مین
 و دونوں بڑے لطف سے زندگی بسر کرتے تھے۔ لٹن ٹس اپنی اس مقول بی بی کی محبت
 میں ایسا سرشار تھا کہ دنیا کی کوئی خواہش یا تناسک اسکے ولین جگہ نہ پائے پاتی۔ ہاں
 کبھی کبھی اسے یہ خیال آ جاتا کہ اپنے ہم کتب و پڑانے بار پولک زنس شاہ
 بوسمیہ سے ایک بار کسی طرح پھر ملا اور اپنی بی بی سے اور اس سے ملاقات کرانا
 چاہیے۔ لٹن ٹس اور پولک زنس نے ساتھ ہی تربیت پائی تھی اور بچپن سے ساتھ ہی
 رہے آئے تھے۔ مگر اپنے والدین کے مرنے پر وہ اپنی اپنی سلطنتوں پر بلائے
 گئے تھے۔ گو انہیں سلسلہ خط و کتابت بند نہ تھا اور اکثر تھاک اور پیغام اشتیاق
 آتے جاتے تھے مگر کئی برس گزر گئے تھے کہ انہیں ملاقات نہ ہونے لگی۔
 آخر کار کئی بار ملانے پر پولک زنس بوسمیہ سے دار الحکومت سی سیلی میں آیا
 کہ اپنے دوست لٹن ٹس سے ملاقات کرے۔

Translating
 the
 conversation
 of the two ladies

اول اول تو لکھنؤ اسکی ملاقات سے کمال سرور ہوا اور اپنی بیگم سے تاکید کی کہ اس یار قدیم کی تواضع و تکریم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیار سے دوست و بہرام ویرینہ سے ملکر غایت درجہ کی خوشی و آسے حاصل ہوئی۔ انھوں نے بیچکر گزرے ہوئے وقتوں کا ذکر چھیڑنا شروع کیا۔ طالب علمی کے وقت کی باتیں اور شباب کی کود بچاند و وصول دپتے وہ یاد کرتے اور ہر عین کو سناتے جسے ان باتوں کے سننے میں انتہاء درجہ کا خلقتا۔ جب ایک عرصے کے بعد پوکٹ نرس نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی تو حسب ایما و لکھنؤ اس اسکے رُوک رکھنے پر ملکہ نے اپنا اصرار بڑھایا۔

اب اس نیک بخت ملکہ کے برے دن کی آمد شروع ہوئی۔ کیونکہ لکھنؤ میں اس کی دوست
پروک زنس نے وہاں کا کچھ دنوں کے لیے اور پھر نامعلوم رکھا۔ لیکن ہرمین
کی سنجیدہ و دلکش تقریر سے چند ہفتوں کے لیے اپنا سفر ملتوی رکھا۔ ہر چند کہ لکھنؤ میں اسے
دوست پروک زنس کی دیانت داری و دین داری کو بدت سے جانتا تھا اور اپنی بخت
بی بی کی نیک مینتی سے بھی بخوبی واقف تھا۔ مگر اس کے دل میں کچھ ایسا ناحق کا شک
بیٹھ گیا کہ جتنا ہی تواضع و مکریم سے ہرمین پروک زنس کے ساتھ پیش آتی تھی حالانکہ انہ
شورہ کی حسب خواہش اور خاص اسی کے خوش کرنے کے لیے وہ کرتی تھی اتنا ہی
اس کمبخت بادشاہ کے شک کو ترقی ہوتی جاتی تھی کہ ان کو لکھنؤ میں ایسا صادق و کامل
دوست تھا۔ اور بہتر اور جان نثار شورہ و ہرمین اسکا شمار ہوتا تھا اور اب یہ ہوا کہ
اس نے وحشیانہ طور پر بے دردی و بد معاشری کا برتاؤ کرنا شروع کیا۔ اپنی بکری
کے ایک سردار کی میلوانے کو بلوا کر اپنی دلی بدگمانی سے مطلع کیا اور حکم دیا
کہ پروک زنس کو زہر دیکر مار ڈالو۔

شکی میلو ایک نہایت اچھا آدمی تھا اور بخوبی جانتا تھا کہ لٹن ٹس کے وہم و گشام کی

کچھ بھی اصلیت نہیں۔ اس لیے بجائے اسکے کہ وہ پولک زنس کو زبردستی اُسے
بادشاہ کو اپنے آٹا کے حکم سے غبر واکر دیا اور سلطنت سی سیلی سے بھاگ چھنے کی
راہے دی۔ چنانچہ کی سیارہ کو ساتھ لیکر حفاظت تمام پولک زنس اپنی خاص سلطنت
بوہیمیا میں چلا آیا اور وہاں پونچکر بادشاہی محل میں کی سیلو نے رہنا شروع کیا۔ اور
پولک زنس کے خاص دوستوں اور سہواریوں میں اسکا شمار ہونے لگا۔

پولک زنس کے بھاگ جانے سے لندن میں کے ویم و شک کو اور بھی قوت ہوئی
اور اسکا لشکر ملک کے کمرے کی طرف چلا۔ جہاں وہ نیکبخت ملک اپنے چھوٹے لڑکے کی کمی
کو پاس لیے ہوئے بیٹھی تھی۔ اپنی مان کے دل بہلانے کے لیے اس لڑکے نے
ایک اچھی سی کہانی شروع کی تھی کہ بادشاہ پہونچا اور اس لڑکے کو الگ کر کے
ہرمین کو مجلس میں بےحدیا۔

میسسیس گوناہت ہی کم سن تھا مگر اپنی ان کو بہت امانتا تھا۔ اور اپنی مان کی سی
بے وقریٰ دیکھ کر کہ اسے پاس سے کھینچ کر لوین مجلس میں بھیج دیکھی، اس کے دل پر
سخت صدمہ پہونچا اور اسی روز سے وہ مرجھانا اور یوگافو ماسو کھنا شروع
ہوا۔ اور خور و خواب اسکا بالکل چھوٹ گیا حتیٰ کہ لوگوں کو یقین ہوا کہ یہ عجم
اسکی جان لیے بغیر نہیں رہنے کا۔

ملکہ کو قید خانے میں بھیج کر میسیس اور وین دوسرے داروں کو بادشاہ
نے حکم دیا کہ اول قس میں جا کر مہداپو لو میں استعارہ دیکھیں کہ ملکہ نے بادشاہ
کے ساتھ ہونانی کی یا نہیں۔

قید خانے میں پہونچنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہرمین کے ایک لڑکی پیدا
ہوئی۔ اس لڑکی کو اس وقت اس خوبصورت بچی کے دیکھنے سے بہت کچھ تسکین
دو لگی ہوئی اور کہا او میری غریب و بےچارہ محبوبہ میں بھی تمہاری طرح سے

McMullen
Balmores
Dion
Gulshoo
Apyello

میں

مقصوم ہوں۔

ایک نیک خصلت عورت پلینا ہ سے سلطنت سی سیلی کے ایک سردار
 این ٹی جنس کی بی بی تھی اور ہرین سے اس سے بہت بہتر تھی۔ جب پلینا نے
 شاہ کے ملک کے لڑکا ہوا ہے تو وہ مجلس کے پاس جہان ملک قید تھی آئی۔ اور ایمیلیا سے
 کہ اس قید خانے میں ہرین کے پاس رہتی تھی۔ کسا۔ ایمیلیا براہ عنایت تم ملک
 کے حضور میں جا کر عرض کرو کہ اگر مجھے انھیں اطمینان ہو تو ذرا جرات کو کام
 فرمائیں اور تھوڑی دیر کے لیے اپنا لڑکا مجھے دین کہ اس کے باپ نفل جہانی کو دکھلا دو
 میں نہیں کہہ سکتی کہ اس مقصوم بچے کو دیکھ کر وہ کتنے ملامت ہونگے۔ ایمیلیا نے جواب
 دیا۔ بہت اچھا بی بی۔ ملک کو جا کر تمہارا پیغام سنائی ہوں۔ آج تو کتنی ہی عین۔ کہ کوئی
 ایسا فوجی جرات و مہربان حال ہوتا جو اس بچے کو لیا کر بادشاہ سلامت کو دکھلا دے
 پلینا نے پھر کہا کہ یہ بھی کہہ دینا کہ تمہارے لیے میں لکھن ش سے سے خوب جھگڑو لگی۔ ایمیلیا
 یہ سن کر بولی کہ ہماری نیک نہاد ملک پر جو تم اتنا مہربان ہو تو اس کی جزا فیض تمہیں
 اور پھر ایمیلیا پسکی ہوئی ہرین کے پاس گئی جسے بخوشی پلینا کے دینے کو اپنا بچہ اٹھا دیا
 کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھتی تھی اگر میں نے اس وقت پلینا کو نہ دیا تو پھر کسی دوسرے میں
 ایسی بہت نہیں ہے کہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے حضور بجا سکے۔

پلینا اس شیر خوار لڑکی کو لائی اور ہر چند کہ بخوف غضب سلطانی اس لڑکی کے
 نہ پیش کرنے پر اسکا شوہر اصرار کرتا رہا مگر اس نے لیا کر بادشاہ کے پر کے پاس اس سے
 رکھ دیا۔ اور ہرین کی براہوت کے لیے ایک نہایت اچھی تقریر کی۔ اور بادشاہ
 اسکی بے دردی پر بڑی مہربانی کے ساتھ ملامت کی۔ اور اس پاک دامن ملک اور
 اس کے مقصوم بچے کے حال زار پر رحم کرنے کے لیے اس سے بہت کچھ التجائی۔ مگر
 پلینا کی اس دلیرانہ وفاداشت سے بادشاہ کی ناخوشی اور یہی بڑھتی اور این ٹی جنس کو

حکم دیا کہ اپنی بی بی کو میرے پاس سے اٹھا بیجاؤ۔

پلینا جب وہاں سے چلی تو اس نے بی بی کو اس کے باپ کے پاس چھوڑتی گئی
پلین خیال کو جب تنہائی میں اسے دیکھ گیا تو اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اس مضموم
بچی کی حالت زلہ پر رحم کر گیا۔

پلینا سے یہاں بڑی چوک ہوئی۔ کیونکہ اس کے چلے آنے کے ساتھ ہی اس بے رحم
باپ نے اس کے شوہر این فی جنس کو حکم دیا کہ اس بچی کو رہا کر مندر پار کسی ریتلے
ساحل پر چھینک آؤ جس میں یہ وہیں مر کر رہ جائے۔

این فی جنس نے بخلاف کی سازش و خصال کے پوری پوری طرح سے بادشاہ
کے حکم کی تعمیل کی۔ اور فوراً اس بچی کو جہاز پر بٹھا کر بھلا کہ جہاں پہلے ساحل دکھائی
دے وہیں چھوڑ آئے۔

بادشاہ کے ولین ہرین کی خطا کاری کچھ ایسی غلطیوں سے جگہ پڑ گئی تھی کہ کسی
وکیل کے لوٹ آنے تک جنھیں ولفس کے ابو لوئیس فال دیکھنے کو آتے بھیجا تھا
وہ صبر نہ کر سکا۔ اور قبل اس کے کہ تکلیف و لادت سے ملکہ کو صحت ہوتی اور اپنی
تخلیصورت لڑکی کے اس طرح ضلوع ہو جانے سے جو اسے نعم تھا اس میں تخفیف ہوتی
بادشاہ نے اسے دوبار عام میں طلب کیا تا سر واران سلطنت و امراء و دربار کے
سامنے اس کے جرم کی تحقیقات کی جائے۔ بموجب حکم شاہ تمام بڑے بڑے سردار
و حکام و امراء اگر دونوں ہرین کی تحقیقات جرم کے لیے جمع تھے اور وہ بدعت
وادی بھی قیدیوں کی طرح اپنی رعایا کے سامنے آگئی تجویز سننے کے لیے کھڑی تھی کہ
تھے میں کلیمی نس اور لوئیس نوشتہ فال نفاذ میں بند مہرین لگی ہرین ہاتھ میں لیے ہوئے
دوبار میں پہنچے۔ لیکن ش نے حکم دیا کہ نفاذ قبول کر نوشتہ فال نکالا جائے
ایا و از بند لغت و لغت نفاذ کیا جائے۔ پڑھنے پر مضموم ہوا کہ اس میں یہ عبارت

لکھی ہوئی تھی۔ درہمیں پاکد امن ہے۔ اور پولک زنس بگیا ہے۔ سکی سیکو ایک
 دیانت دار محکوم ہے اور لٹن نس ایک شکی اور خود مختار شخص ہے اور اگر گم گتہ
 کا کچھ پتہ نہ ملا تو بادشاہ بے وارث کا رہ جائیگا۔ بادشاہ نے اس نوشتہ پر اعتبار
 نہ کیا۔ اور کہا بلکہ کے ہوا خواہوں نے جھوٹ اپنی طرف سے لکھ لیا ہوگا۔ بہتر ہی
 معلوم ہوتا ہے کہ انصاف کے لیے جو لوگ اس وقت جمع ہیں وہی ملکہ کے جرم کی تحقیق
 کریں۔ لٹن نس یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ شانزادہ سہی اس کو اس
 ججر کے سننے سے کہ اسکی مان کی تجویز قتل کی تحقیقات پیش ہے بنین معلوم و نوت کیا
 ایسا سخت صدمہ پہونچا اور کچھ ایسا شرمندہ ہوا کہ اسکی جان تکل گئی۔

ہرمین کو اس پیار سے دنی اٹس لڑکے کی خبر موت سنکر اور یہ خیال کر کے
 کہ مجھ ہی بد بخت مان کے رنج و غم سے اسکی جان لی غش آگیا۔ اور اس خبر سے
 لٹن نس کے دل پر بھی ایک چوٹ سی لگی۔ اور اس بد نصیب ملکہ کی حالت پر کچھ
 رحم آگیا۔ اور پلٹنا اور اس کے ساتھ کی دوسری عورتوں کو حکم دیا کہ ملکہ کو یہاں سے
 اٹھا لجاؤ۔ اور اسکی صحت کی تدبیر کرو۔ پلٹنا اپنے جانے کی تھوڑی ہی دیر کے
 بعد موت کر یہ خبر لائی کہ ہرمین کا بھی کام تمام ہوا۔

ملکہ کی موت سنکر لٹن نس اپنی برہمی پر سچا یا اور جب اپنی مانتی کو شمی کو دیکھ کر
 کہ ملکہ کے دل پر اسے کیسا اثر بد پیدا کیا تو اسے ملکہ کی پاکدامنی کا یقین ہوا۔
 اور اب اسے خیال کیا کہ نوشتہ فال بیشک صحیح تھا۔ اور اسے سمجھا کہ اگر گم
 کا کچھ پتہ نہ ملا سے اس دخترخو سال کی طرف اشارہ ہے تو بادشاہ و وارث
 رہ جائیگا یہی صحیح ہے کیونکہ شانزادہ سہی اس تو مر ہی گیا۔ اگر وہ دخترخو سال
 ہوتی تو وارث تخت و تاج ہوتی۔ غرض کہ اپنی حرکت سے لٹن نس سخت پشیمان
 ہوا۔ اور مدت تک متاسف و مبتلا رنج و ماتم رہا۔

جہاز جمین اس شیر خوار شاہزادی کو بٹھا کر این ٹی جنس سمندر پار لیے جاتا تھا۔
 بہ سبب ہوا سے تند کے ساحل بوسیمیا خاص دار السلطنت شاہ پولک زنس
 کی طرف چلا گیا۔ اور این ٹی جنس نے اتر کر ائن پچی کو وہین چھوڑ دیا۔
 ائن ٹی جنس کو سیلی میں لوٹ کر لٹن ٹس سے یہ کہنا نصیب ہوا کہ اُنے
 وہ لڑکی کہاں چھوڑی۔ کیونکہ خشکی میں اُس لڑکی کو چھوڑ کر جہاز کی طرف وہ
 لوٹتا تھا کہ جنگل سے ایک ریچھ نکلے اس پر حملہ آور ہو اور پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے
 کر ڈالا۔ اور بادشاہ کے فرمان ناجائز کی تعمیل کا فوراً عوض دیدیا۔
 یہ لڑکی بیش بہا کپڑوں اور زیورون سے پرستہ تھی کیونکہ سر میں نے لٹن ٹس
 کے پاس بھیجنے کے لیے اسے خوب آراستہ کروا دیا تھا اور ائن ٹی جنس نے اُس کو
 کپڑے میں ایک کاغذ کا پرچہ باندھ دیا تھا جس پر اُس کا نام پڑوٹیا اور چند ایسے
 فقرے لکھے تھے جس سے کچھ کچھ اسکی مالی خاندانی و ناموافقت تقدیر کی طرف
 اشارہ ہوتا تھا۔

یہ غریب و بکس لڑکی ایک گڑیے کے ہاتھ لگی۔ گڑیا کہ ایک رحم دل
 آدمی تھا۔ پڑوٹیا کو اس طرح پڑے سوے دیکھ کر اپنے گھر آٹھا لاکر اپنی
 بی بی کے حوالہ کیا جس نے بڑی شفقت سے اُسکی پرورش و سرورع کی۔ اُس گڑیے
 نے اس نعمت غیر مترقبہ کا فنی نکرنا اپنی حالت افلاس کے خلاف سمجھا و بان کی
 سکونت ترک کر دی جمین کوئی یہ نہ خیال کرے کہ یہ دولت کہاں اُسکے ہاتھ لگی
 اور پڑوٹیا کے کچھ زیورات فروخت کر کے بہت سی بھیریون کے گلے خرید کیے
 اور اس میں نہ بچہ سے ایک مالدار گڑیا ہو گیا۔ اُس نے اپنے خاص بچوں کی طرح
 اُسکی پرورش کی جس سے اُسے یہ نہ معلوم ہوا کہ میں گڑیے کی لڑکی نہیں
 کوئی دوسری ہوں۔

پر ٹھٹھا جوان ہوئی یہ ایک دلکش محبوبہ نکلی۔ ہر چند کہ گر ٹریوں کی لڑکیوں کی طرح اسے تربیت پائی تھی مگر فطرتی خوبیاں جو اپنی مغزبان سے اسنے ارث میں پائی تھیں اسکی ناموزنہ طبیعت کو ایسا روشن و درست رکھتی تھیں کہ اسکی چال و چلن سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسے پادشاہی محل میں پرورش نہیں پائی ہے۔

پولک زنس شاہ بویہما کے صحن ایک ہی لڑکا فلورنریل نامے تھا ایک روز اس نوجوان شاہزادے نے گر ٹریے کے مکان کے پاس قمار کھیلا ہوا اسکی فرضی لڑکی کو دیکھ لیا۔ اور دیکھنے کے ساتھ ہی اسے حسن و شائستگی و اندازِ امیرانہ پر فریقہ ہو گیا۔ اور فوراً ایک مرد شریف کی صورت بن اور اپنا نام ڈوری کلس رکھ اسے مکان میں داخل ہوا۔ اور ہر روز اس گر ٹریے کے مکان میں جا کر دیدہ بازی کا معمول رکھا۔

محل شاہی سے فلورنریل کے اکثر غائب رہنے سے بادشاہ کو اندیشہ پیدا ہوا اور مہمانوں کو تعینات کر کے دریافت کیا کہ ایک گر ٹریے کی دختر جمیلہ پر اسکی طبیعت آگئی ہے۔

پولک زنس نے کی میلو کو بلا یا یہ وہی وفادار کی میلو تھا جسے لٹن شس کے محضب سے اسکی جان بچائی تھی۔ اور کہنا کہ میرے ساتھ برٹوٹیا کے (فرضی) باپ گر ٹریے کے مکان تک چلو۔

پولک زنس اور میلو دونوں بھیس بدلے ہوئے گر ٹریے کے مکان پر ایسے روز پہونچے کہ بیٹروں کے بال کترنے کا وہاں کھانا تھا۔ گو یہ لوگ اجنبی تھے مگر حسب دستور مثل اور مہمانوں کے کہ وہ ایک جلسہ عام تھا یہ لوگ بھی اندر بلا کر مجمع عام میں شریک کیے گئے۔

سب کے سب خوش و خرم تھے۔ نیزین بھی تھیں۔ باعتبار دیہات کے

ہست کچھ سامان دتاری سے کھانے پاک رہے تھے۔ چند چھوکرے وچھوکران ملکا کے سامنے سبزے پر پناج رہی تھیں دروازے کے پاس ایک طرف بساط ملی بھی بیٹھا تھا۔ لڑکے ریشمی فیتے دستانے مٹی کے کھلونے کھڑے خرید رہے تھے۔ سب تو اس طرح مشغول شادی و طرب تھے۔ اور فلورنزیل پر ڈیٹا کو لیے ہوئے ایک طرف بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اور بہ نسبت اور سماشیون کے جو انکے گرد و مشغول جن و تماشا تھے ظاہر اودہ و وفوق زیادہ خوش و خرم معلوم ہوتے تھے۔

بادشاہ نے اپنا بھیس ایسا بدل رکھا تھا کہ اُسکے بیٹے کے لیے اُسکا بھیا ناناغہ کرکچھ ایلے انکی باتیں سننے کے لیے بادشاہ انکے بہت قریب چلا گیا۔ پر ڈیٹا کی امتیاز کے لیے ہوئے بھولے پن کی باتیں (جو شاہزادے سے وہ کرتی تھی) سن کر بادشاہ کو تھوڑا تعجب نہیں ہوا۔ اور کی میلو سے کہا کہ کمینون کی لڑکیوں میں یہ بات کہاں ہوتی ہے۔ دیکھو نہ کچھ کرتی ہے نہ کتنی ہے مگر کچھ ایسی نظر سے دیکھتی ہے جو اُسکی حالت و حیثیت سے کہیں بعید ہے ایسے گائون میں ایسی عورت کا ہونا بہت ہی شگفتہ ہے۔ کی میلو نے جواب دیا۔ اس میں شک نہیں کہ وودہ وایون میں یہ شاہزادی معلوم ہوتی ہے۔

بادشاہ ڈگرڑیے سے کہا شفیق حال یہ تو بتلا وودہ کو جس میں گڑیا ہے جو تھاری لڑکی سے بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ گڑیے نے جواب دیا لوگ اُس ڈوری کلس کہتے ہیں۔ اور یہ میری لڑکی کے عشق کا دم بھرتا ہے۔ اگر اس نوجوان ڈوری کلس سے میری لڑکی کی شادی ہوئی تو اس ذریعہ سے اُسکو ایسی چیزیں دستیاب ہونگی جو اسے خواب میں بھی کم نظر آئی ہونگی۔ اس کہنے سے پر ڈیٹا کے پاتیا نہ زبردست مراد تھے۔ کیونکہ بھیڑ مزید نے سے جو کچھ پر ڈیٹا کے زیورات پہن رہے انھیں پر ڈیٹا کے پیادہ میں جینز دینے کے لیے وہ گڑیا با احتیاط تمام رکھے ہوئے تھا۔

پولک زنس نے پھر اپنے لڑکے کو پکار کر یون مخاطب کیا۔ کہ اؤ مرد جو ان میان کیا کرتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کشتی تھے سے تمہارا پیٹ بھرا ہوا ہے جو کھانے کی طرف تمہارا غب نہیں ہوتے۔ میں جب جو ان تھا تو اپنی محبوبہ کے لیے تحفے ہدیے لاتا تھا۔ تم کیسے عاشق ہو کہ باطنی دروازے سے اٹھا جاتا ہے اور تم نے اپنی معشوقہ کے لیے ایک کھلونا تک نہیں خریدا۔

شاہزادہ کو ذرا بھی خیال نہ آیا کہ میں اپنے باپ بادشاہ وقت سے باتیں کر رہا ہوں اور جواب دیا۔ کہ حضرت اُن چیزوں کی اسے خواہش نہیں۔ جس تحفہ کی یہ مجھ سے متوقع ہے۔ اسکا مجھے آپ ہی خیال ہے۔ اور پھر پڑٹیا کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ یہ پیر مرد بھی عاشق مزاج معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو اس کے سامنے میں قول و اقرار کرتا ہوں جس میں یہ بھی سن رکھے۔ اور پھر اس مرد ضعیف کو جسے اپنے نزدیک اجنبی سمجھا تھا شاہزادہ اِجاب و قبول ٹھہرانے کے لیے مخاطب بنا کر کہا کہ آپ بھی یاد رکھیے کہ اس وقت میں نے پڑٹیا کے ساتھ کیا عہد و پیمان کیا۔

بادشاہ نے اپنے کو ظاہر کر کے کہا میان لڑکے اس عہد و پیمان کو فراموش نہ کرو اور پھر بہت کچھ لعنت و لعنت کی کہ تمہیں اور یہ جزا کہ کمینوں کی چھو کر یون سے یون قول و فراموش کرو۔ اور پھر پڑٹیا کو گڑیے کی چھو کر یون کی پکڑنے والی اور نیز ایسے ہی چند ذلیل ناموں سے تعبیر کر کے کہا خبردار اگر پھر یہ تیرے مکان پر دیکھا گیا تو مجھے اور تیرے بڑے باپ گڑیے کو بڑی ہی بے دردی سے قتل کر دوں گا۔

بہالت غصب بادشاہ وہاں سے چلا گیا اور کی میلو سے کتا گیا کہ شاہزادہ غلوریل کو اپنے ساتھ لیتے آنا۔

بادشاہ کے چلے جانے پر پڑٹیا کہ اسکی شاہانہ طبیعت پولک زنس کے ان توہین کے فردن سے جذبے میں آگئی تھی۔ بولی۔ گو ہم دونوں بے قصور تھے

گزنہ تھیں تو کچھ خون نہ آیا۔ وہی ایک بار تو گفتگو کا بھی اتفاق ہوا ہوگا۔ اس سے صاف صاف کہ دنیا چاہیے کہ جو آفتاب اس کے شاہی محل میں روشنی پھیلاتا ہے وہی میرے اس غریب جھوٹے کو بھی روشن رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک کوئی وجہ امتیاز نہیں۔ اور پھر ہجرت ہوئی۔ لیکن اب میں خواب غفلت سے بیدار ہوئی۔ مجھ سے اور بیگم کے انداز سے واسطہ۔ آپ لوگ مجھے اجازت دیجیے تو بیرون کا دو دروازہ بنا بھی باقی ہے اب وہیں جا کر روٹو لگی۔

پڑوٹیا کی شاہی سنگی و نیک چلنی دیکھ کر رحم دل کی میلو بہت رضا مند ہوا اور مظلوم کی کہ شاہزادہ پڑوٹیا کی محبت میں بدرجہ غایت سہارا ہے مگر کیا کرے کہ اپنے باپ کے شاہی حکم سے مجبور ہے۔ اور پھر سوچ کر ان عاشقوں کی دستگیری کی ایک تدبیر نکالی اور چاہا کہ اسی وقت اپنی اس مفید حکمت پر جو اس کے دل میں تھی کاربند ہو۔

کی میلو عرصے سے جانتا تھا کہ لسن شاہ سیلی اپنی پہلی حرکات سے بہت ہی نادار اور پشیمان ہے۔ اور ہر چند کہ لی میلو نوک نرس کے معزز و توجہ میں تھا اور اس کے پاس بڑے آرام سے تھا۔ مگر اپنے پہلے آثار نادار کے شوق ملازمت اور اہل وطن کے شوق ویدار کو دل سے نہ نکال سکا۔ چنانچہ آٹھ فلورنریل اور پڑوٹیا سے کہا کہ مصلحت وقت ایسی میں ہے کہ تم لوگوں کو میرے ساتھ سیلی چلو وہاں پہنچ کر لسن شاہ سیلی سے ملاقات سفارش کر کے شاہی محل میں جگہ دواد دنگا اور تا وقتیکہ لسن واسطہ پڑے پوٹک نرس سے تمہارے قصور معاف نہ کرو اور تمہارے عقد نکاح پر اسے راضی نہ کرو۔ تم وہیں رہنا۔

اس واسے سے انھوں نے خوشی اتفاق کیا۔ اور کی میلو نے بدستور اسباب غرض

گرڑیے کو حکم دیا کہ تم بھی اُنکے ساتھ چلو۔

گرڑیے نے چلتے وقت پر ڈیٹا کے بقیہ زیورات اور اُسکے بچپن کے کپڑے اور وہ پرچہ جو اُسکے کپڑوں سے لپٹا ہوا پایا تھا ساتھ لے لیا۔
بہرے کرنے اس سفر سودمند کے فلورنریل اور پر ڈیٹا اور کیسیلہ اور
گرڑیا بہ حفاظت تمام دربار لکھنؤ میں پہنچے۔ لکھنؤ میں کہنوز اُسکے دلے
پیاری ہرین اور اُسکی دختر کاغذ دور ہوا تھا۔ کیسیلو کے ساتھ بڑے اخلاق
سے پیش آیا۔ اور شاہزادہ فلورنریل کی بہت کچھ تواضع و تکریم کی۔ لیکن
پر ڈیٹا کی طرف جسے شاہزادہ فلورنریل نے اپنی بی بی بتلائی تھی۔ لکھنؤ کی
خاص توجہ دیکھی گئی۔ اور اُسکی صورت کو اپنی بیگم مرہ ہرین کی صورت سے
مشابہ پا کر اپنے رنج و الم کو اُسے تازہ کیا اور کہا کہ اگر میں اپنی لڑکی کو اس طرح
بے پردی سے چھنکو اندیتا تو آج وہ بھی ایسی ہی دلکش عورت ہوتی۔ اور پھر
فلورنریل کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ تمہارے جو انڈر واپ کی صحبت و دوستی کو
میں نے ہاتھ سے کھودی گرا بھین دل و جان سے چاہتا ہوں کہ ایک بار پھر
اُسے دیکھوں۔

جب اُس بڑے گرڑیے نے پر ڈیٹا کے حال پر بادشاہ کو آنا متوجہ پایا
اور یہ بھی سنا کہ حالت شیرخواری میں بادشاہ نے ایک لڑکی چھنکوادی تھی تو
اُس زمانہ کو وہ خیال کر لے لگا جب پر ڈیٹا اُسے پڑی پائی تھی۔ اور اُسکی
حالت کیسی اور زیورات اور دیگر نشانات امارت کو جو اُسکے ساتھ تھے اُسے
مقابلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ بیشک پر ڈیٹا اور جس لڑکی کو بادشاہ نے چھنکوادی
تھا دونوں ایک ہی ہیں۔

فلورنریل پر ڈیٹا کی میلو اور وفادار پلینا سب کے سب موجود تھے کہ

بڑے گڑیے نے پروٹیا کے اٹھا لانے کی حالت اور این ٹی جنس کے ہلاک ہونے کی کیفیت کو ریچھ کو اُسپر حملہ کر کے پکڑتے ہوئے آسنے بچشم خود دیکھا تھا بادشاہ سے بیان کرنی شروع کی اور آسنے ایک دو سالہ پیش کیا جسے دیکھ کر پلینا نے پہچان کر ہرین نے اسے بادشاہ کے پاس بھیجتے وقت اپنی بھی پروٹیا لے لیا تھا۔ اور ایک گونز نکال کر دکھایا جسے پلینا نے بتلایا کہ بیشک یہ وہی گونہ ہے جو ہرین نے پروٹیا کی گردن میں باندھ دیا تھا۔ اور پھر ایک گانڈ دکھایا۔ جسے پلینا نے دیکھ کر کہا کہ خاص میرے شوہر کا لگتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور کہا اس میں شک نہیں کہ یہ پروٹیا خاص لکڑی کی ٹی ہے۔ پلینا اس وقت عجب جاگتی مین تھی۔ کچھ تو اپنے شوہر کی موت کی خبر سنکر رنج اور کچھ بابت وراثت کے فال کی صداقت پر خوش کہ دختر گم گشتہ کا پہلا ملا۔ جب لکڑی کو معلوم ہوا کہ پروٹیا میری خاص ٹی ہے تو اسے بڑا صدمہ اس امر کا ہوا کہ آج ہرین زندہ ہوتی تو کس خوشی سے اپنی لڑکی کو دیکھتی۔ اور بحالت یاس دیر تک یہی کہتا رہا۔

ہے ہے تیری مان تیری مان۔

پلینا نے اس خوشی و نینز رنج آمیز حالت کو یہ لکھ مبدل کر دیا کہ مین نے فی الحال اہلی کے ایک کاریگر جو لیوڑو مینو نامے سے ایک ایسی نادر مورت بنوائی ہے جو بے حد ہرین کی شکل ہے اگر حضور میرے مکان پر چل کر اسے دیکھیں تو کمال مسرور ہونگے۔ اور یہی سمجھنے کے کہ خود ہرین زندہ موجود ہے یہ سنکر سب کے سب اس کے مکان کی طرف چلے۔ لکڑی کو ہرین کی صورت دیکھنے کی خوشی تھی۔ اور پروٹیا کو کہ اسے کبھی اپنی مان کو دیکھا نہ تھا۔ یہ آرزو تھی کہ دیکھیں اس کی شکل کیسی تھی۔

جب پلینا نے پر وہ اٹھا کر وہ مورت دکھائی تو بادشاہ کو وہ بالکل ہی ہرین کے

مشابہ معلوم ہوئی اور از سر نو آکاٹھم تازہ ہوا۔ اور دیر تک آپہرکتہ کی حالت طاری ہوئی
 پلینا نے کہا پادشاہ سلامت آپ کی خموشی شے پسند ہے۔ کیونکہ اس سے اور بھی
 آپ کی حیرت ظاہر ہوتی ہے۔ آپ ہی کیسے کہ یہ مورت بیشک ٹھیک آپ کی بگلم کے
 مشابہ ہے یا نہیں۔

آخر کار پادشاہ نے جواب دیا کہ بیشک یہ ملکہ کی صورت ہے اور ولیا ہی جاہ و
 جلال اس کے چہرے سے عیاں ہے ہمیں ابتدا سے ملاقات میں میں نے ملکہ میں کچھ
 تھا۔ مگر اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ تہرین کی اتنی عجز نہ تھی جتنی کہ اس مورت کے چہرے
 سے ظاہر ہوتی ہے۔ پلینا نے کہا اس سے اور بھی بنانے والے کی عربی نکلتی ہے
 کیونکہ اس نے اس انداز سے اس مورت کو بنایا ہے کہ اگر ہر میں اب تک زندہ ہوتی
 تو ایسی ہی ہوتی۔ لیکن جہان پناہ اب مجھے پر وہ چھوڑنے دیجئے کہ میں ایسا نہ کہ یہ
 آپ کو متحرک دکھائی دینے لگے۔

پادشاہ نے یہ سنکر کہا۔ ابھی پر وہ نہ ڈالو۔ بہتر تھا کہ میں بھی مر جاتا۔ کی تیلو کیا
 تم اسے بے جان کہہ سکتے ہو۔ دیکھو اس کی آنکھ ہلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پلینا نے
 کہا ابو جہان پناہ میں ضرور پر وہ چھوڑو گی۔ آپ کی بدحواسی دیکھ کر میں ڈرتی ہوں۔
 کہیں آپ اسے فوری روح نہ تصور کرنے لگیں۔ لہٰذا اس نے کہا۔ پیاری پلینا۔
 میں برس تک علی الاقصال میں ایسا ہی خیال کرونگا۔ چپ کرو۔ مجھے ایسا معلوم
 ہوتا ہے کہ اس کے منہ سے سانس آتی جاتی ہے۔ کیا سانس ہی ایسی شے ہے جو کسی
 اوزار سے بن سکتی ہو۔ کوئی صاحب ہنسیں نہ تو اس کا منہ چومنے کو میرا بے اختیار
 جی چاہتا ہے۔ پلینا نے کہا حضور والا صبر کریں اس کے ہونٹوں کی سرخی اتنی طرح
 خشک نہیں ہوئی ہے۔ حضور کے ہونٹوں میں رنگ کا تیل لگ جائیگا۔ اور پوچھا
 کہ اب تو پر وہ ڈال دوں۔ لہٰذا اس نے کہا۔ اس میں سال کے اندر تو آپ پر وہ

نہیں چھوڑنے پاتین۔

پڑوٹیا جو اب تک دوڑا لوٹ بیٹھی ہوئی اپنی انوکھی مان کو بڑے غور و تعجب سے دیکھ رہی تھی اسوقت بولی کہ اتنے عرصہ تک تو میں بھی اپنی پیاری مان کی زیارت کے لیے یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔

پلٹنا نے لمٹن ٹس سے کہا۔ آپ اپنی بدحواسی کو کم کریں اور مجھے پردہ گرائے دین نہیں تو پھر اچھی طرح آپ کی گھبراہٹ کا سامان درست کر دیتی ہوں۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مورت خود بخود حرکت میں آئے۔ اور بن ستون سے اتر کر حضور کو چھٹ جائے۔ مگر تال ہی ہے کہ آپ ایسی حالت میں اسے شیطانی کھیل سمجھیں گے اور حالانکہ مجھے اور شیطانی کھیل سے کچھ واسطہ نہیں۔

لمٹن ٹس متحیر ہو کر بولا۔ اگر ایسا کر دکھاؤ تو دل و جان سے میں دیکھنے کو تیار ہوں۔ اور اگر بولی بھی سناؤ تو اسکا بھی مشتاق ہوں۔ کیونکہ جب ہلاؤ یا تو ہلاؤ یا نہ کیا بڑی بات ہے۔

پھر پلٹنا نے بے سنجیدگی تمام ایک سہل سا گیت گایا جسے پہلے سے متعین کر رکھا تھا۔ اور جب کے سننے کے ساتھ ہی تمام حاضرین کو یہ دیکھ کر کمال حیرت ہوئی کہ وہ مورت بن ستون سے اترتی اور لمٹن ٹس کی گردن میں اپنے ہاتھ ڈال دیے۔ اور اپنے شوہر اور تازہ وارد لڑکی پر ڈوٹیا کے واسطے دعائیں مانگنے لگی۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی جو وہ مورت لمٹن ٹس کی گردن میں باہن ڈال کر اپنے شوہر اور لڑکی کی خیر منانے لگی کیونکہ وہ مورت درحقیقت خود ہر تین تھی جو اب تک مری نہ تھی۔

پلٹنا نے ہر تین کی موت کی خبر بادشاہ کے پاس ایسے چوہنچادی تھی کہ اسکے نزدیک اسکی جان بچانے کے لیے اسوقت سوائے اسکے کوئی دوسری تدبیر

تھی۔ ورنہ ہر مہینہ فی الحقیقت مری نہ تھی۔ بلکہ اپنا خوش خصال کے پاس وہ چھپی ہوئی رہتی تھی۔ اور پھر ڈیٹا کی خبر سننے کے پہلے اپنے حال سے بادشاہ کو اطلاع دینا روانہ رکھتی تھی۔ کیونکہ۔ گو لٹن ٹس کی زیادتیوں کو مدت بھر ہی تھی کہ وہ جھول گئی تھی مگر اسکی شیرخوار لڑکی پر جو بیدردی کی گئی تھی اسے ہرگز دل سے بھلا نہ سکتی تھی۔

لٹن ٹس کہ مدت سے مبتلا رنج و آلام تھا۔ اس طرح بے سان دگمان بی بی کے زندہ ہو جانے اور لڑکی کے مل جانے سے اسے اتنی زیادہ خوشی حاصل ہوئی کہ ہنسی اسے برداشت کر سکا۔

بہر حال سے صدائے مبارک و سلامت بلند ہوئی۔ پھر ڈیٹا کے والدین نے شاہزادہ فلوریئل کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا جسکے عشق و محبت کے باعث وہ انھیں اپنی لڑکی کا دیکھنا نصیب ہوا۔ اور پھر بڑے گڑبڑے کو بہت کچھ دھامین دین جنے انکی لڑکی کی جان بچائی تھی۔ کی تیلو اور پلینا زیادہ اس بات پر خوش ہوئے کہ ہم آج اپنی نمک حلائیوں کا انجام خیر دیکھنے کو زندہ ہیں۔

آسوت شاہ پولک زنس کے پورے جانے سے اس نعمت غیر مترقبہ و سرت منجات کی گویا پورے طور پر تکمیل ہو گئی۔

پولک زنس نے جب اپنے لڑکے اور کی تیلو وہاں سے غائب پایا۔ تو اسنے قیاس کیا کہ سوائے سی سیلی کے وہ اور کینین مل سکتے کیونکہ کی تیلو کی زبانی وہ اکثر وطن جانے کی آرزو کرتا تھا۔ چنانچہ اسی قیاس پر وہ بے مہلت تمام اس کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور شہر سی سیلی میں ایسے وقت داخل ہوا کہ بادشاہ کے گھر یہ سب سامان خوشی کے مہیا کیے۔

اسی طلبے شادی و طرب میں پولک زنس بھی شریک ہوا۔ اور اپنے دوست لٹن ٹس کی ساری خطاؤں کو معاف کر کے اور اسکی بد کمائیوں کو دل سے بھلا کر

سچا دوست بن گیا۔ اور یوں صلح ہو جانے پر پھر امنین ویسی ہی گرچوئی کے ساتھ محبت قائم ہوئی جیسی بچپن میں تھی۔ اور اب اس بات کا بھی خوف جاتا رہا کہ پولک زنس اپنے لڑکے کا عقد پر ڈٹیا کے ساتھ منظور کر لیا۔ کیونکہ اب پر ڈٹیا گریے کی چھوگری سے سلطنت سی سیلی کی دلچسپی ہو گئی تھی۔

مصیبتوں پر اتنے غصہ تک صبر کرنے سے دیکھو کیا اچھا اجر ہر مین کو ملا کہ مدت تک وہ نیک بخت عورت اپنے لکڑ لٹس اور پر ڈٹیا کے ساتھ رہ کر عمدہ بگین اور ماؤن مین خیال کی گئی۔

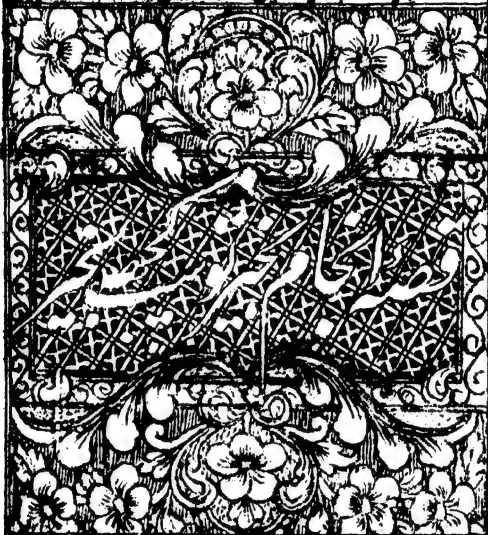
خاتمہ الم طبع

خدا کا شکر ہے کہ مجموعہ افسانہ دلپذیر کے بیس قصوں میں کا ستر و آن قصہ جو اس سے پہلے مطبع اودھ اخبار واقع لکھنؤ ملکہ عالیجناب علی القاب منشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ بی۔ میں چھپا تھا اب شاخ مطبع موصوف الصدوق واقع کانپور میں ایام مہرمہ ہا کمال جناب منشی بھگوان دیا ل صاحب سے پہلی مرتبہ ماہ جون سنہ ۱۳۱۷ء میں چھپ کر مدیہ ناظرین



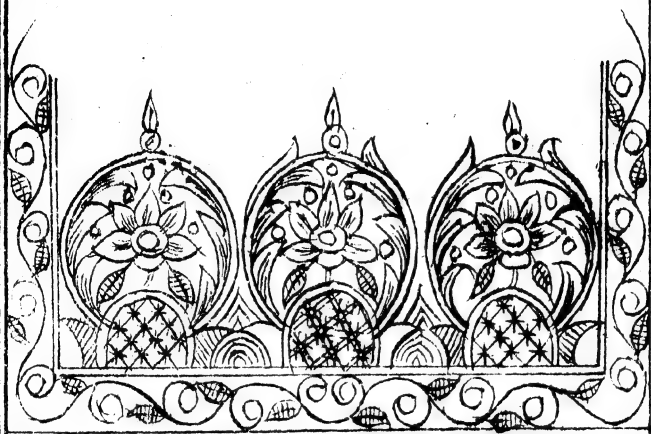
بن سنا سوسکا فضل خلاه روز ما
بن سنا سوسکا فضل خلاه روز ما

بیا اگر بر می کتاب بیس ارام سپیر کی مجور که اسامه کو دیویرت بهیسن اصفون کا
دیکس فسانه جو حقیقت منن ملکیت آموزی کا خزانہ سے مراد ہے



مستور غلام زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب چریا کوئی دیول سنی داس ازل
فصل کو رکھویرتے باجیہ مطبع اودم اخبار بمبارت سلسلہ انگریزی ام اردو سن بمکھا

در مطبع می فشی بوک شعوق کاپویرتے به طبع
در مطبع می فشی بوک شعوق کاپویرتے به طبع



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جرٹرم نواب رونی اللین نے باپ کے مرنے پر خطاب نوابی و اختیار ریاست
 حاصل کیا۔ شاہ فرانس جرٹرم کے باپ سے کمال محبت رکھتا تھا اسنے اُسکی
 موت کی خبر سنکر ایک سردار بھیجا کہ جرٹرم کو فوراً دار السلطنت پیرس میں لائے۔
 کیونکہ متقی اُسکے باپ کی دوستی کا یہی ہے کہ اسوقت اُسکی تشفی اور تسلی کیجاسے۔
 جرٹرم اپنی مان راند و بگم کے پاس تھا کہ لیفیو ایک فرانسیسی سردار اسے بادشاہ
 کے پاس بلانے کے لیے آیا۔ شاہ فرانس ایک خود مختار پادشاہ تھا اور اسکی
 طلبی ایک حکم شاہی تھی جسے کوئی ماتحت چاہے کیسے ہی اعلیٰ رتبہ کا کیون نہور و زمین
 کر سکتا تھا۔ ایسے۔ گو بگم کے دل پر اٹکے کے جدا ہونے سے وفات شوہر کا
 کا غم جسے وہ ابھی تک بھولی نہ تھی تازہ ہوا۔ مگر اُسکے ایک دن کے لیے بھی روک
 رکھنے پر وہ جرات نہ کر سکی۔ اور سننے کے ساتھ ہی جانے کی اجازت دیدی لیفیو نے
 جو نواب زادے کو لینے آیا تھا نواب کے غم سے بگم کو کچھ تسکین دینے کے یو کچھ فی الواقع

Bestman
 Pindalun
 Pindalun
 Pindalun
 Pindalun
 Pindalun

کی طرح تعلق کی باتیں شروع کیں کہ یہ ایسا رحم دل بادشاہ ہے کہ اس کے عہد میں ممکن ہے کہ تم دو سر اٹھو ہر کہو جو نواب زادے پر باپ کی حاجت قائم رہے جسکا فائدہ ہو گا کہ بادشاہ کو برترم کی سبوحی و فلاح کا بہت کچھ خیال ہے۔ بات ہی بات میں آئینہ کے منہ سے نکل گیا کہ بادشاہ ایک ایسے سخت عارفہ میں مبتلا ہو رہا ہے کہ اسکو طبیعت نے جواب دیدیا ہے۔ بادشاہ کی علالت کا یہ حال سنگریں نے کمال ہنسٹ کیا اور کہا آج ہیلینا ریا ایک شریف زادہ کی بیگم کے پاس رہا کرتی تھی اور اسوقت اس کے پاس ہی بیٹھی تھی اکا باپ زندہ نہواور نہ بیشک بادشاہ کی علالت رفع کر دیتا۔ اور پھر تھوڑا سا حال ہلینا کا بیان کیا۔ کہ یہ ایک نامی طبیب چہرہ رڈومی نربن کی ڈکی ہے جو مرتے دم اسے میرے سپرد کر گیا۔ جیسے یہ میرے ہی پاس ہے۔ اور پھر ہلینا کی پاکہنستی و نیک خصلتی کی تعریف شروع کی جو اپنے پدر خوصال سے اسنے ورثہ میں پائی تھی۔ بیگم کی یہ باتیں سنگریں نے افسردہ دل کی آنکھ سے اشک جاری ہو جسے دیکھ کر بیگم نے بھی نصیحت کرنے لگی کہ بھلا باپ کی موت پر کوئی اتنا بھی رنج و غم نہ کرنا جو برترم اب اپنی ماں سے رخصت ہوا۔ بیگم نے اس اپنے پیارے لڑکے کو روتے ہوئے اور دعا میں دیتے ہوئے اپنے پاس سے جدا کیا۔ اور تفسیر کی غفلت میں یہ کہہ کر دیا کہ میرے نیک سردار اسنے کبھی دربار کا سٹھ دیکھا نہیں ہے۔ وہاں جو طور و طریقے ہوں اسے بتاتے رہنا۔

چلتے چلاتے برترم نے ہلینا کی طرف بھی مخاطب ہو کر اسے خوش کرنے کے لیے بشارتیں تمام دو ایک باتیں کیں اور اخیر میں کہا کہ میری ماں کی تسکین و دلجوئی کرنا اور بخود داری اسے ساتھ رہنا۔

ہلینا عرصہ سے برترم کے ساتھ محبت رکھتی تھی اور وہ انس و جو بافسردہ ولی اسکی آنکھ سے بے تھے کچھ باپ کے لیے نہ تھے۔ ہلینا کو باپ سے بھی محبت تھی۔

گھر بڑھم ایسے مشوق کو چھپتے ہوئے دیکھ کر اس کے عشق نے ایسا غلبہ کیا کہ پیار سے باپ کی صورت کا اسے ذرا بھی خیال نہ آیا۔ اور اس کی قوت تخیل میں اس وقت سوا سے بڑھم کے خیال کے اور کوئی خیال نہ تھا۔

ہیلتینا عرصہ سے بڑھم پر عاشق تھی۔ مگر ہمیشہ سے اس بات کا خیال رکھتی تھی کہ بڑھم تو اپنا دوستی لیکن اور پیرس کے قدیم خاندان کی نسل سے ہے۔ اور میں ایک غریب زادی ہوں۔ اس کے آبا و اجداد بڑے بڑے مغز گذرے ہیں۔ اور میرے ماں باپ کو کوئی جانتا تک نہیں۔ اور اسی وجہ سے اس عالی خاندان بڑھم کو وہ اپنا آقا اور سردار جانتی تھی۔ اور سوا سے خدمت میں حاضر رہنے کے حق مطلب زبان پر لانا سکتی تھی اور چاہتی تھی کہ مثل رعایا کے اس کی تابعداری میں رہ کر اپنی زندگی بسر کرے اس کے علم و ادب اور اپنی حالت ردی میں اسے اتنا تفاوت معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑھم کو ستارہ سے نسبت دیکھ کر کہتی کہ میرا بڑھم سے عشق کرنا ایسا ہے جیسا کسی کو کسی روشن ستارے سے عشق کا تصور اور اس سے ملنے کی آرزو ہو۔

بڑھم کے چلے جانے سے وہ ہر وقت چشم تر دل آزرہ رہنے لگی۔ کیونکہ گو۔ اسے مطلب براری کی کچھ امید نہ تھی مگر یہ کتنی بڑی بات تھی کہ اس کا مشوق ہر دم آنکھ کے سامنے رہتا تھا۔ ہیلتینا کا دستور تھا کہ سامنے بیٹھ کر ایسے غور سے اس کی سیاہ آنکھیں غماز ہوئیں اور گھونگر والے بال دیکھا کرتی گویا اپنے صندوق پر اس کے چہرے کا عکس اتارا چاہتی اور دل بھی کیسا موضوع جسمیں ذرا ذرا سے نشانات ایک بار دیکھنے میں ہمیشہ کے لیے نقش کا لہجہ ہو جائیں۔

جور ڈوئی زبان نے مرتے وقت اپنی لڑکی کے لیے سوا سے چند عمدہ و مجرب نسخوں کے جو کمال غور و فکر عمدہ و پر تاثیر دواؤں کے برسوں تجربہ کرنے سے اسے ترتیب دیے تھے۔ اور کوئی لڑکہ نہ چھوڑا۔ آنکھیں بخون میں ایک نہایت عجیب دوا اس مرض کی

بھی لکھی ہوئی تھی حسین تفسیر نے پادشاہ کا جان بلب ہونا بیان کیا تھا۔ ہیلینا جو یون عاجز و
 مایوس تھی پادشاہ کی بیماری سنکر اسکا حوصلہ بڑھا اور اس نے منصوبہ کیا کہ خود پیرس میں
 چلکر پادشاہ کے مرض کا علاج کرے۔ گو ہیلینا کے پاس ایک نہایت اچھا نسخہ تھا مگر
 یہ بات بعید القیاس تھی کہ پادشاہ اور اس کے اطباء جس مرض کو لا علاج سمجھ چکے تھے ایک
 غریب و ناتعلیم یافتہ چھوکر می کو اس کے اچھا کرنے پر مستعد ہو جائے۔ بارہابی خدمت سلاطین
 اجازت بلحاظی بشرط اجازت ہیلینا کو اپنی دوا کارگر ہونے کی ایسی قومی امید تھی کہ باوجود اس کے
 کہ اسکا باپ اپنے وقت کا ایک مشہور حکیم تھا مگر اسکا تجربہ و ملکہ اسے ایسی قومی امید رکھنے
 کی اجازت نہ دیتا کیونکہ ہیلینا کو اس امر پر اعتقاد تھا کہ آسمان کے تمام مبارک ترین ستاروں
 نے اس دوا کو مقدس ٹھہرا کر میرے لیے مال متروک نہ کیا ہے جس پر میرے ازویاد و دولت
 کا انحصار و لو اب روسی لین کی بی بی کے رتبہ تک پہنچنے کا مدار ہے۔

برٹرم کچھ بہت دور نہ نکل گیا ہو گا کہ باورچی نے آکر بگم کو اطلاع دی کہ ہیلینا بیٹھی ہوئی
 کچھ آپ ہی آپ باتیں کر رہی تھی میں نے اوٹ سے سنا اور اس کے الفاظ پر غور کیا تو معلوم
 ہوا کہ برٹرم پر وہ فریفتہ ہے اور اس کے ساتھ خود بھی پیرس جانے کا ارادہ رکھتی ہے۔
 بگم نے یہ سنکر باورچی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ جا کر ہیلینا کو یہاں بھیج دو کہ بگم کچھ بات کرنے
 کو بلاتی ہیں۔ ہیلینا کا یہ حال سنکر بگم کو اپنا وہ زمانہ یاد آیا جب برٹرم کے باپ سے
 اس نے شروع شروع عشق و محبت پیدا کی تھی اور اپنے زمین کہا کہ شروع جوانی میں
 مجھے بھی یہ کیفیت گذر چکی ہے۔ محبت یہ ایسا خار ہے کہ کل جوانی کے لیے ضروریات
 سے ہے۔ اگر ہم مخلوق میں تو ایسی برائیوں کا ارتکاب ایام جوانی میں ہمارے لیے
 ضروریات سے ہے۔ چاہے اس وقت ہم اسے برائی سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ بگم اپنے
 عالم جوانی کے عشق و محبت کی برائیوں کو سوچ رہی تھی کہ ہیلینا سامنے سے آئی اور
 بگم نے اسے دیکھ کر کہا ہیلینا تم جانتی ہو میں تمہاری ماں ہوں۔ ہیلینا نے جواب دیا کہ آپ

میری بلدی اور مالک ہیں۔ بگم نے پھر کہا کہ تم میری بیٹی ہو۔ میں تو خود اپنے کو تھاری
 مان کستی ہوں۔ تم کیوں اس طرح بہ بجا بت انکار کرتی ہو اور زرد ہو جاتی ہو۔ ہیلینا ڈی
 کہ بگم کو شاید میرے عشق کا حال کسی طرح معلوم ہو گیا ہے۔ اور گھبر کر بولی بگم میں آپ کی
 معافی چاہتی ہوں۔ آپ میری مان نہیں ہیں۔ نواب روسی لین نہ تو میرا بھائی ہو سکتا اور
 نہ میں آپ کی بیٹی۔ بگم نے کہا لیکن ہو تو ہو سکتی ہو اور پھر کہا کہ میں حیران ہوں کہ تم مان
 اور بی بی ہونے کے کیا معنی سمجھتی ہو جو اتنا گھبرائی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ میرے بیٹے کو تم
 چاہتی ہو خوف زدہ ہیلینا نے جواب دیا بی بی جانے دیجیے۔ بگم نے پھر وہی سوال کیا
 کہ تم میرے لڑکے کو چاہتی ہو۔ ہیلینا نے کہا کیا آپ اسے نہیں چاہتیں۔ بگم نے یہ
 جواب سن کر کہا مجھے ہلاؤ مت۔ قریب آ جاؤ۔ اور اپنے عشق کی کیفیت بیان کرو گیونکہ
 تمہارے عشق کی کیفیت مجھے اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے۔ ہیلینا نے سر بہ زانو ہو کر اپنے
 عشق کی کیفیت بیان کرنی شروع کی۔ پہلے شرمناک و دہشت زدہ ہو کر اس شریف بگم سے
 خواستگار معافی ہوئی اور پھر اس بات کو ظاہر کیا کہ برطرم میں اور مجھ میں جتنا تفاوت و امتیاز
 ہے اسکا میں بہت کچھ کاغذ رکھتی ہوں۔ اور برطرم کو اب تک میرے میلان طبیعت کا حال
 نہیں معلوم۔ مجھ افسردہ دل کے عشق کی کیفیت بالکل غریب ہندوستانیوں کی سی ہے کہ
 آفتاب کو پوجتے ہیں اور وہ سوائے اسکے کہ پرستش کرنیوالوں کی طرف دیکھتا ہے
 اور کچھ انکے حال سے خبر نہیں رکھتا۔ بگم نے پوچھا کیا پیرس نے کا تمہارا ارادہ نہیں ہو
 ہیلینا نے کہا جیسے لیفوی کی زبانی میں نے پادشاہ کی علالت کی خبر سنی ہے تب سے
 پادشاہ کا علاج کرنے کے لیے پیرس جانے کو جی چاہتا ہے۔ بگم نے کہا۔ پیرس
 جانے کا کیا ہی سبب ہے۔ ہیلینا نے صاف صاف بیان کیا کہ حضور آپ ہی کے صاحبزادے
 نے مجھے یہ سمجھایا اور نہ پیرس و دوا پادشاہ کا مجھے کیا خیال ہیلینا کا بیان سن کر بگم نے
 نہ تو اپنی آرزو کی ظاہر کی نہ خوشی۔ اور منہ بنا کر پوچھا۔ کیا فی الواقع تمہارے پاس

کوئی ایسی دوا ہے جسکا کارگر ہونا یقینی تصور کیا جائے اور آخر کار بگم کو بیدار نہایت
کے معلوم ہوا کہ یہ دوا انھیں عمدہ نسخوں میں سے ہے جنھیں جررڈوی نربن استعمال کیا کرتا
تھا اور مرتے دم انھیں اپنی لڑکی کو دیکھا تھا۔ اور پھر اس ہونا کہ وقت کے وعدہ مستحکم کا
خیال آیا۔ جب مرتے دم جررڈوی نربن نے اپنی لڑکی اسکے سپرد کی تھی جسکی قسمت اور بادشاہ
زندگی اسوقت ایک ہی تدبیر سے متعلق معلوم ہوئی کہ جسے گو ایک دل دادہ عورت کے خیال
نے پیدا کیا تھا بگم کو کیا معلوم کہ قصار آئی کو اسی سے پادشاہ کا اچھا کرنا اور جررڈوی نربن
کی بیٹی کے لیے طالع و بہبودی کی بنیاد قائم کرنا منظور ہے اور ہیلینا کو وہاں جانے کی
اجازت دیکر جو انگریزی اسکا پورا سامان درست کر دیا اور خدمت کے لیے مناسب تعداد آدمیوں
کی ساتھ کر دی۔ اور جب ہیلینا چلنے لگی تو اسے بہت کچھ دعا مین دین اور نہایت مہربان ہو کر
اسکے کامیاب ہونے کی تمنا ظاہر کی۔

ہیلینا پیرس میں پہنچی۔ اور اپنے دوست لیفٹننٹ امیر دربار کی توجہ سے قریب بارگاہ
سلطانی حاصل کیا۔ لیکن پھر بھی اسے وقتین اٹھانی پڑیں کیونکہ ایک نوع طیب و تابسانی
بادشاہ نے اس دوا کا لیکر استعمال کرنا قبول نہ کیا بلکہ جب ہیلینا نے اپنے باپ جررڈوی
نربن کا نام بتایا جسکی شہرت سے پادشاہ واقف تھا اور اسس پیش قیامت دوا کو اس طرح
پیش کیا جس طرح کوئی مغرزشہ دیتا ہے۔ اور کہا کہ میرے باپ نے اسے مدتوں کے
تجربہ اور ملک سے حاصل کیا تھا۔ اور بہ دلیری یہ شرط لگائی کہ اگر بخیر دعائیت و دودن کے
اندر پادشاہ سلامت تندرست نہو جائیں تو میں اپنی زلیست سے باز آؤں۔ اسوقت
پادشاہ اس کے استعمال پر راضی ہوا اور کہا اگر میں دودن کے عرصہ میں صبح نہو گیا تو ضرور
ہیلینا ہلاک کی جائیگی اور اگر مجھے صحت ہو گئی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہیلینا کو اختیار دیدہ
کہ اپنے بیاہ کے لیے جس کسی کو چاہے (جس سے صرف امیر زادے مراد تھے) پسند
کرے۔ چنانچہ ہیلینا نے پادشاہ کے صبح ہو جانے پر اجرت میں شہر کا انتخاب کرنا منظور کیا

اپنے باپ کی دوا کی تاثیر پر ہیلینا کو جیسی توقع تھی اس کے خلاف طور پر نہ ہوا اور ابھی دو دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بادشاہ بالکل صبح ہو گیا اور منظر انظار عرصہ کہ اس حسین طلیب سے ایک شوہر دینے کا قرار ہوا تھا اس نے اپنے دربار کے تمام امیر زادوں کو کھڑا کیا اور ہیلینا سے کہا کہ اچھی طرح دیکھ بھال کر اس قطار میں سے جس امیر زادے کو تم چاہو اپنے لیے چن لو۔ ہیلینا کے پسند کرنے میں کچھ عرصہ نہوا کیونکہ اس جماعت میں برٹرم کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا کہ میں اسی کو پسند کرتی ہوں۔ اور پھر برٹرم کی طرف مخاطب ہو کر بولی اور میرے آقا مجھ میں یہ جرات نہیں کہ تمکو لے سکوں۔ تم یہ سمجھو کہ میں اپنی جان ہمیشہ کے لیے تمھاری مرضی کے تابع کرتی ہوں اور جب تک میں زندہ رہوں گی تمھاری خدمت سے منہ نہ موڑ دوں گی۔ بادشاہ نے کہا نو جوان برٹرم کیا دیکھو اسے تو یہ تمھاری بی بی ہے۔ برٹرم نے اپنے اظہار ناخوشی میں کچھ تاثر نہ کیا اور بادشاہ کے اس تحفہ کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ ہیلینا ایک غریب طلیب کی چھوگر سی ہے اور اس نے میرے ہی گھر تربیت پائی ہے۔ عرصہ سے یہ میری ہی ان کی خدمت میں رہتی ہے۔ ہیلینا برٹرم کی زبان سے اپنی تحقیر و توہین کے کلمے سن کر بولی بادشاہ سلامت آپ انکو جانے دیجیے۔ میری خوشی کے لیے یہ کیا کم ہے کہ آپ صبح و شام دست ہیں۔ لیکن بادشاہ نے اپنے شاہی حکم کا اس طرح ہلکا ہونا گوارا نہ کیا کیونکہ امیرون کا اپنی پسند سے بیاہ دینا کا اختیار اس وقت شاہانِ فرانس کے خاص حقوق میں داخل تھا۔ اور اس لیے اسی دن برٹرم کا ہیلینا کے ساتھ جبراً بیاہ کر دیا جس سے برٹرم کو سخت بے چینی حاصل ہوئی اور اس بیجاری عورت کو بھی کوئی وجہ تسکین کی حاصل نہ ہوئی۔ ہر چند کہ جس شوہر کے لیے ہیلینا نے اپنے کو خطرہ میں ڈالا تھا اسے

پالیا مگر یہ پانامعص ظاہری بھڑک مٹی کیونکہ اُسکے شوہر کا مقصد ہونا کوئی ایسی شے
نہ تھی جس کا عطا کرنا پادشاہ کے اختیار میں ہوتا۔

بیاہ کی تھوڑی ہی دیر بعد برٹرم نے ہیلینا سے کہا کہ پادشاہ سے کہہ کر یہاں سے
جانے کی مجھے اجازت دلوادو۔ اور جب اُسے پادشاہ سے اجازت دلوادی تب
اُس سے برٹرم نے کہا کہ میں اس عجب کے بیاہ پر افسوس نہیں ہوں اور یہ بالکل میرے
خلاف طبیعت ہے۔ اور اسی لیے میرے کسی فعل پر یقین نہ ہونا چاہیے۔ ہیلینا
کو حیرت تو نہیں ہوئی بلکہ نہایت غم و افسوس کے ساتھ دیکھا کہ برٹرم میرے چھوڑنے کا
ارادہ رکھتا ہے۔ برٹرم نے اُسے حکم دیا کہ میری ماں کے پاس تم گھر چلی جاؤ۔
ہیلینا نے یہ بے درد حکم سنا کر جواب دیا جناب میں اس پر کچھ کہہ نہیں سکتی۔ مگر ماں اتنا کہتی ہو
کہ میں آپ کی تابعدار ہوں۔ اور ہمیشہ اس استحقاق کے بڑھانے میں ہمیں
ہمارے بد بخت ستارے قاصر رہے تھے اطاعت سے کوشش کرتی رہو گی۔
ہیلینا کی اس فروتنی کا اُس مغرور برٹرم کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا اور اپنی نیک
بی بی کے حال پر ذرا سا بھی رحم نہ آیا۔ حتیٰ کہ چلتے وقت سلام کا بھی روادار نہ ہوا
جو بطور رحم ہر خاص و عام میں جاری ہے۔

غرض کہ برٹرم کے کہنے سے وہ بیگم کے پاس چلی آئی۔ گو وہ اپنے مقصد سفر پر
کامیاب ہوئی۔ بادشاہ کو اچھا بھی کیا اپنے عزیز دل آقا نواب روسی لین سے
نکاح بھی کیا مگر پھر بھی جب اپنی ساس کے پاس لوٹ کر آئی باخاطر حنین آئی۔ اور
اپنے گھر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد برٹرم کا ایک ایسا خط پایا جس سے اور
بھی اُس کا کلیجہ پھٹ گیا۔

ملکینٹ بیگم ہیلینا کے ساتھ بڑے خلق و اخلاص سے پیش آئی۔ گویا اُسکے
لڑکے نواب روسی لین نے اسے نکاح کے لیے انتخاب کیا تھا۔ اور وہ کسی

عالی خاندان سے تھی۔ اور برٹرم کی بے اتفاقی کی کیفیت سن کر کہ عین شب عروس میں اس نے اپنی بی بی کو گھڑ بچھ دیا اسکی نامہربانی پر تسکین و دلچسپی دینے کے لیے ہیلینا کے ساتھ بہت کچھ لطف و کرم کے الفاظ استعمال کیے۔ مگر اس تواضع و تکریم سے اس آزرہ دل ملیلیا کی تشفی نہ ہوئی اور بولی بی بی میرا سردار مجھے چھوٹ گیا اور میں جانتی ہوں کہ ہمیشہ کے لیے چھوٹ گیا۔ اور پھر برٹرم کے خط کی یہ عبارت پڑھ کر بیکم کو شامی۔ جب تم میری انگلی کی انگوٹھی پاؤ جبکہ پانا ایک امر مال ہے تب تم مجھے اپنا شوہر سمجھو۔ مگر یہ ابھی سے لکھے دیتا ہوں کہ اس شرط کی جزا غیر ممکن الوقوع ہے۔ اور بیکم سے کہا دیکھیے یہ کتنا ذرا فقرہ ہے بیکم نے کہا صبر کرو برٹرم چلا گیا تو کیا میں تو تلو اپنی بی بی کی جگہ سمجھتی ہوں۔ دوسرے یہ کہ تم ایسے سردار کے نرادر ہو جسکے سامنے برٹرم کے ایسے بیسیوں گستاخ چھو کرے خدمت کے لیے اور ہر دم تلو بی بی کی کئے کو حاضر ہیں۔ اس لاثانی مان نے بہتری امتیاز و علم کی باتیں کیں دچا ہا کہ اپنی ہو کو باتوں میں ہلا کر رنج و غم سے تسکین دے۔ مگر ہیلینا کے رنج و غم دفع کرنے میں اسکی باتیں کارگر نہ ہوئیں ہیلینا کہ اتناک اس خط کو دیکھ ہی رہی تھی چلا کر وہ جو اس ہو کر یہ عبارت پڑھی۔ جب تک میری کوئی بی بی نہیں ہے فرانس سے مجھے کچھ واسطہ نہیں۔ بیکم نے پوچھا کیا یہ عبارت بھی خط میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ چار ہی ہیلینا نے کہا۔ بی بی۔ ہاں یہ بھی لکھا ہے۔

دوسرے دن صبح کو ہیلینا وہاں سے چل دی اور چلتے وقت ایک خط لکھ کر رکھی گئی تاکہ اسے چلے جانے کے بعد بیکم کے ہاتھ لگے۔ اور اس خط میں اپنے وقت چلے جانے کی یہ وجہ لکھی تھی کہ جب سے میں نے برٹرم کے خط سے معلوم کیا کہ اس نے میرے ہی سبب سے فرانس کی سکونت اور اسے گھر کا رہنا چھوڑا تب سے مجھے کمال افسوس اور کفارہ عصیان کے لیے منٹ جی کوئس آف گرانڈ کی زیارت کرنے کا میں نے

get names
of the
people

ارادہ کیا ہے۔ اور اخیر میں یہ لکھا تھا کہ یکم اگر اپنے صاحبزادے سے ملاقات ہو تو کہ دیجیے گا کہ جس بی بی سے تم آزدہ تھے اُسے ہمیشہ کے لیے تمہارا گھر چھوڑ دیا۔ برٹرم نے پیرس چھوڑ کر فلورنس کا راستہ پکڑا اور وہاں پہنچ کر نواب فلورنس کی فوج میں کوئی جگہ پائی۔ کسی لڑائی کے فتح کرنے سے وہاں بہت کچھ شہرت حاصل کی تھی کہ اُسکی بان کے کئی ایک خطوط اس خوش خبری کے پہنچے کہ ہیلینا سے اب تنگو اذیت نہ پہنچے گی۔ یہ سنکر وہ گھر لوٹ آنے کی تیاری میں تھا۔ کہ ہیلینا خود زائر دن کا سامانی لباس پہنے ہوئے شہر فلورنس میں داخل ہوئی۔

فلورنس ایک شہر تھا جس میں سے ہو کر لوگ سنٹ جی کو سلی گرنڈ کی طرف جاتے تھے جب ہیلینا اس شہر میں پہنچی تو اُسے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی مسافر نواز رانڈ عورت ہے جو اس سنٹ کے جانے والی عورتوں کو اپنے گھر بٹھا کر بہت کچھ تواضع و تکریم سے مہمانداری کرتی ہے۔ اور پوچھتے پوچھتے اسے گھر پہنچی۔ وہ رانڈ اس کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آئی۔ اور شہر کے مشہور مقامات کی سیر کرانے کا وعدہ کیا۔ اور کہا کہ اگر تمہیں نواب کی فوج دیکھنی ہو تو میں ایسے موقع پر لیملون جہان سے تم بخوبی دیکھ سکو اور وہاں تمہارا ایک ہوطن نواب روسی لیکن بھی ہے جسے نواب کی طرف سے لڑائی میں کار نمایاں کیے ہیں۔ برٹرم کی خبر سننے پر کہ وہ اس فوج میں ہے دوبارہ کہنوں کی ہیلینا کو ضرورت نہ رہی اور اپنی مہمان دار عورت کے ساتھ فوج کے دیکھنے کو روانہ ہوئی۔ اس مایوسی کے عالم میں اپنے پیارے شوہر کی صورت دیکھنی اس کے لیے اور بھی رنج افزا بات تھی۔ اس عورت نے ہیلینا سے پوچھا کیا یہ خوبصورت جوان نہیں ہے۔ ہیلینا نے صدق دلی سے جواب دیا کہ مجھے تو بہت پسند آیا۔ راستہ بھر وہ زیادہ گو عورت برٹرم کا ذکر کرتی رہی۔ پہلے تو اسے ہیلینا سے برٹرم کے نکاح کی کیفیت بیان کی۔ کہ کس طرح اسکا نکاح ہوا اور کس طرح اس نے اپنی غریب بی بی کو

بانیہ کیا اور محض اسی کے خلاف طبیعت ہونے سے اپنا وطن چھوڑ کر یہاں نواب کی فوج میں بھاگ آیا ہے۔ ہیلینا اپنی بدبختی کی یہ سرگزشت چپ چاپ سنا کر یہاں تک تودہ عورت کہ گئی مگر برٹرم کا حال ابھی ختم ہوا۔ کیونکہ اب یہاں سے اسکا دوسرا بیان شروع کیا جسکے سنسنے سے ہیلینا کے دل پر چوٹ سی لگتی تھی۔ کیونکہ اسے یہاں تک برٹرم کا اسکی لڑکی پر مائل ہونے کا ذکر تھا۔

گو بادشاہ کے جبر ابابہ کر دینے سے برٹرم ناخوش تھا مگر ایسا نہ تھا کہ عشق باہی اسے نطفہ نہ آتا کیونکہ یہ دیکھا گیا کہ فلورنس کی فوج میں آنے پر ڈانٹا مانے کپ نوجوان شریف زادی پر جو اس زاہد عورت کی جسے ہیلینا کو ٹھہرایا تھا بیٹی تھی وہ عاشق ہو گیا تھا۔ اور ہمیشہ رات کو نغمہ دوسرے دو کے ساتھ ڈانٹا کی تعریف میں غزلیں پڑھتا اور اسکی کھڑکی میں آکر اس سے توجہ و التفات کا خواہاں ہوتا اور کہتا کہ اگر تم اجازت دو تو رات کو جب سب آرام کریں۔ میں چیکے سے آکر تم سے ملجایا کروں۔ مگر ڈانٹا نے کبھی اس بے وطنی و خواست کو منظور نہ کیا اور یہ سمجھ کر کہ وہ ایک مرتبہ بیاہ جائیگا مگر اسکی التجا پر کبھی خیال نہ کیا۔ کیونکہ ڈانٹا نے ایک نہایت دور اندیش ماں کی گود میں پرورش و تربیت پائی تھی جس سے گو تھوڑے دنوں سے زمانے نے ناموافقیت کر لی تھی۔ مگر پھر بھی وہ ایک پاک نسا و عورت اور کیچلوٹ ایسے شریف خاندان کی نسل سے تھی۔

اس نیک بخت عورت نے ہیلینا سے یہ سب حالات بیان کیے اور اپنی بامتیاز لڑکی کی نیک طبیعت کی بہت کچھ تعریف کی اور کہا کہ میری عمدہ تعلیم و تربیت نے اسکی عادات پر بہت کچھ اثر کیا ہے اور پھر کہا کہ آج کی رات کو قاتل سلاطین نے اس پر برٹرم اور بھی مصروف کیا کیونکہ کل صبح یہاں سے جانے والا ہے۔

اس رات عورت کی بیٹی پر برٹرم کے فریفتہ ہونے کی کیفیت سن کر گو ہیلینا کو کمال

Diana

Diana

رہنچ ہوا اُسکے سنسنے سے اُس پریشان خاطر ہیلیٹیا نے اپنے کوچہ گرد و شور کی تشفی کے لیے ایک نہایت اچھی حکمت رکھ رکھ کر پہلی ناکامیابی سے اُسکی بہت مین کچھ فرق نہ آیا تھا سوچ کر نکالی۔ اُس راند عورت سے ہیلیٹیا نے کہا کہ مین ہی ہیلیٹیا برٹرم کی زن متروک ہوں۔ اور پھر اُس مہمان نواز عورت اور اُسکی لڑکی سے التجا کی کہ آج کی رات برٹرم کی ملاقات کی مجلس آراستہ کر دو اور بجائے دو بجے اُسکے پاس بھیج دو۔ اور یوں دھوکے سے ملنے کی مجھے آرزو محض اُسکی انگوٹھی لینے کے لیے ہو جتنے وہ کہہ چکا ہے کہ اگر میری انگوٹھی ہیلیٹیا کے قبضہ میں آجائے تب البتہ وہ اپنے مکرمی بی بی خیال کر سکتی ہے۔

بیوہ اور اُسکی لڑکی نے اُس زوجہ متروکہ کی حالت بیچارگی پر رحم کھا کر اور کچھ روپیہ کی طرح مین آکر کہ ہیلیٹیا نے روپیہ کا بھر ہوا ایک کیسہ اُسکے حوالہ کیا۔ اور بشرط کامیابی اور بھی بہت کچھ دینے کا وعدہ کیا۔ اس معاملے میں اُسکی امداد کا وعدہ کیا۔ اور ہیلیٹیا نے اُسی دن اپنی موت کی خبر کسی طرح برٹرم کے کان تک پہنچا دی بائیں امید کہ جب اس خبر کے سنسنے سے وہ اپنے کو دوسرا نکاح کرنے کا مجاز سمجھ گیا تو ڈانٹا کی صورت میں مجھے پا کر درخواست نکاح ضرور زبان پر لائیگا۔ اور جب اُس دھوکے سے انگوٹھی مل جائیگی اور بہ رضامندی ایجاب و قبول ہو جائیگا تو ضرور کچھ نہ کچھ اُسکا فائدہ نکل ہی آئیگا۔

دن چھپے جب اندھیرا ہوا تو برٹرم ڈانٹا کے حجرے میں آیا جہاں ہیلیٹیا اُسکے آنے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اُسکا تپاک کا سلام اور محبت اور تعلق کی باتیں سن کر گو وہ سمجھتی تھی کہ یہ سب ڈانٹا کے لیے ہو رہا ہے مگر پھر بھی اُسے بہت کچھ مسرت حاصل ہوئی۔ اور برٹرم اسوقت کچھ ایسا مخطوط ہو کہ فوراً ایجاب و قبول کی باتیں کر کے عقد نکاح کر لیا اور ہمیشہ کے لیے ایک تعلق پیدا کر لیا۔ جسکو ہیلیٹیا نے سچی محبت کی

پیشین گوئی سمجھا اور خیال کیا کہ جب برٹرم کو معلوم ہوگا کہ میری بی بی ہیلینا کی باتوں نے مجھے اس شبہ میں اتنا خوش کیا تھا تو اسکا یہ علم ضرور کچھ فائدہ کرے گا۔
 خاتون ہیلینا کی فطانت و ہوشیاری کا حال برٹرم پر کبھی کھانا نہ تھا۔ ورنہ اسکی طرف وہ ایسی بے پروائی کی نگاہ سے نہ دیکھتا۔ اور یہ بھی ایک بات تھی کہ روز بروز کے دیکھنے سے اس کے حسن و جمال کی بھی وقعت برٹرم کے دل سے اٹھ گئی تھی۔ دستور یہ کہ اگر کسی صورت کو ہم کئی بار دیکھیں تو پہلی مرتبہ کے دیکھنے کا اثر جو ہمارے دل پر ہوتا ہے وہ یوگا فیوگٹھا جاتا ہے۔ برٹرم کے لیے خاتون ہیلینا کی عقل و فہم کا اندازہ کرنا غیر ممکن تھا جب وہ اس کے سامنے ثواب بٹھکر عشق و محبت کی نظر سے تکتی تھی۔ مگر چونکہ اب آئے دیکھا کہ آئندہ کی خوش نصیبی و نیک انجامی اس تہمیر پر منحصر ہے کہ آج کی رات کی ملاقات میں برٹرم کے دل پر ترحم کا نقشہ جمائے۔ اس لیے اس نے بیباک ہو کر اپنے سادے انداز و خوش آئند گفتگو اور دلکش طریقوں سے برٹرم کو اپنے اوپر ایسا نفیہ کر لیا کہ اس نے اسے اپنی زوجیت میں لینے کا وعدہ کیا۔ ہیلینا کی درخواست پر نظر ہاتھ کام تعاون جدید برٹرم نے ایک انگوٹھی ہیلینا کو حوالہ کی جس کے بدلہ میں ہیلینا نے بھی اسے ایک انگوٹھی دی جو بادشاہ نے بطور انعام کے اسے عطا کی تھی۔ قبل اسکے کہ صبح صادق کی روشنی نمودار ہوئی۔ اس نے برٹرم کو رخصت کیا اور فوراً اپنی ساس کے مکان کی طرف روانہ ہوئی۔

ہیلینا نے ڈانٹا اور اسکی مان کی ہماری پیرس تک اپنی حکمت پر پوری طرح سے کامیاب ہونے کے لیے ضروری تصور کر کے انھیں ساتھ چلنے کی ترغیب دی۔
 پیرس میں پہونچنے پر انھیں معلوم ہوا کہ بلگیم سے ملنے کو بادشاہ روسی لین کھٹرن گیا ہے۔ اور عجلت تمام وہ سب بادشاہ کے تعاقب میں روسی لین کی طرف روانہ ہوئیں۔

پادشاہ اب بہت اچھا تھا اور جسکے سبب سے اسے صحت حاصل ہوئی تھی اسکا
ایسا احسان مند و شکر گزار تھا کہ پونچنے کے ساتھ ہی بیگم سے اسکا ذکر شروع کیا۔ اور کہا
کہ ہیلینا ایک نہایت بیش قیمت شے تھی مگر کیا کیسے تھا اسے اس کے کی ناقدر شناسی تھی
اسے ضائع کر دیا۔ لیکن بیگم کو اس مضمون سے دل آرزوہ پا کر کہ وہ بے اختیار ہیلینا
کی موت پر گریہ و زاری کرنے لگی پادشاہ نے کہا۔ میری پیاری بیگم۔ میں نے سب
عفو کر دیا گو یا مجھے کچھ بھی یاد نہیں۔ مگر تیری پر نیک طینت سے جو حاضر موقع تھا یہ بھلا
نہ گیا کہ اسکی عزیر ہیلینا کی یاد اس طرح بے پروائی سے درگزر کر دیا جائے۔ اور کہا
کہ یہ میں ضرور کہوں گا کہ اس نو عمر نواب نے پادشاہ اپنی مان اور بی بی کے مقابلہ میں
بڑی ہی خطا کا ارتکاب کیا۔ اور اپنے حق میں تو بہت ہی بڑا نقصان کیا جو ایسی عورت
کو باق سے کھو دیا جسکے حسن کی طرف تمام آنکھیں بحیرت نگران۔ اور جسکی باتوں پر
تمام عالم کے دل کھینچے ہوئے۔ اور جسکے کمال پر ایک عالم خد متلزاری کے لیے
مستعد۔ پادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ گم شدہ کی صفت سے باقی کی وقعت بڑھتی ہے
دیکھو اسکو یہاں بلا لاؤ۔ جس سے مراد برٹرم تھا جسے سنتے ہوئے پادشاہ کے
پاس اپنے کو حاضر کیا اور ہیلینا کو جو کچھ اسنے ایذا پہونچائی تھی اسپر اپنا کمال فہوس
نظارہ کیا۔ پادشاہ نے پاس خاطر اسکے پدر مرده و مادر مستوجب الثناء کے
انکی خطا معاف کر کے نظر عنایت بحال رکھی۔ مگر وہ نظر عنایت فوراً ہی بد لگی جب
پادشاہ نے دیکھا کہ برٹرم کی انگلی میں وہی انگوٹھی ہے جسے اسنے ہیلینا کو دینے
اور اسے خوب یاد تھا کہ لیتے وقت ہیلینا نے تمام ملائک آسمانی کو گواہ قرار دیا تھا
کہ وہ انگوٹھی کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کریگی۔ اور اگر کسی آفت میں مبتلا ہو کر جدا
بھی کریگی تو سوائے پادشاہ کے کسی دوسرے کو نہ دیگی۔ اور برٹرم نے پادشاہ
کے پوچھنے پر کہ یہ انگوٹھی کہاں پائی ایک بعید از قیاس حال بیان کیا کہ ایک عورت

دیر پہلے سے میری طرف پسینک دی تھی اور کہا کہ تاریخ نکاح سے آج تک مجھ سے اور ہیلیٹیا سے تو ملاقات ہی نہیں ہوئی بادشاہ کو کہ برٹرم و ہیلیٹیا کی نا اتفاقی کا حال معلوم ہوا تھا یہ سنکر اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں برٹرم نے ہیلیٹیا کو قتل نہ کر ڈالا ہو۔ اور اپنے ساتھ کے محافظوں کو حکم دیا کہ برٹرم کو ابھی گرفتار کر لو۔ اور کہا مجھے اس وقت نہایت اندوگین خیال پیدا ہوا کہ شاید بددیانتی سے ہیلیٹیا کی جان ضائع کی گئی۔ اسی حالت میں ڈائنا مع اپنی ماں کے وہاں پہنچی اور ایک درخواست بادشاہ کے پاس اس مضمون کی پیش کی کہ برٹرم نکاح کرنے کا پورا وعدہ ڈائنا کے ساتھ کر چکا ہے حضور رسوم شادی کی تکمیل ضرور کر دیجیے۔ برٹرم نے بخون غضب سلطانی ایسے وعدہ کرنے سے انکار کیا۔ ڈائنا نے اپنی تصدیق کلام کے لیے ایک انگوٹھی دجو ہیلیٹیا نے اسکی انگلی میں پنا دی تھی پیش کی اور کہا کہ جس وقت برٹرم نے مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کیا تھا اس وقت اسی انگوٹھی کے بدلہ میں وہ انگوٹھی میں نے برٹرم کو دی تھی جو اس وقت اسکی انگلی میں موجود ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے ڈائنا کے بھی گرفتار کیے جانے کا حکم دیا۔ اور برٹرم کی انگوٹھی سے اسکی انگوٹھی میں فرق ہونے کی وجہ سے سنکر اور بھی اچھکے اشک کو تقویت ہوئی اور اُس نے کہا کہ اگر انھوں نے بیان نہ کیا کہ ہیلیٹیا کی انگوٹھی کیونکر اُنکے ہاتھ لگی تو یہ دونوں قتل کیے جائینگے۔ ڈائنا نے درخواست کی کہ اگر میری ماں کو اجازت ملے تو جس جوہری سے یہ انگوٹھی ملی تھی اسے جا کر بلالائے۔ درخواست قبول ہونے پر وہ بیوہ باہر گئی اور فوراً ہیلیٹیا کو لیے ہوئے چلی آئی۔

نیکبخت بگم کو کہ آداس مٹی ہوئی اپنے لڑکے کی خطرناک حالت دیکھ رہی تھی اور ڈر رہی تھی کہ برٹرم کی نسبت اپنی بی بی کے ہلاک کرنے کا شبہ ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ اپنی پیدای ہیلیٹیا کے زندہ پاسنے سے جس پر قریب قریب ماں کی سی شفقت رکھتی تھی

مست حاصل ہوئی کہ بڑھتی تھی ہلکی اور بادشاہ کو بھی مارے خوشی کے اسکے
 پہچاننے میں اتنا استفسار کرنا پڑا۔ کیا واقعی بڑھم کی بی بی یہی ہے جسے میں
 دیکھ رہا ہوں۔ سہیلینا کہ اپنے کو بے وقوفنا چیز بی بی دیکھتی تھی یہ سنکر بوی نہیں
 حضور یہ بی بی کا عکس ہے نام ہی نام کو بی بی ہے ورنہ اصل میں کچھ نہیں۔ بڑھم
 سنکر بول لائیں نہیں تو سر معاف کرو تمہارا نام بھی بی بی ہے اور اصل میں بھی
 تم بی بی ہو۔ سہیلینا نے کہا اگر میرے آقا اس لڑکی کی صورت بننے پر البتہ تمہاری
 مہربانی میرے شامل ہوئی۔ دیکھو یہ تمہارا خط ہے۔ اور جو عبارت تک کہ بتا رہا
 اسے سچ و سچ میں اپنے گھر سے نکالی تھی اب خوشی کی حالت میں آواز بلند
 پڑھ کر سنائی کہ جب تک تم میری انگلی کی انگلی نہ پالو۔ یہ کوئی نہیں وہ میں ہی ہوں
 جسے تم نے اپنی انگلی دی۔ بڑھم نے کہا کہ اگر تم اس بات کو ثابت کر دو کہ تم ہی
 وہ عورت ہو جس سے میں نے اس رات کو باتیں کی تھیں تو میں یقین دل سے
 خوش ہو جاؤں گا اور ہمیشہ عزیز سمجھوں گا۔ اس بات کا ثابت کرنا کوئی بڑی بات نہ تھی
 کیونکہ ڈاکٹر اور اسکی ماں اسی واسطے ساتھ آئی تھیں۔ ڈاکٹر کی رو دینے کی
 کیفیت سنکر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس خدمت کے عوض میں کسی تعریف
 سردار سے اسے بیاہ دینے کا وعدہ کیا کہ ورنہ سہیلینا کے حالات سے اسے
 معلوم ہوا کہ خوبصورت عورتیں جب کوئی عمدہ خدمت انجام دین تو امیرون
 و شرفیوں سے انکی شادی کر دینے کے برابر انکے لیے کوئی دوسرا
 انعام نہیں۔

سہیلینا کو آخر میں معلوم ہوا کہ اسکا ترکہ پدری آسمان کے مبارک ترین
 ستاروں سے بھی زیادہ مقدس ہے جسکے ذریعہ وہ اپنے پیار سے بڑھم
 کی درباری بی بی۔ اور اپنی نیک بخت بیگم کی ہوا اور خود روی کین کی بیگم ہو گئی۔

خاتمہ الطبع

ہزار ہزار شکر اس پاک پروردگار کا ہے کہ مجموعہ افسانہ دلپذیر کے بیس
 قصوں میں کا اٹھارہواں قصہ جو اس سے پہلے مطبع آودھ اخبار و قلم خیر
 لکھنؤ، ملوکہ عالیجناب علی القاب نشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ ایس میں
 چھپا تھا اور قدردانوں نے بہت جلد خرید لیا تھا۔ اب شاخ مطبع موصوف بھد
 راج کا پور میں اہتمام منصرم باکال جناب نشی بھگوان دیال سے چھپکر بدیع
 شایقین و ناظرین ہوا

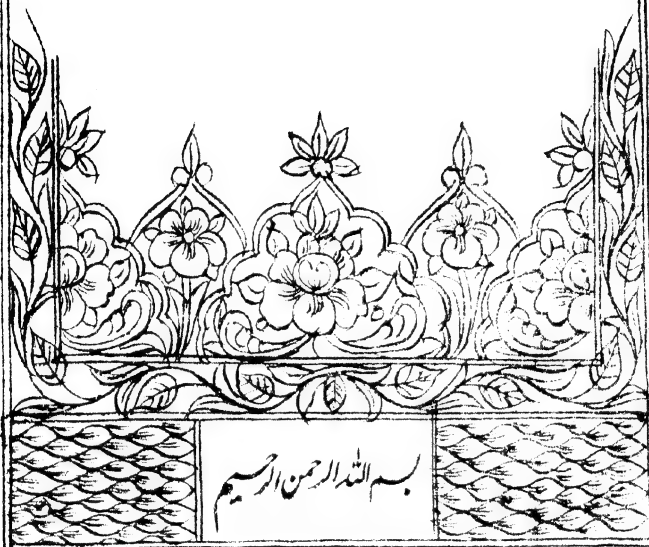


بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي جعل القرآن
مكتوباً

اگر نری کتاب تلیس فرام کسیر کی مجموعہ افانہ و غیر کے بیس قصوں میں کیا
 آئیوں دان و چسپ فائے حقیقت میں حکمت آموز کاغذ ہے موسم بہ

جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب چربا کوئی وکیل مسخفی بانس رون
 قطع گورکھپور نے پایا مطبع اودھہ خیر باری اور استعین المیزنی سرگودھہ میں چھپایا

مطبع میثمی نوک شوق واقع کابل پور میر جی طبع



شہر ویر و نائین دونو جوان شہرینہ زارے ولین ٹائیں اور پڑو تھس
 نامے رہتے تھے۔ جہین سو نہ سے غایت درجہ کی باہم محبت ہو گئی تھی۔ لکھنے پڑھنے
 میں وہ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے۔ اور وقت فرصت کو بھی آپس ہی کی صحبت میں گزارتے
 بجز اسکے کہ پڑو تھس جب ایک عورت کے پاس جس سے اسے محبت تھی جاتا تو وہیں ان
 اسکے ساتھ نہوتا۔ صرف اس عورت کی ملاقات و جوش محبت ہی ایک امر ایسا تھا جس میں
 ان دونوں کے اختلاف رہتا۔ اور چونکہ دین ٹائیں کی طبیعت میں فریفتگی نہ تھی اس لیے
 اسے اپنے دوست کے منہ سے ہر وقت اس عورت کا ذکر سننے تجھ کا نام جو کیا تھا
 بھلا نہ معلوم ہوتا۔ اور ہمیشہ پڑو تھس کی حالت پر ہنسا کرتا۔ اور نہایت لطف کے
 ساتھ جوش الفٹ کی تحقیر بیان کرتا۔ اور کتنا کبھی ایسے خیالات میرے دماغ میں
 سنیں بلکہ پاتے۔ اور ظاہر کرتا کہ میری یہ آزاد و خوش گذران زلیست پڑو تھس
 عاشق مزاج کی رجا و جیم کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے کمین اچھی ہے۔

More
 of the same
 style
 of writing

ایک دن صبح کو ولین ٹائمن نے اگر اپنی جدائی کی خبر سنائی اور کہا کہ میں مسکین خانہ والا ہوں پر وقفس نے کہ اسے دوست کی جدائی منظور نہ تھی۔ بہتیری یقینین ولین ٹائمن کے روک رکھنے کے لیے پیش کین۔ مگر ولین ٹائمن نے جواب دیا میرے پیارے پر وقفس میرا سمجھانا آپ موقوف رکھین۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کابلون کی طرح گھرو پڑا ہوا اپنی جوانی خراب کروں۔ گھر میں رہنے والے جو انون کی عقل گھری کی ہوتی ہے۔ اگر جو تباہ جہین کی طرف تمہارے دل کا اڑکاؤ نہوتا۔ تو میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے چلتا۔ اور جہاز پر چڑھا کر عجائبات دنیا کی سیر کراتا۔ لیکن اب کہ تم نے عشق پیدا کر لیا ہے۔ اسی کے منے میں رہو۔ اور عشق تمہیں نائنز المی کا مزہ دکھائے۔ غرضکہ دونوں نے وقت رخصت اپنی اپنی سچم دوستی کا خوب اظہار کیا۔ اور پر وقفس نے اخیر میں کہا اچھا بھی ولین ٹائمن خدا کو سونپا۔ لیکن راستہ میں جو کوئی عمدہ بات قابل اطلاع تمہارے ملاحظہ سے گذرے تو میرا خیال کرنا۔ اور مجھے اطلاع دیکر شریک انبساط بنانا۔

ولین ٹائمن اسی دن میلن کی طرف روانہ ہوا اسکے چلے جانے سے جو پر وقفس تنہا رہ گیا تو میٹھے میٹھے ایک خط جو لیا کے نام آئے لکھ ڈالا۔ اور اسکی کینزنگ لکھا کہ کو دیا کہ اپنی بی بی کے پاس پہونچا آئے۔ جو لیا کہ تنہا پر وقفس چاہتا تھا اتنی محبت اُسے بھی پر وقفس کے ساتھ تھی۔ مگر چونکہ وہ ایک ذی شعور عورت تھی اور سمجھتی تھی کہ آسانی کسی مرد کی طرف مائل ہو جانا شان و دشیرگی کے خلاف ہے۔ اسلئے وہ اسکی بقراری پر اپنی بے اتفاقی ظاہر کرتی اور تدبیر حصول مطلب کی فکر میں بے چین رہنے دیتی۔ جب لکھانے جو تیا کے سامنے خط پیش کیا۔ تو اُس نے نہ لیا۔ اور پر وقفس کا خط لانے پر بہت خفا ہوئی۔ اور کہا کہ اسے سے نکل جا۔ مگر چونکہ درپردہ اُسے

مضمون خط کے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ اسلئے لکٹا کو پھر آواز دی۔ اور قریب آنے پر پوچھا کہ کبجے ہونگے۔ لکٹا اسکا مافی الضمیر سمجھ گئی۔ کہ وقت دریافت کرنے سے زیادہ مضمون خط دیکھنے کا اشتیاق ہے اور بغیر کچھ کے منے وہی انکاری خط پھر اس کے سامنے لا رکھ دیا۔ جو کیا کو اس بات پر کہ اسکی کینز کے اس کے مافی الضمیر کے سمجھ جانے کا اظہار کین کیا غصہ آگیا۔ اور خط کو کمرے لکرے کمرے کے فرش پر پھینک دیا۔ اور کینز کو باہر نکال دیا۔ لکٹا نے چلتے وقت چاہا کہ ان ٹکروں کو مضمتی جائے۔ مگر جوتیانے کہ در پردہ اسے خط کا دیکھنا منظور تھا غصہ سے مٹھ بنا کر لکٹا کو ڈانٹا۔ ارکھا کہ سامنے سے چلی جا کیوں چھوتی ہے۔ نتجے بھی کیا میرا چھیڑنا منظور ہے۔

اس کے چلے جانے پر چنانک احتیاط سے ممکن ہوا جو لیانے ان ٹکروں کو اکٹھا کیا اور پہلے جو الفاظ پڑھے گئے وہ یہ تھے۔ چرو تھس مجروح عشق اور اس کے بعد اور بھی ایسے ہی الفاظ محبت خیز اس سے ظاہر ہوئے۔ جینین دیکھ کر اس نے کہا (جیسا کہ پروتھس مجروح عشق کے دیکھنے سے اس کے خیال میں مجروح کا لفظ جگہ پکڑ گیا تھا) اسے مجروح فقر و جتک تمہارا زخم بھرنے جا رہا ہے۔ بھجور نے اس کے اپنے سینہ پر پھینک لٹاؤنگی۔ اور تم میں سے ہر ایک کو جوچم چارٹ کر درست کر لونگی۔

اسی طرح وہ دیر تک لڑکیوں کی سی بھولا پن کی باتیں کرتی رہی۔ لیکن جب دیکھا کہ اس خط کے تمام مضامین اچھی طرح معلوم نہیں ہو سکتے۔ تو اپنی کج ادالی پر کہ ان شیرین فقر وں کو جیسا کہ وہ تعبیر کرتی تھی بوجہ بیمار ڈالا بہت کڑھی۔ اور ایک خط بڑے تپاک سے لکھ کر جیسا کہ لکھا تھا پروتھس کے پاس بھیجا۔ پروتھس کو ایسے خوش آئند جواب کے پانے سے کمال مسرت حاصل ہوئی۔

اور پڑھتے پڑھتے ایک مرتبہ باواز بلند کہ اٹھا اچھا عشق اچھی سطرین اچھی زلیست
اسی اثنا میں سانے سے اسکا باپ آگیا۔ اور کہنے لگا کیا ہے۔ کیسا خط دیکھ رہا
پروقتس نے جواب دیا۔ حضرت یہ خط ولین ٹائٹن نے میلن سے بھیجا ہے۔
باپ نے کہا۔ دیکھیں توسہی۔ کیا خوبین لکھتا ہے۔

پروقتس یہ سنکر بہت ڈرا۔ اور ہلکے سے کہا۔ کچھ خبریں تو نہیں ہیں صرف
آٹنا ہی لکھا ہے کہ نواب میلن مجھے بہت مانتا ہے۔ اور سر روز برابر کی ملاقات
ہوتی ہے ایسی صورت میں اگر تم بھی میرے ساتھ ہوتے تو کیا خوب ہوتا۔
باپ نے کہا۔ اچھا پھر تمھاری کیا صلاح ہے۔

پروقتس نے کہا۔ جو حضور کی مرضی ہو اسکے مطابق میں کار بند ہوں۔
دوستوں کی خواہش سے مجھے سروکار نہیں۔

اتفاق سے اسکے باپ کا کوئی دوست سانے سے گذرا۔ اور برسہیل تذکرہ
اس معاملہ کا ذکر بھی آیا۔ وہ دوست بولا۔ کہ تمام لوگ اپنے ایک کون کو منکر
منفر فرامی میں دو روز بیٹھے ہیں۔ نہ معلوم کیون آپ اپنے لڑکے کی جوانی
گھر ٹھائے خراب کرتے ہیں۔ دیکھیے کوئی فوج میں لو کر می دھونڈ چکے قسمت
آزمائی کر رہا ہے۔ بعض دو روز جا کر خیر و ن کی تلاش کرتے ہیں۔ بعض
ایسے ہیں کہ غیر ملکن میں جا کر علم ہی سیکھتے ہیں۔ خود اسکے ساتھی ولین ٹائٹن ہی
دیکھیے کہ آج کل نواب میلن کے دربار میں سفر اڑ رہے۔ آپ کا لڑکا کچھ ایسا ہی
نہیں ہے کہ امین سے کسی کے بھی لائق نہو۔ اگر جوانی میں سفر نہ کر گیا تو اخیر
وقت میں اسکے لیے بڑی قبا حین ہیں۔

پروقتس کے باپ نے اپنے دوست کے کہنے کو بہت پسند کیا۔ اور کہا
کہ ابھی اپنے لڑکے کو ملین بھیجتا ہوں۔ ولین ٹائٹن بھی اسکا پاس رہنا چاہتا ہے۔

چنانچہ آئے پروتھس سے جیسا کہ اُس خود سر بڑھے کا قاعدہ تھا۔ کہ جو حکم اپنے لڑکے کو دیتا اُسکے ساتھ کوئی علت نہ بیان کرتا۔ یہ کہا کہ میری مرضی وہی ہے جو ولین ٹائن چاہتا ہے۔ اور تم ابھی چلنے کی تیاری کرو۔ اور پھر اپنے لڑکے کو متیر پا کر کہا۔ کہ میں جو دربار میلین میں تمہارے بھیجنے کے لیے ایسی عملت کرتا ہوں یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں ہے تم جانتے ہو کہ جو جی میں آتا ہے میں کر ڈالتا ہوں اور میری جو بات ہوتی ہے منجم۔ پس ایسی صورت میں میرے لارڈ حکم میں غدر کرنے کا ارادہ کرو اور کل یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔

پروٹھس نے خیال کیا کہ اسمین بحث کرنی فضول ہے۔ اپنی مرضی کے خلاف کوئی تقریر سننی وہ گوارا نہ کرے گا اور پھر جو لیا کے خط کی بابت جھوٹہ تقریر کرنے سے وہ بہت ناوم ہوا کہ جس سے اب خواہ مخواہ اُسکا چھوڑ دینا اُسپر لازم آیا ہے۔

اب جو لیا نے یہ دیکھا کہ بہت دنوں کے لیے پروٹھس چھوٹا ہے اب انداز تغافل کو چھوڑ بڑے تپاک سے اُس سے ملی اور دونوں نے ایک دوسرے کو نہایت غم و الم کے ساتھ آخری سلام کیا اور آپس میں اُنکے بہت کچھ وفاداری و ثابت قدمی کے وعدے ہوئے اور آپس میں چھلے بھی بدل گئے اور یہ اقرار ہوئے کہ ہر ایک تا دم زلیست اُسے بطور یادگار دوسرے کے اپنے پاس رکھے غرض کہ اس طرح رخصت ہو کر بحالت غم پروٹھس نے اپنے دوست ولین ٹائن کے پاس جانے کو میلین کا راستہ پکڑا۔

فی الحقیقت ولین ٹائن کو نواب میلین کے دربار میں اتنا ہی رسوخ تھا جتنا بلا دیر یافت پروٹھس نے اپنے باپ سے ظاہر کیا تھا بلکہ مزید برآں ایک امر اور بھی تھا جسے پروٹھس نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ یہ کہ ولین ٹائن میں

اب وہ آزادی جیسے وہ فخر کیا کرتا تھا باقی نہ رہی تھی۔ پرتھوی کی طرح اسکا بھی دل کسی پر فریفتہ ہو گیا تھا۔

وہ عورت جسے ایسا حیرت انگیز اختلاط دلیں ٹائٹل کے دل میں پیدا کر رکھا تھا نواب میلن کی دفتر سیکریٹریاں تھیں جو خود بھی ہزار جان سے اس پر عاشق تھیں۔ لیکن اپنے عشق کو وہ دونوں نواب سے غفی رکھتے تھے۔ کیونکہ نواب میلن اسکا بڑا مہربان حال تھا اور روز اپنے پاس بکواتا۔ مگر سلویا کے نکاح کے لیے اس نے ایک دوسرے امیر تھریو کو تجویز کیا تھا اور سلویا کی یہ کیفیت تھی کہ اسے تھریو کے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ تھا۔ کیونکہ دلیں ٹائٹل کے سے اخلاق حمیدہ اور صاف پسندیدہ وہ انجین پاتی نہ تھی۔

ایک دن تھریو اور دلیں ٹائٹل دونوں سلویا کے پاس بیٹھے تھے۔ اور دلیں ٹائٹل ازراہ تسخر سلویا کے دل بہلانے کو تھریو کی تمام باتوں کو ہنسی میں لانا تھا۔ کہ نواب اس کمرے میں آیا۔ اور دلیں ٹائٹل کو اس کے دوست پرتھوی کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ دلیں ٹائٹل نے کہا۔ کہ اگر مجھ کو کوئی تمنا تھی تو یہی تھی کہ پرتھوی میرے پاس آجاتا۔ اور پھر نواب سے اس کی بڑی تعریف کی۔ اور کہا۔ حضور۔ گو میں نے اپنی اوقات کی قدر نہ کی اور کالہلی میں برباد کی۔ مگر میرے اس دوست نے اپنے وقت اچھی اچھی باتوں کے حاصل کرنے میں صرف کیے۔ اور آج کل جتنی باتیں شریفین میں ہونی چاہئیں باعتبار ظاہر و باطن اس کے پاس سب موجود ہیں۔

نواب نے سلویا اور تھریو کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ دلیں ٹائٹل سے کہنے کی تو کچھ ضرورت ہی نہیں۔ مگر تم دونوں سے کہتا ہوں۔ کہ جب وہ اس پایگاہ کا آدمی ہے تو تم خوب اس کی آؤ بھگت کرنا۔ یہ باتیں ہر ہی تھیں

کہ پرتقس بھی وہاں پہنچ گیا۔ اور ولین ٹائٹن نے اسکی طرف سلویا کو متوجہ ہو کر کہا۔ کہ اسے بھی آپ میری طرح اپنا خد متگزار سمجھیں۔

اسکے بعد جب ان دونوں میں تخلیہ ہوا تو ولین ٹائٹن نے پرتقس سے کہا کہ کیا حال ہے تمہاری مشق کی کیا کیفیت ہے۔ اور عشق و محبت کی تمہاری اب کیا حالت ہے۔ پرتقس نے کہا تمہاری شمع خراشی کون کرے۔ کیا میں نہیں جانتا کہ تمہیں ان باتوں میں مذاق نہیں۔

ولین ٹائٹن نے اسپر کہا پرتقس اب وہ اگلا دل میرا نہ رہا۔ عشق کی تفصیر کا لغزہ مجھے ادا کرنا پڑا۔ کہاں تو میں عشق سے نفرت کرتا تھا اور کہاں اب یہ ہو کہ عشق نے خواب بالکل میری غلوب آنکھوں سے منتشر کر لیا ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت عشق بڑے صاحب اقتدار ہیں۔ اور انکے ہاتھوں ایسا عاجز و غور ہا ہوں کہ میرے نزدیک انکی تہنید سے بڑھ کر نہ تو کوئی رنج ہے اور نہ دنیا میں کوئی ایسی خوشی جو انکی مہربانی میں حاصل نہ ہو۔ اب بجز عشق کے چرچوں کے مجھے کوئی دوسرا ذکر بھلا نہیں معلوم ہوتا۔ اور اب میرا نور و خواب عشق ہی کے نام پر ہے۔

ولین ٹائٹن کی افتاد طبعیت کو عشق کے ہاتھوں بدلی دیکھ کر اسکا دوست پرتقس بہت خوش ہوا۔ مگر اب پرتقس کے نام سے دوست کا لفظ الگ کر دینا چاہیے کیونکہ انھیں حضرت عشق نے جکڑ کر رکھا اور جسکی بابت یہ بیان کیا جاتا تھا کہ ولین ٹائٹن کی طبعیت میں انھوں نے بڑا اختلاف پیدا کیا۔ یہاں پرتقس کے دل میں بھی جگہ کرنی شروع کی۔ اور پرتقس جو ابھی تک سچی محبت اور پکی دوستی کا ایک نمونہ تھا۔ سلویا کو ایک نگاہ دیکھتے ہی ایک دغا باز دست اور ایک بیوفایا رہن بیٹھا۔ کیونکہ سلویا کو دیکھتے ہی اسکا جتنا عشق

جولیا کے ساتھ تھا خواب و خیال ہو گیا۔ اور بلا لحاظ ولین ٹائن کی قدیم رفاقت کے وہ اس فکر میں ہوا کہ کسی حکمت سے ولین ٹائن کو سلویا کی نظردن سے گرانما چاہیے۔ دستور ہے کہ جب اچھی طبیعت والے کامیلان کسی برے کام کی طرف ہوتا ہے تو اسکو پہلے بڑا انتشار ہوتا ہے۔ چنانچہ جب اسنے جولیا کے چھوٹے کا ارادہ کیا تو اول اول اسے بہت پس و پیش ہوا۔ لیکن آخر کار اسکی عقل سوچ پر ولولہ عشق غالب آیا۔ اور بلا خیال ندامت اسکی طبیعت کو برا لگنے لگا۔ ولین ٹائن نے بلاخون اپنے عشق و محبت کی پوری کیفیت اسے سنائی اور یہ بھی بیان کیا کہ ہم اپنی محبت کو اسکے باپ سے چھپائے ہوئے ہیں اور چونکہ ہمارے نزدیک اب بادشاہ کی رضا مندی شکل سے ہم چاہتے ہیں کہ آج رات کو میٹھو کی طرف سلویا کو بھگا لیا جائے اور پھر ایک کندھاکر لیا کہ اسی کی تہا سے محل شاہی کے کسی جھروکے سے سلویا کو تاریکی شب میں نکال لاؤنگا۔ اپنے پیار سے دوست کی یہ تقریر سنکر اور اسکا راز دل سلوم کر لیتین تو نہ بگا مگر فی الواقع ایسا ہوا کہ پرتو قس نے یہ ارادہ کیا کہ نواب سے جا کر یہ ساری کیفیت بیان کرے۔

اس دعا بار دوست نے نہایت ہوشیاری سے نواب سے باتیں کیں۔ کہنے لگا کہ جس بات کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں آمین دوستی اس امر کا مقتضی ہے کہ اسکا انتشار ہو۔ لیکن حضور کی فرط نوازش اور میری رشتہ از حد مست فزنیگی بیان کرنے پر مجبور کیا۔ ورنہ اس سے کوئی دنیاوی فائدہ میرا مستحق نہیں اور پھر اسکے بعد جتنی باتیں ولین ٹائن سے سنی تھیں وہ سب کہ سنائیں۔ حتیٰ کہ کندھاکر اور اس فرغل کا بھی ذکر حسین اسنے کندھاکر لیا بیان کیا تھا بھڑا۔ پرتو قس کی دیانت داری پر نواب کو بڑا اچھا ہوا۔ اور یہ بھگدھ صرف اسکی

Mountain

دیانت نے ایک ناجائز فعل کے چھپانے سے دوست کے ارادے کا ظاہر کر دیا۔
 انہیں تصور کیا اسکی بڑی تعریف کی۔ اور یہ کہا کہ تم خاطر حج رکھنا ولین ٹائن پر یہ
 ظاہر ہونے و نہ لگانے خبر مجھے کہاں سے پہونچی۔ بلکہ بزور فطرت خود ولین ٹائن سے
 یہ راز فاش کر آؤنگا۔ چنانچہ شام کے وقت ولین ٹائن کی آمد کا نواب منتظری
 تھا کہ سامنے سے وہ محل شاہی کی طرف بہ عجلت جاتا ہوا نظر پڑا۔ اور یہ بھی
 دیکھا گیا کہ اسکو فرغل کے اندر کوئی شے دہی ہوئی ہے۔ جسے دیکھ کر نواب نے
 سوچا کہ بیشک یہ وہی گنہگار ہے۔

یہ دیکھ کر نواب نے پوچھا ولین ٹائن کہ ہر جا رہے ہو۔ جسے سُنکر وہ چہر گیا
 اور جواب دیا کہ حضور ایک آدمی میں نے اپنے دوستوں کے پاس خط لکھانے
 کو بھیجا ہے۔ اب اس وقت اسی کے پاس خط لکھ لے جاتا ہوں۔ ولین ٹائن کا
 یہ جھوٹا رونا دیا ہی بے سود گیا جیسا کہ پرتو قس کا اپنے باپ کے مقابلہ میں۔
 نواب نے کہا کیا کوئی ضروری خط ہے۔

ولین ٹائن نے کہا کچھ ایسا ضروری تو نہیں ہے صرف باپ کو یہ اطلاع دینی
 ہے کہ میں بنہرمت حضور کے دربار میں ہوں۔

نواب نے کہا پھر کیا ایسی جلدی ہے۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ چند معاملات میں مجھے تسکین
 ملے گی یعنی ہے۔ اور ول سے ایک بات کہہ کر کہنی سفود کر دی جو درپردہ
 اس سے انتشار راز کرانے کی ایک تہید تھی۔ ولین ٹائن تھیں معلوم ہے کہ
 اپنی لڑکی کے نکاح کا ارادہ تھوڑے کے ساتھ رکھتا ہوں۔ مگر وہ نافرمانی و سرکشی
 کرتی ہے اور میری تجویز سے اتفاق نہیں کرتی۔ نہ تو اسے اِبات کا لحاظ ہے
 اور نہ ہی ملکی سے اور نہ اِبات کا ڈر ہے کہ میں اسکا باپ ہوں۔ میں تم سے
 کہتا ہوں کہ اس لڑکی کی نخواست سے بالکل اسکی طرف سے میرا عمل پھیر رکھا ہے

میں اب تک یہ سوچتا تھا کہ میری زندگی اس لڑکی کی خبر گیری میں بسر ہو جائیگی۔ مگر اچال چلن دیکھ کر یہ جی چاہتا ہوں کہ میں اپنا کوئی دوسرا نکاح کر دوں اور اس لڑکی کو مطلقاً انسان کر دوں جسکے ساتھ اسکا جی چاہے رہے اور جب مجھے اور میری ملکیت کو یہ کوئی چیز نہیں سمجھتی تو صرف اپنے حسن ہی کو اپنا جینہ تصور کرے۔

ولین ٹائمن اس تقریر کا کوئی ماحصل نہ سمجھ کر گھبرا یا اور پوچھا پھر حضور مجھے اس بارے میں کیا چاہتے ہیں۔

نواب نے کہا جس عورت سے میں نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ وہ نہایت اہلکا وشرعیہ بی بی ہے۔ اور میری پرانی باتوں پر وہ لحاظ نہیں کرتی۔ علاوہ برین اپنی جوانی سے اور آج تک جو دیکھتا ہوں تو عورتوں کے مائل کرنے کے اور اپنے بات چیت کرنے کے ڈھنگ بہت بد لگتے ہیں۔ اب میں تم سے یہ سیکھنا چاہتا ہوں کہ کس طرح وہ میرے ساتھ آسکتی ہے۔

ولین ٹائمن نے اسے عام دستور راج الوقت سے مطلع کیا اور بتا دیا کہ جب کوئی جوان شخص کسی عورت سے محبت پیدا کرنا چاہتا ہے تو کثرت ملاقات و ارسال تحائف میں کن کن برتاؤ کا لحاظ رکھتا ہے۔

نواب نے جواب دیا کہ میں نے ایک مرتبہ کچھ تحفہ اس کے پاس بھیجا تھا مگر اس نے لینے سے انکار کیا۔ اور علاوہ برین اپنے باپ کی نگرانی میں وہ اس طرح رہتی ہے کہ دن کو کوئی شخص اس کے پاس جا نہیں سکتا۔

ولین ٹائمن نے ہنسنے لگا اور کہا اچھا آپ بات کو اس سے کیوں نہیں کہتے۔ نواب اتنی دیر کے بعد اپنے مقصد گفتگو تک پہنچا اور جواب دیا کہ رات کو اس کے دروازے مقفل رہتے ہیں۔

ولین ٹائمن نے اپنی شومی طالع سے یہ تدبیر بتائی کہ حضور بذر روئے کندھ کے

مکان میں رات کو سو پوچھ سکتے ہیں۔ اور اس غرض کے لیے ایک نہایت عمدہ کمندین آپ کو دوں گا۔ اور اخیر میں یہ بھی بتایا کہ جیسا فرغل میں اس وقت پہنچے ہوئے ہوں۔ ویسا ہی ایک کمند چھپانے کے لیے آپ پہن بجیے گا۔ نواب نے ہنسنے لگا تھا یہ فرغل ہمیں دیدو۔ کیونکہ یہ لمبی چوڑی تقریر نواب نے اسی غرض سے کی تھی کہ اس کے فرغل آتا رہنے کا کوئی حیلہ نہ ملے۔ اور یہ کہ اس کا فرغل آتا رہا جس میں تلاش کرنے پر صرف کمند ہی نہیں بلکہ سدا کا ایک خط بھی ملا۔ جسے جلدی سے کھول کر پڑھا تو اس میں ساری کیفیت اس کے قصہ فرار کی مندرج تھی۔ نواب نے ولین ٹائن کی اس نمک حرامی پر کہ اس کی مہربانین کے عوض اس کی لڑکی کے چڑایا جانے کا اس نے ارادہ کیا تھا بہت برا جہاں کہا۔ اور دربار و غیر شہر میں سے ہیشہ کے لیے نکل دیا جس سے بلا طاقات ملو یا اسی رات اسے شہر چھوڑنا پڑا۔

یہاں پر وٹھس ایون ولین ٹائن کی فکر میں تھا۔ وہاں ویرڈامین اس کے بغیر جو لیا کو بچپنی تھی۔ اور جس کی عقل سلیم پر جوش محبت نے اس درجہ غلبہ کیا کہ ویرڈامین سے ملاشتہ محبوب میں کہیں تک آنے کا ارادہ کیا۔ اور بخون خط ہا کے راہ و اور اس کی کینز کو لگتا وہ نوین مردانہ نہیں بدل چل کھڑی ہوئیں۔ اور ولین ٹائن کے شہر بدر کر دیے جانے کو وہی دن بعد وہ ولین ٹائن داخل ہوئیں۔ جو کیا دوپہر کو سلین میں پہنچی اور ایک سراسے میں جافروکش ہوئی۔ چونکہ مروت اسے پر وٹھس ہی کا خیال رہتا تھا اس لیے اسے بھاریا یا مستم سرا (جو کہو) سے باتیں کرنی شروع کیں کہ شاید اس سے کچھ پر وٹھس کی کیفیت معلوم ہو۔

بھیاریا یہ دیکھ کر کہ یہ خوبصورت و نوجوان شریف زاوہ (جیسا کہ اس نے اپنے کو ظاہر کیا تھا) جسکے اشرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی بڑی پایگاہ کا

آدنی ہے ایسے تپاک سے باتیں کرتا ہے بہت خوش ہوا۔ اور اسے آداس
پاکر بولا کہ آج شام کو ایک شخص اپنی مشوقہ کے پاس گانے بجانے کو جانے والا ہے
اگر تمہارا جی چاہے تو کو تمہیں بھی لے لیں کہ بہلا لاؤں۔

جو تپاک کی آداسی کا سبب یہ تھا کہ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے اس حالت
بے امتیازی میں دیکھ کر پرہیز کیا خیال کریگا۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ
صرف میرا ناز و نغزہ و خوبی اطوار پر وہ شخص کی فریفتگی کا سبب ہے۔ کہیں ایسا نہ
کہ میری یہ حالت اس کی نظروں سے میرا دھڑکا دے۔ غرض کہ انہیں سب توہمات
نے اس کے چہرے کو آداس و متوحش بنا رکھا تھا۔

اس نے بھٹیاریے کے ساتھ جانا اور گانا سننا بخوشی قبول کیا۔ کیونکہ درپردہ
اسے امید تھی کہ شاید راستہ میں کہیں پر وہ شخص سے ملاقات ہو جائے۔

لیکن جب وہ اس مقام پر پہنچی جہاں بھٹیاریہ اسے لایا۔ تو بھٹیاریے
کی باتوں میں اسے بڑا فرق نظر آیا۔ کیونکہ وہاں یہ دیکھ کر اسے سخت حیرت ہوئی
کہ اس کا عاشق پر وہ شخص سلویا کے سامنے بیٹھا کچھ گارہا ہے اور عشق و محبت
کی باتیں کر رہا ہے۔ اور سلویا اسے اپنی اصلی مشوقہ کے چھوڑ دینے پر اور
اپنے دوست ولین ٹائن کے ساتھ بدعا بازی پیش آنے پر ملامت کر رہی ہے۔
اس کے بعد اس کے گانے اور باتیں کرنے سے سلویا متنفر ہو کر اس کھڑکی کے پاس
سے جہاں کھڑی ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی چلی گئی۔ کیونکہ وہ اپنے
جلاوطن ولین ٹائن کی وفادار مشوقہ تھی۔ اور اس کے دعا باز دوست پر وہ شخص
کے ملنے کو کمر وہ جانتی تھی۔

ہر چند جو تپاک کو اس دیکھنے سے بہت مایوسی ہوئی تاہم کوچہ گرد پر وہ شخص کی
محبت اس کے دل میں ویسی ہی قائم رہی۔ اور یہ سن کر کہ پر وہ شخص نے فی الحال کوئی

نوکر اپنا موقوف کر دیا ہے چاہا کہ بہ سفارش اس مہتمم ہراسے کے پرتو قفس کی ملازمت میں سرفراز ہو۔ غرض کہ پیش ہونے پر اسے پرتو قفس نے نہ پہچانا۔ اور کچھ تحفہ و ایک خط و یکر سلویا اسکی سوتن کے پاس اسے روانہ کیا۔ اور ساتھ اسکو وہ چھلا بھی اس کے پاس بھیجا جو لیا نے اسے چلتے وقت ویر و نین دیا تھا۔ وہاں پہنچنے پر اسے اس امر سے نہایت مسرت ہوئی کہ سلویا نے بالکل پرتو قفس کی درخواست پر توجہ نہ کی۔ اور جو لیا یا سائٹن رجسٹرا کہ اب اس نے اپنا نام ظاہر کیا تھا ملازم نے سلویا کے سامنے پرتو قفس کی مستوفیہ قدیم جو لیا مہجور کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ اور کہنے لگی کہ میں جو لیا کو خوب جانتا ہوں۔ وہ نہایت اچھی عورت ہے غرض کہ جہانگیر وہ کہہ سکی جو لیا کی تعریف یعنی اپنی صیغہ میں کوئی دقیقہ لگانہ رکھا۔ اور کہا کہ جو لیا میرے آقا پرتو قفس کو بہت چاہتی ہے۔ گرا اسکی غفلت اسے ہمیشہ آتش زیر پا رکھتی ہے۔ اور پھر ذومنی الفاظ میں یون محو حکم ہوئی۔ کہ جو لیا کا قد و قامت و صورت و شکل مجنبہ میری سی ہے۔ اسکی آنکھ و بال کی رنگت بعینہ ویسی ہے جیسی میری۔ اور کبھی مرو کا لباس جو بدل لیتی ہے تو کیا ہی حسین جوان معلوم ہونے لگتی ہے۔ سلویا کو اسکا حال سنکر کہ اپنے مستوق سے وہ یون مہجور ہے بڑا ترس آیا۔ اور جب جو لیا نے اس کے سامنے وہ چھلا پیش کیا۔ تو یہ کہہ کر اس نے لینے سے انکار کیا۔ کہ بڑے شرم کی بات ہے جو اس نے میرے پاس یہ چھلا بھیجا۔ میں اسے ہرگز نہیں لے سکتی۔ میں نے اسے اکثر کہتے سنا ہے کہ یہ چھلا جو لیا کا دیا ہوا ہے۔ اور پھر ایک تھیلی اس کے سامنے پیش کر کے کہا چونکہ بیماری جو لیا کے حال پر تھیں درد مند پاتی ہوں۔ اس لیے یہ تھیلی اس غریب عورت کی یا دین تھیں دیتی ہوں۔ غرض کہ اپنی مہربان سوتن سے یہ تسلی بخش باتیں سن۔ اس متبدل الوضع عورت کے دل پر مردہ کو خوشی کر

بہت کچھ تازگی پہنچی۔

اب ولین ٹائمن کا حال سننے کے لئے یون بے غرت و شہر بدر ہو کر اپنے باپ کے پاس جانا پسند نہ کیا۔ اور آل کار کی فکر میں نہایت پریشانی اٹھائی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میلن کے پاس ہی جہان متاع دل و جان اسکی سلو یا موجود تھی ایک جگل میں وہ تنہا پھر رہا تھا۔ کہ ڈاکوؤں نے آکر اسپر حملہ کیا اور چاہا کہ اسکا نقد و جنس سب چھین لیں۔

ولین ٹائمن نے اُن ڈاکوؤں سے کہا کہ میں اسوقت بڑی تباہی میں مبتلا ہوں شہر سے بدر کر دیا گیا ہوں۔ کوئی نقد و جنس میرے پاس موجود نہیں۔ کپڑے جو بدن پر دیکھتے ہو وہی ساری کائنات ہے۔

اسکی حالت مصیبت سن۔ بوسے شرافت انھیں باپ ریاست و انسانیت پر اسکے خوش ہو اُن ڈاکوؤں نے اس سے کہا کہ اگر تم ہلو گون میں رہنا پسند کرو اور یہ چاہو کہ ہم لوگوں میں سردار بنکر رہو۔ تو ہم سب بخوشی تمہارے زیر حکم ہو کر رہیں گے۔ لیکن بائیں شرط کہ اگر تم ہماری بات چیت میں شریک نہ ہوئے تو انکار کر دگے تو پھر ہم زندہ نہیں چھوڑنے کے۔

ولین ٹائمن جسے در ابھی خیال نہ آتا تھا کہ میرا کیا سودنا ہے یہ سنکر بولا بہتر مجھے تمہارے ساتھ سردار بنکر رہنا منظور ہے بشرطیکہ عورتوں یا بیچارے مسافروں کو نہ تارو۔

غرض کہ یون بیمارے حلیم المزاج ولین ٹائمن کو راجن ہڈ کی طرح جبکا ڈاکو لکھن میں اکثر آتا ہے۔ اُن ڈاکوؤں و مردود لیٹرون کا سردار بننا پڑا۔ سلویا نے تقریر کے ساتھ نکاح ہونے سے جسپر اسکا باپ بہت مصر تھا بچنے کے لیے آخر کار یہ ارادہ کیا کہ بھاگ کر ٹائمن جہان لوگوں کی بانی ولین ٹائمن

اپنے عاشق زار کے پناہ گزین ہونے کی خبر سنی مٹی ملی جائے۔ لیکن یہ خبر اسے غلط پہنچائی گئی کیونکہ دلیں مائن بیان جنگل میں ڈاکوؤں کے غول میں تھا اور اُنکا سردار کہلاتا تھا گو انکی لوٹ پاٹ میں شریک نہوتا۔ اور اپنے اختیارات سرداری کا برتاؤ صرف اس امر میں کرتا کہ جب وہ مسافروں کو ٹوٹے تو بر فورس کھانے پر اُنھیں مجبور کرتا۔

سلیویا نے گھر سے بھاگتے وقت ایک بیٹی دیرانے آدمی اگلے مورنا سے ساتھ لگایا جسکا ساتھ رہنا اس کے نزدیک رفاقت سیل کے لیے مناسب معلوم ہوا اسی جنگل سے ہو کر حمین دلیں مائن رہتا تھا وہ دونوں جا رہے تھے کہ لیرون میں سے ایک نے اُنھیں دیکھ پایا۔ سلیویا تو گرفتار ہو گئی مگر اگلے مور کی حکمت سے چھپ گیا۔

اس قزاق نے سلیویا کو رنجیدہ پا کر کہا تم کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میں تمھیں صرف اپنے سردار کے پاس ایک غار میں لیٹا ہوں جسکا دل نہایت اچھا ہے اور عورتوں کے ساتھ بڑی مہربان روی سے پیش آتا ہے۔ سلیویا کو یہ سن کر کہ وہ گرفتار ہو کر لیرون کے سردار کے پاس جاتی ہے فی الجملہ تسکین ہوئی۔ اور آہ کھینچ کر کہا دلیں مائن تیرے لیے یہ دن بھی دیکھنا پڑا۔

پروٹس کو جب سلیویا کے بھاگنے کی خبر ملی۔ تو جو لیا اپنے ملازم متبدل الاٹس کو ساتھ لے خود بھی اسکے پیچھے روانہ ہوا۔ اور یہ کہ کھوج پر اسی جنگل میں پہنچا۔ وہ قزاق سلیویا کو لیکر غار میں داخل ہوا چاہتا تھا کہ پیچھے سے پروٹس نے آکر اسے قزاق کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ سلیویا اس احسان کا اچھی طرح شکر یہ بھی نہ ادا کرنے پائی تھی کہ پروٹس نے درخواست نکاح پیش کی۔ جسے سن کر اسے سخت انتشار ہوا۔ پروٹس بداب ناجائز اس سے قبول ایجاب کر لیا چاہتا تھا اور

اسکا ملازم (بکس جوتیا) ایک طرف مضطرب الحال کھڑا ڈر رہا تھا کہ مبادا جوہان پیر و تھس نے کیا ہے وہ اس کے انتہات کا سبب بنو کہ ولین ٹائن کے ذمہ دہی دھلائی دینے سے جو ایک عورت کی گرفتاری کا حال سن اسکی دلجمعی دستگیری کو غار سے نکلا تھا انھیں اچنبھا سا ہو گیا۔

سلویا کے ساتھ یہ عاشقانہ باتیں کرتے ولین ٹائن نے جو دیکھ پایا تو پیر و تھس کمال درجہ ناوم و پشیمان ہوا اور اس طرح اپنی خطا ہا سے سابقہ پر گرد گڑا یا۔ اور خواستگار معافی ہوا کہ ولین ٹائن کی شرافت و عالی حوصلگی نے خلاف قیاس و توقع صرف یہی نہیں کیا۔ کہ اسکی خطا معاف کرے قدیم رفاقت میں سرفراز کیا بلکہ بہ سیر بھی تمام یہ کہا۔ کہ میں نے تمہاری تمام خطا میں معاف کر دیں اور ساتھ ہی اس کے سلویا کے لطف صحبت کو بھی تیر مباح کیا۔ جو لیا جو اپنے آقا کے پاس ملازم کی طرح کھڑی تھی۔ یہ بات سنکر بہت متحیر ہوئی۔ اور اس خوف سے کہ پیر و تھس نے گوا اپنے ارادوں سے پشیمانی اٹھائی۔ پھر بھی اس میں یہ ظن نہیں کہ سلویا کے قبول کرنے میں کچھ اپنی طرف سے اظہار انکار کرے اسے غش آ گیا۔ اور سب اسکی صحت کی فکر میں ہوئے ورنہ سلویا اس طرح اپنے دیدیے جانے سے ضرور کشیدگی ظاہر کرتی۔ گو اسے بشکل یہ خیال آتا کہ ولین اتنے بڑے سخت و اہم کار دوستی میں چندے قائم ہو گیا۔ جب جو لیا کو غشی تو افاقہ ہوا۔ تو ایک چھلانکا لے کر بولامین بھول گیا تھا۔ میرے آقا نے سلویا کے دینے کو اسے میرے حوالے کیا تھا۔ پیر و تھس کو دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہی چھلا ہے جو میں نے جو لیا کو عطا کیا تھا۔ اور جسکے بدلے میں میں نے وہ چھلا پایا تھا۔ جسکو اپنے آدمی کے ہاتھ سلویا کے پاس میں نے بھیج دیا۔ اور کہا۔ ایں یہ کیا ہے تو جو لیا کا چھلا ہے۔ لڑکے تو نے کہاں پایا۔ جو لیا نے جواب دیا۔

کہ جو تیا ہی نے مجھے یہ دیا۔ اور جو تیا ہی اسے یہاں لائی ہے۔

پرو عس نے جو بغور دیکھا۔ تو اسے معلوم ہوا کہ جسے وہ اپنا ملازم سبائٹن سمجھتا تھا۔ خاص جو تیا خاتون ہے اور جو تیا کے استقلال و سچی محبت کے اظہار نے ایسا کچھ اثر اس کے دل میں پیدا کیا کہ اس کے پہلے عشق نے پھر عود کیا۔ اور اپنی بی بی کو پاکر خوشی سے سٹو یا کو ولین ٹائٹن کے لیے جو اسکا سر اور تھا۔ پھوڑا۔ پرو عس اور ولین ٹائٹن اس مصاحفہ پر خوشی کر رہے تھے اور اپنی اپنی وفادار بیبیاں پاکر غلطو طے کہ نواب اور تھر تو یہ کے دکھائی دینے سے جو سٹو یا کے عقب میں آ رہے تھے انھیں سخت گھبرا دیا۔ تھر تو یہ نے پہلے لپک کر چاہا کہ سٹو یا کو بچھین لے۔ اور کہا سٹو یا میری ہی مگر اسے دیکھ کر ولین ٹائٹن نے شجاعت کے ساتھ لاکار اور کہا تھر تو یہ۔ بس خیریت اسی میں ہے کہ تم نیچے لوٹ جاؤ۔ اگر پھر سٹو یا کا نام تم سے سنا تو یہاں رکھنا کہ تمہارا سر تن سے جدا نظر آئیگا۔ لینا تو کیا سمجھتی یہ کھڑی ہے ہاتھ لگا دو تو جانوں۔

تھر تو یہ دل کا بودا تھا۔ یہ دھمکی سن تیجھے بٹ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ایک چھوڑی کے لیے جسے اپنے ساتھ محبت نہو کشت و خون کرنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ نواب کا دل بڑا ہی جری تھا۔ تھر تو کی یہ کیفیت دیکھ کر غضب میں آیا اور کہنے لگا نہایت ذلت و بیزاری کا کام تم نے کیا۔ کہاں تو وہ گرجو شئی اور کہاں یوں خفست کے ساتھ چھوڑا لگ ہو جانا۔ اور پھر ولین ٹائٹن کی طرف متوجہ ہو بولا ولین ٹائٹن تمہاری جرات پر آفرین ہے۔ میرے نزدیک بیشک تم میں شانہزادی بیاہ لانے کی قابلیت ہے۔ تھو سٹو یا ضرور ملے گی۔ کیونکہ تم اس کے سر اور ہو۔ ولین ٹائٹن نے نہایت عجز سے نواب کے ہاتھ چومے اور نہایت شکر گزاری کے ساتھ اس کی لڑکی کو اپنے نکاح میں قبول کرنے پر اظہار رضامندی کیا۔ اور پھر یہ وقت خوش پاکر

ان کیڑوں کی عفو و تغیر کے لیے جنکے ساتھ وہ جنگل میں تھا درخواست کی۔ اور کہا کہ جب حضور انکی خطائیں معاف کر بار بار بی خدمت کی اجازت دینگے تو حضور کو معاف ہو جائیگا کہ انہیں سے اکثر نہایت عمدہ اور بڑے بڑے عمدہ و ان پر مامور کر کے لاکھتہ ہیں۔ کیونکہ اکثر انہیں وہ تھے جو ولین ٹائن کی طرح خالص خطا پر شہر بدر کر دیے گئے۔ کسی ایسے سنگین جرم کا ارتکاب انہیں نہ ہوا تھا۔ نواب نے اسکی درخواست منظور کی۔ اب سوا سے اسکے اور کچھ کہنا باقی نہ رہا کہ نواب کے سامنے پڑ و جس کی یاری و بیوفائی دونوں کی کیفیت بالخصوص ذکر کی گئی جسے سنکر اسے کمال شرم و ندامت حاصل ہوئی۔ اور جبکہ حاصل ہونا بتایا اس کے متنبہ دل کے پوری تر تصور کی گئی۔ اور اسکے بعد وہ چاروں عاشق و مشوق ملیں میں آئے جہاں انکے نکاح کی دینی زمین پورے طور سے نواب کے روبرو ادا کی گئیں۔ اور ایک بہت بڑی محفل جشن و طرب آراستہ ہوئی۔

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ افسانہ دہلیزدہ کے بیس حصوں میں کا انیسواں قسط جو اس سے پہلے طبع اودع اخبار و اوقات لکھنؤ ہمارے کہ سالیناب سالی القاب منشی نو لکھنؤ صاحب سی آئی بی۔ میں جیسا تھا اب شاخ طبع موصوف الصدور و اوقات کا پندرہمین انتہام شاہ منصرم بالکمال منشی بھگواندیاں صاحب سے پہلی مرتبہ دہلیزدہ طبع سے آراستہ ہوا۔

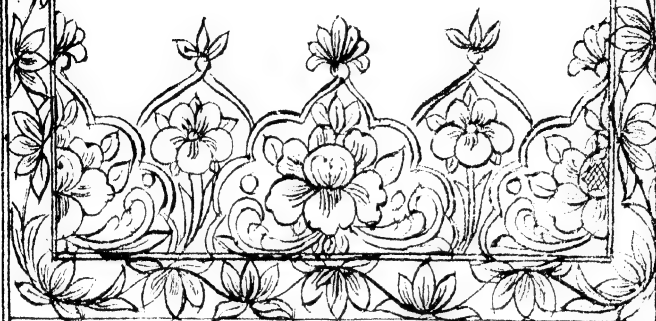
مکتبہ کا فضلاء و زما ن شائع مکتبہ ن ویش و مین ن

یہ انگریزی کتاب طبع فرام سکپیر کی مجموعہ افسانہ و لپزیر کے مکتبہ مکتبہ مین کا
مکتبہ ن ویش و مین ن مکتبہ ن ویش و مین ن مکتبہ ن ویش و مین ن



جسکو علامہ زمان مولوی محمد احسان اللہ صاحب چیرا کوئی وکیل مصطفیٰ باس کا لون
نقل کر رکھوئے باہار مطبع او دھان چار ورات سلسلہ انگریزی ہر اردو مین ترجمہ کیا

مطبع میٹھی نوک شوق کن مکتبہ ن ویش و مین ن



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس زمانے میں شہنشاہ انگلستان قیصر فرما کر اسے ملک روم تھا اس وقت
 ملک انگلینڈ میں رکہ اس وقت برٹین کے نام سے مشہور تھا اس وقت میں ہاے
 ایک پادشاہ حکمران تھا۔

سیمیلائن کی پہلی بی بی نصف خر و سال تین لڑکے (دو بیٹے ایک بیٹی) چھوڑ کر
 مر گئی۔ اسی موقع میں جو سب میں بڑی تھی پادشاہی محل میں پرورش کی گئی مگر اور
 دو لڑکے جن میں سے بڑے کی عمر تین برس کی تھی اور چھوٹا محض شیر خوار تھا اتفاق
 سے کوئی انھیں واپس خانہ سے چرا لے گیا۔ اور سیمیلائن تپانہ لگا سکا کہ اپنی گدڑی
 اور انھیں کون اٹھا لیک گیا۔

سیمیلائن دوبارہ بیاہ گیا۔ اور یہ دوسری بی بی بڑی بد ذات و منفی نکلی۔
 اسی موقع میں کہ سیمیلائن کی پہلی بی بی سے تھی اس سویتلی ان کی جرحی سے بڑی تکلیف
 اٹھائی۔

سیمیلائن کی پہلی بی بی کی تصویر
 سیمیلائن کی پہلی بی بی کی تصویر
 سیمیلائن کی پہلی بی بی کی تصویر

مصلحت

ملکہ گواہے موجین سے دلمین کیلہ رکھتی تھی مگر ضرور یہ چاہتی تھی کہ میرے بیٹے سے جو پہلے شوہر سے پیدا ہوا تھا کیونکہ اسکی بی بیہ دوسری شادی تھی :-
 بیایا جائے کیونکہ اس ذریعہ سے وہ سمجھتی تھی کہ سیمیلان کے مرنے پر تاج برٹین میرے لڑکے کلون کے سر پر رکھا جائیگا اسلئے کہ اگر بادشاہ کے لڑکے دستیاب نہوئے تو سوائے اسی موجین کے وارث ملک اور کون ہو سکتا ہے ۔ گراہی موجین نے اسکی تنہا پوری نہونے دی اور اپنے باپ کے بلا علم و مرضی دوسرے شخص سے اپنا بیاہ کر لیا ۔

پلوٹس تھمس (جسکے ساتھ اسی موجین نے اپنا عقد کیا تھا) اپنے وقت کا فاضل اور بڑا ہی مغز آدمی تھا ۔ سیمیلان کی طرف سے لڑتا ہوا اسکا باپ ایک لڑائی میں مارا گیا تھا جسکے رنج و الم سے اسکے پیدا ہونے کے تھورے ہی دن پیچھے اسکی ماں بھی مر گئی تھی ۔

پلوٹس تھمس (چونکہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد یہ پیدا ہوا اسلئے بادشاہ نے اسکا یہی نام رکھ دیا) کی بکلیی وقیمی پر بادشاہ کو رحم آیا اور اسے لا کر اپنے محل میں پرورش کیا ۔

اسے موجین اور پلوٹس تھمس نے ایک ہی استاد سے تعلیم پائی تھی ۔ اور بچپن سے دونوں ساتھ ہی رہ آئے تھے ۔ ایام طفلی میں ان دونوں میں بڑی ہی محبت تھی اور جتنا ہی وہ ہوش بندھاتے گئے انکے عشق و محبت میں ترقی ہوتی گئی حتیٰ کہ جوان ہوئے پر انھوں نے خفیہ طور پر آپس میں بیاہ کر لیا ۔

چونکہ اسے موجین کے حالات دیکھنے کے لیے ملکہ کی طرف سے ہمیشہ مخبر لگے رہتے تھے اسلئے مخبروں نے اس نکاح کی خبر فوراً اس نا امید ملکہ تک پہنچائی

نہ پلوٹس تھمس Skothumous کے فوری ہی باپ کی موت کے بعد یہ اپنا ۱۲ من مترجم

اور اس شخص کے ساتھ ہی پادشاہ ملک پہونچا دیا کہ اسی موجدین پوس تھمس کو ساتھ اپنا بیاہ کر لیا۔
پادشاہ یہ سنکر کہ اسکی لڑکی نے اپنی غرت و آبرو کا بالکل پاس نہ کیا اور ایک
اونی سے اپنا عقد کر لیا بہت ہی غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ پوس تھمس برٹین میں
رہنے نہ پائے اور ہمیشہ کے لیے جلا وطن کر دیا جائے۔

شورہ کی مفارقت کے رنج و غم میں اسے موجدین کو مبتلا پا کر ملک نے بہت کچھ
اپنی ہمدردی ظاہر کی اور کہا قبل اسکے کہ پوس تھمس ملک روم کی طرف جہان
وہ اب مستقل سکونت اختیار کرنا چاہتا ہے روانہ ہوا اسے موجدین کو چاہیے
کہ مخفی طور پر جا کر ایک بار اس سے مل آئے۔ یہ ظاہر داری کا تیاک محض اسوجہ سے
تھا تا کہ جن کی جھلائی کے لیے تدابیر آئندہ میں وہ کامیاب ہو سکے۔ کیونکہ اسکے
دل میں تھا کہ پوس تھمس کے جانے کے بعد یہ حجت پیش کرے کہ اسی موجدین کا علاج
درحالیہ پادشاہ راضی نہ تھا کیونکہ جائز خیال کیا جاسکتا ہے۔

بڑی سی دسوزی کے ساتھ پوس تھمس نصرت ہوا اور چلتے وقت اسے موجدین
ایک سرے کی انگوٹھی جو اسکی ماں کی تھی اسے دی اور پوس تھمس سے وعدہ کر لیا
کہ اسکو کبھی علیحدہ نہ کریگا۔ اسکے عوض میں پوس تھمس نے ایک لنگن اسے موجدین
کے ہاتھ میں پہنا دیا اور تاکید کر دی کہ اس نشان محبت کو ہرگز اپنے ہاتھ سے
جدانکرنا۔ یہ کہہ سنکر وہ دونوں جدا ہوئے اور حکم عہد و پیمان آمین ہوا کہ اس
محبت و الفت پر نہایت دیانت داری سے ثابت قدم رہیں گے۔

غرض کہ اس مصیبت زدہ اسے موجدین نے تو یہاں شاہی محل میں گوشہ نشینی اختیار
کی اور وہاں پوس تھمس ملک روم میں جسے اپنے رہنے کے لیے اسنے پسند کیا تھا
داخل ہوا۔

پوس تھمس کو ملک روم میں پہونچکر مختلف فرقوں کے چند ایسے زندہ دل نوجوان

پیش آئی مگر جب اس نے اپنے عشق و محبت کا اظہار کرنا شروع کیا تو ذلت و خواری کے ساتھ اس نے اسے نکلوا دیا اور یہ نا اُمید ہوا کہ اب کسی طرح میں اس نامشروع قصہ پر کامیاب نہیں ہو سکتا۔

غرض کہ جب آئی امی کی مونس دیکھا کہ اس طرح بات بنتے نظر نہیں آتی تو فطرت کی طرف اس کی خواہش نے میلان کیا اور جا کر امی موصین کے خدمتگاروں کو گاہگاہ میں جھون نے ایک بڑے سے صندوق میں بند کر کے امی موصین کی خواہگاہ میں اسے چپکے سے پہنچا دیا۔ جب امی موصین اپنی آرام گاہ میں آئی اور بالکل خیر ہو گئی تو یہ صندوق سے نکلا اور اس مکان کو اچھی طرح سے دیکھ کر وہاں کے سب علامات و نشانات لکھ لیے حتیٰ کہ امی موصین کی گردن پر ایک خال تھا اسے بھی لکھ لیا اور پھر وہ کنگن جو پوس تمس سے اسے ملتا تھا آہستہ سے اس کے ہاتھ و پاؤں پر رکھ دیا۔ اور دوسرے دن بعلبت تمام روم کی طرف روانہ ہوا۔ اور پوس تمس سے اگر فخر یہ بیان کرنے لگا کہ امی موصین نے یہ کنگن مجھے دیا۔ اور ایک روز اپنی آرام گاہ میں مجھے بلایا۔ اور پھر وہاں کے علامات و نشانات بیان کیے اور کہا کہ اس کے مکان میں ریشمین زردوزی کے پردے پڑے ہوئے تھے اور اس پر کلی لٹیر کی کہانی کا وہ بیان جہاں وہ مغرور عورت اپنے اپنے گھنٹی سے ملی ہے اور جس سے اس عورت کی بہادری ظاہر ہوتی ہے۔ لکھا ہوا تھا۔

پوس تمس نے کہا یہ تو صحیح ہے۔ مگر تھے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا کسی سے سن لیا ہو گا۔

پھر آئی امی کی مونس نے کہا۔ کہ اس کے مکان کے جنوبی سمت میں ایک آتش دان ہے جس کے اوپر ڈالی تباہی و ناگ کی مورت اس صفائی سے بنی ہے کہ جس کے

Handwritten text in Urdu script, likely a marginal note or signature.

دیکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی زندہ انسان کو وہاں بٹھلادیا ہے۔
پوس تھمس نے کہا اسے بھی کسی سے سن لیا ہوگا کیونکہ برٹین کے ہر خاص و عام
اسے جانتے ہیں۔

آئی آئی کی مونس ٹیک ٹیک اس کرے کی صحبت کا بیان کیا۔ اور انہر
مین کہا تو یہ تو بھول ہی گیا وہاں چاندی کی دو مورتیں بھی ایک سیر سے کھڑی ہیں
دیکھیں۔ اور پھر گلنگن نکال کر کہا۔ کیا اسے آپ پہچانتے ہیں۔ یہ اس نے اپنے
بازو سے کھول کر دیا تھا۔ میرے نزدیک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ یہاں
موجود ہے۔ اس کے اخلاق اس گلنگن دینے سے کہیں زیادہ بھلے معلوم ہوئے
مگر پھر بھی اسکا دینا وہ اپنے پندار میں زیادہ مناسب سمجھی۔ اور دیتے وقت
یہ بھی کہنے لگی کہ کسی زمانہ میں میری نظروں میں اسکی بڑی قدر تھی۔ اور سب کے
بعد اس خال کا ذکر کیا جو اسکی گردن میں دیکھا تھا۔

پوس تھمس اب تک تو آئی آئی کی موکی باتوں کو چالاک پرمجھول کرتا تھا اور
اسکا ذہن قبول نہیں کرتا تھا کہ امی موجین اس سے ملی ہوگی۔ مگر گلنگن دیکھی
تو اس کے بدن میں آگ لگ گئی اور اپنی سیرے کی انگوٹھی اتار کر (جیسا کہ
معادہ ہوا تھا کہ اگر امی موجین اپنا گلنگن دیدیگی تو میں بے تکلف اپنی انگوٹھی
اتار دوں گا) آئی آئی کی مویہ کے حواسے کی۔

اور اسی حالت شرم و غضب میں برٹین کے ایک مرد شریف بی سے نیا
نامے کو جو امی موجین کے خدشہ گارون میں تھا اور ایک مدت تک پوس تھمس
کا وفادار دوست رہ چکا تھا ایک خط لکھا اور اسمین اپنی بی بی کی بیوفائی کی
ساری کیفیت تحریر کر دی اور لکھا کہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ ویلس کی بند
بلڈ فامو ہیون پر لچا کر تم اسے قتل کر ڈالو۔ اور چالاک تو یہ کہ اسی وقت

نقص و عیوب

میں

اسی موقعین کے نام بھی ایک خط لکھا اور اسمین تحریر کیا کہ میں دیکھتا ہوں تو تمہاری
معارفت میں یہاں میری جان جایا جاتی ہے۔ گو برتین میں آنا میرے لیے
جان پر کھیلنا ہے مگر کیا کیا جائے۔ جی چاہتا ہے کہ ملٹن فاروٹھوین پر سے ملون
بہتر ہوتا کہ پی سے نیا کو لیکر تم وہاں پہنچی رہو۔ یہ نیک و سادہ دل عورت
کہ اپنے شوہر کو تمام دنیا کی چیزوں سے زیادہ پیار جانتی تھی اور اسکے دیکھنے کو
اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتی تھی۔ خط پاتے ہی پی سے نیا سے ملی۔ اور
اُسے ساتھ لیکر رات و رات وہاں سے روانہ ہوئی۔

اسمین شک نہیں کہ پی سے نیا پوسٹس ٹمس کا ایک وفادار دوست تھا مگر قتل
ناحق کے لیے وفادار دوست نہ تھا اور جب آئے دیکھا کہ ملٹن فاروٹھوین عورتی
دور رہ گیا تو اسنے اسی موقعین کو آگاہ کر دیا کہ اُسکے شوہر نے اُسکے لیے کیا حکم
دیا ہے۔

Handwritten note in Urdu script, likely a marginalia or correction.

اسی موقعین کو اس سنے سے کہ جس پیارے و نیز جان نثار شوہر کے ذوق
طلاقات میں میں اس طرح گرفتار ہوں اسنے یون میں میرے قتل کا سامان درست
کر رکھا ہے جس سے زیادہ رنج ہوا۔

پتی سے نیا نے سمجھا بھگا کر اسے تسلی دی اور کہا اسنے صبر و استقامت کا
کام لایا جب کبھی اس سے طلاقات ہوگی تو دیکھنا کہ اپنی برحی پر وہ کیسا پیشان
ہوتا ہے۔ اسی حالت یاس میں کہ وہ اپنے مکان پر لوٹ جانے سے انکار کر رہی
تھی پی سے نیا نے اُسے لباس بدل کر مرد کے بھیجیں میں سفر کرنے کی ہدایت کی
اور کہا کہ تمہارے لیے بامن و امان سفر کرنے کو تغیر لباس ضروریات سے ہے
اسی موقعین نے اس ارلے سے اپنا اتفاق ظاہر کیا اور دلیں خیال کیا کہ یہ تو
خوب اچھی ترکیب ہاتھ آئی۔ اب اسی طرف سے بالا بالا ملک روم کی طرف

پہل دنیا چاہیے۔ گوپوس قہس نے میرے ساتھ بڑا ہی دشیا نہ بناؤ کیا اگر عشق و
محبت کا پاس نہ کرنا مجھے کب ممکن ہے۔

ای مومین نے پی سے نیا کو لوٹ جانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ اسی مومین کو ارد
کی صورت بنا کر اسے گھر کا راستہ دیا اور چلتے وقت دو ارمقوی کی ایک شیشی
اسے دی اور کہا یہ دو ارمقے مکہ نے دی تھی جسکا اثر یہ ہے کہ طبیعت کیسی ہی
بے نفع کیون ہو کر ذرا سا کھایے گی تو بہت کچھ اصلاح ہو جاتی ہے۔

پی سے نیا چونکہ اسی مومین اور پوس قہس کا دوست تھا اس لیے مکہ اس سے
عداوت رکھتی تھی اور اپنی دانست میں سم قاتل سے بھری ہوئی سمجھ کر شیشی اسے
خطا کی تھی۔ کیونکہ مکہ نے اپنے طبیب سے ایک دن زہر کی ایک شیشی مانگی کہ
مجھے جانوروں پر اسکا اثر دیکھنا ہے چوںکہ طبیب اسکی بد طبیعتی سے واقف تھا
اس لیے اسے اصلی زہر نہ دیا بلکہ ایک ایسی دارودی جسکے کھانے سے ذی بوح
پر غمخیزی دیر کے لیے ایسی غفلت کی نیند طاری ہو جائے جس سے دیکھنے والوں
کے نزدیک یہی معلوم ہو کہ رگیا۔ اسوقت کہ پی سے نیا کے پاس وہ دو ارمقہ
تھی اس لیے حسب بیان مکہ اسے ایک میندر سے سمجھ کر اسی مومین کو دی اور کہا
راستہ میں اگر طبیعت نا درست ہو جائے تو اسکا استعمال کرنا۔ اور پھر بہت کچھ
دیکھائیں دیکھائیں کی خطا ط میں سونپا اور کہا خدا تمہیں اس نافع کی تکلیف سے
جلد نجات بخشے غرض کہ یہ سب کچھ سنا کر اس سے نصیحت ہوا۔

قدرت خدا دیکھیے کہ اتنی مومین راستہ بھول کر اپنے اُن دو بھائیوں کے
مکان پر پہنچی جو ایام نقلی میں گم ہو گئے تھے بی سے ری ان جو اُنھیں حرا لایا تھا
سیبیلان کی کچھ می کے امیرون میں تھا ایک روز پادشا دے کسی الزام خیانت
میں آئے مہم کر کے دربار سے نکلوا دیا تھا جسکے بدامین پادشاہ کے اُن

دونوں لڑکوں کو وہ پیرا کر ایک جگہ میں اٹھالایا اور جیسے وہیں کسی غار میں مخفی طور پر رہنے لگا۔ گویا دشاہ کی تکلیف دینے کو وہ انھیں پیرالایا تھا مگر ایسی شفقت و محبت کی انکی پرورش کی جیسا کوئی اپنے لڑکوں کی پرورش کرنا ہے اور ایسی اچھی طرح مگر انکی تربیت کی کہ تھوڑے دنوں میں وہ دونوں بڑھکر اچھے خاصے جوان ہوئے اور بہادری و شجاعت جیسی شاہزادوں کو چاہیے انھیں موجود تھی اور چونکہ انکا مدار زرق شکار ہی کھیلنے پر تھا۔ اسلئے وہ بڑے ہی پالاک و مضبوط ہو گئے تھے۔ اور ہمیشہ اپنے مصنوعی باپ سے بھدہوتے اور کہتے کہ ہمارا میٹا ہے کہ لڑائیوں میں جا کر ہم اپنی قسمت آزمائی کریں۔

اسی سوچیں کی خوش قسمتی دیکھیے کہ جہاں اسکے بھائی رہتے تھے وہیں پہنچی کیونکہ ایک بڑے بھاری جنگل میں جہیں سے ہرگز ملڈ فارڈ ہیون کو ڈھرہ جاتا تھا کیونکہ اسکا قصد تھا کہ ملڈ فارڈ ہیون میں جا کر روم کے جہاز پر سوار ہو جائے (وہ اپنا راستہ بھول گئی۔ جنگل میں کیا چیز بیتی تھی کہ وہ خرید سکتی۔ اسے بھوک و انجمالی کے قریب تھا کہ اسکی جان نکل جائے کیونکہ محض مردانہ لباس پہن لینا کسی عورت کو ہرگز اس قابل نہیں بنا سکتا کہ مردوں کی طرح تکلیف صحرانوردی برداشت کر سکے۔ یہ غار دیکھ کر اُسے سوچا کہ کیا عجب یہاں کوئی ایسا سوچ سے کوئی چیز کھانے کی مل سکے اور بے تکلف اندر چلی گئی۔ مکان تو خالی تھا مگر ڈھونڈنے سے کھوجنے سے عورتا سا کھانا دیر کا پکا ہوا ہاتھ لگا۔ بھوک نے اسوا ایسا بتیاب کر رکھا تھا کہ بے تامل بھیڑ کھانے لگی۔ اور اپنے آپ باتیں کرنے لگی۔ کہ آدمی کی زندگی بھی کیا وبال جان ہے۔ دیکھو میں کیا تھک گئی ہوں۔ دورات بہم زمین پر سونے اتفاق ہوا۔ میری ہی ایسی محنت تھی۔ ورنہ بیمار پڑنے میں کیا رہ گیا تھا۔ بنیے نے پہاڑ پر سے دکھلایا تھا تو ملڈ فارڈ ہیون کی سازدیکہ۔ سلم ہوا تھا۔ اور پھر

اپنے شوہر اور اس کے برہم حکم کو جو اسی موصیٰ کی شان میں آنے لگے بھجوا تھا۔ یاد کرو بحسرت بول اٹھی اُو میرے پیارے پوتے میں اس میں شک نہیں کہ تم ایک دغا باز شخص ہو۔

اسی موصیٰ کے دونوں بھائی اپنے فرضی باپ بی لے رسی اس کے ساتھ شکار کھیلنے گئے تھے اُسی وقت وہ بھی واپس آئے۔ بی لے رسی اس نے اُنکا نام یوٹی ڈر اور کا ڈوول رکھا تھا حالانکہ اُن شانہزادوں کا اصلی نام گھوڑی اور اور از رومی ہے جس تھا۔ اُنھیں یہ سب کیا معلوم وہ سمجھتے تھے کہ بی لے رسی ہمارا باپ ہے۔

پہلے بی لے رسی مکان میں داخل ہوا اور اسی موصیٰ کو وہاں دیکھ کر اُن کو سے کہا کہ تلوگ ابھی مت آؤ نہیں معلوم یہ کیا ہے کہ بیٹھا ہوا ہمارا کھانا کھا رہا ہے اگر کھانا نہ آتا تو خبر یون ہی سمجھ لیتے کہ کوئی از قسم جن و پرسی ہے۔

تلوگ نے پوچھا کیا ہے۔ اُس کے جواب میں بی لے رسی اس نے کہا والدہ نہیں معلوم یہ کوئی فرشتہ ہے یا کوئی صورت خاکی ہے کہ میرے مکان میں بیٹھا ہو۔ غرض اسی موصیٰ کی زانی صورت جو امر دے لباس میں دکھائی دی تو بی لے رسی اس کو اُس کے حسن و جمال نے کمال متحیر کیا۔

اُنکا شوہر سکر وہ باہر نکل آئی اور اس طرح مخاطب ہوئی کہ اُو مالکان نیک کردار میری اذیت کا قصد نہ کرنا۔ میں نے جو کچھ کھایا ہے اُسی کے مانگنے یا خریدنے کے ارادے سے میں اس مکان میں داخل ہوا تھا۔ میں نے تمھاری کوئی چیز نہیں چھائی اور نہ میرا قصد چوری کا تھا۔ گوزمین پر میں نے پڑھی ہوئی اشرفی بھی دیکھی تھی۔ میں نے جو کچھ کھایا ہے اُس کے عوض میں یہ روپیہ تیار ہے۔ تم نہ بھی آتے تو جب میں کھا کر بنایت اُٹھی یہاں سے چلتا تو اسے میرے رکھتا جاتا۔ اُنھوں نے

Qinidore
laadical
quidetur

Arvind

بڑی سنجیدگی سے اس روپیہ کے لینے سے انکار کیا۔ خوف زدہ ہو کر اسی موقع پر نے کہا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھ سے کچھ غلطو۔ لیکن آپ لوگ یاد رکھیے کہ اس خطا پر اگر آپ مجھے اربعی ڈالینگے تو کیا۔ میں ایسا کرنا تو یوں بھی فرما ہی تھا۔

بی کے رسی اس نے پوچھا کس طرف جانے کا تمہارا ارادہ ہے اور کیا نام ہے۔

ای موقع پر نے اپنا نام فائی ڈل بتایا اور کہا کہ میرا ایک رشتہ مندر لٹاٹا رہیوں کی طرف گیا ہے کہ وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر اٹلی کو روانہ ہو۔

میں وہیں جاتا تھا کہ راستہ میں غلبہ گرنگی سے بتیاب ہو کر مرکب ایسے جرم کا ہوا۔

Fidelity
Held

بی کے رسی اس یہ سنکر بہ جا بخت بولا کہ ادبوان خوش رو بہن دہقانی نہ مجھ اور نہ اس مقام کی سخت آب و ہوا پر جہان ہم رہتے ہیں ہماری اچھی طبیعتوں کو تپاس کرو۔ اچھا ہوا کہ تم بیان ہو بیچ گئے رات بھی قریب ہے تمہارے لیے اس وقت کوئی اچھی چیز کو اپنی جائیگی اگر تم منظور کر لو گے تو ہم بڑے شکر گزار ہوں گے اور اس وقت لڑکوں نے بھی مر جا۔

اسکے شریف بھائیوں نے مکان میں جا کر اسکے آنے سے اپنی کمال مستطاہر کی اور بڑے تپاک سے ملے اور کہا کہ تم خاطر جمع رکھو ہلوگ بھائیوں کی طرح آفس و محبت سے تمہارے ساتھ پیش آئینگے۔ اور ہرین کا دوست خوشکار کر لانا۔

وہاں رکھ دیا۔ اسی موقع پر نے اسکے پکانے میں انکا ساتھ دیا۔ اور اپنے انتظام خانہ داری سے آغوش بہت کچھ مسرور کیا۔ گو آج کل عالی خاندان ہندوستان میں کھانا پکانے کا دستور نہیں ہے۔ مگر اس زمانے میں یہ بڑا ہی مفید نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور امیروں کے گھروں کی عورتیں اس میں بڑی مہارت رکھتی تھیں۔

اور خا صکر اسی موقع پر تو بڑی ہی اسناد تھی موافق حکم اپنے بھائیوں کے اسنے

اُس شکار کو بنا کر خوب چکا لاشور بانگایا۔ اور اس خمرے سے کھانا تیار ہوا گویا جو تو پیار ہے اور امی موصین اُسکی بہار واری کو آئی ہے۔ کھانا پاک لیا تو پوتی رٹنے اپنے بھائی سے کہا۔ دیکھو یہ کیا اچھا گانا ہے۔

اُن دونوں میں چنگین ہوئیں کہ گونا مٹی ڈل اس طرح ہلکے گون کے ساتھ ہنستا ہوتا کہ گمراہ کے چہرے پر کچھ ایسی آداسی و افسردگی رہتی ہے گویا اُسکے دل پر کوئی بڑا صدمہ ہے مگر صبر و شکیب کو ہاتھ سے دیکر کسی سے کہہ نہیں سکتا۔

سبب اپنی نیک خصلتوں کے (یا سبب اتما و خن کے گو وہ جانتے نہ تھے)۔ امی موصین نے اُنکے دلوں میں بہت جلد جگہ پیدا کر لی۔ اور کسی قدر خود بھی اُسے مامونس ہوئی۔ اور سمجھی کہ جب پیارے پوس خمس ہی کی یاد میں جان دینی ٹھہری تو یہ بات اس غار میں ان وحشیوں کی صحبت میں بھی رہ کر ممکن ہے۔ اور جو خوشی وہاں کا رہنا منظور کیا۔ اور کہا اچھا چند سے یہاں رہ کر آرام کر دنگا اور جب مامنگی سفر دور ہو جائیگی تو ملہڑزار و عیون کو جاؤنگا۔

جب وہ گوشت جو وہ شکار کر لائے تھے صرف ہو گیا تو بفکر میدانگنی پھر گھر سے نکلے۔ مگر امی موصین سبب ناسازی طبع اُنکے ساتھ نہ جاسکی۔ شومر کے وحشیانہ برتاؤ کا غم تو تھا ہی اس پر سے دشت نوردی کی یہ نئی مصیبت ایسی ہیبت انگیزی کہ ایسی حالت میں بیار نہ پڑنا ہی عجیب تھا۔

غرض کہ جب وہ رخصت ہو کر شکار کھیلنے گئے تو راستہ بھرای موصین ہی کی باسلیقہ خدمتگزاری کی تعریف اور اُسکی خوش و ضعی کا چرچا کرتے رہے۔

اُنکا جانا تھا کہ امی موصین کو پتی سے نیا کی وارد کا خیال آیا اور اُنکا کہ تمہیں سے تھوڑا سا پی لگی جسکے پیتے ہی اُسے غفلت کی نیند آگئی اور تمام چہرے پر مژدنی سی چھا گئی۔

جب بی بی کے رسی اس اور اس کے بھائی شکار گاہ سے واپس آئے۔ تو پہلے پولی ڈر مکان میں داخل ہوا۔ اور اسے سوتا دیکھ کر اپنے بھاری جوتوں کو پر سے نکال ڈالا۔ اس کی رفتار سے فامی ڈرل کی نیند میں خلل نہ واقع ہو۔ مقام غور ہے کہ اسی موقع کے ساتھ یہ جنگلی شانہ اوسے کیسا جلد مانوس ہو گئے اور کیسی تہذیب و امتیاز کے ساتھ اس سے برتاؤ کرنے لگے۔ مگر قوتوری ہی دیک کے بد اسے معلوم ہو گیا کہ کیسا ہی شور کیوں نہ ہو مگر یہ جگ نہیں ملتا اور ایسی نیند آ رہی ہے کہ جسکے سونے والے کو بچھو کر جاگنا نصیب نہیں ہوتا۔ اور بحسرت وہ اس طرح گریہ و زاری شروع کی گویا فامی ڈل اس کا کوئی پیارا دوست یا حقیقی بھائی تھا اور بچپن سے اس کے ساتھ رہ آیا تھا۔

بی بی کے رسی اس نے تجویز کیا کہ اس غار سے نکال کر اس کے جنازے کو جنگل میں لے چلنا چاہیے اور اسی راگ و دیگر مذہبی رسوم کے ساتھ جیسا کہ وہاں کا دستور تھا۔ تجہیز و تکفین کرنی چاہیے۔

چنانچہ اسی موقع کے دونوں بھائی اس کے جنازے کو باہر لگئے اور آہستہ سے ایک سایہ دار جھاڑی کے نیچے گھاس پر رکھ کر اس کی روح پر واز کردہ کے لیے دعا خیر کی۔ اور پتوں اور پھولوں سے اسے چھپا کر پوتی ڈرنے کا فامی ڈل انہماک کر مانتک بشرط قیام یوں ہی ہر روز آن کر تیری سن سان قبر پر پھول چڑھا جایا کر دنگا زرد گلاب کے پھول جو تیرے چہرے سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ بی بی کو بل جو تیری صاف رگون کی طرح دکھلائی دیتی ہیں ایگلمٹائن کے پتے جو تیری جان عزیز سے زیادہ پیارے نہیں ہیں۔ گرمیوں میں چڑھانے کے لیے تو یہ سب موجود ہی ہیں۔ ہاں جاڑوں میں کہ پھول میسر نہیں آتے تہ بہ تہ جمی ہوئی کافی لالہ چھایا کر دنگا۔ جب اس کی تجہیز و تکفین کے سب مدارج پوری طرح سے طے پائے

Salang

تب آنھوں نے بحالتِ پاس اپنے گھر کا راستہ لیا۔

کچھ زیادہ عرصہ تک اسی موضع میں پر وہ حالت طاری نہ رہی۔ بلکہ اُسکے چلے جانے کے تھوڑے ہی دیر بعد اُس داروے خواب آور کے اثر زائل ہونے پر وہ بیدار ہوئی۔ اور پتھن اور پھولون کو جو اُسکے اوپر پڑے تھے آہستہ سے مائل کر اٹھ بیٹھی۔ اور واقعاتِ گذشتہ کو خواب و خیال سمجھ کر دلیں کسے لگی کہ میں تو اُن پاکبازوں کے مکان کی محافظ اور اُسکے ملیج کی مستمعتی یہاں پھولون میں ملے کون لا کر دبا گیا۔ اور پھر جب نہ اُس غار کے راستہ کا کچھ تہہ ملا اور نہ اُن سے ساتھیوں کا کچھ نشان۔ تو اُسے یقین کامل ہو گیا کہ بیشک میں خواب ہی دیکھ رہی تھی اور پھر ایک بار اسی حالتِ زار میں کمرِ جست باندھی اور سوچی کہ کتنی بڑی تپیل کی طرح ملٹ فار ڈھون تک تو پہنچ ہی جاؤنگی۔ اور پھر وہاں سے اُٹنی جانا کیا بڑی بات ہی بہتر ہے جہاں مل جائیگے۔ غرض کہ اُسکا دلی مشاہدہ تھا کہ جب پوس تھس کے پیچھے اپنا جھیس تاک بدل ڈالا تو اب کچھ ہی ہو کر اُس سے ملے بغیر نہیں رہنا چاہیے۔ لیکن اسی زمانے میں وہاں ایک بڑا واقعہ ہو گیا تھا جس سے اسی موضع میں بالکل ہی خیر تھی۔ وہ یہ کہ شہنشاہِ روم اکٹس قیصر اور سیمیلان شاہِ برٹین میں ذمہ ایک لڑائی ٹھن گئی تھی اور رومی فوج برٹین پر حملہ کرنے کے لیے سمندر اُتر کر اُسی جگہ میں سے گذر رہی تھی جہاں سے ہو کر اسی موضع میں ملٹ فار ڈھون کی طرف جاتی تھی۔ اور پوس تھس بھی اُس فوج کے ساتھ آیا تھا۔

گو پوس تھس رومی فوج کے ساتھ برٹین پر چڑھائی کر کے آتا تھا۔ مگر یہ نیت نہ تھی کہ رومیوں کی طرف سے ہو کر اپنے ہموطنوں سے جنگ کرے بلکہ اُسکا یہ ارادہ تھا کہ بوقتِ کارزار فوجِ برٹین میں ملکر اپنے ملکی بادشاہ کی جانب سے جسے اسے نکلوا دیا تھا مخالفوں کا مقابلہ کرے۔

ای موچین کی بیونا ہونے کا خیال گوا اسکے ذہن سے ابھی تک اُترا نہ تھا تاہم ایسی پیاری مشرق کے مارے جانے سے اور وہ بھی اسکے حکم سے دیکھ کر تپتا ہوا نئے کھدو یا تھا کہ تعمیل اسکے حکم کے ای موچین قتل کر دیں گے پوس ٹکس کے قلب پر سخت صدمہ پہونچا اور اپنی زلیست سے آرزو ہو کر وہ برٹین میں واپس آیا کہ پہلے تو لڑائی ہی میں مارا جاؤنگا اور اگر وہاں سے بچ گیا تو سیمیلان کے حضور اس جرم میں کہ جلا وطن کیے جانے کے بعد اپنے وطن میں کیوں آیا ضرور ہی گردن ماری جائیگی۔ قبل اسکے کہ ملد نارڈ ہون تک ای موچین پہونچے راستہ میں رومیوں کے ہاتھ پڑی اور سبب اسکی خوش وضعی و نیک رویہ کے لسی لیس سپہ سالار نے اسے اپنے خدمتگاروں میں رکھ لیا۔

اب سیمیلان کی فوج بھی دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ اور جب اس جنگل میں پہونچی تو پوتی ڈر اور کا ڈول بھی اسکے ساتھ ہو لیے۔ اٹھین کچھ یہ علم نہ تھا کہ ہم اپنے عالی منزلت باپ کی طرف سے ہو کر لڑائی پر جاتے ہیں۔ مگر چونکہ بادری کے کاموں میں شریف ہونے کے وہ از حد مشتاق تھے۔ اس لیے بے پوچھے گنجھے اسکے ساتھ ہو لیے۔ بی تے ری اس بھی ان فوجوانوں کے ساتھ میدان کارزار کی طرف متوجہ ہوا۔ سیمیلان کے لڑکوں کے اٹھالانے کے بعد وہ بہت نادام ہوا تھا۔ اور چونکہ اپنی جوانی میں وہ بڑی بڑی لڑائیوں میں شریک ہو چکا تھا اس لیے اب اسے مکانات ماسبق کے لیے بادشاہ کی طرف سے جسکے مقابلے میں وہ ایسی بڑی خطا کا مرتکب ہو چکا تھا میدان کارزار میں جاؤکا بہت اچھا موقع ہاتھ آیا۔

دونوں فوجوں کے ملنے پر اب ایک بہت بڑی لڑائی شروع ہوئی جس میں قریب تھا کہ برٹین والے پس پا ہوں اور انکا بادشاہ مارا جاوے۔ کہ دفعتاً

پوس تھس بی کے رسی اس اور سیمیلان کے دونوں لوگوں کی کمک نے بادشاہ کی جان بچائی اور صورت کارزار بالکل ہی لپٹ دی۔ اور انجام کار فوج برٹن غالب رہی۔

پوس تھس نے جب دیکھا کہ جنگ ختم ہو گئی مگر موت جسکی تلاش میں رہا تک آپا نصیب نہ ہوئی۔ تو کسی عمدہ دارشاہی کے پاس اپنے کو حاضر کیا کہ باشتیا موت جیسا کہ بر تقدیر واپسی میرے لیے تجویز ہوئی تھی میں حاضر آیا ہوں۔ امی موحین مع اپنے نئے آقا کے گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس حاضر ہو گئی اور امی موحین کا دشمن قدیم آئی امی کی مو بھی کہ رومی فوج کا ایک انفر تھا اسی طرح گرفتار ہو کر بادشاہ کے پاس حاضر لایا گیا۔ یہ سب قیدی تھے ہی کہ پوس تھس تجویز قتل سنانے کے لیے بادشاہ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اور اسی حالت میں بی کے رسی اس پولی ڈر۔ اور کا ڈول اس خدمت کے انعام پانے کے لیے جو انہوں نے بادشاہ کے ساتھ جنگ میں انجام دی تھی طلب کیے گئے۔ اور پرتویا بھی کہ بادشاہ کے مقربوں میں تھا اس وقت وہاں موجود تھا۔

غرض کہ اس وقت بادشاہ کے دربار میں سب کے سب موجود تھے مگر مختلف رجا و بیج کے ساتھ پوس تھس اور امی موحین مع اپنے نئے آقا سپہ سالار روم کے وہاں موجود تھے۔ وفادار نوکر پی سے نیا اور بیوہ نادوست آئی امی کی مو بھی وہاں حاضر تھے سیمیلان کے دونوں پسران گمشتہ بھی مع بی کے رسی اس کے جو اٹھن اٹھا لگیا تھا ایک طرف کھڑے تھے۔

گو اٹھن ایک سے ایک بڑھ کر بولنے والے تھے مگر اس وقت سب کے سب خاموش رہے اور صرف رومی سپہ سالار ایک ایسا تھا جس نے سب کے پہلے بادشاہ سے خطاب کیا۔

اسی موقعین نے پوس تھس کو دیکھا۔ ہر چند کہ وہ دیہاتوں کی سی صورت بنا رہا تھا مگر پہچان لیا۔ لیکن وہ اسے روانہ نہیں مین نہ پہچان سکا۔ ائی اسی کو مو کو بھی دیکھ کر اسی موقعین نے پہچانا اور اسکی انگلی مین وہ انگوٹھی دیکھ کر فوراً ٹاٹ لیا کہ یہ میری ہی انگوٹھی ہے۔ لیکن ایشک یہ سمجھی تھی کہ ان تمام میری مصیبتوں کا بانی ہی شخص ہے۔ غرض کہ مثل ایک قیدی جنگ کے اپنے خاص باپ کے سامنے چپ چاپ کھڑی ہوئی۔ دل مین یہ سب سوچ رہی تھی۔

پنی سے نیانے اسی موقعین کو دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ اسی نے اسے ارد کا لباس پہنایا تھا۔ اور خیال کیا کہ ایشک تو میری خاتون صحیح و سلامت رہی۔ مگر دیکھے آگے کیا ہوتا ہے۔ بی تے ری اس نے بھی اسے پہچانا اور چپکے سے کا ڈول سے کہا کہ یہ وہی لڑکا معلوم ہوتا ہے جسے ہم سب نے مردہ سمجھ کر جھاڑی کے نیچے چھپا دیا تھا۔ کا ڈول نے کہا ایشک ایش لڑکی کی صورت اور فانی ڈول مردہ کی صورت مین ہر دو فرق نہیں۔ ریگ بیا بانی کے ذرے بھی کیا ایسے باہم مشابہ ہو گئے۔ پولی ڈر نے کہا فانی ڈول جی اٹھا ہو گا بی تے ری اس نے کہا چپ چاپ رہو اگر وہی ہے تو ہم سے خواہ مخواہ بولیگا۔ پولی ڈر نے پھر کان مین کہا۔ مگر سلوگ تو اسے مردہ چھوڑ آئے تھے۔ بی تے ری اس نے جواب دیا کہ اچھا خاموش بھی رہو۔

پوس تھس اپنے قتل کی تجویز سننے کا منظر ٹیپ چاپ پادشاہ کے آگے کھڑا تھا اور اس امر کا اظہار مد نظر نہ تھا کہ مین نے لڑائی مین پادشاہ کی جان بچائی ہے کہ مبادا اس کمنے سے سمیٹ لائن کی رائے بدل جائے اور میرے خون سے درگزرے۔

مسی تیس پہ سالار رومی جسے اسی موقعین کو نپاہ دیکر اپنے پاس انجام خدمت گزار کر کے لیے رکھ لیا تھا پہلا شخص تھا (جس کا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے)۔ جسے پادشاہ سے

گنگو کی۔ یہ سپہ سالار بڑا ہی اہل ہمت و ذی عزت آدمی تھا۔ اور پادشاہ سے جو گنگو کی وہ یہ ہے۔

میں سنتا ہوں کہ اپنے قیدیوں کو زرتاوان لیکر تم چھوڑنا نہیں جانتے اور انکی جان لیے بغیر تم نہیں رہتے۔ خیر میں تو اہل روم ہوں لڑنا فرما میرا کام ہی ہے۔ مگر ایک امر ایسا ہے جسکے لیے کچھ التجا کرنا مجھے ناگہر ہے۔ یہ کہ اگر اسی موجب کو پیش کیا۔ اور کہا کہ یہ لڑکا برٹین شاہ ہے۔ اسکی جان بخشی ضرور ہونی چاہیے۔ یہ میرے خدمتگاروں میں ہے۔ حق تو یہ ہے کہ ایسا علیم ایسا فرمانبردار ایسا مستعد ایسا سچا ایسا دسوزی سے کام کرنے والا نوکر ملنا مشکل ہے۔ اتنے روز تک یہ رومی کے پاس تھا مگر بڑنی بدیاں ایمیں کبھی دیکھی نہ لگیں۔ اور وہ کو رہا کر دیا مگر اسکو ضرور رہا کر دینا چاہیے۔

سیمیلان نے خوب غور سے اپنی لڑکی اسی موجب کو دیکھا۔ مگر سبب تغیر لباس کے اسے نہ پہچان سکا۔ اسوقت کی گنگو سنکر ایسا معلوم ہوا کہ قادر مطلق اس سے یہ سب کھلواتا ہے۔ کیونکہ اسکی طرف متوجہ ہو کر سیمیلان بولا۔ بیشک میں نے اسے کمین دیکھا ہے۔ اسکی صورت مجھے غیر مانوس نہیں معلوم ہوتی۔ نہیں معلوم کیوں بے اختیار میرا جی یہی کہنے کو چاہتا ہے کہ لڑکے۔ تمہیں خدا سلامت رکھے۔ میں تمہارا خون صاف کر دوں گا۔ اور پھر کہا۔ لڑکے جو تمہارا جی چاہے اسوقت مجھ سے مانگ لو۔ اگر کسی بڑے قیدی کی جلائی کے لیے بھی کچھ کہو گے تو میں اسے منظور کر لوں گا۔

اسی موجب نے کہا کہ حضور کی عنایتوں کا شکر یہ میں بڑے عجز و انکسار کے ساتھ ادا کرتا ہوں۔

حسب خواہش مانگ لینے سے یہ مطلب تھا کہ کچھ ہی مانگو میں اسے دید ونگا۔

یعنی جس شخص سے یہ کہا گیا اسے اختیار دیا گیا کہ کوئی شے پسند کر کے مانگ لے۔
 اس وقت سب کے سب منتظر تھے کہ دیکھیں یہ خدمتگار کیا چیز مانگتا ہے۔ لشی یس اس کے
 آگے نہ بڑھا۔ مین جانتا ہوں کہ تم میری زندگی پادشاہ سے مانگو گے۔ مگر مجھے اپنی
 زندگی کی چند آنرز و تہنیں۔ اسی موجب نے کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ مجھے بہتر سے
 کام ہیں۔ تمہاری زندگی میں نہیں مانگنے کا۔

لشے کی یہ ظاہری ناشکر گزاری دیکھ کر سپہ سالار کو کمال تعجب ہوا۔
 پھر اسی موجب نے آئی امی کی موکی طرف دیکھ کر کہا سواے اسکے میں اور کچھ
 نہیں چاہتا کہ اس آدمی سے دریافت کیا جائے کہ یہ انگوٹھی جو اسکے ہاتھ میں ہے
 اسے کہاں پائی۔

سیمیلائن نے اسکی عرض قبول کی اور آئی اسے کی موسے کا خبردار چھوٹ
 بوکوگے تو تعین جانو گے۔ سچ سچ کہو تھے یہ ہیرے کی انگوٹھی کہاں پائی۔
 آئی اسے کی موچی خباثتوں کا پورا پورا اظہار کر گیا اور ساری پوس تھمس سے
 شرٹ لگانا۔ اور پھر سبب اسکی سرین الاعتقاد ہی کے اپنا بہ و غا بازی کا میا بننا
 شروع سے اخیر تک جیسا اور پر بیان ہو چکا ہے کہ گیا۔

ای موجب کی پاک دامنی سکر جو حالت پوس تھمس پر طاری ہوئی وہ اساطہ
 بیان سے باہر ہے۔ سننے کے ساتھ ہی وہ بادشاہ کے سامنے چلا آیا۔ اور بڑی تکلف
 وہ بیدار و کھم اپنا جو ای موجب کے قتل کے بارہ میں پی سے نیا کو لکھا تھا کہ سنایا۔
 اور زور سے چلا کر پکارا اوی موجب۔ میری ملک۔ میری زلیست۔ میری بی بی۔
 افسوس اوی موجب۔ اوی موجب۔ اوی موجب۔

ای موجب اپنے پیارے شوہر کی وہ مصیبت نہ دیکھ سکی اور فوراً اپنے کو
 پہنچا دیا۔ جس سے اسے لانتہا مسرت حاصل ہوئی۔ اور وہ بارغمہ عصیان سے

اس طرح سبکدوش ہوا اور یوں اپنی ملکیت و پیاری بی بی سے جسکے ساتھ وہ ایسی ہرچی پیش آیا تھا مل گیا۔

سیمبیلان اپنی دختر گمشدہ کو ایسی حالت حیرت افزا میں پا کر قریب قریب آتا ہی ہوا۔ خاطر ہوا جتنا اسے سرور حاصل ہوا۔ اور حسب دستور قدم بہ شفقت پدری اس کو پیش آیا اور صرف اس کے شوہر تو پس محسوس کی جان بخشی ہی نہ کی بلکہ اسے اپنی دامادی میں قبول کرنا بھی منظور کر لیا۔

بی بی نے اس نے اپنی عرضداشت کے لیے بہ خوشی و رضا کو کا وقت مناسب نہیں کیا۔ اور بولی ڈر اور کا ڈول کو پادشاہ کے سامنے پیش کر کے کہا۔ یہ دونوں آپ کے پسران گمشدہ کی بی بی ہیں اور وہی بی بی ہیں۔

سیمبیلان نے بی بی سے اس کا قصور سنا کر دیا۔ کینکھ ایسی کامل خوشی و خرمی کی حالت میں سزا دی کہ خیال آتا۔ اور اپنی لڑکی کو زندہ پا کر اور پسران گمشدہ کو جھوننے میدان کا زرار میں بہادرانہ اسکی امداد کی تھی نوجوان و اپنی جان کے بچاؤ کے دیکھ کر کمال خوشی اسے حاصل ہوئی۔ خدا نے اپنی طرف سے اسے ایسا دن دکھایا ورنہ آسے کب ایسی امید تھی۔

اب امی جو جین کو اپنے آقا لشی سے سالار رومی کے حق خدمت ادا کرنے کی مہلت ملی اور بادشاہ اپنی بی بی کی شناسائی سننے ہی اس سے سالار کے خون سے درگدرا۔ اور پھر اسی لشی سے بچ بچاؤ سے روم اور برٹین میں ایسی صلح ہو گئی کہ مدت تک وہاں امن و امان قائم رہا۔

سیمبیلان کی بدکردار بیگم اپنے منصوبے پر اس طرح ناکامیاب رہنے سے سخت پشیمان ہوئی۔ اور اس انتشار میں اسکا بیٹا کلون کسی جگہ سے مین جو خود ہی اسے اٹھایا تھا مارا گیا جس سے اس کے دل پر اور بھی صدمہ پہنچا اور کچھ عرصہ تک بیمار رہا۔

راہی ملک عدم ہوئی۔ اُن واقعات سرخ و ادم سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انجام بخیر نہیں ہوا کیونکہ آخرین جمیع تحقیق کے لیے سامان طرب مہیا ہو گیا حتیٰ کہ اسے کی تو ایسے دغا باز آدمی کا بھی اس لحاظ سے کہ اسکی خباثت و دغا بازی کا اخیر انجام ناکا سیابی پر ہوا بلکہ مسند پر اپنے تختہ کار ہو گیا۔

تاریخ طبع از افضل الاشمال والاقمران مولانا محمد حامد علیخان حسامہ
مصحح مطبعہ انشاعت اکبر حافظ غلام علیخان رئیس شاہ آباد ضلع ہر دوی
تعلیمیہ امیر اشعر حضرت امیر مینائی مدظلہ العالی

خزانے ہن حکمت کے والدیہ
بہت خوب قسطے لکھے واہ یہ

نہیں ہیں قسطے یہ پچاسپے گئے
کچھ سین نے حامد یہ مصرع طبع

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والستہ کہ مجموعہ افسانہ دلیپزیر جبکہ ایک فسانہ حکمت اموزی کا خزانہ اور
اپنی خوبون میں اپنا آپ ہی نظیر ہے اور اس سے پہلے مطبع اودھ اخبار ملوکہ علیجناب
سعالی القاب منشی لؤل کشور صاحب سی آئی۔ ٹی۔ دام اقبالہ واقع لکھنؤ میں زیور طبع
سے آراستہ ہوا۔ اب شاخ مطبع موصوف الصدروائع کانپور صمانہ اللہ عن شہر اللہ ہور
میں منصرم بالکمال جناب منشی جگوانند یاں صاحب اینٹ کر عمدہ انتظام اور پاکیزہ اہتمام سے
ماہ جولائی ۱۹۷۹ء میں پہلی مرتبہ لباس الطباع سے آراستہ و پیراستہ ہوا۔

۱۔ قصہ سوداگر دیکھ۔ ۲۔ قصہ ہاشی گیر۔	اکسٹرا اسٹنٹ کھیری۔
۳۔ قصہ مجبور۔ ۴۔ قصہ منصور۔ ۵۔ قصہ شاہ روم اور ہرقہ علمدارہ طلحہ بھی لکھا ہے	نور تین۔ مصنفہ میان محمد بخش تخلص مجبور۔
سنگاسن بتیسی۔ منظوم منشی نیکین لال۔	جادو نسخہ۔ نادر عبارت مسیح مصنفہ نواب محمد حیدر علی خان بہادر۔
گلزار ابراہیم۔ ابراہیم ادم کا سچا نانا۔	قصہ اگر گل۔ مولفہ عاصی تخلص۔
مولفہ حسن تخلص۔	اسیر مقبول۔ نادر عبارت۔ مصنفہ رسید غلام حیدر خان بہادر اکسٹرا اسٹنٹ کھیری۔
چشمہ شیریں۔ فرہاد و شیرین کا قصہ۔	قصہ گوپی چند بھرتی۔
محبہ بہت۔ تصنیف منشی بے گوبال صاحب۔	سنگاسن بتیسی۔ قصہ اجمہ بھوج با تصویر۔
نائب تخلص۔	بتیال بھپپی۔ قصہ راجہ بکرم مع تصویر اتہر۔
ایسا اور نیکین۔ مختصر مختصر حکایات مصنفہ سادات یار خان نیکین دہلوی۔	گل بکاوتی۔ مولفہ نہال چند شاہجہاں آبادی۔
مجموعہ۔ جو ہے نامہ و بلی نامہ وافیونی نامہ۔	طوطا کمانی۔ تصنیف سید حیدر حسین۔
جو کن نامہ مصنفہ میان باطن اکبر آبادی۔	قصہ گل و صنوبر۔ مولفہ منشی بھم چند۔
قصہ مقتول جنا۔ معروف باسم تاریخی۔	طوطی نامہ۔ مع قصہ ابراہیم ادم مولفہ شاہ غلام احمد۔
فسانہ نظم مولفہ حافظ محمد امیر الدین۔	فسانہ نظم۔
ید ماوت بھا کھا۔ محشی باجل منی از ملک محمد جالبیسی۔	الف لیلہ منظوم۔ چار جلد تصنیف مختلف۔
ایضاً۔ بھا کھاسے اردو میں شعربہ شعر۔	۱۔ جلد۔ بہ نظم و کلام مرزا اصغر علی خان نسیم دہلوی مخنوز نامی۔
نظم فرمایا مولوی قاسم علی بدایونی نے۔	۲۔ جلد۔ نتیجہ طبع شاعر خوش فکر منشی طوطا صاحب تخلص شایان۔
ایضاً۔ از عبارت و عشرت۔	۳۔ جلد۔ ایضاً ایضاً۔
مجموعہ۔ قصہ تانہی جو پور۔ و قصہ بندر۔ و قصہ حفاظت شیطان۔ و قصہ چار لڑکیوں کا۔ و لکھا۔	۴۔ جلد۔ از منشی شادی محل شاہکار گورنر اردو۔
کا قصہ عقل و حسن کا مطالعہ۔ مولفہ مولوی الطاف۔	مجموعہ قصص مشہورہ اپنا قصہ مولف مختلف۔

منشوی گلزار نسیم - قصہ گل بکاوی منظوم
از دیاشکر نسیم کمپنوی -
فسانہ رحمتی منظوم - مولفہ منشی
بھولانا فرارغ تخلص -
تل و من - رامبل اور من کا فسانہ منظوم
مددہ اظہار - از مولوی ممتاز علی سندیدی
منشوی میر حسن -
یوسف زلیخا - اردو منظوم تصنیف دکان
تشرین خسرو - باتصویر مصنفہ گوید پر شاہ
تخلص فضا -
بنجارہ نامہ - مصنفہ میان نظیر اکبر آبادی
لیلیٰ مجنون - تصنیف میر تقی ہوس -
بہار دانش - منظوم تصنیف نیش -
مجموعہ قصہ سپاسی زادہ - باتصویر مصنفہ
۱ - قصہ پاسبی زادہ - ۲ - قصہ چار باغ رنگین -
۳ - قصہ محمود شاہ - ۴ - قصہ سوداگر بچہ -
۵ - عاشق کا جوازہ - ۶ - قصہ نامہ رنگین نامہ
۸ - تندرستی نامہ - ۹ - دکن سکھ نامہ - ۱۰ -
دولت نامہ - ۱۱ - بھوپال نامہ - ۱۲ - رنگین نامہ
سحر دانش - یعنی قصہ سوداگر بچہ -
شامنامہ اردو منظوم تصنیف نئی لکھنؤ
طالعہ شایان - یعنی داستان امیر حمزہ
منظوم مصنفہ منشی طوطا رام شایان -

۱۱ - منظوم منظوم - مولفہ سید منظور احمد -
منشوی ابر کرم -
مجموعہ - قصہ نامہ و قصہ شاہ روم و غیرہ گیارہ
۱ - قصہ شاہ روم - ۲ - قصہ نامہ - ۳ -
نہیں نامہ - ۴ - رنگین نامہ - ۵ - آمادہ الی
۶ - گرہ بند نظیر - ۷ - پیسہ نامہ - ۸ - کوثری نامہ
۹ - بنجارہ نامہ - ۱۰ - جوگن نامہ - ۱۱ - روئی نامہ
بکٹ کہانی - تصنیف مولوی آئی بخش
بطور بارہ ماسہ -
سر ایاسے تصویر نگہ - نظم و شریف سرایا
کا بیان یہ تصنیف اشرف علی تخلص مست -
باغ عاشق - قصہ گل و منویر مصنفہ شہت
کنیا لال صاحب -
سکندر نامہ - بری و بھری اردو ترجمہ نظم
سکندر نامہ نظامی از خوش فکری سخنور کامل
مولوی غلام مدید گوپاموی - ہر دوئی -
داستان حکمت افرا -
سر ایاسے پیری -
منشوی زینت انجم - در مرغ نواب
غوث مدد خان والی جادوہ -
منشوی سعدین - تصنیف مولوی انوار حسین
تسلیم -

